مسلسل اشاعت کے 37 سال

مدیر اعلیٰ ——— مشتاق احمد قریشی

مدیرہ ——— قیصر آرا

مدیر خصوصی ——— طاہر احمد قریشی

مدیر معاونین ——— جویریہ احمد
روشن احمد

جلد	37
شمارہ	01
مئی	2015

ماہنامہ آنچل

اشتہارات و دیگر معلومات
0300-8264242

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

info@aanchal.com.pk

/women.magazine
/pkwomenmagazine

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

74400

مستقل سلسلے

021 35620771/2 ... 74200 ... 75
... 021 35620773

"حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت اس شخص پر رحم نہیں کرتے جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔" (متفق علیہ)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
مئی ۲۰۱۵ء کا آنچل حاضر مطالعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکرو احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب کیا۔ آپ کے آنچل نے اپنی حیات کے سینتیس (۳۷) سال مکمل کرلیے۔ اسے اس کی منزل تک پہنچانے میں جہاں اللہ تعالیٰ کا کرم اور فضل شامل ہے وہیں آپ لکھاری بہنوں کی محنت اور قاری بہنوں کی محبت بھی ہمارے سنگ رہی ہے۔ ورنہ تو اس طویل عرصے میں کتنے ہی اچھے اچھے ناموں سے جرائد سامنے آئے اور آ کر چلے بھی گئے ان میں اگر کمی تھی تو صرف اللہ کے فضل وکرم کی۔

آپ کی دعا اور تعاون کے سائے میں آپ کا ادارہ آنچل اپنے نئے ماہنامہ حجاب کا جلد ہی اجرا کررہا ہے اس سلسلے میں پہلے بھی آپ کی خدمت میں گزارش کی جاچکی ہے کہ لکھاری بہنیں اپنی پراثر خوب صورت تحریریں اور قاری بہنیں اپنی آراء، تجاویز ارسال کرنا شروع کردیں تاکہ حجاب کو سجانے سنوارنے کا کام جلد از جلد شروع کیا جاسکے۔ جس طرح آنچل آپ کے تعاون کے بغیر ادھورا ہے اسی طرح حجاب کو بھی آپ کے بھرپور تعاون کی شدید ضرورت ہے۔ تمام قاری بہنوں سے التماس ہے کہ وہ اپنے قریبی ایجنٹ یا بک اسٹال جس سے وہ آنچل ہر ماہ حاصل کرتی ہیں انہیں حجاب کے لیے بھی تاکید کردیں تاکہ تمام ایجنٹ حضرات ادارے کو اپنی طلب سے بروقت آگاہ کرسکیں۔

میں اور ادارے کے تمام ہی ساتھی ان تمام قاری بہنوں کے تہہ دل سے شکر گزار ہیں جن بہنوں نے سالگرہ کے موقع پر مبارک باد کے پیغامات اور تحائف ارسال کیے یہ آپ کا آنچل سے جڑا عشق ہی ہے کہ آپ اپنی تحریروں کے ذریعے اپنے قیمتی جذبات و احساسات کا اظہار کرتی ہیں۔ آپ کا شکریہ امید ہے کہ آپ "حجاب" سے بھی اپنا تعلق یوں ہی مضبوط رکھیں گی۔

خوش خبری:۔ بہنیں نوٹ فرمالیں کہ ان شاء اللہ بہت جلد آنچل کے صفحات پر نازیہ کنول نازی کا نیا سلسلے وار ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" اور اقرأ صغیر احمد کا بھی نیا سلسلے وار ناول پڑھ پائیں گی۔

☆☆ اس ماہ کے ستارے ☆☆

☆ محبت ایک نغمہ ہے	اللہ اور رسول کی پاسداری کرتی اقرأ صغیر کی خوب صورت تحریر۔
☆ کاش تم نہیں پڑھا کرے کوئی	بولتی و گفتگو کرتی آنکھوں کی زبان صرف صاحب دل ہی سمجھتے ہیں نازک جذبوں اور احساسات سے مزین عائشہ نازی کا ایک خوب ناول۔
☆ محبت اب بھی باقی ہے	محبت کی متلاشی لڑکی کی تحریر جس کے بے خیالی نشت سب ہو گیا لیے تھے نزہت جبین کے قلم سے۔
☆ انما الاعمال بالنیات	نیت صاف منزل آسان کے سانچے میں ڈھلا سویرا الفت کا سبق آموز افسانہ۔
☆ ذرا سی بات	زیب داستاں کے لیے ذرا سی بات کو بتنگڑ بنا دیا گیا۔ عقیلہ حق کے افسانہ میں پڑھیے۔
☆ آنچل	آنچل کی حسین قوس قزح کو دیکھیے حمیرا کے مخصوص انداز میں۔
☆ بند مٹھیوں سے	نفرتوں کے سیلاب میں بند مٹھیوں کے کیسے ٹوٹتے ہیں۔ حیا بخاری کا دل پذیر افسانہ۔
☆ [illegible]	مکافات عمل جب سامنے ہو تو سوائے پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔
☆ زندگی پھولوں کی راہ گزر	کم سہی حسین کی زندگانی آنچل نے کیسے سنواری آپ بھی جانیے فرح صابر کی زبانی۔
☆ تیرے کنول میرے گلاب	سیرا عزیز کا مختصر افسانہ آپ کی سوچ کے نئے در وا کردے گا۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعاگو
قیصر آرا

حمد

تو نہ ہو تو سب کا جینا ہوجائے دشوار

شکر ہے مولا تیری ذات ہے سب کی پالن ہار

جن و انس، ملائک اور یہ سورج چاند تارے

تیرے کارن قائم صحرا دریا اور کہسار

ایسے لفظ عطا کر مجھ کو عزت عظمت والے

جن سے کروں ہمیشہ مولا تیرا ذکر اذکار

جہاں جہاں بھی نظر ہے جاتی تیری شان کے جلوے

ہر اک شے سے جھلک رہا ہے مولا تیرا پیار

اپنا حبیب ﷺ دیا ہے ہم کو تیرا ہے احسان

ان سے بڑھ کر کون ہے مولا امت کا غم خوار

راؤ مظہر الیاس

نعت

مری چشم آرزو کی جو ہے آرزو مدینہ

مرا حال کچھ نہ پوچھو کہ ہے چار سُو مدینہ

مری ہر صدا کا مطلب مری بے خودیٔ الفت

پسِ گفتگو مدینہ سرِ گفتگو مدینہ

مرے رہبروں سے کہہ دو کہ مجھے نہ آ کے چھیڑیں

کہ ہے میری جستجو کیا مری جستجو مدینہ

یہ کمالِ جستجو ہے کہ کمالِ آرزو ہے

جہاں بند آنکھ کرلی ہوا روبرو مدینہ

ہوا جب سے عشق احمد ﷺ مرے دل میں جلوہ افگن

مرے دل کا حال یہ ہے کہ ہے تُو بہ تُو مدینہ

ہوں عجیب کشمکش میں کوئی راز یہ بتادے

کہ مدینہ رُو ہے کعبہ کہ ہے کعبہ رُو مدینہ

مرے جذبِ شوق یوں تو تجھے پُر اثر میں کہہ دوں

ترا ہوا میں جب ہی قائل کہ دکھائے تُو مدینہ

بہزاد لکھنوی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

اقبال بانو...... بورے والہ

پیاری ہمشیرہ! سدا خوش رہو جذبات واحساسات کو لفظوں میں پرو دینے والی آپ سے نصف ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا ہے حد اچھا لگتا ہے۔ آپ نے اپنے قیمتی لمحات میں سے کچھ پل آنچل کے لیے مختص کیے اور سالگرہ نمبر سے متعلق اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا بے حد مشکور ہیں۔ امید ہے آپ کا قلمی تعاون آئندہ بھی برقرار رہے گا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو دونوں جہاں کی خوشیاں و کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

گل چھینکے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

دیگر قارئین کے ساتھ ہم بھی از سر نو آپ کو گاہے بگاہے پڑھنے کے مشتاق ہیں۔

نازیہ کنول نازی ...... ہارون آباد

ڈیئر نازیہ! سدا اسمائل رہو! آپ کی جانب سے موصول شادی کا دعوت نامہ دیکھ کر خوشی ہوئی اور یہ جان کر بھی کہ آپ کے چھوٹے بھائی اور چھوٹی بہن کے فرض سے بھی آپ کے والدین کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بہ احسن طریقے سے سبکدوش فرمایا۔ ہماری اور ادارہ آنچل کی جانب سے آپ کو آپ کے گھرانہ کو بہت بہت مبارک باد اور دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو اور آپ کے بھائی بہن کو ہمیشہ خوش وخرم شاد و آباد رکھیں آمین۔

فاخرہ گل...... اٹلی

عزیزی فاخرہ! شاد وآباد رہو خوب لمبے عرصے بعد آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی۔ آپ کے قلم سے بکھرتے موتی جیسے لفظوں کے ذریعے رشتہ اگرچہ ہمیشہ برقرار رہا لیکن آج یہ تعلق مزید استوار ہو گیا ہے۔ سال

گرہ نمبر پسند کرنے کا بے حد شکریہ بے شک یہ آپ کا اپنا پرچہ ہے اور آپ ہی کی کاوشوں سے آراستہ و پیراستہ ہو کر ادبی تفریح کا سامان فراہم کرتا ہے۔ آنچل کے متعلق آپ کی قیمتی رائے آپ کا حسن نظر جب کہ ہمارے لیے باعث فخر ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کے قلم کے ذریعے علم کی جوت سب کے دلوں میں روشن رہے آمین۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

پیاری بہن! خوش رہو خط کے صفحے پر خوب صورت شعر کی جگمگاتے جھومر کی طرح جھلملا رہا تھا۔ بے حد پسند آیا ہمارے متعلق آپ کی جو رائے ہے یہ آپ کی محبت ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو بہترین ذہنی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور حمد و نعت کی صورت میں آپ کا کام دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں باعث سعادت ہے آپ کا تبصرہ پرانا تھا اس لیے شامل اشاعت نہیں ہو سکا۔

فریحہ شبیر' ایمن' انعم اور مبشرہ خان ...... سرگودھا

ڈیئر سسٹرز! خوش رہیں آپ کے تعریفی کلمات ہمارے لیے باعث فخر اور قابل رشک ہیں۔ ہمیشہ آنچل کو سجانے سنوارنے میں آپ کے ان الفاظ نے جہاں ہمارا حوصلہ بڑھایا وہیں آپ بہنوں کی آراء و مدنظر رکھتے ہم نے اسے آراستہ کیا۔ سمیرا کنول اور آپ کی دیگر فرینڈز بھی آنچل میں شرکت کر سکتی ہیں یہ آپ بہنوں کا اپنا پرچہ ہے۔

کوثر ناز...... حیدرآباد

ڈیئر کوثر! سدا خوش رہو بہان کے شائع ہونے پر مبارک باد۔ شکریہ کی قطعی ضرورت نہیں ہے یہ سب آپ کی محنت کا صلہ اور انعام ہے آپ کے قلمی سفر و مزید بہتر بنانے کی ہماری جانب سے ایک سراہتی کاوش ہے آپ کو پرچہ کا نام پسند آیا مشکور ہیں البتہ آپ کو تحریر بھیجتے ہوئے بس آنچل کی جگہ حجاب لکھنا ہوگا۔ آپ کی دیگر تحریر پڑھنے کے بعد ہی آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کریں گے فی الحال معذرت۔

ارم کمال ...... فیصل آباد

ڈیئر ارم! شاد و آباد رہو آپ کے خط میں آپ کی کزن کی رحلت کی خبر سن کر دل بے حد رنجیدہ ہوا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔ دونوں بچوں کے سر سے ماں کا آنچل چھن جانا بے شک بہت بڑا صدمہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ ان بچوں سمیت آپ سب کو صبر و استقامت عطا فرمائے اور مرحومہ کے درجات بلند فرمائے آمین، قارئین سے بھی امبر کے حق میں دعائے مغفرت کے ملتمس ہیں۔

حمیرا قریشی...... حیدر آباد

ڈیئر حمیرا! سدا مسکراؤ آپ سے نصف ملاقات کے بعد آپ کی مصروفیات کا بھی بخوبی اندازہ ہوگیا۔ اسی مصروفیت کے حوالے سے ہماری جانب سے بھائی اور بہن کی شادی پر ڈھیروں مبارک باد قبول کیجیے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں دائمی خوشیوں سے نوازے۔ آپ کی تحریر فی الحال بھیج دی ہے ان شاء اللہ جلد آنچل کے صفحات پر جھلملاتی نظر آجائے گی۔

ودیعہ یوسف...... کراچی

پیاری ودیعہ! خوش رہو آپ کے خط میں آپ کی شرکت کے متعلق پڑھ کر بے ساختہ مسکراہٹ نے لبوں کا احاطہ کرلیا جب آپ نام اور ایڈریس نہیں لکھیں گی تو آپ کی ڈاک کیونکر ہم تک پہنچے گی؟ بہرحال اس دفعہ خط موصول ہوگیا ہے اور جواب بھی حاضر ہے۔ آپ آئندہ بھی شرکت کرسکتی ہیں اپنا افسانہ ارسال کردیں معیاری ہوا تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

دعائے سحر...... فیصل آباد

پیاری دعا! جگ جگ جیو آپ کی نظم کی اشاعت پر ہماری جانب سے مبارک باد قبول کریں۔ آپ کا کہنا بجا ہے بے شک اولاد کی کامیابی پر ماں باپ کا سر فخر سے بلند ہوجاتا ہے۔ آپ کی والدہ کے لیے بھی یہ ایک بڑی خوش خبری ثابت ہوئی بہرحال وہ آپ کی تمام کامیابیوں میں آپ کے ہمراہ اور آپ کی خوشیوں کے لیے آج بھی دعا گو ہیں کیونکہ ماں ایسی ہستی ہے جس کا ناتا ہمیشہ اپنی اولاد سے برقرار رہتا ہے۔

دلکش مریم...... چنیوٹ

ڈیئر دلکش! شاد و آباد رہو آپ کی غیر حاضری کے دوران ہم نے بھی آپ کی کمی کو محسوس کیا جہاں تک دعائیہ نظم کی اشاعت اور آپ کے نام کی بابت ہے تو ثریا ہمیں ان بہن کا خط موصول ہوا تھا۔ ان کی تسلی کی خاطر وضاحت کردینا ضروری تھا۔ آج بھی بہت کی بہنیں نیرنگ خیال میں دیگر شعراء کی نظمیں، غزلیں اپنے تخلص کے ساتھ ارسال کردیتی ہیں، کافی حد تک کوشش تو کی جاتی ہے کہ انہیں رد کردیا جائے لیکن بعض اوقات ایسا نہیں ہو پاتا۔ امید ہے اس وضاحت کے بعد آپ بدگمانی ختم کرتے ہوئے پچھلی خفگی کو فراموش کردیں گی۔

طیبہ نذیر...... شادیوال، گجرات

پیاری بہن! جیتی رہو آپ کا خط پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ اپنی والدہ اور دیگر بہن بھائیوں سے کس قدر محبت والتفات رکھتی ہیں۔ اسی لیے اپنی والدہ کے لیے پریشان ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ کے بھائیوں کو بھی بہترین روزگار و کاروبار عطا فرمائے آمین۔

سونیا علی...... ریشم گلی مورو

ڈیئر سونی! جگ جگ جیو دلچسپ انداز میں کیا آپ کا شکوہ بھی اچھا لگا بہرحال ان مضر صحت اشیاء کے استعمال سے بہتر ہے کہ آپ ہر مہینے ڈاک کا لفافہ ہی خرید لیں آپ کے خط کا جواب حاضر ہے امید ہے اپنا نام آنچل میں جھلملاتا دیکھ کر ساری خفگی اڑن چھو ہوجائے گی۔

عاصمہ، رمشا، فاتقہ...... کھنیالہ شیخاں

ڈیئر سسٹرز! شاد و آباد رہیں بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ 2005ء سے آپ کا اور آنچل کا ساتھ ہے جان کر خوشی ہوئی تعارف ان شاء اللہ باری آنے پر لگ جائے گا۔

ثوبیہ صابر...... نامعلوم

پیاری ثوبیہ! جیتی رہو آپ کی تحریر "محبت سے زندگی" قبولیت کی سند حاصل کرنے میں ناکام ٹھہری۔ بہرحال پڑھ کر یہ اندازہ ضرور ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ آپ طوالت سے گریز کرتے ہوئے اسی قسم کے موضوعات پر لکھنے کی کوشش جاری رکھیں، کامیابی آپ کے قدم

چوسے گی ان شاء اللہ۔

پارس بنت دین...... للہ شریف

ڈیئر پارس! سدا مسکراؤ' شریف نامی شہر سے شرکت کرنے والی ایک معصوم و شریف بچی سے ملاقات اچھی لگی۔ آپ آنچل فیملی کا حصہ بن چکی ہیں اب آپ بھی اپنی نگارشات کے ذریعے دیگر سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں۔

سائرہ حبیب اوڈ...... عبدالحکیم

ڈیئر سائرہ! جگ جگ جیو' آپ کے خط کو پڑھ کر اندازہ ہوا آپ حساس اور باشعور سوچ کی مالک ہیں۔ ہمارے معاشرے کا یہی تو المیہ ہے کہ آج بھی بہت سے معاملات میں صنف نازک کو صرف اس لیے پیچھے رکھا جاتا ہے کہ وہ جنس حوا ہے اور یہی اس کا قصور گردانا جاتا ہے' اللہ سبحان و تعالیٰ ایسے لوگوں کو نیک ہدایت عطا فرمائے آمین۔ آپ آئندہ بھی شریک محفل ہوسکتی ہیں۔

صائمہ سکندر سومرو...... حیدرآباد

ڈیئر سسٹر! سدا سہاگن رہو' آنچل اور آپ کے دیرینہ تعلق کے متعلق جان کر بے حد اچھا لگا۔ بے شک پندرہ سال کا عرصہ ایک طویل دورانیہ ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ وہ آپ کو صحت و سلامتی کے ساتھ نیک و صالح اولاد عطا فرمائے اور آپ کے قدموں تلے جنت رکھ دے آمین۔

ثوبیہ...... راولپنڈی

ڈیئر ثوبی! جیتی رہو' آپ آنچل کے لیے لکھنا چاہتی ہیں یہ جان کر اچھا لگا۔ کسی بھی اصلاحی موضوع پر مختصر افسانہ ارسال کرسکتی ہیں اگر آپ کا افسانہ منتخب ہوگیا تو اس صورت میں آپ کو کسی طرح کی قیمت ادا نہیں کرنا ہوگی' بے فکر رہیے۔

ارم کمال...... ڈی جی خان

ڈیئر ارم! جیتی رہو' آپ کی شاعری متعلقہ شعبے کو ارسال کردی ہے۔ رد و قبول کا فیصلہ وہیں طے پاتا ہے اگر گزشتہ شاعری شائع نہیں ہوئی تو ضرور آپ کی شاعری آنچل کے معیار کے مطابق نہ ہوئی' شاعری کے علاوہ آپ دیگر سلسلوں میں شرکت کے ذریعے آنچل فیملی کا حصہ بن سکتیں ہیں۔

بشریٰ خان...... لیہ

پیاری بشریٰ! آباد رہو' بے نام منزلیں کے نام سے آپ کی تحریر موصول ہوئی۔ موضوع کا چناؤ بہتر ہے لیکن انداز تحریر ابھی پختہ نہیں' کچھ باتوں میں تضاد بھی موجود ہے وسیع مطالعے اور مشاہدے کے بعد آپ اس کمزوری کو دور کرسکتی ہیں۔ امید ہے محنت اور جدوجہد کے ساتھ اپنی کاوش جاری رکھیں گی۔

زیب النساء...... حافظ آباد

ڈیئر زیبی! خوش رہو' آپ کا اور آنچل کا دیرینہ ساتھ ہے لیکن آپ نے آج ہمت کرتے ہوئے قلم بھی اٹھالیا جان کر اچھا لگا۔ پیاری بہن جو لوگ لفظوں کی لڑی میں اپنے احساسات و جذبات کو پرو کر صفحہ قرطاس کی زینت بناتے اور ہوا کے دوش پر ہم تک پہنچاتے ہیں وہ بھی آپ اور ہم جیسے ہی ہیں۔ بہرحال آپ نے اب ہمت کرکے قلم سے ناتا جوڑ ہی لیا ہے تو امید ہے کہ یہ تعلق استوار رہے گا۔ "پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ" یعنی آپ کی شرکت پر ہی ہم آپ کو آنچل فیملی کا حصہ بنا سکتے ہیں۔

جاذبہ ضیافت عباسی...... دیول مری

پیاری جاذبہ! شاد رہو' آپ کی تحریر "لو ہم ہار گئے" پڑھ لی گئی ہے انداز تحریر اور موضوع دونوں لحاظ سے نہایت کمزور تحریر ہے۔ فی الحال آپ صرف مطالعہ پر توجہ دیں اس کے بعد ہی قلم اٹھائیں۔

سیدہ سحر گیلانی...... نامعلوم

پیاری سحر! شاد و آباد رہو' آنچل اور آپ کی پہلی حادثاتی ملاقات کے متعلق جان کر اچھا لگا اور اسی دن سے آپ نے آنچل کو اپنا ہم قدم بنالیا۔ آپ کے جذبات قابل تحسین و قابل فخر ہیں۔ آپ آنچل کے دیگر سلسلوں میں باقاعدگی سے شرکت کرسکتی ہیں' یہ آپ بہنوں کا اپنا ہی پرچہ ہے۔

آسیہ اشرف... گنگاپور

پیاری آسیہ! خوش رہو' شکوہ و شکایت سے مزین آپ کا خط موصول ہوا' بہرحال آپ کا یہ انداز اور نصف ملاقات بھی اچھی لگی۔ گزشتہ ماہ میں سانحہ پشاور کے تحت لکھی گئی بہت سی کہانیاں موصول ہوئیں سب کا موضوع عمدہ اور دردناک ہی تھا جسے پڑھ کر ایک بار پھر سے وہی درد

روح میں اترتا محسوس کیا۔ کہانی کو رد کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہم اس حقیقت اور آپ کے محبت سے بھرپور جذبات سے انکاری ہیں۔ رد ہونے کی وجہ دراصل انداز تحریر کی کمزوری اور ناپختگی ہے۔ آپ مزید مطالعے اور محنت کے ساتھ اپنی کوشش جاری رکھیں۔

نزہت بی بی...... ایبٹ آباد

ڈیئر نزہت! جیتی رہو آپ کے کہنے پر خط کا جواب بمعہ تحریر کی اصلاح کے حاضر ہے۔ آپ کی تحریر "پیاری خالہ" موضوع کا چناؤ نہایت کمزور ہے۔ انداز تحریر میں بھی پختگی نہیں ہے بہتر ہے کہ فی الحال آپ اپنے مطالعہ پر توجہ دیں اور دیگر نامور رائٹرز کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں۔ ابھی آپ ناول مت ارسال کریں افسانے پر ہی کوشش جاری رکھیں۔

ثنا منیر کھوکھر...... سرگودھا

پیاری ثنا! آباد رہو آپ کی تحریر "شناسائی" موصول ہوگئی ہے سالگرہ نمبر سے فراغت کے بعد ہی اس کے متعلق آپ کو حتمی رائے سے آگاہ کریں گے۔ جہاں تک نظم کا تعلق ہے وہ متعلقہ شعبے وارسال کردی جاتی ہے اگر معیاری ہوئی تو ضرور لگ جائے گی ورنہ معذرت۔

ثانیہ مغل...... للیانی

ڈیئر ثانیہ! جگ جگ جیو آپ کی تحریر کے متعلق ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہوگا کیونکہ آپ کی سابقہ تحریر تو قابل ذکر تھی! کمپوزنگ کے بعد آخری لمحات میں کمی اب آپ کے بنے پر رد کردی گئی اور نئی تحریر اب پھر ان مراحل سے گزرنے کے بعد اپنی جگہ بنا سکے گی۔

عروہ نیازی...... میانوالی

پیاری عروہ! خوش رہو آپ نے اپنے تحریری سفر کے آغاز میں ہی "سچ" کے عنوان سے ایک طویل ناول لکھا ہے۔ آپ کا انداز اگرچہ اصلاحی ہے لیکن اصلاح اور نصیحت سے بھرپور اس تحریر میں دلکشی کا عنصر مفقود ہے۔ کہانی کا حسن بے جا طوالت اور مشاہدے کی قلت کی بنا پر ماند پڑ گیا ہے۔ آپ کی تحریر کہانی سے زیادہ ایک ناصحانہ لیکچر کی مثال بن رہی ہے۔ امید ہے اس تفصیلی جواب کے بعد آپ ان کمزوریوں کو دور کرتے ہماری اصلاح سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گی اللہ سبحان وتعالیٰ

آپ کا حامی و ناصر ہو۔

بشریٰ باجوہ...... اوکاڑہ

ڈیئر بشریٰ! سدا مسکراؤ آپ کی جانب سے ارسال کردہ تحریروں کے مطالعے کے بعد آپ کی تحریر "روٹی" آنچل میں اپنا مقام بنانے میں کامیاب ٹھہری جبکہ دوسری تحریر بعنوان "ذرا سا فرق" کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ آپ اسی طرح کے موضوعات پر مختصر افسانے پر اپنی کوشش جاری رکھیں۔ امید ہے مزید بہتری آئے گی۔

سیدہ برجیس رباب...... میانوالی

ڈیئر برجیس! سدا سہاگن رہو شادی کے بعد کہانی کی اشاعت کی صورت میں آپ کو بہت بڑی خوشی ملی جان کر اچھا لگا۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید خوشیوں سے ہمکنار کرے ایک خوش خبری ہماری طرف سے بھی ہے کہ آپ کی مزید دونوں کہانیاں بھی کامیابی کی سند حاصل کرچکی ہیں۔ جلد ہی ایک بار پھر آنچل کے سائے تلے آپ اپنا نام لکھا دیکھ سکیں گی۔ آپ کا ایڈریس نوٹ کرلیا ہے آئندہ نصف ملاقات کے لیے اس پر رابطہ برقرار رہے گا۔

ایم فاطمہ...... محمود پور

پیاری فاطمہ! شاد رہو آپ کی تینوں کہانیاں پڑھ ڈالیں لیکن کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام رہیں۔ انداز تحریر بہت کمزور اور موضوعاتی لحاظ سے بھی بہت محنت کی ضرورت ہے۔ املا کی بھی بے حساب اغلاط موجود ہیں۔ فی الحال آپ کے لیے یہی مشورہ ہے کہ اپنا مطالعہ وسیع کیجیے اس کے بعد ہی قلم اٹھائیں۔

کائنات گل...... دولت نگر

ڈیئر کائنات! ہمیشہ کی بن کر کلیوں کی طرح مہکتی رہو چاہتوں و محبتوں سے بھرپور آپ کا تفصیلی خط موصول ہوا ثریا آپ نے جس طرح ہر سلسلے پر خوب صورت الفاظ میں تبصرہ کیا ہے اور دعاؤں سے نوازا ہے بے اختیار آپ کی اس چاہت پر ہمیں فخر محسوس ہوا آپ کے مہکتے الفاظ کی خوش بو نے ہمیں اپنے حصار میں لیے اس بات کا احساس دلایا کہ آپ نہایت مخلص اور خوب صورت دل کی ملکہ ہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو جزائے

خیر عطا فرمائے آمین۔ جہاں تک آپ کی تحریر کی بات ہے تو آپ کی یہ تحریر کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ موضوع کے چناؤ میں احتیاط کرتے ہوئے کسی اور موضوع پر قلم اٹھائیں۔

سحر انجم..... لاہور کینٹ

ڈیئر سحر! شاد و آباد رہو آپ کی تحریر "میرا گھر میری جنت" آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری بہر حال پڑھ کر اس بات کا اندازہ بخوبی ہوگیا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ آپ کا موضوع کا چناؤ تو عمدہ ہے لیکن تحریر میں روانی کا عنصر مفقود ہے۔ وسیع مطالعہ آپ کی صلاحیت کو مزید جلا بخشنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔ دیگر بڑے رائٹرز کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں اور اپنی کاوش جاری رکھیں۔

حرا قریشی...... ملتان

ڈیئر حرا! شاد رہو آپ کی تحریر "آدھی روٹی" کے نام سے موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ نے موضوع کا چناؤ بھی خوب کیا اب اپنے اندر موجود اس فن کو مزید جلا بخشتے ہوئے اس کامیابی کی ایک شمع سے مزید شمع جلاتے ہوئے چراغاں کرتی جائیں۔ ہماری جانب سے تحریر کے منتخب ہونے پر ڈھیروں مبارک باد آئندہ بھی قلم کا حق یونہی ادا کرتی رہے گا۔

ام ایمان قاضی..... کوٹ چھٹہ

پیاری ایمان! خوش و خرم رہو سب سے پہلے تو عمرے کی سعادت حاصل کرنے پر ڈھیروں مبارک باد۔ بے شک اس در کی زیارت بہت بڑی خوش نصیبی ہے جو اللہ سبحان و تعالیٰ نے آپ کے مقدر میں رقم کی۔ اب کہانیوں کے متعلق جان کر یقیناً تمام خفگی بھی دور ہوجائے گی۔ "پچھتاوا بھی" اور "زندگی کے رنگ" آپ کی تینوں تحریریں آنچل کے لیے منتخب کرلی گئی ہیں جلد اپنا نام جھلملاتا دیکھ پائیں گی جبکہ "ذرا بھلا وقت" از سر نو ارسال کردیں یہ تحریر ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔

ناقابل اشاعت:

تکمیل، ذرا سا فرق، خواہش کی تکمیل، محبت زندگی ہے، بے نام منزلیں، خاموش محبت، میرا گھر میری جنت، حاصل، آ گئی فصل سکون، بلاعنوان، اپریل فول، سنگین بھول، راز، مغرور لیلیٰ، رواجوں کی قیدی، زندگی اک عجب موڑ پر، وہ ملا نہیں تو گلہ نہیں، آ جا تیرے ماتھے پر چاند بن کے ابھروں، میں تزکیہ نفس، امید نہیں چھوڑی، یکطرفہ محبت، میرا نصیب، اک طرز تغافل، فیصلہ، آزمائش، نئی سوچ، تربیت، دعا، دل کے رشتے، کمزور دشمن، محبت ذاتی مسئلہ ہے، محبت نقش ہے دل پہ، نیکی، رشتے اپنائیت کے، کٹھن ہے راہ گزر، زرد شنی کے ہالے میں، یہ دیا جلا دے کوئی، محبت خاموش ہی اچھی، اعتبار تو نے نہ کیا، میں تم سے مکمل ہوں، نادانی، روح کے گھاؤ، کتنا اکیلا ہے محبت کا سفر، ایک بار کہو، شکوے دلوں کے، آنچل تیرے نام، دل بے ایمان، لو ہم ہار گئے، صلہ، حاصل، بلاعنوان، انکی سی محبت، تم سے محبت ہے، چاہتیں، محبت زندگی ہے، پیار کی خاطر، یہ دھرتی ہے ماں، ظلم کی سزا، ایک پل آپ بیتی، زندگی کی آغوش میں، زندگی اور انسان، ماں کی ممتا، سکون آگیا کہاں، انمول دوست، روز گل کا ہمسفر، ہمارا ملن، آبرو، اپنا گھر، زندگی، بارش، ہوا کچھ یوں۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

قسم کے وہ لوگ ہیں جو ملے جلے عمل کرتے ہیں بعض کے نزدیک وہ جو فرائض کے پابند محرمات کے تارک تو ہیں لیکن کبھی مستحبات کا ترک اور بعض محرمات (جنہیں حرام کہا گیا ہے) کا ارتکاب بھی ان سے ہو جاتا ہے یا وہ ہیں جو نیک تو ہیں مگر پیش پیش نہیں ہیں۔ (۳) تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو دین کے معاملے میں سب پر سبقت کرنے والے ہیں جو نہ محرمات کا ارتکاب کرتے ہیں نہ ہی مستحبات کو ترک کرتے ہیں۔ مفسرین کی اکثریت کے مطابق یہ تینوں گروہ بالآخر جنت میں داخل ہوں گے خواہ محاسبہ (حساب کتاب) کے بغیر یا حساب کتاب کے بعد خواہ مواخذہ سے محفوظ رہ کر یا کوئی سزا پانے کے بعد جبکہ وارثین کتاب یعنی مسلمان کے بالمقابل دوسرے گروہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ ''جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔
اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ جن لوگوں نے اس کتاب الٰہی قرآن حکیم کو مان لیا ان کو جنت نصیب ہوگی اور جنہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا ان کے لیے جہنم مقدر ہوگی۔ اس کی تائید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث جو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ۔

''جو لوگ نیکیوں میں سبقت لے گئے ہیں وہ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے اور جو بیچ کی راہ رہے ہیں ان سے محاسبہ ہوگا مگر ہلکا محاسبہ رہے گا۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے تو محشر کے پورے طویل عرصے میں روکے رکھے جائیں گے پھر انہیں بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں لے لے گا اور یہی لوگ ہوں گے جو کہیں گے کہ شکر اللہ کا اس نے ہم سے غم دور کردیا۔'' جیسا کہ اس آیت مبارکہ سے متصل آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:۔ وہ کہیں گے کہ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا کہ اس نے ہم سے غم دور کردیا یقیناً ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے۔ (فاطر۔۳۴)

حدیث شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات کی پوری تفسیر بیان فرمائی ہے کہ اہل ایمان کے تینوں طبقوں کا انجام حدیث شریف کے ذریعے الگ الگ ارشاد فرما دیئے ہیں بیچ کی راہ والوں سے ہلکا محاسبہ ہونے کا مطلب ہے کہ کفار کو تو ان کے کفر کے علاوہ ہر ہر جرم اور گناہ کی جدا گانہ سزا ملے گی مگر اس کے برعکس اہل ایمان میں جو لوگ اچھے اور برے دونوں طرح کے اعمال والے میدان حشر میں پہنچیں گے ان کی نیکیوں اور گناہوں کا مجموعی حساب ہوگا یہ نہیں ہوگا کہ ہر ہر نیکی کی الگ الگ جزا دی جائے گی اور ہر ہر گناہ کی سزا الگ ہوگی سب کا مجموعی حساب ہوگا۔ نیکیوں سے تمام گناہ دھو دیئے جائیں گے اور اگر گناہ زیادہ ہوئے تو گناہوں سے نیکیاں دھو دی جائیں گی اور باقی پر جزا یا سزا کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اور وہ اہل ایمان جنہوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہوگا یعنی جن کے گناہ بہت زیادہ ہوں گے (کفر اور شرک کے علاوہ) ان کو محشر کے پورے عرصے میدان حشر میں ہی روکے رکھا جائے گا۔ اس کا یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ جہنم میں نہیں ڈالے جائیں گے بلکہ ہوسکتا ہے کہ اللہ جو بڑا ہی رحیم و کریم ہے اپنے ان خطاکار اہل ایمان لوگوں کو صرف ''تابرخاست عدالت'' کی ہی سزا دے یعنی روز محشر کی پوری طویل مدت جو نہ معلوم کتنی صدیوں طویل ہوگی جیسا کہ سورۃ السجدہ ۵ اور المعارج ۶ تا ۷ میں ارشاد الٰہی ہے۔ یوم الحساب میدان حشر میں دنیا کے ایک ہزار سال کے

برابر یا اس سے زیادہ ہوگا جیسا کہ آیت میں ہے۔

ترجمہ: ایک ایسے دن جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار سال ہے۔ (السجدہ۔۵)

جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا ہے۔ حشر کا دن ان منتظر فیصلہ لوگوں پر اپنی تمام تر سختیوں کے ساتھ گزار جائے گا، یہاں تک کہ آخر کار اللہ رحیم و کریم ان پر رحم فرمائے گا اور عدالت الٰہی کے خاتمہ کے وقت ان منتظر لوگوں کے لیے حکم الٰہی صادر ہو جائے گا کہ انہیں بھی جنت میں داخل کر دو۔ اسی مضمون کے متعدد اقوال محدثین نے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سے نقل کیے ہیں۔ مثلاً حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت ابو سعید خدریؓ حضرت براء بن عازب رضوان اللہ اجمعین جیسے جید صحابہ کرام کے اقوال جو اپنی طرف سے تو نہیں ہو سکتے یقیناً انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور سنا ہوگا۔

اس سے کسی بھی اہل ایمان کا یہ سمجھ لینا قطعی درست نہیں ہوگا کہ مسلمانوں کو جنہوں نے ''اپنے نفس پر ظلم کیا ہے ان کو صرف ''برخاست عدالت'' تک کی سزا ملے گی اور ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا یقیناً قرآن کریم اور حدیث شریف میں متعدد ایسے جرائم کا ذکر ہے جن کے مرتکب کو ان کا ایمان بھی جہنم سے نہیں بچا سکے گا مثلاً جو کسی مومن کو دانستہ یعنی عمداً قتل کرے اس کو جہنم کی سزا کا خود اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے اسی طرح قانون وراثت الٰہی کی حدود کو توڑنے والوں کے لئے صاف صاف اعلان کیا گیا ہے وہ اصحاب النار ہیں اور کبائر گناہ کا ارتکاب کرنے والے اور سود خور کے لئے بھی اعلان الٰہی موجود ہے اور احادیث میں بھی تصریح ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور تمہیں ان جنتوں میں پہنچائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور صاف ستھرے گھروں میں جو جنت عدن میں ہوں گے یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (الصف۔۱۲)

روز محشر روز حساب میدان حشر میں سب سے زیادہ فائدے میں اہل ایمان مسلمان رہیں گے جنہوں نے دنیا کی زندگی کفر و شرک سے بچتے ہوئے حالت ایمان میں گزاری ہوں اچھی یا بری ان کا حساب روز آخرت میدان حشر میں رب ذوالجلال پورے عدل و انصاف کے ساتھ فرمائے گا یقیناً روز آخرت کے لئے اہل ایمان افراد کے لئے اس سے بڑی خوش خبری کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی کہ انہیں جنت عدن میں داخل کر دیا جائے گا۔

(۴) جنت الماویٰ۔ کے لغوی معنی ہیں قیام کرنا، رہنا، سکونت پذیر ہونا، ٹھکانا قرآن حکیم میں اس کا ذکر تین جگہ ہوا ہے۔ سورۃ النازعات میں یہ لفظ ماویٰ جہنم کے ساتھ استعمال ہوا اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے'' آیت ۳۹ جبکہ دوسری جگہ آیت ۴۱ میں جنت کے ساتھ استعمال ہوا ہے سورۃ السجدہ میں جنت الماویٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ماویٰ اسم ظرف ہے اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان قرار پکڑتا ہے آرام کرتا ہے۔ جنت الماویٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہیں حضرت آدم علیہ السلام کو رکھا گیا تھا۔ یہ جگہ نیک اور متقی لوگوں کی رہائش گاہ ہے۔ یہاں شہداء رہیں گے۔ پرہیزگار اہل ایمان رکھے جائیں گے۔

اسے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ ۱۹ سے قبل کی آیات کو بھی ایک ساتھ ہی سمجھا جائے تاکہ آیت کا مفہوم پوری طرح واضح ہو سکے۔

ترجمہ: کوئی شخص نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک (کا سامان) ان کے لیے پوشیدہ کر رکھی ہے جو کچھ اعمال کیا کرتے تھے یہ ان کا بدلہ ہے۔ بھلا یہ کہیں ہو سکتا ہے کہ جو شخص مومن ہو وہ اس شخص کی طرح ہو جائے جو فاسق ہو۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں ان کے لیے جنتوں کی قیام گاہیں۔ مہمان داری ہے ان کے اعمال کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔

(السجدہ۔ ۱۷تا۱۹)

آیت کریمہ میں اللہ جل شانہ کا انداز تخاطب بڑا کریمانہ اور قربت لیے ہوئے ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک متقی اطاعت گزار بندوں سے شفقت و بے پناہ محبت و قربت کا احساس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بذات خود اپنے نیک بندوں اپنے دوستوں کے لیے خاص تحفے تیار کر رکھے ہیں جن کو پوشیدہ رکھا ہے ان کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی آیت کریمہ کے ذریعے اپنے اہل ایمان بندوں کو اشارۃً خبر دی ہے یہ تحفے ان کو جب میدان حشر سے روانگی کے بعد اپنے خیموں میں لے جایا جائے گا یہی قدر افزائی یہی عزت نیکی کا عمل ہو گا کہ رب ذوالجلال اپنے رحم و کرم کی بارش برساتے ہوئے اپنے اطاعت گزار نیک و صالح دوستوں کو وہ نادیدہ خاص تحفے اپنی موجودگی میں عطا فرمائے گا۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم و فضل ہے کہ وہ اپنے بندوں کو کس کس طرح اپنے فضل و کرم سے نوازتا ہے۔ انسان دنیا میں رہتے ہوئے جس طرح بھی جیسے بھی اور جس قدر بھی اپنی بندگی و اطاعت کا اظہار کرتا رہا ہو اللہ اس کی خالص اطاعت و بندگی کی بڑی ہی قدر فرماتا ہے یہی وجہ ہے کہ آیت میں اطلاع دی جا رہی ہے کہ ان کے لیے بالکل خاص تحفے تیار کر رکھے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ خاص رحم و کرم و فضل اور تعلق کا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نیک اعمال کا اجر کئی گنا بڑھا چڑھا کر عطا فرماتا ہے۔

اپنے نیک و صالح بندوں کی پذیرائی اور تسلی کے لیے آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ نیک و صالح بندوں کے مقابلے میں ذلیل و فاجر کیسے یکساں ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے بڑی ہی وضاحت سے اپنے مومن بندے اور فاسق بندے کا فرق نمایاں فرما دیا ہے۔ یہ دونوں قطعی برابر نہیں ہو سکتے دونوں کے آخرت کے راستے بھی الگ الگ ہوں گے۔ ویسے بھی مومن اور فاسق اپنے مزاج، سوچ اور طرز عمل میں غرض کسی بھی چیز میں برابر نہیں ہوتے پھر وہ بھلا آخرت کی جزا میں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔

(جاری ہے)

حرا قریشی

سلام شوق مدیرہ' پیاری پیاری قارئین' آنچل سے منسلک تمام ٹیم ممبرز اور ان افراد کے لیے جو سب سے پہلے حرا قریشی کو ڈھونڈ کر پڑھتے ہیں اور پھر باقی سلسلے بس انہی محبتوں اور چاہتوں کے زیر اثر اپنا تعارف بھیجنے کی ادنیٰ سی جسارت کررہی ہوں۔ اس امید پر کہ ٹاپ پر نہ بھی ہو لاسٹ فہرست میں تو ضرور خوش آمدید کا تمغہ حاصل کرلیں۔

میں؟ میری ذات؟ میری شخصیت' کچھ بھی نہیں۔

میری زیست؟ محبت کے دائروں میں مقید۔

میری کامیابی؟ والدین' اساتذہ اور احباب کی محنتوں اور دعاؤں کا حاصل ہے۔

میری خوش قسمتی؟ والد حیات ہیں' محبت کرنے والے بہن بھائی ہیں۔

میری بدقسمتی؟ ایک چراغ ہے جو شدید تیرگی میں بھی روشن نہیں ہوپاتا۔ الغرض یہ کہ ماں نہیں ہے۔

باعثِ کشش چیزیں؟ دسمبر' فیض کی شاعری' احباب من کے ستائش سے پُر جملے' تحفظ کا سائبانِ فراہم کیے بھائی' بابا کا سر پر رکھے دست اور دعائیں۔

میری کمزوریاں؟ ذہانت' محنتی لوگ' مسکراتے نونہال' میرے بابا......

میری خوبیاں؟ یہ تو آپ جناب بتائیں گے۔

میری تعلیم؟ ڈبل بیچلر پلس ایم ایڈ

میری فیورٹ کتاب؟ پاک قرآن سے بڑھ کر کوئی نہیں۔

پسندیدہ مصنف؟ بہت سی ہیں مگر عمیرہ پہلے نمبر پر۔

پسندیدہ وقت؟ طلوع سحر' غروب آفتاب۔

پسندیدہ جگہ؟ خانہ کعبہ۔

پسندیدہ موسم؟ جس موسم میں بھی دسمبر کا سماں آئے۔

پسندیدہ رنگ؟ شفق اور فلک کے بدلتے تیوروں کے سبھی رنگ۔

پسندیدہ منظر؟ جب بھی' جہاں بھی' معصوم نونہال ہاتھ دعا بنائیں۔

میرا اثاثہ؟ میرے بابا' میری شاعری' میری سہیلیاں' احباب من۔

پسندیدہ مہینہ؟ اکتوبر (بھئی اسی ماہ کی پندرہ تاریخ کو دنیا میں جو تشریف لائے' یہی وجہ ہے بس۔

میرے شوق؟ مطالعہ سرفہرست' شاعری کرنا' لکھنا' دوستوں سے گپ شپ (جس کے لیے شاذ و نادر ہی اب وقت دستیاب ہوتا ہے)۔

پسندیدہ مہک؟ مہندی کی۔

پسندیدہ تعلق؟ جو بشر کا اپنا رب دو جہاں سے ہوتا ہے۔

میری تھکن اور آرام کا مصرف؟ نماز' ذکر الٰہی۔

میری دنیا پہلی چاہت؟ لیلتہ القدر۔

میری گائیڈ؟ ریگ جاں' شمائل۔

میری نیکی؟ خود کو مصروف رکھنا رب کے پسندیدہ کاموں میں۔

میری غلطی/برائی؟ کوئی ایک ہو تو بتاؤں' صفحے کم پڑ جائیں گے۔
میری پیاس؟ علم (نت نئی چیزوں سے متعلق)
میری حوصلہ افزائی؟ شعاع' خواتین' کرن' آنچل کے تعریفی کلمات۔
میری محبت؟ اللہ جی (سب کو چھوڑ سکتے ہیں قادرِ مطلق کو نہیں)۔
پسندیدہ جانور؟ گلہری (خصوصاً جب کچھ کھاتی ہے)۔
پسندیدہ شاعر؟ فاخرہ بتول۔
پسندیدہ لباس؟ (جو حجاب کا بہترین سامان فراہم کرے)۔
پسندیدہ ایجاد؟ موبائل۔
پسندیدہ ناول؟ لاتعداد۔
پسندیدہ شعبہ؟ ٹیچنگ (کیونکہ معلم ہونا پیشہ نہیں پیغمبری ہے)۔
پسندیدہ قلم؟ جو معیاری تخلیق کا باعث بنے۔
بس اتنا کافی ہے کہ بقول شیکسپیئر کے "اختصار کمال ذہانت ہے" مزید ٹی وی' میوزک' فلمز وغیرہ سے کوئی خاص لگاؤ نہیں۔ قابل افراد کو دیکھ کر اپنی اندر مزید صلاحیتیں اجاگر کرنے کو جی چاہتا ہے نہ کہ رشک وحسد میں مبتلا ہوجائیں۔ معیاری تحریریں پڑھ کر اپنی تحریری رنگ میں بھی ارتعاش برپا ہوجاتا ہے۔ آخر میں پھر سے ڈھیر ساری دعائیں اور نیک تمنائیں' آنچل سے منسلک تمام افراد کے لیے دعائیں کرتے رہیے گا کہ ہماری کامیابی آپ کی دعاؤں کا حاصل ہی تو ہے۔ بطور خاص آنچل کے لیے

مہکے صدا بہار کی صورت تیرا وجود
تو مسکرائے شام کی رعنائیوں کے ساتھ

شاہانہ عابد

السلام علیکم! آپ سب بہنیں حیران ہو رہی ہوں گی کہ یہ کون؟ تو چلیں میں آپ کو اپنے بارے میں کچھ بتاتی ہوں' نام تو آپ لوگ پڑھ ہی چکے ہیں۔ اداس و ویران آنکھیں جن میں ہلکی ہلکی نمی سدا موجود رہتی ہے' بالوں کو سمیٹ کر کیچر میں جکڑنے کے بعد بھی چہرے کے اطراف کو چھوتی لٹیں' نارمل سے کپڑے بنا چوڑی بالی لونگ مہندی کاجل کہ سراپا لبوں پر چپ' کبھی کھانا بناتے تو کبھی صفائی کرتے' کبھی کپڑے دھوتے تو کبھی انہیں پریس کرتے' کبھی بچوں کے پیچھے نڈھال ہوتے' کبھی اپنے ہی آپ میں گم ہر وقت سوچتے رہنا' اپنے اردگرد ڈائریاں پھیلائے میں ہوں شہانہ عابد.....! بنی سنوری خوشبوؤں میں مہکی نفاست سے چوڑی مہندی لپ اسٹک سے سجی اسٹائل سے بنائے گئے بال' کچھ کچھ نخریلی مگر بہت جلد سب سے فری ہوجانے والی ہر وقت ہر محفل میں قہقہے بکھیرنے والی بہن بھائیوں سے لڑ جھگڑ کر فرمائشیں پوری کروانے' گھنٹے بھر کی جان پہچان میں گفٹ تھما دینے والی' آنکھوں میں شرارتی سی چمک ہونٹوں پر ہر وقت مسکراہٹ ہلکے ہلکے گنگناتے رہنا' حد سے زیادہ حساس ہونا ہر رشتے سے محبت کرنا سب پر بھروسہ کرلینا اور بھروسہ ٹوٹنے پر خود بھی ٹوٹ جانا' ہفتوں روتے رہنا' بچوں کے ساتھ بچی بنی گھومنے پھرنے کی شوقین ایسی تھی شہانہ محمود شیخ! تعارف سے تو عجیب سا مگر شاید میں خود کے بارے اور نہ لکھ سکوں کیونکہ شہانہ محمود سے شہانہ عابد تک کہ سفر میں کہیں اٹک

گئی ہوں کسی یاد نے دامن تھام لیا ہے۔اس سے اتنی جلدی پیچھا نہ چھڑا سکوں گی زندگی رہی اور آپ بہنوں نے چاہا تو پھر ملیں گے اپنی پسند ناپسند خوبی خامی کے ساتھ تب تک کے لیے اللہ نگہبان اور ہاں بتائیے گا ضرور ہمارا تعارف کیسا لگا' کس شہانہ سے مل کر اچھا لگا ویسے مجھے تو......!

حفصہ عطاریہ

السلام علیم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ومغفر اللہ! کیسے ہیں آپ سب؟ اب اپنے تعارف کا آغاز کرتے ہیں لہٰذا توجہ میری طرف' مجھے حفصہ کہتے ہیں لیکن میرا نک نیم چنی منی ہے۔ 31 مارچ کو آ کر اس دنیا کو آٹھ چاند لگا دیئے' بہن بھائیوں سے چھوٹی ہوں۔زیر تعلیم ہوں اور ساتھ ساتھ آنچل لیے کر زندگی کا سفر طے کر رہے ہیں۔آنچل کو 2007ء سے پڑھا اور تا زیست پڑھتے رہیں گے ان شاء اللہ۔آنچل نہایت ہی پیارا اور دلنشین پرچہ ہے اس کو پڑھ کر بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔خوبیوں خامیوں کا تذکرہ کس کروں گی اپنے دشمنوں کے بارے میں بھی غلط نہیں سوچ سکتی۔ غصے کی بے حد تیز اور منہ پھٹ ہوں' اللہ پاک میری یہ بری عادت ختم کردے' آمین۔ ہر اچھی اور پیاری لڑکیوں کی طرح بہت حساس ہوں' نماز کی پابند ہوں لیکن فجر کی نماز آہم...... !اللہ ہدایت دے مجھے' آمین۔اب باتیں پسند و ناپسند کی' کھانے میں صرف چکن بریانی پسند ہے۔ میٹھے میں فرنی' لباس میں میکسی' جیولری میں انگوٹھی' بریسلیٹ اچھے لگتے ہیں۔ارے پھلوں کا تو ذکر ہی نہیں کیا جی' جناب آم اور انناس نہایت شوق سے کھاتی ہوں۔رنگوں میں سرخ اور ہیزل گرین کلر بہت پسند ہے۔ایک تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے لاڈلے اور میٹھے محبوب نبی پاک صلی اللہ علیہ سلم کے روضہ مبارک کا دیدار کروں۔اللہ ہم سب کی دلی تمنا قبول کرے' آمین ثم آمین۔اچھی شاعری پڑھتی ہوں جو سمجھ آجائے۔خود بھی شاعری کر لیتی ہوں۔ ناولوں میں ''محبت دھنک رنگ اوڑھ کر' جو ریگ دشت فراق ہے' افسوس جاں' محبت دل پر دستک' دشت آرزو' میرے ساحر سے کہو'' بہت بہت اچھے لگے اور ان کو لکھنے والی رائٹرز بھی بہت بہت اچھی لگتی ہیں۔ اللہ ان سب کو کامیابیاں دے' آمین۔آنچل کی تمام ریڈرز بھی بہت اچھی ہیں۔دوستیں نہ ہونے کے برابر ہیں اگر آپ میں سے کوئی دوستی...... خیر آپ سب کی مرضی۔آنچل کے تمام سلسلے بہت ہی پسند ہیں' خاص کر ''ہم سے پوچھیے'' اچھا لگتا ہے۔میں نے دل کی تمام باتیں کہہ دیں جو رہ گئیں وہ پھر کبھی سہی' آپ سب کی خدمت میں پیش کروں گی۔میں لفظوں کی کھلاڑی ہوں' آپ نے مجھے کبھی جانا ہی نہیں' سب سے اہم کام ریڈیو سنتی ہوں۔اچھا بھئی جارہی ہوں' آخری بات کسی کو دھوکہ مت دینا' وہ گھوم پھر کے آپ کے پاس آجائے گا کیونکہ اسے اپنے ٹھکانے سے بہت پیار ہوتا ہے۔اپنے

والدین اور بزرگوں کا خیال رکھیے گا کیونکہ ان کی دعاؤں سے آپ اس جہاں میں بھی اور آخرت میں بھی کامیاب ہوں گے اللہ حافظ۔

کرن شہزادی

ارے ارے ڈرنے کی کوئی بات نہیں اندھیرا ہے تو کیا ہوا ہم آ گئے روشنی کرنے کے لیے تو جناب ہمیں کرن شہزادی کہتے ہیں۔ دیکھا ہم نے بولا تھا اس لیے بتا دیتے ہیں کرن تو روشنی کو بولتے ہیں تو شہزادی کا بھی بتا دیتے ہیں اب آپ بول رہے ہوں گے لو بھلا کہاں کی شہزادی تو جناب ہم اپنی چھوٹی سی سلطنت کی خوب صورت شہزادی ہیں۔ بس جی بہت آزمالیا لیس سنیں میں نے 11 ستمبر کو اپنی روشنی سے اپنے گھر کو چار چاند لگادیئے۔ (اوہو میرے چار چاند کو اتنا غور سے نہ دیکھو) اور اس لحاظ سے اس کی ساری خوبیاں (صرف خوبیاں) مجھ میں پائی جاتی ہیں۔ خوبیاں یہ ہیں کہ بہت حساس ہوں ہر کسی کے ساتھ فیئر ہوں اور خامیاں تو جناب ہم میں چراغ لے کر بھی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتیں (ہاہاہا)۔ بس جی اب ہنسنا بند کرو تو ہاں میں کہہ رہی تھی کہ میں میٹرک کی اسٹوڈنٹ ہوں ادب سے بے حد لگاؤ ہے یوں سمجھ لیں کہ کتابی کیڑا ہوں۔ میں نے چھٹی کلاس سے ڈائجسٹ پڑھنا شروع کیے اور تمام ڈائجسٹوں میں آنچل میرا فیورٹ رسالہ ہے۔ موسٹ فیورٹ نازیہ کنول نازی آپی سمیرا شریف طور اینڈ ام مریم باجی ہیں۔ کلرز میں بلیک وائٹ اینڈ اسکائی بلو پسند ہیں۔ جیولری میں نیکلیس اور چوڑیاں پسند ہیں۔ ڈریس میں لانگ شرٹ اور چوڑی دار پاجامہ پسند ہے۔ پرفیوم اور ہر طرح کے گلاب بہت پسند ہیں۔ کھانے سب کھالیتی ہوں بریانی اور طاہری میری فیورٹ ہیں۔ سوئٹ ڈش میں کھیر پسند ہے ایف ایم بہت شوق سے سنتی ہوں۔ طاہر عباس اور فیصل عرفان میرے پسندیدہ آر جے ہیں۔ مجھے عالی بجو اور بھانجی انابیہ پرنس بہت یاد آتی ہیں کیونکہ وہ کراچی میں رہتی ہیں۔ مجھے پرنس انا کی مسکراہٹ بہت پیاری لگتی ہے وہ ہنستی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے زندگی مسکرانے لگی ہو۔ ارے دوستوں کو تو بھول ہی گئی ہمارا گروپ پورے اسکول میں مشہور ہے جس میں سب سے زیادہ پیاری دوستیں کرن فاروق (کشمیری سیب) مریم عالم نبیلہ شاہ نگہت بٹ مشی خان کلثوم لمبے قد کی وجہ سے پورے گروپ میں مشہور ہے۔ میری دوستوں میں میری جان ہے۔ اچھا جناب بہت شکریہ میرا تعارف پڑھنے کا اور بتایئے گا ضرور کہ آپ کو میرا انٹرویو کیسا لگا اور اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا رب راکھا۔

محبت ایسا نغمہ ہے
اقرا صغیر احمد

میں پتھر ہوں مگر سچ بولتا ہوں
وہ آئینہ ہے اور سچا نہیں ہے
صراطِ عشق پر مڑ کر نہ دیکھو
پلٹنے کا کوئی رستہ نہیں ہے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

آصف اور عارف دو بھائی ہیں آصف صاحب کے اچانک انتقال کے بعد عارف کاروباری کرائسز میں ایسے پھنسے کہ یکے بعد دیگرے دونوں گاڑیاں فروخت کرنی پڑی تھیں۔ بینک بیلنس صفر ہوگیا تھا حالات انتھک محنت کے بعد قابو میں آئے لیکن پہلے جیسے نہیں ہوسکے تھے۔ ان کے بیٹے حماد نے ان کے بزنس میں دلچسپی نہیں لی اور میڈیکل کالج میں ایڈمیشن لے لیا اور اب وہ ہاؤس جاب کررہا ہے۔ مائدہ آصف کی بیٹی ہے اور انہی کی خواہش پر مائدہ اور حماد کی منگنی ہوئی ہے مائدہ کامرس کا ایگزام دے کر اب فارغ ہے اور گھر کے کاموں میں دلچسپی ناں ہوتے ہوئے بھی رضوانہ بیگم کا ہاتھ بٹاتی ہے جس پر ذرا سی کوتاہی پر اسے امی کے عتاب کا نشانہ بننا پڑتا ہے جبکہ تائی جی (رخسانہ بیگم) اس کی سائیڈ لے کر مائدہ کو بچالیتی ہیں۔ یوسف صاحب اور مہر بانو کی دو اولادیں عائکہ اور عمر ہیں عائکہ کالج میں پڑھ رہی ہے اور عمر بزنس مین ہے۔ یوسف صاحب سخت گیر باپ ہیں انہیں بچوں کا آزادی سے گھومنا پھرنا پسند نہیں ہے وہ چاہتے ہیں کہ بچے اب بھی ان کی انگلی پکڑ کر چلیں اس لیے گھر کے سب فیصلے وہ اپنی مرضی سے کرتے ہیں اور کسی کو اس میں مداخلت کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یوسف صاحب عمر کی شادی اپنے دوست کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں۔ چاندنی ایک بگڑی ہوئی لڑکی ہے اس کا آئے دن کسی نہ کسی کے ساتھ افیئر رہتا ہے۔ اس کی ماں (فردوس) بھی اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے ایک حادثہ میں چاندنی عمر سے ملتی ہے اور اس کو اپنے حسن کے جال میں پھانسنے کی کوشش کرتی ہے حماد اور مائدہ کی محبت کو دیکھتے ہوئے (رضوانہ بیگم اور رخسانہ بیگم) ان کی جلد شادی کا سوچتے ہوئے حماد اور مائدہ کو ایک دوسرے سے پردہ کرنے کو کہتی ہیں۔ عمر کو جب پتا چلتا ہے کہ یوسف صاحب اپنی مرضی سے اس کی شادی اپنے دوست کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں تو وہ انکار کردیتا ہے اور ماں کے سامنے چاندنی کا نام لے کر انہیں سکتے میں مبتلا کردیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

☾......☾......☾

قہر و غضب کی تصویر بنے یوسف صاحب سامنے کھڑے تھے۔ مارے خوف و دہشت کے فردوس کی آنکھیں باہر نکل آئی تھیں، ان کی چیخ کی آواز سن کر تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی چاندنی بھی باہر آئی اور ان کو دیکھ کر ماں سے زیادہ دہشت زدہ رہ گئی۔

"نامراد عورتوں! اب کیا سانپ سونگھ گیا ہے تم لوگوں کو؟ جس آگ سے تم ... دوسروں کے گھر جلانے کی سعی کررہی تھیں وہ آگ میرے گھر کا ہی راستہ دیکھنے لگی، بدبختوں تمہاری جرأت بھی کیسے ہوئی میرے بیٹے کو ورغلانے کی۔" ان کے پرطیش لہجے میں نفرت و غصے کی بجلیاں کڑک رہی تھیں چاندنی سہم کر ماں کے پیچھے ہوئی، جبکہ فردوس نے مستعدی سے اپنے حواسوں کو یکجا کیا اور ان کی طرف دیکھ کر دکھائی سے گویا ہوئیں۔

"جناب! کس کی بات کررہے ہیں آپ؟ ہم آپ اور آپ کے بیٹے کو جانتے بھی نہیں' غلط جگہ پر آگئے ہیں آپ۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو غلط جگہ پر ہی بدقسمتی سے آگیا ہوں۔"

"آپ کو احساس ہوگیا ہے تو جایئے پھر کیوں کھڑے ہیں یہاں۔" ان کے ٹھہرے طنز پر وہ تملا کر گویا ہوئی تھیں۔

"میں خوب اچھی طرح سے نبٹنا جانتا ہوں تم بدمعاش عورتوں سے اگر کل تک یہ گھر چھوڑ کر یہاں سے دفع نہیں ہوئیں تو ساری زندگی تم لوگ جیل میں سڑو گی' بہت اوپر تک رسائی ہے میری' مجھے کمزور مت سمجھنا اور عمر سے تم نے کوئی کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کی تو اسی وقت سارا علاقہ تمہارا تماشہ دیکھے گا۔" یوسف صاحب کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ فردوس اور چاندنی کو ان کے ایک ایک لفظ کی سچائی کا احساس ہونے لگا تھا وہ جو اپنی چرب زبانی اور خود اعتمادی سے بڑوں بڑوں کو چت کرنے کا ہنر رکھتی تھیں سامنے موجود پرنور وبارعب چہرے والے شخص کے روپ میں ان کو اپنی موت نظر آنے لگی تھی کوئی لمحہ ضائع کیے بنا انہوں نے وہاں سے جانے کا فیصلہ کیا' ویسے بھی مختصر سامان کے علاوہ وہاں ان کا کچھ نہ تھا یوسف صاحب تنبیہہ کرکے جاچکے تھے۔

وہ تیزی سے سامان پیک کرنے لگی تھیں چاندنی نے سب سے پہلے موبائل سے سم چینج کی تھی۔

☾......☾......☾

اس نے چائے کا مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھا تھا آہٹ پر رخسانہ نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا اور ان کے چہرے پر مسکراہٹ کا رنگ چمک اٹھا۔ اٹھتے ہوئے انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔

"بہت بدقسمت ہوتی ہیں وہ مائیں جو بیٹیوں سے محروم رہتی ہیں۔ شکر ہے میرے پروردگار کا جس نے اس رحمت سے محروم ہونے کے بعد بھی محروم نہیں رکھا تمہارے وجود سے میرے گھر اور میرے دل کو منور رکھا ہے۔"

"ہمارے میری بھولی ماں! اس لڑکی کی یہ سب چالاکی ہے دکھاوا ہے میرے جیسے اسمارٹ اینڈ ویل آف اور قوم کے کامیاب ترین ڈاکٹر کو حاصل کرنے کی تمام تر چالیں ہیں اصل روپ تو یہ اس وقت دکھائے گی جب یہاں بہو بن کر آئے گی۔" اندر کمرے سے نکلتے ہوئے حماد نے شوخ لہجے میں کہا۔

"خبردار حماد! جو تم نے ہم ماں بیٹی کے درمیان ذرا بھی لگائی بجھائی کی کوشش کی' مائدہ آج بھی میری بیٹی ہے اور کل بھی رہے گی۔"

"مگر...... پرسوں نہیں رہے گی کیونکہ بہو جو بن جائے گی۔" وہ کہاں باز آنے والا تھا اس کی پرشوق نگاہیں فیروزی وسفید لیمن ایمبرائیڈری سوٹ میں ملبوس جھینپی جھینپی سی مائدہ پر تھیں۔

"تائی جان! میں جارہی ہوں کوئی کام تو نہیں ہے؟"

"دیکھا امی! اس کے دل میں چور ہے تب ہی تو بھاگ رہی ہے۔"

"فالتو بات مت کیا کرو' میری بچی کوئی چور نہیں ہے۔"

"میری بھولی ماں! آپ کو کیا پتہ یہ ایسی چوری کرتی ہے کہ لٹنے والے کو فوری طور پر پتہ بھی نہیں چلتا...... میرا دل' میری نیندیں' میرا چین وسکون......" وہ بیباک انداز میں شروع ہوا تو مائدہ وہ دوپٹہ درست کرتی سرخ چہرے کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔

"ارے حماد! شرم کرو کچھ' ماں کے سامنے ایسی باتیں کرنا اچھی بات ہے کوئی ...... وہ بچی بھی شرما کر چلی گئی تمہاری وجہ سے۔" مگ اٹھاتے ہوئے رخسانہ مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"آپ سے کیا پردہ امی! آپ تو میری ماں بھی ہیں اور دوست بھی اور دیکھیں وہ آپ کی بیٹی نما بہو میرے لیے چائے نہیں لائی۔" وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹتے ہوئے گویا ہوا۔

"تم نے ابھی کچھ دیر قبل انکار کردیا تھا اور اب

شکایت کررہے ہو۔" انہوں نے چائے پیتے ہوئے محبت سے کہا۔

"دو ہفتے بعد تمہارا ہاؤس جاب مکمل ہوجائے گا' تمہاری ڈگری ملنے کی خوشی میں عارف خاندان بھر کی دعوت بڑے شاندار طریقے سے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ میں سوچ رہی ہوں اسی تقریب میں مائدہ کو انگوٹھی پہنادیں اور شادی کی ڈیٹ بھی فکس کردیتے ہیں۔"

"اس دن ہی شادی کردیں نا آپ میری۔" وہ بے صبرے پن سے بولا۔

"توبہ ہے بھئی! ہوجائے گی شادی بھی' کیوں اتنے اتاولے ہورہے ہو۔"

"امی! آپ کی ارینج میرج تھی نا؟" وہ سنجیدہ ہوا۔

"ہاں..... لیکن اس وقت کیوں پوچھ رہے ہو؟" ان کے چہرے پر حیا کا تبسم چمک اٹھا تھا۔

"پھر آپ لو میرج کی کٹھنائیوں کو نہیں جانیں گی۔" وہ مسکرایا۔

"سنو! مائدہ کو آصف نے پسند کیا تھا یہ ارینج میرج ہی ہوگی۔"

"اور میری پسند کا کر یہ ارینج وڈ لو میرج ہوگئی نا۔" اس کے ساتھ وہ بھی ہنس دی تھیں۔

..... ☆☆☆ .....

"عمر! ہم اسکول لائف سے یونیورسٹی لائف تک ساتھ رہے ہیں۔ ہم ایک دوسرے کی فیملیز سے اچھی طرح واقف ہیں' تمہاری باتیں سن کر میں یہی سمجھ پایا ہوں' انکل جو کچھ کہہ رہے ہیں..... وہ غلط نہیں ہے..... میرا مطلب ان کا تجزیہ ہم سے زیادہ ہے۔" معاذ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"شٹ یار! میں نے تم سے اپنی پرابلم شیئر اس لیے کی ہیں کہ تم مجھے بہترین طریقے سے کوئی مشورہ دو گے اور تم پاپا کی وکالت کرنے لگے۔" اس نے آگے رکھی پلیٹ دور کردی لہجہ خاصا سرد تھا۔

"میں انکل کی سائیڈ نہیں لے رہا..... میں یقین نہیں کرپارہا ہوں کہ تم چند دنوں میں کسی لڑکی سے اس طرح انسپائر ہوئے کہ اب گھر والوں کی مرضی کے برخلاف اس کو لائف پارٹنر بنانا چاہ رہے ہو۔" اس نے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے سمجھایا۔

"تم چند دنوں کی بات کررہے ہو معاذ! محبت تو چند لمحوں میں ہوجاتی ہے۔" وہ بے حد سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"محبت......!" وہ بے ساختہ ہنس پڑا تو عمر کا موڈ مزید بگڑ گیا۔

"تم کو چند لمحوں میں محبت ہونے والی نہیں ہے میرے بھائی! تم کالج اور پھر یونیورسٹی کے دور میں ایک سے ایک حسین وخوب صورت لڑکیوں کے ساتھ رہے ہو اس وقت تمہارا پتھر دل نہیں پگھلا تو اب میں کس طرح یقین کروں تم کسی چاندنی کے چکور بن گئے ہو۔"

"پاگل تھا میں جو تم سے مدد کی توقع رکھی..... بھول گیا اندھیرے میں اپنا سایہ بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے پھر بھلا تم کس طرح میرا ساتھ دو گے۔" ویٹر کو بل پے کرنے کے بعد والٹ جیب میں رکھتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم اپنے احساسات سمجھنے کی سعی کررہے ہو نہ میری باتوں کو اسپورٹنس دے رہے ہو عمر! پلیز..... یہ محبت نہیں صرف ہمدردی یا ترس ہے جو دو خواتین کو کسی سہارے کے بغیر دیکھ کر تمہیں ان سے ہورہی ہے۔" وہ اس کے ساتھ ہی چل دیا جبکہ عمر کا موڈ بری طرح سے آف تھا۔

"چلو بقول تمہارے' ہمدردی و ترس ہی سہی' میں کسی کا سہارا ہی بن جاؤں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے تم اور تم لوگوں کی دل ہارٹ کرنے والی' ڈی گریڈ کرنے والی نگاہوں سے تو وہ ماں اور بیٹی محفوظ رہیں گی۔"

"وہ ساری زندگی کسی مرد کے سہارے کے بنا گزارتی آئی ہیں۔ اب تمہیں دیکھ کر سہارے کی ضرورت کیوں محسوس ہونے لگی انہیں' تم اس بات کو جذبات سے ہٹ کر سوچنے کی سعی کرو۔"

"تم مجھے فورس نہیں کرسکتے' میں آج ہی کورٹ میرج کررہا ہوں' پاپا نے جو پہرے لگانے تھے وہ لگا لیے میں

اب ان کی انگلی پکڑ کر چلنے والا ہرگز نہیں ہوں میں بھی عقل و شعور رکھتا ہوں۔" اس کا لہجہ درشت تھا۔ باتوں کے دوران وہ پارک کی ہوئی کار تک پہنچ گئے تھے۔ معاذ بغور عمر کا جائزہ لے رہا تھا وہ اس کے بچپن کا دوست تھا۔ بے حد قریب سے جانتا تھا ذہانت و قابلیت کے ساتھ از حد حساسیت کا بھی مالک تھا لڑکیوں سے تعلقات استوار کرنے کا وہ قائل خود بھی نہ تھا مستزاد اس پر یوسف صاحب کی کڑی نگاہوں و سخت رویے نے ان کے درمیان خوب صورت رشتے کے لطافتوں کو کسی حد تک نفرتوں میں بدل ڈالا تھا جو آج بے نقاب ہو چکی تھی۔

"میں جانتا ہوں تمہیں اس لڑکی سے محبت نہیں ہوئی ہے تم صرف اور صرف انکل کو نیچا دکھانے کے لیے اپنی زندگی کو بھی داؤ پر لگا رہے ہو۔" عمر نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے ایک جھٹکے سے کار اسٹارٹ کی اور کچھ کہے بنا وہاں سے چلا گیا۔

◉......◉......◉

سورج آہستہ آہستہ گم ہوتا جا رہا تھا۔ حول میں گہری خاموشی پھیلی ہوئی تھی ہوا بھی ساکت تھی پرندے تیزی سے اپنے آشیانوں کی جانب لوٹ رہے تھے اور وہ گم صم کھڑا غروب ہوتے سورج کو دیکھ رہا تھا معاً آہٹ پر پلٹ کر دیکھا وہ کافی کا مگ چھوٹی ٹرے میں رکھے آ رہی تھی۔

"ہوں...... بہت تابعداری دکھانے لگی ہو...... میرا مطلب ہے کہ خاصی سگھڑ ہو گئی ہو۔" مگ لیتا ہوا چھیڑنے لگا تھا مائدہ برا مانے بغیر بولی۔

"امی کا بس چلے تو تمام اچھائیاں اور دنیا بھر کی سلیقہ مندی میرے اندر کوٹ کوٹ کر بھر دیں اٹھتے بیٹھتے ہدایت دیتی رہتی ہیں مجھے یہ سب امی کی محنت کا ہی رزلٹ ہے۔"

"اسے ان رزلٹ ہے شکر ہے تمہیں باتیں بنانے کے علاوہ بھی کچھ بنانا آیا۔"

"اور تمہیں دل جلانے کے علاوہ کچھ نہیں آتا ہے نامعلوم تمہارا برتاؤ مریضوں کے ساتھ کیسا ہوگا؟ بے چارے بیماریوں کی مار تو سہتے ہی ہیں مزید تم جیسے ڈاکٹر کو

جھیلنا سزا ہوگی ان کے لیے۔" وہ جو کافی کی تعریف سننے کی چاہ میں آئی تھی جل کر گویا ہوئی۔

"ارے تم جیسے جیلس لوگ ایسا ہی سوچ سکتے ہیں...... وگرنہ مریض تو میری باتوں سے ہی صحت یاب ہوجاتے ہیں اور ینگ لڑکیاں تو ایک نظر مجھے دیکھتے ہی......" وہ کالر درست کرتے ہوئے بولا۔

"مرجاتی ہوں گی۔" اس نے جلے بھنے لہجے میں اس کی بات کاٹی۔

"ہاں بالکل! ایک نظر میں ہی مرنے لگتی ہیں مجھ پر......"

"ہوں...... مرجاؤ تم بھی ان پر، کیوں پھر شادی کا ڈھونگ رچا رہے ہو؟" وہ غصے میں کہتی ہوئی پلٹی تب ہی آگے بڑھ کر اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"چھوڑو مجھے! تم ہر وقت ایسی باتیں کرکے مجھے جلاتے ہو۔" وہ رو پڑی اور اسے روتے دیکھ کر حماد کی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

"نادو! تم رونے لگیں، جانتی ہو میں تمہارے آنسو برداشت نہیں کرسکتا پھر بھی تم مجھے تکلیف دیتی ہو۔" اس کے بھاری لہجے میں تڑپ تھی۔

"رہنے دو یہ باتیں مجھے! اچھی نہیں لگتیں ہاتھ چھوڑو میرا۔" حماد نے مگ ٹیبل پر رکھا اور خود اسے منانے کی سعی کرنے لگا...... وہ بھی سخت ناراض ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ جوڑ کر معافیاں مانگنے اور انتھک جھنجھک کے بعد راضی ہوئی تھی۔

"مائی گاڈ! تم تو بے حد ظالم بیوی ثابت ہوگی۔"

......

مہربانو اور ملائکہ کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں، رات عمر اور یوسف صاحب کی ہونے والی تکرار سے گھر کی فضا میں سناٹا و خاموشی پھیلی ہوئی تھی اور مہربانو اسی وحشت سے خوف زدہ تھیں کہ...... یہ خاموشی کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ نہ بن جائے، دونوں ماں بیٹی کے دل سوکھے پتوں کی طرح بکھرے جارہے تھے وہ ایک دوسرے کو تسلیاں دیتیں ایک دوسرے کے آنسو صاف کرتے رہی تھیں۔

"یہی خوف تھا مجھے کسی دن یوسف کی ڈکٹیٹر شپ بیٹے کو ان کے مقابل نہ لا کھڑا کرے...... آہ! وہ دن آ گیا نہ۔"

"ممی! پلیز آپ کا بی پی پہلے ہی ہائی ہورہا ہے آپ نے اتنا خود پر سوار کرلیا ان کے رویوں کو تو کس طرح خود کو سنبھال پائیں گی، ابھی بھائی نے شادی کی اجازت طلب کی ہے تو اتنا ہنگامہ ہوا ہے اور جب وہ شادی کرلیں گے تو پھر کیا ہوگا؟"

"اللہ نہ کرے جو عمر اس لڑکی سے شادی کرے ایک قیامت ہی ٹوٹ پڑے گی اس گھر پر۔" مہربانو دہل کر گویا ہوئی تھیں۔

"کتنی بری لڑکی ہے وہ جس نے گھر میں آنے سے قبل ہمارے اندر دوریاں پیدا کردی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی لڑکیوں سے ہر گھر کو محفوظ رکھے۔ بھائی، پاپا ہم پر سختی تو شروع سے کرتے ہیں مگر اس حد تک مخالفت کریں گے ایسا تو تصور میں بھی نہیں سوچا تھا۔"

"عمر بے حد اپ سیٹ ہوکر گھر سے نکلا، ادھر آپ کے پاپا بھی خاصے غصے میں گھر سے گئے تھے دونوں ہی ابھی تک گھر نہیں آئے ہیں اور فون بھی آف ہیں۔" ان کے لہجے میں بے چینی و اضطراب تھا۔

"مجھے تو عجیب وہمے ستا رہے ہیں نہ جانے کیا ہونے والا ہے۔ باپ بیٹے کی پسند و ناپسندیدگی کیا گل کھلائے گی؟"

"ممی! آپ اتنی فکرمند نہ ہوں جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" ملائکہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے ان کو تسلی دی جو رات سے سخت مضطرب و بے کل تھیں میڈیسن لینے کے باوجود بھی بی پی کنٹرول نہ ہورہا تھا۔

"کس طرح سنبھالوں خود کو حالات میرے اختیار سے باہر ہوچکے ہیں۔" تب ہی باہر سے قدموں کی چاپ ابھری تھی۔

"کس بات کا رونا دھونا ہے بیا؟" وہ آتے ہوئے ان کو

آنسو پونچھتے دیکھ کر سخت لہجے میں گویا ہوئے۔

"یہ سب تمہاری ڈھیل کا نتیجہ ہے کتنی مرتبہ سمجھایا کہ بچوں کے معاملے میں آنکھوں کو بند نہ رکھو شیر کی نگاہ رکھنی پڑتی ہے صرف سونے کے نوالے کھلانے سے بچوں پر کوئی گرفت نہیں رکھ سکتا۔" ان کے مقابل بیٹھتے ہوئے وہ رعب دار لہجے میں گویا ہوئے مدانگ ان کے بگڑے تیور دیکھ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

"یوسف! عمر کوئی نا سمجھ بچہ نہیں ہے نہ ہی ان پر اب کوئی نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے آپ نے بچپن سے نگاہ رکھی' کیا فائدہ ہوا ان پر اتنی سختی کرنے کا؟ آج وہ آپ کے مقابل کھڑے ہیں۔"

"کھڑا ہوا ہے میرے سامنے! دیکھنا کیسے منہ کے بل گرتا ہے ان نا ہنجار عورتوں کے دام میں پھنس کر خود کو بڑا تیس مار خان سمجھ رہا ہے تمہارا بیٹا' پہلی دفعہ باپ کی مرضی کے خلاف کچھ کیا اور وہ بھی کیچڑ میں جا گرا بدبخت کہیں کا۔"

"یوسف صاحب پلیز!" وہ اٹھ کر ان کے قریب آ کر رندھے لہجے میں گویا ہوئیں جبکہ وہ اسی طرح گردن اونچی کیے بیٹھے رہے۔

"کچھ اپنے رویے میں لچک پیدا کیجیے وقت کے ساتھ ساتھ والدین کو بھی اپنے رویوں کو بدلنا چاہیے' عمر کو آپ شفقت سے سمجھائیں گے' ان عورتوں کی اصلیت بتائیں گے تو وہ ضرور آپ کی بات مانے گا وہ جوان ہے جذباتی ہے' اس عمر میں زیادہ تر فیصلے جذباتی ہوتے ہیں' آپ کو بردباری و تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔"

"مجھے سمجھانے سے بہتر ہے تم اپنے بیٹے کو سمجھاؤ' میں حق پر ہوں' جو کہہ رہا ہوں وہ سن کر کوئی بھی مجھے غلط نہیں کہے گا۔" وہ معمولی سی لچک دکھانے کو تیار نہ تھے۔

"آپ کیا جگ ہنسائی کی خواہش رکھتے ہیں؟"

"یہ سوال تم نے اپنے بیٹے سے کیوں نہیں کیا؟"

"میری ذات کی ناقدری کا احساس تو مجھے اب ہوا ہے' میری پروا نہ آپ کرتے ہیں اور نہ بیٹا کوئی فکر کرنے والا ہے' آپ کو اپنی خاندانی ناموس کی فکر ہے تو عمر بھی شاید آپ کو نیچا دکھانے کے لیے کچھ سننے و سمجھنے کو تیار نہیں۔"

"تم بھی بیٹے کی طرح جذباتی ہو رہی ہو' بہرکیف میں معاملہ ہینڈل کرتا ہوں' وہ گھر چھوڑ کر چلی گئی ہیں۔" ان کے چہرے پر طمانیت تھی۔

❂......❂......❂

رخسانہ نے حماد کو شادی میں جلد بازی کرنے پر ڈانٹ کر چپ تو کرا دیا تھا مگر اس کی خواہش ان کی بھی آرزو بن کر کچھ زور آوری دکھانے لگی کہ انہوں نے فوراً ہی عارف اور رضوانہ سے بات کی اور تھوڑی بہت پس و پیش کے بعد عارف اور رضوانہ بیٹی کو رخصت کرنے پر راضی ہو گئے۔

"ارے رضوانہ! تمہاری بیٹی اوپر پورشن سے نیچے پورشن میں ہی تو رخصت ہو کر آئے گی پھر تم تو ایسی اداس ہو رہی ہو گویا وہ کہیں دور جا رہی ہے۔" بہن کی آنکھیں نم دیکھ کر وہ خوش دلی سے گویا ہوئیں۔

"آپا میں جانتی ہوں مگر بیٹی کی جدائی کا تصور ہی ماؤں کو بے کل کر دیتا ہے تنہائی کا احساس ابھی سے میرے دل میں اداسی پھیلا رہا ہے۔" وہ بے ساختہ رو دی۔

"تم کیوں تنہا ہونے لگیں رضوانہ! ہم کہیں دور تو نہیں جا رہے ہیں اور حماد مائدہ کے ساتھ یہیں رہیں گے اسی گھر میں سب ساتھ۔" بہن کو گلے لگاتے ہوئے رخسانہ کی آواز بھی بھرا گئی تھی۔

عارف بھی مرحوم بھائی کو یاد کر کے غم زدہ سے ہو گئے تھے خاصی دیر تک وہ ایک دوسرے کو تسلی دلاسے دیتے رہے تھے۔

"باجی! اب مائدہ حماد سے مکمل پردہ کرے گی' بالکل سامنے نہیں آنے دوں گی' شادی میں دن ہی کتنے باقی ہیں یہ تھوڑا عرصہ ان کو ایک دوسرے کے بغیر ہی گزارنا ہوگا حماد کو اچھی طرح سمجھا دیجیے گا۔" عارف کے جانے کے بعد رضوانہ نے بہن کو کہا۔

"ہاں ہاں بے فکر رہو' سمجھا لوں گی حماد کو مان جائے گا وہ۔ اور نہ ماننے کی وجہ بھی کوئی نہیں اس کی دلی مراد بر آنے

والی ہے جناب جو کہوگی وہ آنکھیں بند کرکے مانے گا۔"

"مائدہ کی پسند کا فرنیچر خریدوں گی' کہتی ہوں تیار ہوجائے ہمارے ساتھ چلے فرنیچر دیکھ کر کچھ شاپنگ بھی کرآئیں گے۔" رضوانہ کے لہجے میں وہی فکرمندی و عجلت در آئی تھی جو ایسے موقعوں پر ماؤں کے لہجے میں سمٹ آتی ہے۔

"میں ساری بری اس کی مرضی و پسند کے مطابق تیار کروں گی' تم کو جہیز کے لیے خوامخواہ سامان خریدنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے کچھ کپڑے اور ہلکی پھلکی جیولری خرید لو بس...... میں تمام چیزیں بری میں رکھوں گی۔" انہوں نے بھرپور اپنائیت کا احساس دیا۔
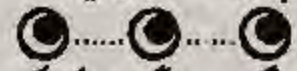
وہ ششدر کھڑا گیٹ پہ لگے تالے کو دیکھ رہا تھا' پچھلی رات کا اندھیرا وہ اپنے حواسوں پہ اترتا محسوس کررہا تھا' وہ پہر سے اب تک لاتعداد کالز کی تھیں چاندنی کو اور ہر کال پر پاور آف کا جواب سن کر وہ یہاں پہنچا اور اینیسی میں اندھیرے کا راج اور گیٹ پر تالا دیکھ کر اس کے اندر دھماکے ہونے لگے تھے۔

"کہاں چلی گئی ہو چاندنی! صبح کورٹ میرج کا سن کر تم نے بے حد خوشی کا اظہار کیا تھا' لمحوں میں سانسوں کی پلاننگ کر ڈالی تھی' تمہاری چہکتی سونے کے سکوں کی جیسی کھنکھناتی آواز نے مجھے احساس دلایا تھا' عورت کے بغیر مرد ادھورا ہے' زندگی بے رنگ و بو ہے' اتنی مختصری مسرتیں دے کر تم کہاں چلی گئیں؟ کیوں چلی گئیں' بنا کچھ کہے بنا کچھ بتائے' اب کہاں ڈھونڈوں گا تمہیں؟" اس کے وجیہہ چہرے پر کرب پھیل گیا خوب صورت آنکھیں جلنے لگیں۔ وہ جو ایک خوب صورت زندگی کے سپنے کھلی آنکھوں سے دیکھنے لگا تھا' بڑی زبردست ٹھوکر لگی تھی وہ منہ کے بل گرا تھا اور پھر شکستہ قدموں سے گھر میں داخل ہوا تو ماں اور بہن کو اپنا منتظر پایا۔

"اتنی دیر لگا دی بھیا! میں اور مما بہت پریشان ہوگئے تھے کہاں تھے آپ؟" ملائکہ اس کے بازو سے لپٹ کر بولی۔

"آپ کبھی گھر سے باہر اتنا ٹائم رہتے نہیں ہو اس لیے فکرمند ہوگئی تھی۔" مہربانو بیٹے کے چہرے پر عجبت سے بجھتے دیپ دیکھ کر سخت رنجیدہ تھیں۔ صد افسوس' اس کی پسند ہی ایسی تھی جو کبھی قابل قبول نہیں ہوسکتی تھی۔ کوئی شریف گھرانے کی لڑکی اس کی پسند ہوتی تو وہ پوری طرح اس کا ساتھ دیتیں اور اس کے چہرے پر ناکامی اور اداسی کی جگہ فتح مندی کے گلاب مہک رہے ہوتے' مسرتوں کے جگنو چمک رہے ہوتے۔ اس کا ماتھا چومتے ہوئے وہ آبدیدہ سی سوچ رہی تھیں۔

"کھانا لگا رہی ہوں فریش ہوکر آجائیں فٹافٹ۔"

"سوری مما! مجھے بھوک نہیں ہے کھانا نہیں کھاؤں گا۔ بہت تھکن محسوس کررہا ہوں ریسٹ کروں گا۔" اس کا لہجہ بکھرا بکھرا سا تھا۔

"کچھ تو کھالیں بھیا! ہم نے بھی سارہ دن کچھ نہیں کھایا۔"

"میرا بالکل موڈ نہیں ہے کچھ بھی کھانے کو مجھے فورس مت کریں۔" وہ وہاں آتے یوسف صاحب کو دیکھ کر نگاہیں چرا کر گویا ہوا۔

"ماں اور بہن کو کس بات کا طعنہ دکھا رہے ہو میاں! جنہیں چھوڑ کر وہ بدبخت عورتیں گئی ہیں' گھر کی عورتوں سے کیوں اینٹھ رہے ہو؟" ان کی زبان دودھاری تلوار کی مانند چلنے لگی تھی۔

"ہوں...... یہ آپ کا ہی کارنامہ ہے پاپا! شک تو مجھے اس وقت ہی ہوا تھا' مگر میں نے خود کو جھٹلایا...... یہ سوچ کر کہ آپ ایسا نہیں کرسکتے' ان مظلوم عورتوں کو کہیں نکال سکتے۔"

"وہ مظلوم عورتیں تھیں تو بھاگیں کیوں؟ یہیں رہ کر اپنی مظلومیت کا ثبوت کیوں نہیں دیا؟ کیوں پولیس کی دھمکی پر بھاگ گئیں؟" وہ بیٹے کے تیزی سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کر بولے تھے۔

"پولیس! ہونہہ' یہاں کی پولیس کو آپ بھی اچھی طرح

جانتے ہیں اور میں بھی پیسہ لے کر کسی کو بھی مجرم بناتی ہے ہماری پولیس۔"

"جس طرح ہاتھ کی تمام انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اسی طرح ہر جگہ اچھے اور برے لوگ ہوتے ہیں اور بھاگتا وہی ہے جو چور ہوتا ہے۔"

"پھر وہی فضول بحث شروع ہوگئی ہے آپ دونوں میں جس بحث نے گھر کا سکون وقرار تباہ کردیا ہے خدارا ختم کردیں اس بحث کو ہمارے گھر کا یہ ماحول نہ تھا یہ کیا ہورہا ہے ہمارے درمیان؟" بات بڑھتی دیکھ کر مہربانو درمیان میں چلی آئی تھیں۔

"ممّا آپ درمیان میں نہ آئیں پلیز" میں اب یہاں رہنے والا نہیں ہوں نہ یہ گھر نہ یہ شہر ہی نہیں یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا مجھ سے میری خوشیاں چھین لی گئی ہیں میرے خواب نوچ لئے گئے ہیں۔"

"ابھی اور اسی وقت نکل جاؤ میرے گھر سے مجھے ایسے ناخلف بیٹے کی ضرورت بھی نہیں ہے جو گھر میں بہن کی پروا کیے بغیر ان آوارہ عورتوں سے تعلقات رکھتا ہے بے حمیت انسان۔" وہ بھی بھرے بادلوں کی طرح برس رہے تھے۔

"آپ کی نظر میں ہر وہ عورت آوارہ اور بدکردار ہے جو برقع نہیں اوڑھتی حجاب نہیں لیتی اور آپ برقع اور حجاب میں کس طرح کی بدچلن عورتیں چھپی ہوتی ہیں یہ معلوم ہے آپ کو......؟"

"تمہارا مطلب ہے تمہاری ماں اور بہن حجاب لیتی ہیں تو یہ......"

"پاپا پلیز! کچھ بھی کہہ دیتے ہیں آپ۔" مارے صدمے اور رنج کے وہ گنگ رہ گیا جبکہ وہ سخت طنزیہ لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"عورت باپردہ ہو یا بے پردہ اس کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں رہتا شفاف پانی کا جھرنا اور کیچڑ کا جوہڑ اپنی شناخت خود ہوتا ہے اسی طرح باحیا اور بے حیا عورت بھی اپنی پہچان کرادیتی ہے۔"

"میں آپ سے مزید کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میں جانتا ہوں آپ جو کہہ رہے ہیں اس پر ہی قائم رہیں گے اور میں یہ کبھی نہیں بھلا سکوں گا کہ...... میرے باپ نے ہی میری خوشیاں بھسم کی ہیں۔" وہ کہہ کر رکا نہیں اپنے بیڈروم کی طرف چلا گیا۔

"ایسی اولاد پر میں نہایت شرمندہ ہوں اب کھانا بھی ملے گا یا ہوا پر گزارا کرنا پڑے گا؟" ان کو گم صم دیکھ کر وہ غصے سے کہہ اٹھے۔

◐......◐......◐

خلاف توقع حماد نے پہلی بار بڑی فرماں برداری کا ثبوت دیتے ہوئے مائدہ سے نہ ملنے پر کوئی اعتراض ظاہر نہ کیا تھا بہت خوش تھا اپنی شوخ وشنگ طبیعت کے باعث اوپر مائدہ کے پورشن میں پہنچ جایا کرتا تھا پھر کبھی پردوں کے پیچھے چھپ کر تو کبھی دروازوں کے پیچھے سے عشقیہ اشعار گنگناتا، فلمی گانے گنگنانے لگتا مائدہ کو اب اس سے حجاب آنے لگا تھا گو کہ اس کی امی نے سختی سے منع کیا تھا کہ وہ حماد کے سامنے نہ آئے مگر جب سے تاریخ طے ہوئی تھی ان کی شادی کی ازخود ہی وہ اس کا سامنا کرنے کی سکت نہ پارہی تھی سارا کا نقیدنفس ہوا ہوگیا تھا۔

شادی میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا مگر حماد کو شوخی و شگفتگی کم ہوتے ہوتے ختم ہوگئی اس بات کو کسی نے محسوس نہیں کیا مگر وہ اس کی مزاج شناس تھی حماد کی گھمبیر خاموشی والجھا ہوا سا انداز اسے بھی الجھانے لگا تھا اس نے ہمت کرکے ماں سے ذکر کیا تو وہ مطمئن انداز میں گویا ہوئیں کہ حماد اب شادی شدہ زندگی کی ذمہ داریاں اٹھانے والا ہے سنجیدہ تو اس کو ہونا تھا اور یہی لاجک تائی جان نے بھی دی تھی لیکن اس کا دل ان کی باتوں سے نہیں بہل سکا تھا وہ ان دیکھے وسوسوں کا شکار ہونے لگی وہ دل کے اضطراب سے اتنی بے کل ہوئی کہ موقع نکال کر جس وقت عارف کے ساتھ جیولر سے جیولری لینے کے لیے وہ دونوں خواتین بھی ساتھ گئی تھیں وہ دبے پاؤں نیچے چلی آئی جہاں وہ بیٹھا کسی کیس کی فائل دیکھ رہا تھا وہ اردگرد سے بے خبر فائل میں گم تھا وہ

ٹھٹک کر رک گئی، شمیل کے عنابی صوفے پر وہ وہائٹ کاٹن کے شلوار سوٹ میں ملبوس عام دنوں سے زیادہ نکھرا نکھرا اور جاذب نظر لگ رہا تھا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھے گئی۔

"اب بس بھی کرو، کیا نظر لگانے کا ارادہ ہے؟"

وہ اتنا بے خبر نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہی تھی اس کی آواز پر وہ خجل ہوکر بولی۔

"اچھا تو تم دیکھ رہے تھے اور میں سمجھی تم پڑھنے میں مصروف ہو۔"

"قسم لے لو جو تم کو ایک نگاہ بھی دیکھا ہو۔"

"اچھا...... پھر کس طرح پتہ چلا میرے آنے کا؟"

"میں تمہیں تمہاری خوش بو سے پہچانتا ہوں آنکھوں سے نہیں۔" اس نے فائل بند کرکے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کچھ مہکتے جذبوں کی چمک تھی اس کی نگاہوں میں وہ حیرانی سے دیکھتی نگاہیں چرا کر کارپٹ کو دیکھنے لگی وہ مبہم سا مسکرا دیا۔

"مجھے گھر والے چوکی داری کرنے کو کہہ گئے ہیں تم کیوں آئی ہو یہاں، چند دن مجھ سے ملے بغیر نہیں گزار سکتی ہو تم؟"

"پلیز حماد تم ایسی باتیں کرو گے تو میں چلی جاؤں گی، میں پہلے ہی بے حد اپ سیٹ ہوں بے حد عجیب سے خیالات آرہے ہیں مجھے دن رات، متوحش کیے ہوئے ہیں۔" اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی محسوس ہونے لگی، خوب صورت آنکھوں میں کسی خوف کی آمیزش تھی۔

"کیسے خیالات، کس سے خوف محسوس کررہی ہو بتاؤ مجھے؟" وہ اٹھ کر قریب چلا آیا، مائدہ کو اس کے ملبوس سے اٹھتی مہک نے اپنائیت کا قلبی احساس بخشا تھا۔ وہ دلی کیفیت بتانے لگی۔

"تم خوامخواہ کے وہموں میں پھنس کر پریشان ہورہی ہو ڈیئر! میں بالکل ٹھیک ہوں، کچھ نہیں ہوا ہے میں پرفیکٹ ہوں۔"

"کچھ چھپا رہے ہو کوئی نہ کوئی تو بات ایسی ہے جو تمہیں ڈپریسڈ کررہی ہے میرا دل کہتا ہے۔"

"ارے ہماری شادی میں چند دن رہ گئے ہیں اور تم وہموں کی بات کررہی ہو، تم کو تو اچھی اچھی باتیں کرنی چاہئیں۔" اس نے حسب عادت بات مذاق میں اڑانے کی سعی کی۔

"حماد! اگر سچ مچ تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو سچ سچ بتاؤ، تم کیوں پریشان ہو، پلیز تمہیں ہماری محبت کا واسطہ۔"

"اوہ گاڈ! تم محبت میں بھی بلیک میل کرتی ہو، کچھ ایسے میٹرز بھی ہوتے ہیں، جو سیکرٹ رکھنے پڑتے ہیں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی تم سچ سچ بتاؤ مجھے۔"

"اچھا...... تم نہیں مانو گی۔ سنو، ہاسپٹل میں کچھ سینئرز ڈاکٹرز کو مارنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"اوہ...... تو پھر تم کیوں پریشان ہورہے ہو؟ تم کو تو دھمکی نہیں آئی نہ، جن کو آئی ہے وہ خود نبٹ لیں گے۔" اس کے سر سے گویا ایک بوجھ اترا وہ مسکرا کر بولی۔

اس کو مسکراتے دیکھ کر وہ بھی مسکرایا اور کہنے لگا۔

"چلو اس بات پر اسٹرونگ چائے پلا دو کیا یاد کرو گی۔"

"صرف چائے یا ساتھ سینڈوچ بھی لاؤں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے بھلا۔" اس نے حیرانی ظاہر کی۔ وہ سر ہلاتی کچن میں چلی آئی کیبن سے ساس پین نکال ہی رہی تھی معاً ڈور بیل کی آواز آئی تو اس کا دل خوف سے دھڑک اٹھا کہ امی اور بابا کو یہاں موجودگی کا کیا جواز پیش کرے گی؟ یہی سوچتی ہوئی وہ کھڑکی کھول کر باہر دیکھنے لگی۔ حماد گیٹ کی طرف جارہا تھا۔

وہ دیکھنے لگی اس نے گیٹ کھولا تھا اور دوسرے لمحے وہ بری طرح حواس باختہ ہوگئی جب تین نقاب پوش گیٹ کو دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور دوسرے لمحے انہوں نے کوئی لمحہ ضائع کیے بنا ہاتھوں میں پکڑے اسلحے کا منہ کھول دیا تھا۔

بے ساختہ نکلنے والی چیخیں فائرنگ کی آوازوں میں دب کر رہ گئیں۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھا حماد کا سفید لباس سرخ ہوتا جارہا تھا وہ کٹے ہوئے درخت کی

مانند زمین بوس ہوا تھا، وہ بھی ہوش و حواس سے بیگانہ فرش پر گر پڑی تھی۔

☾.....☾.....☾

وہ اپنا سامان پیک کرنے میں مصروف تھا جب ملائکہ کو اپنے روم میں آتے دیکھ کر اس کے ہاتھ رک گئے۔ وہ اس کے قریب آئی۔

"آپ اتنے سنگ دل بن گئے بھائی آپ مجھے اور مما کو سزا دینا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کی نوزائیدہ محبت اس قدر زورآور ہے کہ اس کے سامنے ہماری محبت بھی کمزور پڑ گئی؟" ملائکہ کی پلکوں پہ آنسو چمک رہے تھے مگر لہجہ محبت بھرے شکوے سے لبریز تھا۔

"آپ بھی مجھ سے خفا ہو رہی ہو، پاپا نے جو سلوک میرے ساتھ کیا اس کی تکلیف آپ محسوس نہیں کر رہی ہو؟" وہ بیگ بند کرتا ہوا خفگی بھرے انداز میں کہہ اٹھا۔

"پاپا کا رویہ ہم بچپن سے دیکھ رہے ہیں اب میں عادی ہو چکی ہوں اور آپ کو بھی عادی ہو جانا چاہیے تھا۔"

"خوب! میں بھی آپ کی طرح چوڑیاں پہن کر گھر بیٹھ جاؤں اور کل کو جس کھونٹے سے وہ باندھ دیں سر جھکا کر بندھ جاؤں؟ نو ملائکہ! کل تک اپنی لائف پاپا کی مرضی پر گزارتا آیا ہوں لیکن اب بہت ہو گیا ہے، جو مجھے کرنا ہے وہ کروں گا۔" اس کے لہجے میں بغاوت کے ساتھ بے زاری بھی اُمڈ آئی تھی۔ وہ مضطرب و سخت بے چین تھا، چاندنی کی رسیلی آواز سماعتوں میں گونج رہی تھی، نگاہوں میں اس کا چہرہ فریم ہو کر رہ گیا تھا۔

"بھائی! آپ ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ مما اور میں آپ کے بنا نہیں رہ پائیں گے، مما تو پہلے ہی بیمار رہتی ہیں اور آپ کی جدائی وہ کسی طور بھی برداشت نہیں کر پائیں گی اور میں...... میں تو آپ کے بغیر مر جاؤں گی۔" پلکوں پر نکلے آنسو رخساروں پر بہہ نکلے۔

"پلیز رو مت ملائکہ" اس نے آگے بڑھ کر اس کا سر تھپتھپایا۔

"آپ نہ جائیں بھائی! اگر آپ چلے گئے تو ہم پھر بھی نہیں مل پائیں گے، پاپا نہ خود آپ سے ملیں گے اور نہ ہمیں ملنے دیں گے۔"

"میں کب چاہتا ہوں گھر اور گھر والوں کو چھوڑ کر جانا۔"

"پھر کیوں جا رہے ہیں، مت جائیں، مما کی خاطر رک جائیں۔" وہ روتی ہوئی اس کے سینے سے لگ گئی۔

اور اس کے پاؤں میں زنجیر پڑ گئی...... محبت کے بھی عجیب روپ ہیں ایک محبت گھر چھوڑنے پر اکسا رہی تھی تو دوسری محبتوں نے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔

☾.....☾.....☾

دل کے اداس نام ہو در پر
دیئے اس کے جلا کے
یاد کے صحرا میں
اشکوں کی رم جھم کب رکی ہے
بیتے دنوں کی راکھ میں
جلا کر انگلیاں
آنسوؤں کی بارش کب رکی ہے
وہ اور بھی شدت سے یاد آیا
دیکھا جب بھی اسے بھلا کر
حد نظر تک ہوا محسوس
زیست میں تیری کمی ہے
اشک روک کر بھی دیکھا
ٹھہری ہوئی پلکوں پر نمی ہے
دل کے ہر گوشے پہ اک تصویر جمی ہے
اور تصور پر جابجا میری آنسوؤں کی نمی ہے!!!!

شادی کی شہنائیوں سے گونجنے والے گھر میں موت کے پر ہول سناٹے پھیل گئے تھے۔ اس گھر سے ایک نہیں دو جنازے ساتھ اٹھے تھے۔ حماد نے سب سے چھپا رکھا تھا کہ دوسرے ڈاکٹرز کے ساتھ دھمکیاں اسے بھی مل رہی تھیں اور اس نے پولیس کو انفارم کر دیا تھا اور یہی غلطی اسے زندگی سے دور لے گئی تھی، پولیس میں موجود کالی بھیڑوں نے اپنا کام کر دکھایا، وہ جو طن کے حسین سپنوں میں گم تھا بند آنکھوں میں وہ تمام خواب وہ ساری خواہشیں ساتھ لے

گیا اور بیٹے کی جوان موت رخسانہ کا دل بھی دھڑکنا بھلا گئی۔ شوہر کی موت کے بعد وہ بیٹے کے لیے زندہ رہی تھیں اور اب بیٹے کی آرزوؤں بھری موت سہہ نہ پائیں اور خود بھی زندگی سے منہ موڑ گئیں۔ رضوانہ کے لیے زندگی ایک امتحان بن گئی۔ محبت کرنے والی بہن جدا ہوئی تھی تو بیٹے جیسا ہونے والا داماد بھی روتا چھوڑ گیا تھا' مستزاد صدمے پہ صدمہ بیٹی اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھی تھی دو ماہ گزرنے کے بعد بھی وہ حماد کو بھول نہ پائی تھی' وہ ابھی بھی اس کے خیالوں میں زندہ تھا۔ ابھی وہ کافی کا مگ اور سینڈوچ کی پلیٹ ٹرے میں رکھے وہاں آئی اور ان سے مخاطب ہوئی تھی۔

"امی! امی میں نے کافی کے ساتھ سینڈوچ بھی بنا لیے ہیں' حماد کو خالی چائے یا کافی اچھی نہیں لگتی میں اسے جلدی سے دے کر آ جاؤں گی' آپ غصہ مت کیجیے کہ شادی میں کم دن رہ گئے ہیں اور میں پھر بھی اس سے پردہ نہیں کر رہی ہوں۔"

"وہ ان حاجتوں سے بے نیاز ہوگیا ہے مائدہ..... میری بچی۔" وہ اس سے ٹرے لے کر رکھتی ہوئی بے اختیار رو پڑی تھیں۔

"حماد اس دنیا میں نہیں ہے' وہ ہم سے دور جاچکا ہے' وہ اللہ کو پیارا ہوگیا ہے مائدہ! حواسوں میں لوٹ آؤ۔"

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں امی! آپ؟ میرے حماد کو کچھ نہیں ہوا' اس نے کافی مانگی ہے مجھ سے' دینے جا رہی ہوں میں۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی حماد کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اندر آتے ہوئے عارف بھی غم زدہ سے ٹھٹھک کر رہ گئے تھے۔

"دیکھا آپ نے میری بچی بالکل پاگل ہوگئی ہے یہ کیسی آفت ٹوٹ پڑی ہے ہم پر' بہن اور بیٹے کو تو کھو یا ہی' مائدہ کو اس حال میں کس طرح دیکھ پائیں گے۔" وہ بے تحاشہ رو رہی تھیں۔

"صبر اور تسلی سے کام لو..... مائدہ کی حالت میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے مائدہ کو آج ہم سائیکاٹرسٹ کو دکھائیں گے' وہی بہتر علاج کر سکتا ہے۔" عارف از حد ملول و دل گرفتہ تھے۔ وہ تھکے تھکے انداز میں بیڈ پر بیٹھ گئے۔

"میں تو کہتی ہوں ابھی چلیں۔"

"میں نے ہاسپٹل میں معلوم کیا ہے' ڈاکٹر کی ٹائمنگ رات کی ہے' ابھی شام ہو رہی ہے خیر زیادہ ٹائم تو نہیں ہے تم جا کر مائدہ کو چلنے کے لیے راضی کرو' اس نے گھر سے نکلنا ہی چھوڑ دیا ہے۔" وہ کمرے سے نکل کر صحن میں آئیں تو مائدہ ٹرے پکڑے واپس آ رہی تھی اور ان کو دیکھ کر دور سے ہی گویا ہوئی۔

"پتہ نہیں کیوں وہ ناراض ہو گیا ہے مجھ سے' حماد کا بچہ ڈور لاک کر کے بیٹھ گیا ہے کھول ہی نہیں رہا۔"

☾......☾......☾

دھیرے دھیرے گھر کا ماحول ٹھیک ہوتا چلا گیا تھا۔ یوسف صاحب کا دل بیٹے کی جانب سے صاف ہوا تھا یا نہیں' ان کے دل کی کیفیت کا انداز ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ عمر نے بھی کئی ہفتوں تک اپنی نوزائیدہ محبت کے بچھڑ جانے کا سوگ بھرپور انداز میں منایا' ماں بہن کی محبت و اپنائیت نہ ہوتی تو وہ نہ معلوم کیا کر بیٹھتا' زخمی دل کا کوئی مداوا نہ تھا۔ ہر اس جگہ دیکھ چکا تھا' جہاں دل بے قرار گھسیٹ کر لے جاتا تھا' وہ اس سوچ و فکر میں گم رہا کرتا کہ نامعلوم وہ مظلوم و بے سہارا عورتیں کہاں کہاں کی خاک چھانتی پھر رہی ہوں گی۔

"کہاں گم رہتے ہو؟ لگتا ہے اس بدبخت لڑکی کے خیالوں سے ابھی تک پیچھا نہیں چھڑا پائے ہو۔" یوسف آتے ہوئے اسے خیالوں میں گم دیکھ کر اپنے مخصوص طنزیہ انداز میں گویا ہوئے۔

"اگر چھڑانا بھی چاہوں تو آپ نہیں چھڑانے دیں گے کبھی بھی۔ میں تو اسے بھولنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن مجھ سے زیادہ یاد وہ آپ کو رہتی ہے۔" وہ سر اٹھا کر کڑوے لہجے میں بولا۔

"لاحول ولاقوۃ کیسی فضول باتیں کرتے ہو' ہمیشہ سے

ہوش مندی کے فیصلے کرتا رہا ہوں جیسے آج ملائکہ کا رشتہ طے کرآیا ہوں۔" وہ گردن اکڑا کر کہتے ہوئے بیٹھ گئے تھے۔ وہاں آتی ملائکہ پردے کی اوٹ میں ہوگئی اور مہربانو ہونق چہرے کے ساتھ اندر آئی تھیں۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں پاپا آپ؟ آپ کس طرح سے ملائکہ کی زندگی کا فیصلہ خود بنا کسی کے مشورے سے کرسکتے ہیں؟"

"باپ ہوں میں ملائکہ کا اور اس کا ہر فیصلہ کرنے کا حق مجھے حاصل ہے۔"

"اٹ از رونگ پاپا! زندگی ملائکہ کو گزارنی ہے اور کس کے ساتھ گزارنی ہے اس فیصلے کا حق بھی اسے ہی کرنا ہوگا۔" ان کی حاکمانہ نیچر کو جانتے ہوئے بھی وہ بہن کے حق میں اٹھ کھڑا ہوا تھا' مہربانو ڈبڈبائی نگاہوں سے ان کو دیکھ رہی تھیں۔ جنہوں نے اتنا اہم فیصلہ کرتے وقت مشورہ تو درکنار بتانا بھی گوارا نہ کیا تھا۔

"خاموش رہو تم! میں اپنی بیٹی کے مستقبل کا بہترین فیصلہ کررہا ہوں' باپ سے زیادہ بیٹی کی خوش حالی کون چاہ سکتا ہے۔"

"تمہی یہ چاہت ہے آپ کی جو نہ جانے کس سے رشتہ طے کرآئے ہیں اور یہاں مما تک کو بے خبر رکھا ہے آپ نے' ماں سے زیادہ اولاد کا کوئی بھلا چاہ ہی نہیں سکتا' آپ بھی نہیں۔ میں کبھی اپنی بہن کی شادی اس جگہ نہیں ہونے دوں گا۔"

"اچھا تم روکو گے مجھے' کیا تجربہ ہے تمہارا لوگوں کو پرکھنے کا؟ کس بنیاد پر اچھے اور برے لوگوں کی پرکھ کرسکو گے؟"

"لوگوں کو جانچنے کی پرکھ عمر و تجربے کی کسوٹی پر نہیں ہوتی۔"

"ہوں..... ہوں جو مسکرا کر بات کرکے جھوٹ موٹ آنسو بہا کر' جھوٹے و بناوٹی قصے سنا کر ملے تم ان پر یقین کرلو گے..... جیسے وہ بازاری عورتیں تمہیں الو بناتی رہیں اور تم اپنے باپ کو ہی اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھنے لگے ہو۔"

وہ معاف کرنے والے نہیں تھے موقع ملتے ہی طنز و طعنوں کی تلوار وہ مہارت سے چلانے لگے تھے۔

عمر کی رنگت بالکل سرخ ہوگئی تھی' ماتھے کی رگ ابھر آئی تھی۔

"عمر! بیٹھ جاؤ بیٹا' آپ کے پاپا کی عادت ہے اسی طرح زبان سے گھائل کرنے کی آپ مجھے بھی دیکھو میں بھی صبر کررہی ہوں۔" پہلی بار ان کی زبان پر شوہر کے خلاف کوئی شکایت آئی تھی لمحے بھر کو یوسف صاحب بھی کچھ کہہ نہ سکے۔

"ٹھیک ہے میری عادت ہے کھری بات کرنے کی اور مجھ جیسے لوگ کبھی کسی دور میں پسندیدہ نہیں رہے ہیں اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ میں سچ بولنا چھوڑ دوں اور حق و ناحق پر ہامیاں بھرتا پھروں۔"

"بچوں کی زندگی کے فیصلے تنہا نہیں ہوتے ہیں یوسف صاحب! اس میں گھر کے افراد کے ساتھ ساتھ لڑکی کی مرضی بھی معلوم کی جاتی ہے۔ ویسے تو مذہب کا بے حد پرچار کرتے ہیں ایسے اہم موقعوں پر شرعی احکامات کو کیوں بھول جاتے ہیں آپ جیسے لوگ؟"

بیٹی کے مستقبل کے خوف نے مہربانو کو بھی لب وا کرنے پر مجبور کردیا تھا۔ پردے کے پیچھے سے ملائکہ چپ چاپ چلی گئی تھی۔

"ماں اور بیٹا کس طرح میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہو کوئی! ابھی بارات نہیں آرہی ہے بتا رہا ہوں ابھی سب۔"

☾.....☾.....☾

رضوانہ لائٹس آن کرتی ہوئی اس کے روم میں آئی جہاں وہ سب سے بے خبر چہرہ گھٹنوں میں چھپائے بیٹھی تھی۔ ملگجے کپڑے' بکھرے الجھے بال' اس کے دل کی حالت بیان کررہے تھے۔ ماں کی آہٹ پر بھی اس نے چہرہ نہیں اٹھایا' وہ اس کے قریب بیٹھ گئیں اور اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ممتا بھرے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"مائدہ! بیٹی مغرب کی اذان ہوچکی ہے' نماز پڑھ لو

اٹھو۔" آواز پر اس نے چہرہ اٹھا کر دیکھا جو سوکھے پھولوں کی مانند تھا۔ بے رنگ مرجھایا ہوا زرد چہرہ ان کے دل سے ہوک اٹھی تھی۔ یہ چہرہ پھولوں کی مانند شگفتہ ہوا کرتا تھا۔ ان بجھی آنکھوں میں زندگی بھی مسکراتی تھی۔

یہ ہونٹ قہقہوں و مسکراہٹوں سے سجے رہتے تھے۔

"کیوں ہر وقت بات بے بات ہنستی رہتی ہو نہ ہنسا کر بیٹا۔"

"تم مائدہ کو ہنسنے سے مت منع کیا کرو، اس کی ہنسی سے ہی تو گھر میں رونق ہے یہ چپ ہو جائے تو ہر طرف سناٹا چھا جائے گا۔"

"بالکل سچ کہتی تھیں آپا تم، اب گھر کے در و دیوار سناٹے و ویرانی سے سہمے ہوئے رہتے ہیں اور یہ مائدہ جس کی ہنسی مجھے دہلائے رکھتی تھی نامعلوم کیوں میرا دل کہتا تھا آج یہ جتنا ہنس رہی ہے کل اتنا رونا ہی نہ پڑے میری بچی کو...... میرا وہم...... حقیقت ثابت ہوا مہندی سے سرخ ہونے والے ہاتھ خون کی لالی سے سرخ ہو گئے، میری ہنستی مسکراتی بچی صرف سانس لیتا وجود بن گئی۔ کل تک بن بات ہنسنے والی آج ہنسنا ہی بھول گئی ہے۔

"اوہ! اذان ہو گئی اور مجھے آواز ہی نہیں آئی۔" اس نے چونک کر بال لپیٹتے ہوئے کہا۔

"مائدہ! بند کمرے میں تنہا بیٹھی کیا سوچتی رہتی ہو؟"

"میں تنہا کب ہوتی ہوں امی! حماد مجھے تنہا کب رہنے دیتا ہے۔" اس کے کھوئے کھوئے لہجے پر وہ پریشانی سے استفسار کرنے لگی۔

"تم نے دوائیں کھانا چھوڑ دی ہیں بیٹا۔"

"آپ سمجھتی ہیں دوائیں کھا کر میں حماد کو بھول جاؤں گی؟ کیا ان دواؤں میں اتنی طاقت ہے جو حماد کو مجھ سے جدا کر سکیں۔"

"میں تمہاری دشمن نہیں ہوں مائدہ۔"

"جو مجھے حماد سے دور کرے گا وہ میرا دوست بھی نہیں ہے۔" اس کے انداز میں خاصی اجنبیت و جذباتیت تھی۔

"اس حقیقت کو سمجھو بیٹی! حماد تم سے دور چلا گیا ہے۔ ایسی جگہ جہاں سے وہ واپس نہیں آسکتا کوئی واپس نہیں آتا وہاں سے۔" اس کو سمجھاتے سمجھاتے ان کے آنسو خشک ہو گئے تھے اور وہ جان کر بھی جاننا نہیں چاہتی تھی۔

"مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا ہے بیٹی۔"

"جب دل ہی مر جائے تو کس طرح زندگی کا احساس ہوتا ہے امی! میں پاگل نہیں ہوں مگر میں زندہ بھی نہیں ہوں حماد کے ساتھ میں بھی مر چکی ہوں آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔" وہ دانتوں سے ہونٹ کچلتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"پھر میں اور عارف کس کے لیے جئیں؟ ہم بھی مر جائیں، جب تم ہمیں کچھ سمجھتی نہیں ہو تمہیں ہمارے دکھوں کا احساس نہیں ہے، عارف اور میں صرف تمہارے لیے جی رہے ہیں۔" وہ ضبط کے باوجود بھی رو پڑی تھیں۔ مائدہ ان سے لپٹ گئی۔

"امی! آپ ایسی باتیں نہیں کریں، آپ اور بابا سے میں بے حد محبت کرتی ہوں، بہت محبت کرتی ہوں۔"

"پھر ہماری خاطر خود کو بدلو بیٹا، تم تو دنیا سے ہی نہیں خود سے بھی بیگانہ ہو گئی ہو، عارف ان صدموں سے سنبھلے تھے کہ تمہاری اس حالت نے انہیں بہت کمزور کر ڈالا ہے وہ آتے جاتے تمہاری طبیعت پوچھتے ہیں، صبح سے گھر واپسی تک کئی فون کر ڈالتے ہیں۔" وہ آنسو صاف کرتی ہوئی کہنے لگیں۔

"ٹھیک ہے امی! میں خود کو بدلنے کی سعی کروں گی، لیکن آپ بھی مجھ سے وعدہ کریں۔"

"کیسا وعدہ؟"

"آج کے بعد آپ کبھی بھی مجھ سے حماد کو بھولنے کا نہیں کہیں گی۔"

"یہ کیسا وعدہ ہے زندہ رہنے کے لیے زندہ لوگوں سے تعلقات رکھنے پڑتے ہیں۔ حماد ماضی تھا اور ماضی بھلانا پڑتا ہے۔" دل پر پتھر رکھے بیٹی کی خاطر وہ اپنوں کے متعلق کہہ رہی تھیں۔

ریان خوش شکل وخوش مزاج شخص تھا وہ ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا اور سب سے بہترین بات یہ تھی کہ وہ یوسف صاحب کی بڑی بہن کا بیٹا تھا۔ ان کی بہن نے فون کرکے گھر رشتہ لانے کی اجازت چاہی تھی اور انہوں نے اپنی جلد باز طبیعت کے باعث تمام تکلفات وروایات بالائے طاق رکھ کر فون پر اسی وقت ہی رشتہ منظور کرنے کی خوش خبری دے دی تھی۔ بہن بھی بھائی کے مزاج آشنا تھیں کوئی اعتراض نہ کیا اور ان سے ساری بات سن کر مہربانو کے چہرے پر خوشی دوڑ گئی تو باپ سے خفا ہونے کے باوجود بھی وہ مطمئن ہوگیا۔ ریان جیسا بندہ اس کی بہن کا شریک حیات بننے کے لائق تھا۔ یوسف کی طرح ان کی بہن بھی بے صبری ثابت ہوئی تھیں۔ وہ اسی شام مٹھائی فروٹ اور منگنی کی انگوٹھی لے کر آگئیں۔ عمر ملائکہ کے چہرے پر مسرت کے رنگ دیکھ کر خوش تھا۔

"بھائی صاحب! ملائکہ اب میری بیٹی ہوگئی ہے، بہت جلد میں اسے اپنے گھر لے جاؤں گی۔" انگوٹھی پہنانے کے بعد وہ اسے لپٹاتے ہوئے محبت سے بولیں۔ "آپ بھی عمر کے لیے کوئی لڑکی دیکھ لیجیے۔"

عمر کے مسکراتے لب سنجیدہ ہوگئے۔ ان کا منہ میٹھا کراتی ہوئی مہربانو نے کہا۔

"آپی! یہ نیک کام بھی آپ ہی کیجیے' کوئی لڑکی ہے آپ کی نظر میں جو عمر کے ساتھ سوٹ کرے؟"

"یہ بات تو عمر سے معلوم کرو۔" وہ سامنے بیٹھے عمر کو مسکرا کر دیکھ کر بولیں۔

"اس دور میں لڑکے خود اپنی پسند کی لڑکی ڈھونڈ لیتے ہیں۔"

"آپ کو تو معلوم ہی ہے یوسف نے کیسی پرورش کی ہے، بچوں کی لڑکی پسند کرنا دور کی بات وہ بات کرنا پسند نہیں کرتے۔" عمر اٹھ کر چلا گیا یوسف کی طنزیہ نگاہیں اس کی پشت پر دور تک جمی رہیں۔ جبکہ وہ کہہ رہی تھیں۔

"خیر یہ بات تو ہے آپ کے گھر کی مثال تو سارے خاندان میں دی جاتی ہے تم نے اور یوسف نے بہت اچھی تربیت کی ہے دیکھو نہ شادی کی بات سن کر کس طرح عمر چلا گیا ہے ورنہ اس دور کے بچے تو بے شرمی سے خود کرتے ہیں ایسی باتیں۔"

"اب یوسف خود ڈھونڈیں گے عمر کے لیے لڑکی۔"

بارش اچانک ہی شروع ہوئی تھی۔ دوپہر تک کوئی امکان نہ تھا۔ عارف گھر کی طرف رواں دواں تھے جب ان کی نگاہ سڑک کے ایک سائیڈ کھڑی کار اور کار میں بیٹھے شخص پر پڑی تو وہ رک گئے۔

"السلام علیکم یوسف بھائی۔" وہ کار سے نکل کر ان کی طرف بڑھے۔

"وعلیکم السلام! تم...... عارف میاں ہی ہونا؟" وہ کار سے نکل کر انہیں پہچانتے ہوئے پرشفقت لہجے میں گویا ہوئے۔

"جی ہاں میں عارف ہوں' کار خراب ہوگئی ہے کیا؟"

"ہاں' گھر سے نکلتے وقت تو ٹھیک ٹھاک تھی' راستے میں بگڑ گئی۔ بیٹے کو فون کررہا ہوں تو سگنلز ہی غائب ہوگئے ہیں۔" موٹی موٹی بوندیں دونوں کو ہلکا ہلکا بھگو رہی تھیں۔

"یہ موسم کی وجہ سے پرابلم ہورہی ہے آپ میرے گھر چلیں' قریب ہی ہے میں ورکشاپ فون کرکے کسی مکینک کو بلوا کر گاڑی ٹھیک کروادوں گا' آپ اتنے میں یہ ٹائم میرے غریب خانے پر گزاریں۔" یوسف صاحب نے کچھ تکلف سے کام لیا مگر عارف کے خلوص بھرے اصرار پر ان کے ہمراہ گھر چلے آئے تھے۔

آصف سے ان کی دوستی ایک پارٹی میں ہوئی تھی اور وہ بہت جلد گہرے دوست بن گئے تھے۔ آصف کے توسط سے عارف سے بھی ان کی ہیلو ہائے ہوتی تھی۔ شادی کے بندھن میں بندھنے کے باوجود ان کی دوستی میں سرمو فرق نہ آیا تھا' اور ان کے گھرانے بھی آپس میں میل ملاپ رکھتے تھے۔

اس دوستی کو اس وقت زوال آیا جب آصف اس دنیا کو چھوڑ گئے پہلے پہل تو وہ عارف کی دل جوئی کرنے آتے

رہے عمر کے ہم عمر حماد کو سینے سے لگائے رکھتے تھے' اس دوران ان کا ٹرانسفر سرگودھا ہوا تو وہ مجبوراً ان سے دور ہوئے تھے اور پھر وقت کی چلن کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی میں ایسے مگن ہوئے کہ کراچی آنے کے بعد بھی وہ اس طرف کا رخ نہ کرسکے۔

بارش کھل کر برس رہی تھی۔

ان کے دل پر آصف کے جوان بیٹے کی موت کا سن کر دکھ کا ایک بوجھ سا آ گرا تھا' کئی لمحوں تک وہ ایک لفظ نہ بول سکے تھے' ایسا بھی ہوتا ہے لفظوں کی قطاریں سامنے مودب کھڑی ہوتی ہیں لیکن زبان ساکت رہ جاتی ہے' عارف اور رضوانہ جو دکھوں کے بوجھ اٹھائے تھک گئے تھے ایک ہمدرد و غم گسار کو دیکھ کر ہر دکھ بتاتے چلے گئے۔ وہ بھی بظاہر تو چٹان لگتے تھے مگر تھے تو انسان ہی' ان کے دکھ پر آنکھیں نم ہونے سے نہ بچا سکے تھے۔

وہ بے حد سنجیدہ پرخلوص سی لڑکی جس نے بڑی نفاست سے ان کے آگے لوازمات سے ٹیبل بھر دی تھی' جس کی آنکھوں میں اداسی تھی تو سادہ چہرے پر کھنڈروں جیسی ویرانی تھی' اتنی کم عمری میں ایسا سادگی و وقار اس دور کی لڑکیوں میں کہاں تھی۔

"بارش کا زور کم ہوا ہے گھر والے بھی پریشان ہو رہے ہوں گے عارف' مجھے اجازت دو اب۔" وہ کھڑکی سے باہر گرتی بوندوں کو دیکھتے ہوئے اجازت طلب کرنے لگے۔

"کچھ دیر اور رک جائیں بھائی صاحب' مدتوں بعد کسی اپنے کا ساتھ نصیب ہوا ہے' آپ کی نشست میں بڑی راحت ملی ہے۔" عارف کے ہر لفظ سے سچائی جھلک رہی تھی۔

"بے فکر رہو میں بہت جلد مہربانو اور ملائکہ کو لے کر آؤں گا۔"

◐......◐......◐

"قسمت تو اللہ ہی بناتا ہے اور ہمارا ایمان یہی ہے ہر کام اس کے حکم پر ہوتا ہے' اور اس کے ہر حکم میں کوئی نہ کوئی بہتری چھپی ہوتی ہے' لیکن سچ بات تو یہ ہے آصف بھائی کے بعد ان کے جوان بیٹے کی موت اور وہ بھی شادی سے ایک ہفتہ قبل' بڑا المیہ ہے۔ عارف اور رضوانہ بھابی پر ایک قیامت سی ٹوٹ پڑی ہے۔" ان کی باتیں سن کر مہربانو افسردہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

"ان کا دکھ ایک طرف مجھے سب سے زیادہ اس بچی پر ترس آ رہا ہے' کتنی معصوم و بھولی لگ رہی تھی وہ' کم سنی میں ہی بردباری و وقار اس بچی کے وجود کا حصہ بن گیا ہے۔ دل موہ لینے والی صورت ہے' بہت شریف و باحیا لڑکی ہے۔"

وہ تصور کی آنکھ سے مائدہ کو دیکھ رہے تھے خاصے متاثر ہوئے تھے کئی گھنٹے وہ ان کی نگاہوں کے سامنے رہی تھی۔

خوب صورت حزن آمیز حسن...... خاموشی سے سر جھکائے گھر کے کاموں میں مصروف... کم گو فرماں بردار' بااخلاق و سگھڑ ایسی بہو وہ چاہتے تھے۔

"ارے آپ نے اتنی عجلت میں اس لڑکی کو بہو بنانے کا فیصلہ بھی کرلیا' پہلے عمر سے اس کی مرضی معلوم کریں۔" وہ بیٹے کا مزاج جانتے ہوئے آہستگی سے بولیں۔

"پوچھ لو اس سے بھی میں نے کب روکا ہے۔ مگر فیصلہ میرا ہی چلے گا' عمر کو سمجھا دینا اور سنو..." وہ نرم لہجے میں کچھ سوچ کر مخاطب ہوئے۔

"مائدہ کی شادی ہونے والی تھی' اس کا کزن کس طرح ہلاک ہوا یہ کچھ بھی نہیں بتانا عمر کو...... وہ شاید نہیں مانے گا۔"

"یہ غلط ہے' بات کہاں چھپتی ہے ایک دن حقیقت سامنے آجاتی ہے' اگر کسی طرح پتہ چل گیا عمر کو پھر بسا ہوا گھر خراب ہوگا۔" ان کے لہجے میں اندیشے بول رہے تھے۔

"ایسا کچھ نہیں ہوگا تم ابھی جا کر عمر سے بات کرو' ہم کل چل رہے ہیں راستے سے ہی انگوٹھی مٹھائی وغیرہ خرید لیں گے۔"

"پہلے آپ ان سے ذکر تو کریں وہ رشتہ پسند کریں تو ہی اس طرح انگوٹھی لے کر جانا اچھا بھی لگے گا اور..." وہ آہستگی سے رک رک کر گویا ہوئیں۔

"عمر کی مرضی بھی معلوم ہو جائے پھر ہی انگوٹھی دستھائی اچھی لگے گی۔"

"عمر کبھی میرے فیصلے سے سرتابی کی جرأت کر نہیں سکتا ہے اور رہا سوال عارف سے بات کرنے کا تو وہ میری بات پر خوش ہو کر فوراً ہی بات پکی کر دے گا۔" ان کا یقین قابل دید تھا۔

"جاتی ہوں عمر کے پاس بتاتی ہوں اسے۔" وہ اس کے کمرے میں آئیں تو وہ ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ انہوں نے بلاتمہید عمر کو سب بتا دیا تھا۔

"پاپا کب تک ہمیں اپنی محکوم رعایا سمجھتے رہیں گے مما۔" وہ گہرا سانس لے کر ڈھیلے انداز میں بیٹھ گیا۔

"زبردستی نہیں ہے بیٹا!" وہ گھبرائی۔

"پاپا سے کہیے گا وہ زبردستی کرنے کا سوچیں بھی نہیں، ان کی پسند کی ہوئی لڑکی مجھے کبھی پسند نہیں آئے گی۔"

"اپنے پاپا سے اس طرح متنفر مت ہو بیٹا! میں مانتی ہوں انہوں نے ہر فیصلے میں ہمیشہ جلد بازی کی ہے، مگر بیٹا وہ حق پر ہوتے ہیں ان کا مزاج کڑوا سہی مگر..... نیت اچھی ہوتی ہے وہ دل کے برے نہیں ہیں۔"

"دل کون دیکھتا ہے مما! سب زبان ہی دیکھتے ہیں۔"

"ہمیں دوسروں سے کیا سروکار، گھر کی فضا کو خوش گوار رکھنے کے لیے ہمیں ایک دوسرے کی اچھی باتیں یاد رکھنی ہوں گی، ان تمام باتوں کی کڑواہٹوں کو بھلا کر جو ہمارے درمیان فاصلے بڑھاتی ہیں۔" وہ اس کے قریب بیٹھی ہولے ہولے شانہ تھپک رہی تھیں، اپنے نرم و شیریں انداز میں اسے سمجھا رہی تھیں۔ دل تو اس کا بھی بے حد گداز تھا، شائستگی و وقار اس کی شخصیت سے چھلکتا تھا۔ حال ہی میں اس کے رویے میں بیگانگی و گستاخی جو در آئی تھی اس کا سبب یوسف صاحب کی ہٹ دھرم طبیعت اور جائز و ناجائز بات منوانے کی حاکمانہ طبیعت کے باعث آئی تھی۔

"مما! آپ کی خاطر میں جان دینے کو بھی تیار ہوں، مگر پاپا کی چوائس قبول کرنا کسی آگ کے جلتے کنویں میں چھلانگ لگانا ہے میرا دل نہیں مان رہا، پاپا کی نیچر سے میں واقف ہوں۔"

○......○......○

وہ یک ٹک ماں کو دیکھ رہی تھی جنہوں نے گویا اس کی سماعتوں میں صور پھونک ڈالا ہو قیامت آ گئی ہو اور اس کی ذات ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گئی تھی۔ پھٹی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"مائدہ! اس طرح کیا دیکھ رہی ہو میری بیٹی! میں نے کوئی انہونی بات نہیں کی، کب تک تم اس گھر میں رہو گی؟" انہوں نے قریب جا کر اسے لپٹانا چاہا اور وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

"ایدھی ہوم چھوڑ آئیں مجھے، میرے لیے اس گھر میں جگہ نہیں ہے تو۔"

"کیوں میرے دل کو گھائل کرتی ہو بیٹی......"

"مت کہیں مجھے بیٹی مر گئی میں اور میری لاش کو دلہن بنا کر آپ کس کی سیج سجانا چاہتی ہیں، کوئی ماں ایسا کر سکتی ہے؟" وہ کسی طوفان کی مانند بپھر رہی تھی۔

"میں تمہارے دل پر گزرنے والے دکھ و تکلیف کو سمجھتی ہوں بیٹی! کیونکہ میں نے بھی ایک اذیت کا دریا عبور کر کے یہ فیصلہ کیا ہے۔ حماد کو میں نے بھی بچپن سے بیٹے اور داماد کے روپ میں دیکھا تھا۔" حماد کے نام پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دینے لگی۔

"عارف کو اور مجھے بھی پھر بیٹے کی چاہ نہیں ہوئی، ہم شکر کرتے تھے اللہ نے بیٹا اور بیٹی عطا کی ہیں زندگی کی ہر کمی پوری کر دی ہے۔ آہ......! کیا معلوم تھا ایسا وقت بھی آئے گا وہ پھولوں سے سجی گاڑی میں آنے کے بجائے چار کاندھوں پر روانہ ہو جائے گا۔" آہ و فغاں کا ایک حشر وہاں اٹھ گیا تھا، دونوں ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگیں اور دیر تک روتی رہیں، عارف نے آ کر ان کو دلاسہ دیا۔

"جانے والے چلے گئے اب آنسو بہانا ان کو تکلیف دینے کے مترادف ہے بیٹا! غم کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو ایک وقت بہت چھوٹا لگتا ہے جب آصف بھائی کا انتقال ہوا مجھے لگا میں اب ان کے بغیر جی نہیں پاؤں گا، بہت جلد سر

جاؤں گا اور دیکھو آج تک زندہ بیٹھا ہوں چھ ماہ قبل اپنوں کو اپنے ہاتھوں سے قبروں میں اتارا ہے پھر بھی سانسیں لے رہا ہوں۔" مائدہ سسکیاں لے رہی تھی۔ وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھے کمزور لہجے میں سمجھا رہے تھے۔

"میرے سمجھانے کا مقصد یہ ہے مائدہ! یہ دنیا کا چلن ہے کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا' البتہ جدائی کا گھاؤ آسانی سے نہیں بھرتا۔ اس زخم کو بھرنے میں وقت لگتا ہے اور ساری بات تو یہ ہے اب ہمارے پاس وقت نہیں ہے کب بلاوا آجائے معلوم نہیں' اپنی زندگی میں ہم تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔" ان کا لہجہ گھٹا گھٹا سا تھا' وہ کبھی اس کے سر پر ہاتھ رکھتے' کبھی پہلو بدلتے اور کبھی نگاہ بیوی کی طرف ڈالتے جو ان کی باتوں پر تائید میں گردن ہلا رہی تھیں۔

"بابا! آپ مجھے گلا دبا کر مار دیں' سمندر میں غرق کرا دیں' میں اف نہیں کروں گی مگر میں شادی نہیں کروں گی۔"

"وہ زمانہ بیت گیا میری بچی! جب لوگ بیٹیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا کرتے تھے اب تو میرے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔ جس میں بیٹیوں کو رحمت کہہ کر پکارا گیا ہے میں جاہل نہیں ہوں' میں تمہیں عزت وشان کے ساتھ گھر سے رخصت کرنا چاہتا ہوں بچی' عارف نے اپنے بیٹے عمر کا رشتہ مانگا ہے' عمر ایک لائق فائق' قابل ہونہار لڑکا ہے' اس کے ساتھ تم خوش رہو گی۔" وہ اس کے آنسو صاف کررہے تھے۔

"حماد کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا' مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔" اس کے لہجے میں دکھ بھری ضد تھی۔ وقت بھی کئی روپ بدلتا ہے' کل تک اس کا باپ کے سامنے آنکھ اٹھا کر بات کرنا محال تھا اور آج وہ سر اٹھائے ان سے کہہ رہی تھی' وہ خود بھی بکھرے ہوئے تھے اور اس کی دلی حالت کا بھی ان کو اندازہ تھا۔ نرمی اور شفقت سے سمجھانے کے باوجود بھی وہ نہ مانی تو انہوں نے اپنی ٹوپی اتار کر اس کے قدموں میں رکھ دی۔

☾......☾......☾

یوسف عمر کے مسلسل انکار کو کسی خاطر میں نہ لائے تھے' دوسرے دن بیوی اور بچی کے ہمراہ جا کر نہ صرف بات پکی کی' ساتھ ساتھ ہی ڈیٹ بھی فکس کر آئے تھے اور بہن کو بھی ملائکہ کی شادی کی ڈیٹ دے دی تھی اور بے حد سیاست سے یہ سب کیا تھا۔ عمر نے مارے اشتعال و ناپسندیدگی کے گھر سر پر اٹھا لیا تھا۔ وہ مائدہ سے رشتہ ختم کرنے کے درپے تھا' یوسف نے صاف کہہ دیا جو ہونا تھا وہ ہو گیا اگر تم اس لڑکی سے تعلق ختم کرو گے تو پہلے اپنی بہن کا بھی خیال رکھنا' تمہاری کرنی کا پھل تمہاری بہن کو بھرنا پڑے گا اور بہت کچھ وہ کہہ گئے تھے۔

"مائدہ بے حد سلجھی ہوئی نیک واچھی لڑکی ہے بیٹا' آپ کی اور اس کی جوڑی بہت خوب صورت لگے گی' پہلی نظر میں ہی پسند آئی ہے واقعی وہ لڑکی اس گھر کی بہو بننے کے لائق ہے۔"

"بھائی! ارئیلی وہ بہت پریٹی اور نائس ہیں' اب آپ غصہ تھوک دیں' پہلے تو ہم بھی بابا کی چوائس سے خائف تھے' مگر مائدہ بھابی کو دیکھ کر بابا کے انتخاب پر دنگ رہ گئے۔" ملائکہ نے بھی بچے لہجے میں تعریف کی تھی۔

"مما آپ اور ملائکہ بابا کا ساتھ دے رہی ہیں نا؟"

"اس میں آپ کی بھلائی ہے آپ ایک نظر مائدہ کو دیکھیں تو ملائکہ موبائل میں کئی تصویریں لائی ہے۔"

"مجھے نہیں دیکھنا' جو دل چاہے کریں۔" وہ وہاں سے چلا گیا۔

"مما! پریشان مت ہوں' چند دنوں کی بات ہے شادی کے بعد دیکھئے گا پروانے کی مانند ان کے آگے پیچھے گھومیں گے۔" ملائکہ نے ماں کو پریشان ہوتے دیکھ کر تسلی دی۔

"ہوں..... دعا کریں عمر کا دل موم ہو جائے۔" وہ فکرمند تھیں۔

☾......☾......☾

جب انسان کچھ پالیتا ہے تو کچھ کھو بھی دیتا ہے' پانے کی سرشاری وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جاتی ہے اور کھو دینے کا ملال وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتا رہتا

ہے۔اس نے پائے بغیر کھویا تھا۔ محبوب سے بچھڑنے کا دکھ ادھوری محبت کا سوگ کم بھی نہ ہوا تھا کہ اسے والدین کی خواہشوں کی سولی چڑھنا پڑا تھا اور اس نے باپ کے شملے کی لاج رکھنے کی خاطر خود کو پتھر بنا لیا تھا۔ عمر کی ماں بہن نے پہلی بار اسے دیکھا اور گرویدہ ہوگئی تھیں اس نے خاموشی کے پردے میں اپنی ناپسندیدگی چھپالی تھی۔ چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ تھا عمر کی فیملی کی آمد و رفت ہر دوسرے تیسرے دن ہورہی تھی۔ پہلے انہوں نے اسے شادی کی شاپنگ اپنی پسند سے کرنے کے لیے ساتھ لے جانا چاہا اس کے انکار پر برا مانے بغیر وہ جیولری سیٹ شرارے تو کبھی سینڈل کھسے و چپل وغیرہ دکھانے اس کی پسند معلوم کرنے آتی تھیں اور ان کی موجودگی میں وہ امی کو بے حد سراسیمہ و ہراساں دیکھتی وہ آنکھوں آنکھوں میں اس سے التجا کرتیں اشارے کرتیں وہ ہر چیز پر پسندیدگی کا اظہار کرو دے وہ اس سے خوف زدہ تھیں کہ کہیں ان پر اس کی ناپسندیدگی ظاہر نہ ہوجائے باہر لوگوں نے اس کو منحوس کہنا شروع کردیا تھا کوئی آسانی سے اس کا ہاتھ تھامنے والا نہ تھا۔ عمر کا رشتہ ان کی توقعات سے بڑھ کر تھا۔ انہوں نے سب بھول کر مائدہ کو راضی کیا تھا کہ آج وہ حماد کی یادوں کے ہجوم میں گھری ہے اور کل جب یادوں کی آنچ بجھتے بجھتے سرد ہوگی تو تنہائی میں اسے سہارے کی ضرورت ہوگی تب وہ ماں باپ کی دور اندیشی کو سمجھے گی اور اپنے اس رویے پر نادم ہوگی۔

وقت کسی کے لیے نہیں ٹھہرتا ہے اس کا کام دوڑنا ہے اور یہ دوڑتا رہتا ہے اس کے نصیب میں سہاگن ہونا لکھا جاچکا تھا سو وہ برستی آنکھوں اور تڑپتے دل کے ساتھ نکاح نامے پر سائن کرکے عمر یوسف کی ہوگئی تھی وہاں دوسرے لوگوں کے ہمراہ موجود عارف اور رضوانہ نے تشکر بھری سانس لی تھی۔ ایک خوف اس کے انکار کا کسی بوجھ کی طرح سینے سے ہٹا تھا مبارک سلامت کا شور تھا لمبے گھونگھٹ میں وہ خاموشی سے رو رہی تھی حماد کی مہک اسے قریب محسوس ہورہی تھی وہ شاید اس سے شکوہ کررہا تھا۔ اتنی جلدی اسے بھلا کر کسی اور کی ہونے پر ساتھ جینے ساتھ مرنے کی قسمیں کھانے والی آج کسی اور کی ہوگئی تھی وہ رو رہا تھا چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے سرخ آنسو وہ بے ہوش ہوگئی۔ دلہن بے ہوش ہوگئی دلہن بے ہوش ہوگئی کی صدائیں شادی ہال کے ڈریسنگ روم میں پھیل گئی تھیں کوئی جوس لے کر دوڑا تو کوئی پانی اس نے آنکھیں کھولیں تو مہربانو جو اسے سہارا دیے بیٹھیں تھیں گویا ہوئیں۔

"دیکھا میں نہ کہتی تھی نظر لگی ہے میری بہو کو بھائی میں صدقہ کرنے جارہی ہوں اور منع کردوں گی کوئی اس طرف نہ آئے آپ کچھ دیر آرام کروائیں پھر رسموں اور رخصتی میں تھک جائے گی مائدہ۔" مہربانو کہہ کر وہاں سے چلی گئیں اور رضوانہ نے بڑھ کر دروازہ لاک کیا اور مائدہ کے پاس آگئیں۔

پنک و ہیروں کنٹراسٹ لہنگا سوٹ میں اس کے سوگوار حسن پر ٹوٹ کر روپ چڑھ رہا تھا وہ نظریں جمائیں تاب ہی نہ تھی نظر بھر کر دیکھنے کی۔

"مجھے اور عارف کو فخر ہے بیٹی تم پر تمہارا کہا مان کر ہماری عزت رکھی ہے آج سے تم ہمارے لیے پرائی ہوگئی ہو۔" آواز بھرا گئی۔

"ماں کی تربیت بیٹیوں کے سسرال میں دکھائی دیتی ہے۔ ہمیں وہاں بھی سرخرو رکھنا اور عمر تمہارا مجازی خدا ہے اس کو کبھی بھی شکایت کا موقع نہ دینا اور نہ ہی حماد کا نام تمہارے منہ پر آئے غلطی سے بھی ماضی کا ایک لفظ نہ کہنا مرد کچھ بھی کرتے رہے ہوں وہ اپنی شریک حیات پر کسی دوسرے مرد کی پرچھائیں بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے ہیں۔" وہ قریب بیٹھ کر اسے دھیمے لہجے میں سمجھانے لگی تھیں۔

"حماد کا نام اس کی یادیں اس کی باتیں میں کبھی نہیں بھول سکتی نہ ہی میں عمر سے کچھ چھپانے والی ہوں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"پاگل مت بنو مائدہ!" باہر سے دستک

ہونے لگی تھی۔

"رات ہی وہ تمہیں کاغذ تھما کر نکال باہر کرے گا لوگوں نے پہلے ہی نحوست کا لیبل تم پر لگادیا ہے اب کیا.....‘‘ وہ دانستہ چپ ہوگئیں۔ دروازے پر دستک جاری تھی۔

"کل حماد مر گیا تھا‘ آج میں مر گئی ہوں‘ میرا آپ اور بابا سے اب کوئی تعلق نہیں رہا ہے‘ مجھ سے ملنے مت آیئے گا وہاں۔"

◐.....◐.....◐

"تھوڑا سا مسکرا تو دو یار! ایسا لگ رہا ہے تمہیں یہاں مار کر لایا گیا ہے۔ مانا کہ دلہا بن کر کچھ زیادہ ہی خوبرو لگ رہے ہو۔" اسے بےزار اور بالکل سنجیدہ دیکھ کر قریب بیٹھے معاذ نے سرگوشی کی۔

اس نے باپ کے چہرے پر پہلی بار بے تحاشا خوشی اور مسکراہٹیں دیکھی تھیں وہ مہمانوں سے خندہ پیشانی سے پیش آرہے تھے‘ کئی بار ان کے قہقہے بھی گونجے تھے اور اسے لگ رہا تھا یہ سب وہ اس کی شکست اور اپنی فتح پر جشن منا رہے ہوں۔

"عمر! کیا ہوا..... کیوں اس قدر بے چین لگ رہے ہو؟" وہ دیکھ رہا تھا ملائکہ اور مریا تو دیگر خواتین کے ہمراہ دلہن کو اسٹیج کی طرف لارہی تھیں اور عمر کا چہرہ متغیر ہوتا جارہا تھا۔

"باہر چلو میرے ساتھ۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ ہال سے باہر آگیا تھا۔ وہاں آکر اس نے گہرے سانس لیے تھے۔

"عمر! تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے..... کیا ہوا؟"

"پاپا کو دیکھا تم نے کس طرح وہ اپنی کامیابی پر خوش ہیں؟" وہ اضطرابی انداز میں بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا بولا۔

"ایسے موقع پر سب باپ اس طرح ہی خوش ہوتے ہیں۔"

"نہیں..... وہ بیٹے کی خوشی پر خوش ہوتے ہوں گے میرے پاپا اپنی پسند کی لڑکی کو مجھ پر مسلط کرنے اور چاندنی کو مجھ سے جدا کرنے پر خوش ہیں۔" وہ بلا کا بدگمان و متنفر ہورہا تھا۔

"فار گاڈ سیک عمر! آج کے اس حسین دن میں ایسی باتیں مت کرو‘ انکل نے تمہاری بہترین لائف کے لیے یہ سب کیا ہے‘ محبت کرتے ہیں تم سے اور تم آج بھی اس عورت کا نام لے رہے ہو جو بھاگ گئی تھی۔"

"بھاگ نہیں گئی‘ انہیں بھاگنے پر مجبور کیا گیا ہے میرا دل کہتا ہے۔"

"شٹ یار! اس لڑکی کا سوچو جو تمہارے نام سے کچھ دیر بعد تمہارے گھر میں داخل ہوگی‘ تم اس کا استقبال ان ہی باتوں سے کرو گے؟"

"وہ میرے گھر میں آرہی ہے میرے دل میں نہیں‘ اس کی جگہ دل میں نہیں ہے۔" وہ کاٹ دار انداز میں کہتا ہوا واپس ہال کی طرف چلا گیا۔

دوسرے ہال سے نکلتی چاندنی اور فردوس نے حیرانی سے کچھ فاصلے پر کھڑے عمر کو دیکھا تھا‘ دیدہ زیب شیروانی سوٹ میں وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا‘ اس کے گیٹ اپ سے لگ رہا تھا وہ دلہا ہے‘ وہ اردگرد سے بے خبر اپنے ساتھی کے ساتھ باتیں کررہا تھا۔ چاندنی کی آنکھوں میں لمحے بھر کو اندھیرا چھا گیا تھا۔

"چلو چاندنی! یقیناً وہ بڈھا بھی یہیں ہوگا اگر اس نے دیکھ لیا تو..... خیر نہیں ہے ہماری۔" عمر کے اندر جانے کے بعد فردوس نے وہاں سے گزرتے ہوئے مہمان سے کنفرم کرلیا تھا کہ آج عمر کی شادی ہے وہ گم صم چاندنی کا ہاتھ تھام کر بولتی ہوئی ٹیکسی میں بیٹھ گئی تھیں۔

◐.....◐.....◐

یوسف صاحب نے ڈھیروں نوٹ دلہن اور دلہا پر سے وار کر ملازمین میں تقسیم کروائے تھے۔ خلاف عادت وہ چہک رہے تھے۔ مہمان ان کی خوشی کے ساتھ ساتھ دلہن کے قریب بیٹھے عمر کی ازحد سنجیدگی کو بھی محسوس کررہے تھے۔ اس کے انداز میں موجود بیگانگی و لاتعلقی ڈھکی چھپی

نہیں تھی۔ رسموں کے دوران بھی اس نے ایسی لاتعلقی کا مظاہرہ کیا تھا خواتین میں چہ میگوئیاں ہونے لگی۔

"عمر کی بیگانگی بتا رہی ہے لڑکی اس کی پسند کی نہیں ہے۔"

"اس دور میں بھی کوئی بیٹوں کی پسند کے بنا شادی کرتا ہے؟"

"لڑکی تو گھونگھٹ میں چھپا چاند ہے۔"

"ارے آپی! خوب صورتی ایک طرف..... مگر سہاگن وہی ہو پیا من بھائے۔" یہ سرگوشیاں گھر والوں کی سماعتوں سے مخفی نہ رہ سکیں۔ یوسف نے ایک نگاہ قہر آلود عمر پر ڈالی' جو موبائل کان سے لگائے وہاں سے لان کی طرف جا رہا تھا پھر وہ مہربانو کی طرف چلے آئے جو چائے بنوانے کے بہانے سے وہاں سے اٹھ کر کچن کی طرف آ گئی تھیں۔

"اچھا بدلہ لیا ہے تمہارے بیٹے نے۔" وہ قریب آ کر غرائے۔

"ہمارا اور اس بچی کا تماشہ بنوا کر سارا حساب بے باک کر ڈالا۔"

"پلیز! آہستہ بولیں مہمانوں تک آواز جائے گی۔" کچھ دیر قبل خوشی سے تمتماتا چہرہ اداسیوں میں گھر گیا تھا۔

"مہمان سب سمجھ گئے ہیں لوگوں کو کسی کی کیا پروا ہوتی ہے وہ ایسے موقعوں کی تو چاہ کرتے ہیں' میرے گھر بیٹھ کر میرے ہی خلاف لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع صاحب زادے نے دیا ہے' برسوں کی عزت کو لمحوں میں خاک میں ملا دیا' دلہن کو کمرے میں پہنچاؤ' تاکہ یہ لوگ فارغ ہوں یہاں سے۔"

☾.....☾.....☾

اس کو شور وغل' چھیڑ چھاڑ' ہنسی وقہقہے ذرا نہیں بھا رہے تھے وہ مما کی منت وسماجت کے بعد بہت سست کر اس لڑکی کے پاس بیٹھا تھا' جو سر جھکائے گھونگھٹ میں بیٹھی تھی۔ خوب صورت مہندی وچوڑیوں سے سجے گود میں دھرے ہاتھ بتا رہے تھے دلکش حسن کی ملکہ ہے' مگر دل کا کیا کیا جائے' جو کسی گدھی پر آ جائے تو پری بھی پانی بھرتی نظر آتی ہے سو اس کے دل میں نہ کوئی جذبہ بیدار ہوا اور نہ ہی کسی معطر خیال نے جگہ بنائی اور ابھی وہ اٹھنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ سیل فون بج اٹھا اور اسکرین پر ایک مانوس نمبر دیکھ کر وہ چونکا اور کسی کی پروا نہ کرتے ہوئے لان کے اس حصے کی طرف چلا آیا جو پرسکون تھا' اس اثناء میں لائن ڈسکنکٹ ہو چکی تھی۔

اس کے اندر ایک جوش وجنون نے انگڑائی بھری اور وہ نمبر پش کرنے لگا ایک' دو' تین' چار اور متعدد بار کال کرنے کے بعد بھی دوسری طرف سے کال ریسیو نہیں کی گئی تھی' وہ جھنجلا کر رہ گیا۔

"تم یہاں ہو..... اندر بلایا جا رہا ہے تمہیں۔" معاذ اسے ڈھونڈتا ہوا اس طرف آ کر بولا اس کے دیگر کزنز ودوست اس کے سرد وبیگانہ رویے کی باعث اس سے دور دور تھے۔

"کیوں؟" وہ موبائل جیب میں رکھتا ہوا بولا۔

"آج تمہاری شادی ہوئی ہے بھابی صاحبہ کمرے میں تمہارا انتظار کر رہی ہیں' اتنی رات ہو گئی ہے اور کتنا انتظار کرواؤ گے ان کو۔"

"ساری زندگی وہ صرف انتظار ہی کرے گی۔" وہ طنز سے مسکرایا۔

"کیا دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا..... کیسی باتیں کر رہے ہو تم؟" معاذ کو اس کی آنکھوں میں سفاکی و لہجے میں درندگی محسوس ہوئی تھی۔

"دیکھو میرے بھائی' جو ہونا تھا وہ ہو گیا' انکل کے رویوں کی سزا ان کو کیوں دینا چاہتے ہو جو تمہاری خاطر سب کو چھوڑ کر آئی ہیں۔" جواباً وہ چپ چاپ اس کے ہمراہ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

مہکتے ہوئے سرخ گلابوں اور موتیا کے پھولوں سے کمرہ مہک رہا تھا۔ مہربانو اپنی نند (ملائکہ کی ساس) کے ہمراہ اسے بیڈ پر بٹھا کر ساتھ ہی آرام کرنے کا کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھیں' دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ سیدھی ہوئی تھی۔ بیڈ کی چاروں اور گلاب وموتیا کی لڑیاں تھیں' وہ خالی

خالی نظروں سے ان پھولوں کو دیکھ رہی تھی جیسے وہ اس کے لیے نہیں کسی اور کے لیے سجی ہوں' شادی ہال سے اس گھر تک کا سفر اس نے بے حس و حرکت ذہن کے ساتھ کیا تھا' کوئی کیا کہہ رہا ہے؟ اسے پسند کیا گیا' یا نہیں' اسے خبر نہ تھی اور اس اجنبی کمرے کے ماحول نے اس کی بے حسی ختم کردی تھی۔

"اس جگہ پر آنے کے خواب تو میں نے حماد کے ساتھ دیکھے تھے' تجیر کسی اور شخص کے ساتھ مل رہی تھی' وہ جس کے نام سے بھی واقف نہ تھی۔ چند دنوں میں ہی وہ مجھے اس جگہ پر لے آیا جس جگہ کی تمنا کرتا ہوا حماد ابدی نیند سو گیا' میں حماد تمہیں نہیں بھلا سکتی' نہ بھلا سکوں گی۔ پھر عمر کے ساتھ میں کس طرح... امی نے بھی تو اپنی قسموں کی زنجیر میرے قدموں میں ڈال کر منہ پر مہر لگادی ہے' کیا کروں؟ کس طرح عمر کو بتاؤں میں اس کے ساتھ منافقت بھری زندگی نہیں گزار سکتی' میں حماد سے محبت کرتی ہوں' عمر کو محبت کا دھوکہ نہیں دے سکتی۔" معاً دروازہ کھلا تھا اور بند ہوا تھا' بھاری قدموں کی آواز اس کی طرف تھی۔ وہ ایک دم سمٹ گئی سر جھک گیا' دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"لوگوں کی زندگی میں یہ رات بڑی خوشیوں اور مرادوں والی آتی ہے' اگر تمہاری جگہ چاندنی ہوتی تو میں بھی ان خوش نصیبوں میں ہوتا اور اس رات کی تمام خوب صورتی و پراسراریت کو اپنے نام کر لیتا' آہ...... تم میری نہیں پاپا کی پسند بن کر آئی ہو' تم میرے لیے آج بھی ناپسندیدہ ہو اور ہمیشہ رہو گی' اب سب جاننے کے بعد بھی تم یہاں رہنا چاہو تو رہ سکتی ہو' لیکن مجھ سے کسی قسم کی سپورٹ کی توقع نہ رکھنا۔" اس نے بیڈ کے کنارے کھڑے ہو کر بھاری لہجے میں ایک ایک لفظ جما جما کر کہا تھا' بے حد کھُردرا اور پتھریلا لہجہ تھا اس کا' ایک نگاہ اس پر نہ ڈالی تھی۔ مائدہ کے اندر سکون در سکون اترنے لگا' دل نارمل انداز میں دھڑکنے لگا' تکلیف کا پہاڑ تھا جو اس کے وجود سے سرک گیا تھا۔

وہ کہہ کر سائیڈ روم میں چلا گیا اور مائدہ اطمینان سے زیورات اتارنے لگی وہ باہر آ کر ڈریسنگ کے آگے کھڑا ہو کر بال برش کرنے لگا۔ مائدہ دوپٹہ اور لہنگا سنبھالتی سائیڈ روم میں چلی گئی' وہ کن اکھیوں سے مڑ کر دروازے کے پیچھے گم ہوتے وجود کو دیکھ رہا تھا۔

بڑی شاطر ثابت ہوئی تھی یہ لڑکی' نہ روئی' نہ گڑگڑائی' پہلی رات اس بیدردی سے ٹھکرائے جانا کوئی لڑکی برداشت نہیں کرتی' نہیں کر سکتی' پھر کیا یہ لڑکی اتنی مضبوط اعصاب کی ہے؟

"اسٹوپڈ...... تم یہ کیوں بھول رہے ہو وہ پاپا کی پسندیدہ لڑکی ہے اور پاپا نے پہلے ہی پرکھ چکے ہیں تب ہی وہ خاموشی سے سنتی رہی۔ ایک لفظ نہ کہا منہ پر تالا لگائے بیٹھی رہی اور اب کس اطمینان سے چینج کرنے گئی ہے جیسے شادی نہیں کوئی ڈرامہ ہو۔"

"چالاک و مکار لڑکی' پاپا اور تمہاری پلاننگ کس طرح فلاپ کرتا ہوں' تم دیکھنا' دو دن میں بھاگتی دکھائی نہ دو۔" اس نے کھولتے ذہن کے ساتھ سوچا اور خود لائٹ آف کر کے لیٹ گیا' پھولوں بھری سیج پر وہ چاندنی کے بارے میں سوچنے لگا' اس نے اتنے ٹائم بعد کال کی' مگر بات کیوں نہیں کی؟ عین شادی کی رات کو اس کی کال آنے کا مقصد کیا تھا اور اس کو شادی کا علم کیسے ہوا؟ پھر اب کال ریسیو نہ کرنے کا مقصد کیا؟ محبت کی دبی چنگاری شعلہ بن گئی تھی' ابھی بھی وہ بار بار کال کر رہا تھا مگر وہ چینج کر کے آئی تو کمرے میں ڈم لائٹ کی مدھم نیلگوں روشنی میں عجیب سا ماحول تھا' وہ بیڈ کی طرف نہیں بڑھی' الماری سے رضائی نکال کر بیڈ سے دور نیچے کارپٹ پر سر کے نیچے کشن رکھ کر لیٹ گئی تھی۔

◐.....◐...◐

"ممی! ساری رات ہوگئی اب تو عمر کی کال ریسیو کرنے دیں' لگتا ہے وہ اب بھی محبت کرتا ہے تب ہی اتنی حسین رات میں بیوی کو ٹائم دینے کے بجائے مجھے کال کرتا رہا ہے اور آپ نے ایک کال ریسیو نہ کرنے دی۔" چاندنی ماں کے ہاتھ سے سیل اچکنے کی سعی کرتی گویا ہوئی۔

"ایک کال بھی تم ریسیو کرلیتیں عمر کی تو وہ سارا چارم ختم

ہو جانا تھا اب دیکھو کس طرح پروانے کی مانند بھاگا بھاگا آرہا ہے یہاں۔" وہ موبائل اس کی طرف اچھالتی ہوئی معنی خیز لہجے میں گویا ہوئیں۔

"عمر آرہا ہے......! اسے یہاں کا ایڈریس کس نے دیا؟"

"تم اپنی ماں کو اناڑی سمجھتی ہو تم روم میں تھیں تب میں نے اسے کال کی اور وہ سب بتادیا جو تم نے اس کے لیے کیا۔"

"میں نے کیا کیا ممی! رات میں امجد کے ساتھ تھی پھر......" اس نے اسے خاموش کرا کے تمام پلاننگ سمجھادی تھی۔

☾......☾......☾

صبح وہ کمرے سے کب گیا اسے معلوم ہی نہ ہوسکا اس کی آنکھ تو مہربانو کے جگانے سے کھلی تھی وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔

مہربانو ان کے روم کی طرف آرہی تھیں جب انہوں نے تیز قدموں سے عمر کو گیٹ سے نکلتے دیکھا انہوں نے دروازے کو ہاتھ لگایا تو وہ کھلتا چلا گیا وہ اندر آئیں تو دلہن کو کارپٹ پر سوتا دیکھ کر شاکڈ رہ گئیں۔ مائدہ نے دوپٹہ سر پر رکھتے ہوئے سلام کیا تھا۔

"جیتی رہو!" انہوں نے پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

"آپ یہاں کیوں سوئیں؟" ان کے لہجے میں کھوکھلا پن تھا۔

"آنٹی! نئی جگہ ہے...... مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔" اس نے اپنے ساتھ ان کا بھرم بھی رکھ لیا تھا مہربانو کو ٹوٹ کر پیار آیا۔ وہ اسے تیار ہونے کا کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

آج ان کا ولیمہ تھا اور ملائکہ کی رخصتی تھی سو بے حد کام تھے ورنہ ان کا دل تو چاہ رہا تھا وہ اس سے عمر کے رویے کا پوچھیں۔ ناشتے کے بعد دوپہر کے کھانے تک خوب گہما گہمی رہی پھر شام چائے کے بعد ان کو ڈرائیو پارلر ڈراپ کر گیا۔ عمر صبح کا نکلا شام تک نہ آیا تھا۔ یوسف صاحب کو ایک چپ لگ گئی تھی جو سب نے نوٹ کی تھی۔

☾......☾......☾

"وہ کہتے ہیں نہ بیٹا! دل کو دل سے راہ ہوتی ہے میں اور چاندنی ہمارے عمر کی شادی اٹینڈ کر کے آرہے تھے جب اس کی نگاہ آپ پر پڑی اور آپ کو دولہا بنے دیکھ کر اس پر تو بیہوشی طاری ہوگئی بڑی مشکل سے گھر تک آئے اور یہاں آکر اسے ہوش ہی نہ رہا ڈاکٹر کو بلایا اس نے دوائیں دیتے ہوئے بتایا کہ نروس بریک ڈاؤن ہوتے ہوتے رہ گیا بہت گہرا صدمہ لیا ہے کسی بات کا انہوں نے۔" چاندنی کمبل اوڑھے نڈھال سی پڑی تھی عمر کی نگاہیں گاہے بگاہے اس کی طرف اٹھ رہی تھیں اس کے چہرے پر مسرت تھی۔

"ٹھیک ہوجائے گی اب یہ میں جو آگیا ہوں اس کے پاس۔"

"سوری عمر! میری چاندنی کو اب کوئی ایسے خواب نہ دکھاؤ جن کی تعبیر نہ ملنے...... یہ پھر سے موت کی سولی پر نہ چڑھ جائے۔"

"کیسی باتیں کررہی ہیں آپ آنٹی! میں نے پہلے بھی آپ کو نہیں چھوڑا تھا آپ خود مجھے انفارم کیے بغیر چلی گئی تھیں۔"

"میں اور چاندنی آپ کے فادر کی دھمکیوں کی وجہ سے گئے تھے انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا ہم صرف آپ کی وجہ سے وہاں سے آگئے اور کانٹیکٹ اس لیے نہیں کیا کہ...... آپ کے اور ان کے درمیان کوئی نفرت کا رشتہ قائم نہ ہو۔" خوب گھما پھرا کر وہ میٹھے لہجے میں یوسف سے بدظن کرتی گئیں۔

"خیر...... ان باتوں کو چھوڑو کافی بنا کر لاتی ہوں ابھی۔" وہ تیر نشانے پر دیکھ کر وہاں سے اٹھ گئیں۔

"ہوں...... خفا ہو...... یا نہ بولنے کی قسم کھائی ہے تم نے؟" فردوس کے جانے کے بعد وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر شوخی سے بولا۔

"آپ کو اس سے کیا؟ آپ جا کر اپنی وائف کے

ساتھ لائف انجوائے کیجیے' ہونہہ شادی کے وعدے کسی سے کرتے ہیں اور شادی کسی سے۔" وہ ہاتھ چھڑا کر روٹھے لہجے میں گویا ہوئی۔

"وائف تو تم ہی میری ہوگی۔" دوبارہ ہاتھ پکڑا۔

"ریئلی......!" وہ اس کی طرف دیکھ کر طنز سے مسکرائی۔

"آف کورس! تم فائنٹ ریڈی ہو جاؤ۔"

"مجھے بہلاؤ مت' بے حد بے وقوف بن چکی ہوں۔"

"میری محبت کی توہین نہیں کرو۔" وہ سنجیدہ ہوا۔

"آج ولیمہ ہے تمہارا اور تم مجھ سے کہہ رہے ہو شادی کروگے۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس کے شانے سے سر ٹکا کر رونے لگی۔

"میں تمہیں کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرسکتی عمر' ایک عرصہ میں نے..... تمہارے بن تڑپتے ہوئے کاٹا ہے اور تم ملے بھی تو کسی اور کے ہوکر' کل سے میں یہ سوچ سوچ کر انگاروں پر لوٹ رہی تھی کہ..... تم کسی کے پاس ہو..... کسی کے ساتھ ہو اور میں.....؟"

''ایسا کچھ نہیں ہے میں نے اسے ایک نگاہ نہیں دیکھا ہے۔'' اس نے محبت سے اس کے اشک پونچھتے ہوئے کہا۔

"جھوٹ..... میں کیسے یقین کروں تمہاری ان باتوں کا.......؟"

"اگر جھوٹ ہوتا تو میں اس وقت تمہارے پاس نہیں اس کے پاس ہوتا' دیکھ رہی ہو گھر سے کتنی کالز آرہی ہیں اور میں بہانے کر رہا ہوں۔" اس نے یقین دلادیا' پھر وہ سب کی پروا کیے بنا اس کی دل جوئی میں لگا رہا' اسے لے کر لانگ ڈرائیو پر نکل گیا' سورج چھپا اور چاند نمودار ہوا پھر اسے یاد آیا آج صرف اس کا ولیمہ ہی نہیں ہے ملائکہ کی رخصتی بھی ہے' بہن کے لیے گھر جانا ہی تھا۔

☾......☾......☾

ان کی انا اور ذاتی انتقام کی رقابت آج چکنا چور ہوگیا تھا...... جس بیٹے کو معاشرے کی برائیوں اور بے راہ روی سے بچانے کے لیے انہوں نے جذبات کو تھپک کر سلادیا تھا۔ دل مچلتا تھا گول مٹول' سرخ پھولے پھولے گالوں والے عمر کو خوب سینے سے لگائیں' پیار کریں' پشت پر بٹھا کر سیر کروائیں وہ تمام ناز نخرے اٹھائیں جو باپ اپنے بچوں کے اٹھاتے ہیں..... وہ دیکھ رہے تھے اس دور کے نوجوان سب کا احترام وخوف دل سے نکالے معاشرے کو آلودہ کرنے میں مصروف ہیں اور ماحول کو دیکھتے ہوئے انہوں نے دونوں بچوں کو فاصلے پر رکھا اور ان کے قدم قدم کی نگرانی کرتے رہے اور وقت گزرتا گیا۔ ہمارے مذہب میں ہر معاملے میں میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے اس حکم سے وہ کب تجاوز کر گئے ان کو احساس ہی نہ ہوسکا تھا۔

ان کے وقار کو پہلی ضرب اس وقت لگی' جب عمر کی پسند کا ان کو پتہ چلا...... وہ ششدر رہ گئے ان سے ایسی کہاں بھول ہوئی تھی' جو عمر گندگی کے ڈھیر میں گرنے کو تیار تھا۔ اس قصہ کو ختم کروا کر بہت سوچ سمجھ کر انہوں نے مائدہ سے شادی کرائی کہ صورت وسیرت میں یکتا مائدہ جیسی سوہنی بیوی پاکر وہ خوش ہوگا اور ان کے قریب آجائے گا' ایسا کچھ بھی نہیں ہوا' یہاں بھی سب ان کی سوچوں کے برعکس ہوا۔ شادی پر بھی اس نے اپنے رویے سے سب پر اپنی ناپسندیدگی ظاہر کردی اور رہی سہی کسر ولیمے میں پوری ہوئی تھی۔

وہ ولیمے پر آنے والا لاسٹ مہمان تھا۔ کل کے مقابلے میں آج اس کے چہرے پر مسکراہٹ وآنکھوں میں چمک تھی' تھری پیس سوٹ میں ملبوس نک سک سے تیار ہینڈسم دجاہت لگ رہا تھا۔ وہاں موجود عارف اور رضوانہ بھی داماد کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے کیونکہ وہ دیر سے آئے تھے اس وجہ سے لوگوں کی باتیں اور چہ میگوئیاں سن نہ سکے تھے جو عمر کی غیر موجودگی کی وجہ سے ہورہی تھیں۔

"ارے آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں' خاصی رات گزر گئی ہے۔" مہرانو نے کروٹ بدلی اور انہیں جاگتے دیکھ کر اٹھ بیٹھیں۔

"اب کبھی بھی میں سکون کی نیند نہ سوسکوں گا مہر۔" ان

کا بارعب لہجہ اس وقت بکھرا ہوا تھا۔

''خیریت تو ہے کیا ہوا کیا ملائکہ کی یاد آ رہی ہے؟ اسے رخصت ہوئے چند گھنٹے ہی ہوئے ہیں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

''وہ بیٹی ہے میری اس کی یاد دل سے جا سکتی ہے۔''

''پھر... آپ عمر کے رویے کی وجہ سے پریشان ہیں؟''

''ہاں' تم ہی بتاؤ مہر' میں نے اس پر سختی اس لیے کی تھی کہ...... وہ بگڑ نہ جائے' آج کل کے لڑکوں کی طرح بری صحبت میں نہ پڑے' اس کا بھلا ہی چاہا اور اس نے مجھے دشمن سمجھ لیا' کل اور آج تھوتھو کروائی ہے اس نے مجھ پر ہر کوئی یہی کہہ رہا تھا شادی عمر کی پسند کی نہیں ہے۔ اس نے شادی کو قبول نہیں کیا۔'' چند قطرے آنسوؤں کے ان کا چہرہ بھگو گئے تھے۔

''سنبھالیں خود کو یوسف! ٹھیک ہو جائیں گے وہ' ہماری بہو بہت مخلص و صابر ہے عمر کا رویہ جلد بدلے گا۔'' ان کو پانی دیتے ہوئے وہ سمجھا رہی تھیں۔

''وہ ہمارے ساتھ رہ کر بدل نہیں سکا' کل ملائکہ کا ولیمہ ہے میں پرسوں کی فلائٹ سے اسے گھومنے پھرنے کہیں بھیجتا ہوں۔''

بے مثال ہوتی ہے۔ اس نے کروٹ لی چوڑیوں کی جھنکار خاموشی میں گنگنا اٹھی وہ چند لمحوں میں خوابوں کی وادی کی سیر کر رہی تھی جہاں حماد اس کا ہاتھ تھامے پرشوق لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''تمہارے ہاتھوں میں چوڑیاں کتنی اچھی لگتی ہیں' تمہارے ہاتھ حسین ہیں یا یہ چوڑیاں ہی اتنی خوب صورت ہیں کہ تمہارے ہاتھ حسین لگ رہے ہیں۔''

''آفٹر آل میرے ہاتھ ہی اتنے خوب صورت ہیں کہ کانچ کی چوڑیاں بھی لشکارے مار رہی ہیں۔'' بیڈ پر لیٹے باتیں کرتے عمر نے چونک کر دیکھا تھا' مدھم روشنی میں وہ بے سدھ سوتی دکھائی دے رہی تھی۔

''تم چیٹ کر رہے ہو عمر! تم اپنی بیوی کے ساتھ ہو نا؟'' دوسری طرف چاندنی کی شک بھری آواز ابھری۔

''وہ سو رہی ہے...... تم ہر وقت شک مت کیا کرو۔''

''اچھا...... یہ بتاؤ وہ کیسی لگ رہی تھی آج؟''

''تم سے زیادہ حسین نہیں لگ رہی تھی۔''

''اس کا مطلب ہے حسین لگ رہی تھی۔'' وہ جیلس ہوئی۔

''آئی ڈونٹ نو اب تم سو جاؤ تمہیں نیند کی ضرورت ہے۔ گڈ نائٹ اینڈ سوئیٹ ڈریمز۔''

☾......☾......☾

گزشتہ شب کی طرح آج بھی وہ کارپٹ پر دراز تھی' آج عمر نے کوئی بات نہیں کی تھی' وہ موبائل پر بڑے خوش گوار موڈ میں کسی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔ وہ کمٹی ہوئی رضائی اوڑھے لیٹی تھی' تھکن سے انگ انگ ٹوٹ رہا تھا وہ سونا چاہ رہی تھی مگر ملائکہ کے آنسو اس کی سسکیاں اس کے حساس دل کو بے چین کر رہی تھیں' وہ بھائی کو یاد کر کے کتنا روئی تھی' بار بار فون کرنے پر بھی وہ وقت پر نہیں آیا تھا۔

عمر نے آخری وقت اسٹیج پر آ کر اسے گلے لگایا' پیشانی چومی اسی وقت رخصتی کا شور مچا اور وہ روتی ہوئی رخصت ہو گئی تھی۔ اسے پہلی بار معلوم ہوا بہن و بھائی کی محبت بھی

☾......☾......☾

فردوس بیگ میں کپڑے وغیرہ رکھ رہی تھیں چاندنی نے بالوں میں برش کرتے ہوئے مڑ کر ماں کو دیکھتے ہوئے متفکر لہجے میں کہا۔

''ممی! ہم عمر کے ساتھ کاغان تو جا رہے ہیں پر اس امجد کا کیا ہوگا' عمر کی موجودگی میں' میں اسے جھوٹے وعدوں پر ٹرخا رہی ہوں اگر......''

''اگر مگر کیا' دفع کرو اس چیونٹی بھرے کباب کو چار ماہ سے وعدے پر وعدے کر رہا ہے بنگلہ اور گاڑی دلانے کا اور دیا کیا اس نے؟ چند لاکھ روپے اور اس بنگلے کا رینٹ دیتا ہے ابھی عمر کے ہمراہ چلو امجد کی پروانہ کرو اس کو میں خود دیکھ لوں گی۔'' وہ ایک کے بعد دوسرا بیگ تیار کرنے لگیں۔

"عمر کے ساتھ وہ بھی ہوگی' عمر بتا رہا تھا وہ بڑھا زبردستی اسے ساتھ بھیج رہا ہے..... اس نے ہمیں دیکھ کر بڑھے کو بتا دیا تو...؟"

"تمہیں تو بس ڈرنا اور ڈرانا ہی آتا ہے' خود سوچو عمر ہمیں بھی لے کر جا رہا ہے تو اس نے بھی کچھ نہ کچھ بندوبست کیا ہی ہوگا اور میں ہوں تمہارے ساتھ دیکھنا کس طرح دودھ میں گری مکھی کی طرح نکال پھینکتی ہوں اس مائدہ کو۔"

◐......◐......◐

ملائکہ نے خوشی خوشی ان کے بیگ تیار کیے وہ رات ولیمے سے واپسی ان کے ساتھ آ گئی تھی۔ مائدہ بدحواس تھی وہ بار بار صبر بانو سے کہہ رہی تھی تائی آپ بھی ساتھ چلیں۔

"ارے کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو بھابی جان' میرے بھائی بہت اچھے ہیں' بے حد خیال رکھیں گے آپ کا آپ خوشی خوشی جائیں۔"

"ملائکہ ٹھیک کہہ رہی ہے بیٹا آپ بے فکر ہو کر جائیں۔" یوسف صاحب نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا' دعائیں دیں اور پہلی بار وہ از خود عمر سے گلے ملے تھے اس کی پیشانی چومی تھی۔

وہ شاکڈ رہ گیا... مگر ظاہر نہیں کیا ایئرپورٹ وہ ساتھ آئے تھے' وہ جہاز میں داخل ہوا تو فردوس اور چاندنی کو بیٹھے دیکھ کر چہرے پر طمانیت پھیل گئی اور وہ ایئرہوسٹس کی رہنمائی میں ان سیٹوں کی طرف بڑھ گیا جہاں وہ بیٹھی تھیں۔

چاندنی نے سیاہ کشمیری کڑھائی والی شال میں نصف ڈھکے چاند چہرے کو دیکھا اور اس کے اندر حاسدانہ آگ بھڑکتی چلی گئی۔

وہ حسن پھولوں کو مات دینے والا حسن تھا۔

◐......◐......◐

اس سرد ماحول کی تمام سرد مہری عمر کے مزاج میں سمٹ آئی تھی۔ ان کی شادی کے ابتدائی دن تھے وہ دونوں ایک دوسرے سے بے پروا اپنی دنیاؤں میں مگن تھے۔ عمر نے کانٹیج لیا اور یہاں آتے ہی بتا دیا تھا وہ اس کی خاطر نہیں چاندنی کی خاطر یہاں آیا ہے' وہ کسی بھی خوش فہمی کو دل میں جگہ نہ دے' اس کا سارا وقت چاندنی کے ساتھ گزرے گا چاندنی کے لیے اس نے کھل کر محبت و چاہت کا اظہار بھی کیا تھا۔ چاندنی اور اس کی ممی کو وہ سفر کے دوران دیکھ چکی تھی' دونوں نے اس سے ایک لفظ نہ کہا مگر نگاہوں کے تیر اس پر برساتی رہیں۔ پہلے اس کی سیٹ تھی پھر عمر کے برابر چاندنی اور اس کی ممی کی تھی۔ چاندنی عمر کے بازو سے بازو چپکائے باتیں کرتی رہی تھی۔

عمر نے وارننگ دی تھی کہ اس نے پاپا' مما کو کچھ بتانے کی سعی کی تو وہ اسے کھڑے کھڑے طلاق دے کر نکال دے گا۔ اسے کون سی اس کی فکر تھی جو وہ کسی کو بتاتی' وہ اس کی پروا کرنے والی کہاں تھی' اگر اس کی قسمیں درمیان میں نہ ہوتیں تو وہ کبھی اسے بتا دیتی' اس تعلق کو جوڑنے کے لیے اس کے ساتھ بھی تو زبردستی کی گئی تھی والدین اپنی محبت کا خراج اسی طرح وصول کرتے ہیں اور بچوں کو منافقت بھری زندگی گزارنے پر مجبور کرتے ہیں' جیسے وہ چاندنی کے ساتھ تھا' وہ حماد کی یادوں میں گم رہتی تھی۔

"عمر! تم رات تک میرے ساتھ ہوتے ہو تمہاری وائف کوئی اعتراض تو کرتی ہوگی..... کچھ تو کہتی ہوگی؟" وہ ریسٹورنٹ میں ڈنر کے بعد کافی پی رہے تھے تب چاندنی نے پوچھا۔

"نہیں' وہ بہت بے ضرر اپنی دنیا میں گم رہنے والی لڑکی ہے۔"

"اوہ ریئلی! اس کا مطلب ہے تم اس سے امپریس ہونے لگے ہو؟"

"ایک تو تم بات بات پر جیلس بہت ہوتی ہو۔" وہ خفگی سے بولا۔

"میں جیلس نہیں ہو رہی' میں ڈر جاتی ہوں' وہ تمہاری بیوی ہے' کبھی تمہارا دل اس پر آ گیا تو میرا کیا ہوگا...... مرد کے ارادے اور نیت بدلنے میں دیر نہیں لگتی ہے۔" وہ دل کی بات زبان پر لے آئی۔

"میں ایسا ہوتا تو آج تم میرے ساتھ بیٹھی نہ ہوتیں۔" اس کا لہجہ محبت کی پھوار سے بھیگا ہوا تھا۔

دیر خاصی ہوگئی تھی عمر اسے کالج کے باہر چھوڑ کر چلا آیا تھا۔

"تمہیں میری بھوک کا احساس ہی نہیں ہوتا چاندنی' کب سے ویٹ کررہی ہوں۔" فردوس نے فوراً اس کے ہاتھ سے شاپرز جھپٹے اور بروسٹ کا ڈبہ نکال کر دونوں ہاتھوں سے کھانا شروع کردیا۔ چاندنی نے شاپرز بیڈ پر الٹ دیے تھے اور انواع واقسام کی چیزیں بکھر گئی تھیں۔ فرائیڈ مونگ پھلی کے پیکٹس' ڈرائی فروٹ اور دیگر جیولری' دوسرے پرفیومز دو کاسمیٹکس تھیں۔

"ایک ویک اینڈ گزر چکا ہے اور تم اس کو شادی کے لیے راضی کرنے کے بجائے ان گفٹس پر ہی اکتفا کررہی ہو۔" وہ جلدی جلدی کھاتے ہوئے جتانے لگیں۔

"ایزی مما! عمر کو اس منتھ کے لاسٹ میں ایک پراجیکٹ سے کروڑوں کا پرافٹ ہونے والا ہے وہ ہوتے ہی ہم شادی کرلیں گے اور لندن چلے جائیں گے۔" وہ سامان دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"اس کی بیوی کا کیا ہوگا؟"

"کچھ بھی ہو ہماری بلا سے ہم دونوں تو لندن میں عیش کریں گے۔ عمر پاکستان آتا جاتا رہے گا۔"

◉......◉......◉

رات برف باری ہوئی تھی ہر چیز نے سفیدی اوڑھ لی تھی۔ راستے بھی برف سے بھر گئے تھے وہ آدھے راستے سے واپس آیا تھا' پہاڑی تودہ گرنے کے باعث راستہ بند ہوگیا تھا وہ گھر آیا تو واچ مین نے بتایا کل تک ہی راستہ صاف ہوگا' وہ بددلی سے لاک کھول کر اندر آیا۔ فرش پر دبیز کارپٹ بچھا ہوا تھا وہ بے آواز چلتا ہوا آرہا تھا۔ سو رک گیا وہ سیل کان سے لگائے باتیں کررہی تھی۔

"مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں ای! میں آپ لوگوں سے کوئی واسطہ رکھنا نہیں چاہتی' آپ نے دل بھر کر مجھے اس کا سوگ منانے نہیں دیا' میرے زخم ابھی بھرے بھی نہیں تھے کہ......" وہ بے تحاشہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی وہ پلر کے پیچھے ہوگیا۔

"آپ اسے بھول گئی ہیں مجھے بھی بھول جائیں آپ کے لیے بھولنا بہت آسان ہے مجھ میں میں بھی مرگئی ہوں۔" اس نے موبائل رکھا اور ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی۔ عمر ششدر رہ گیا۔

مائدہ کی الجھی الجھی گفتگو اسے بھی الجھا گئی' وہ کمرے میں آیا۔ سیل پر چاندنی کو نہ آنے کی وجہ بتائی' پھر باتوں کا سلسلہ چل پڑا اس کی وہی باتیں تھیں لندن شفٹ ہونے' فلیٹ' گاڑی' پراپرٹی' نام کرنے کی' ڈائمنڈ جیولری خریدنے کی' ہنی مون کی' روز وہ بھی اس کے ساتھ اس پلاننگ میں شامل ہوتا تھا مگر اس وقت وہ ہوں' ہاں کررہا تھا۔ اس کا ذہن مائدہ کی سسکیوں' لفظوں میں الجھا ہوا تھا' چاہ کر بھی وہ بھول نہیں پارہا تھا۔

"آپ نے مجھے اس کا سوگ بھی منانے نہیں دیا' میرے زخم ابھی بھرے بھی نہ تھے کہ...... آپ نے مجھے پرایا کردیا۔" موبائل سائیڈ میں رکھ کر وہ بیڈ پر لیٹ گیا' عجیب سی کیفیت اس پر طاری ہوگئی تھی' چاندنی سے بھی زیادہ بات نہ کی تھی۔

"آپ اسے بھول گئی ہیں...... مجھے بھی بھول جائیں۔" سماعتوں میں پھر کوئی سرگوشی گونجی تھی۔

ایک ہفتے سے زائد دن گزر چکے تھے انہیں یہاں آئے ہوئے اس عرصے میں مائدہ کے ساتھ وقت کم گزرا تھا مگر اس مختصر ٹائم میں اس کی بہت خوبیاں اس پر آشکار ہوئی تھیں وہ کم گو' مخلص' خیال رکھنے والی' ساتھ دینے والی لڑکی تھی' ہر وقت گرم شال میں لپٹی جھکی نگاہوں والی لڑکی بھی شکایت و شکوہ زبان پر نہ لائی تھی' کبھی اپنے حق کی بات نہ کی تھی' ایک کمرے میں ہوتے ہوئے بھی اپنی موجودگی کا احساس نہ دلایا تھا' مما پپا کی کالز آنے پر وہ بہت خوب صورت طریقے سے ان کو مطمئن کرتی رہی تھی۔

"وہ اپنی مما سے کیوں ناراض ہے...... کیوں ان سے ملنا نہیں چاہتی...... وہ کون ہے' جس کا وہ سوگ منانا چاہتی

تھی...... یا سنا رہی ہے؟" شک کے ناگ نے ڈنک مارا وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ دروازہ ناک کرکے اندر آئی۔

"واچ مین نے بتایا ہے آپ واپس آ گئے ہیں۔" وہ فکر مند لگ رہی تھی۔

"ہوں...... آئم فائن۔" اس نے جلتی نگاہ ڈالی سفید رنگت میں سرخیاں تیر رہی تھیں' سیاہ وگلابی سوٹ میں خود بھی گلاب لگ رہی تھی۔

"یہ اتنی حسین ہے کیا اس کو کسی نے چاہا نہیں ہوگا...... اور اس نے؟" ایک اور ڈنک شک کے ناگ نے مارا تو وہ بے قرار ہو اٹھا۔

"مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" وہ اس کے دل کی کیفیت سے بے خبر کہہ رہی تھی۔

"نہیں ٹھیک ہوں' کافی بنا دو۔" وہ چہرے پر ہاتھ رکھ کر لیٹ گیا۔ عجیب حالت تھی دل کی وہ اس کی پروا بھی نہ کرتا تھا اور اس کے متعلق سوچے بھی جا رہا تھا' شاید وہ نکاح میں تھی' جسمانی نہ سہی ذہنی بندھن بندھ چکا تھا' سارا دن چاندنی کے ساتھ گزارنے کے بعد وہ اس کی تنہائی کے خیال سے رات واپس آ جاتا تھا' یا اس کی پرخلوص خدمت گزاری' مماپپا اور ملائکہ کو مطمئن رکھنا...... یا پھر وہ سب جو آج اس نے سنا تھا' وہ سسکیوں میں اس کا ذکر کر رہی تھی' جو اس کے دل کے قریب تر تھا اور یہ تھا اسے کسی اذیت میں مبتلا کر رہا تھا۔

وہ سارا دن گھر پر ہی تھا' اس کی نگاہیں مائدہ پر تھیں۔ واچ مین کی بیوی نے ڈسٹنگ کی' برتن دھوئے چلی گئی' مائدہ نے لنچ و ڈنر خود تیار کیا تھا' کھانا پہلی بار کھایا تھا اسے پسند آیا' سارا دن جو اس نے مائدہ میں بات شدت سے نوٹ کی وہ عبادت کی پابند تھی ہر نماز کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کے بعد رو رو کر دعا مانگتی اور اس قدر روتی تھی کہ ہچکیاں بندھ جاتی تھیں' فالتو وقت میں وہ گہری سوچوں میں گم رہتی تھی۔ اس کو عمر کی موجودگی کا خیال آتا تو چونک کر کبھی کافی'

غزل

سمندر سارے شراب ہوتے
تو سوچو کتنے فساد ہوتے
گناہ نہ ہوتے ثواب ہوتے
تو سوچو کتنے فساد ہوتے
کس کے دل میں کیا چھپا ہے
بس خدا ہی جانتا ہے
دل اگر بے نقاب ہوتے
تو سوچو کتنے فساد ہوتے
تھی خاموشی ہماری فطرت
جو چند برسوں بھی نبھ گئی ہے
زباں پہ اپنی حجاب ہوتے
تو سوچو کتنے فساد ہوتے

نورالہدیٰ مغل...... حیدرآباد سندھ

جائے یا جوس لیے چلی آتی' جھکی نظروں کے ساتھ...... گویا نظریں اٹھی تو بھید کھل جائے گا چوری پکڑی جائے گی۔

......☆☆☆......

دوسرے دن وہ چاندنی کے پاس چلا آیا تھا' ماں بیٹی نے مل کر وہی ذکر چھیڑ دیا تھا اور آج ان کی باتیں اسے پرکشش نہیں لگ رہی تھیں' ذہن بوجھل ہو رہا تھا اور اعصاب تھکے ہوئے۔

"آج تو لیزی ہوائے بنے ہوئے ہو عمر!" چاندنی نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"رات میں اچھی طرح سو نہیں سکی ہوں ریسٹ کرنے جا رہی ہوں' عمر بیٹے آپ بھی ریسٹ کرلیں' تھکے ہوئے لگ رہے ہیں۔" فردوس کہہ کر اس کے لائے ہوئے سامان کے شاپرز اٹھا کر وہاں سے چلی گئیں' چاندنی نے گھور کر جاتی ہوئی ماں کو دیکھا۔

"ممی کی بھوک ختم نہیں ہوتی' وہ کھانے گئی ہیں سونے نہیں۔"

"کھانے دو کیا ہوا ہر سامان میں دگنی تعداد میں

لایا ہوں۔"

"ڈارلنگ! کیا ہوا ہے تم اپ سیٹ لگ رہے ہو؟" وہ اس سے جڑ کر بیٹھ گئی عمر کو دور ہونا پڑا تھا۔

"اوفوہ! اب تو ہماری شادی ہونے والی ہے پھر بھی فاصلہ؟"

"شادی ہونے والی ہے ہوئی نہیں ہے ہر کام اپنے وقت پر اچھا لگتا ہے۔" اس کے لہجے میں ناگواری در آئی تھی۔

"اچھا ڈیئر! اب تم خفا ہو کر نہ بیٹھ جانا سوری' کیا آج باہر چلنے کا موڈ نہیں ہے۔" وہ مسکرائی۔

"آج موڈ نہیں ہے تم کچھ اچھا سا کک کرو وہ کھائیں گے۔"

"میں اور کوکنگ۔" وہ قہقہہ مار کر ہنسی۔

"تمہیں کوکنگ نہیں آتی؟"

"ارے تم بھی کیسے دقیانوسی مردوں کی طرح باتیں کرتے ہو تم جیسے کروڑ پتی آدمی کی بیوی کھانا پکاتی اچھی لگے گی۔"

"مائدہ کوکنگ کرتی ہے اور بیسٹ کرتی ہے۔" بلا ارادہ اس کے منہ سے نکلا تھا' چاندنی کو برا تو لگا پھر مسکرا کر بولی۔

"وہ چھوٹی فیملی سے آئی لڑکی ہے جہاں مردوں کو قابو کرنے کے لیے گر سکھائے جاتے ہیں اور دیکھ لو تم اس کی تعریف کررہے ہو۔" وہ الماری کھول کر کچھ ڈھونڈ رہی تھی تب ہی چند تصویریں نکل کر کارپٹ پر بکھری تھیں' وہ بے خبر الماری میں بھرے کپڑوں سے الجھ رہی تھی اور وہ شاکڈ ان تصویروں کو دیکھ رہا تھا۔

جن میں وہ دلہن بنی کسی نوجوان کی آغوش میں تھی' اس نے جھک کر ایک تصویر اٹھائی جس میں ان کے ساتھ فردوس بیگم بھی تھیں۔ وہ تصویر اس کی جیب میں منتقل ہوگئی تھی۔ وہ یہاں سکون حاصل کرنے آیا تھا۔ معلوم ہوا وہ دھوکوں' فریبوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے پھر بھی دل کو موہوم سی امید تھی یہ سب جھوٹ ہو' چاندنی کی محبت سراب نہ ہو۔

"اوہ! یہ فوٹوز بھی گر گئے' کالج میں میں نے ڈرامے میں برائیڈل کا رول کیا...... یہ اسی وقت کی فوٹوز ہیں۔" چاندنی ہراساں ہوگئی تھی' خوف زدگی اس کے چہرے کے نقوش سے عیاں تھی وہ اضطرابی انداز میں انگلیوں کو مروڑنے لگی تھی۔

"عمر! خدا کی قسم یہ ڈرامے......"

"شٹ اپ! صفائی وہ دیتا ہے جو مجرم ہوتا ہے' میں یہ لے کر جارہا ہوں' اس میں موجود شخص وہی لگ رہا ہے جو اس رات تمہیں کڈنیپ کررہا تھا۔" اس کے لہجے میں شعلے دہک رہے تھے۔

"اس کی نیت خراب ہوگئی تھی' مجھ پر اس لیے وہ......"

"شٹ اپ' کچھ دیر ویٹ کرو...... پھر دیکھنا تمہاری بے وفائی کا کیسا مزہ چکھاتا ہوں۔" وہ چیخا تھا۔

"ارے کیا ہوا بیٹا' کیوں چیخ رہے ہو؟" فردوس گھبرائی ہوئی آئیں۔

"یہ کون ہے آپ بھی نہیں جانتی اس کو؟" اس نے جیب سے تصویر نکال کر ان کی طرف اچھالی۔

"یہ...... یہ قمر ہے' کمبخت نے زبردستی ڈرا دھمکا کر میری بچی سے نکاح کیا اور بھاگ گیا چھوڑ کر۔" وہ گھبراہٹ میں سچ بول گئیں۔

"ممی! کیا کہہ رہی ہیں آپ؟" وہ اس سچ پر سٹپٹا کر بولی۔ قبل اس کے کہ عمر غصے کی حد سے بڑھ جاتا' اس کا سیل فون بج اٹھا اور واچ مین کی کال سن کر وہ تیزی سے بھاگا تھا۔

"ارے شکر ہے وہ گیا خس کم جہاں پاک...... میں تو کہتی ہوں جان بچی سو لاکھوں پائے کروڑوں کو چھوڑو جان بچا کر بھاگو یہاں سے' تمہاری وجہ سے سارا کھیل بگڑ گیا کتنا کہا تھا ان تصویروں کو جلا دو۔"

"آپ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے ممی! یہ پہلا مرد ہے جس سے میں محبت کرتی ہوں' اس نے مجھ سے محبت ہی نہیں عزت بھی کی ہے۔"

"اب کرے نہ وہ تم سے محبت ہونہہ اب وہ تمہاری

صورت پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرے گا اس سے پہلے وہ واپس آکر ہم کو گولی مارے بھاگ چلو یہاں سے۔"

چاندنی کے خوب صورت چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے اس کی زندگی میں مردوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا ان مردوں میں کبھی بھی عمر یوسف جیسا مرد نہ آیا تھا اور اسے معلوم تھا نہ ہی کبھی آئے گا...... وہ بیٹھ کر روتی رہی جبکہ فردوس پھرتی سے سامان پیک کرنے میں مصروف تھیں۔

◐......◐......◐

نامعلوم کس طرح مائدہ کا پاؤں سلپ ہوا اور وہ واش روم میں گر گئی تھی سر میں لگنے والی چوٹ کے باعث بے ہوش ہوگئی تھی۔ واچ مین کی بیوی صفائی کرنے آئی تو اس نے دیکھا اور واچ مین کو خبر دی اور اس نے اسی لمحے عمر کو کال کردی تھی۔ وہ آندھی طوفان کی طرح وہاں پہنچا تھا وہ ہوش میں تھی واچ مین کی بیوی کاٹن سے اس کا زخم صاف کر رہی تھی جس پر خون جم گیا تھا۔

"کس طرح گر گئیں۔" وہ زخم پر ڈریسنگ کرتا ہوا گویا ہوا۔

"کس طرح پاؤں سلپ ہوا مجھے پتہ ہی نہ چلا۔" وہ آنکھیں موندے نقاہت سے کہہ رہی تھی' باہر آتے ہوئے وہ بے اوسان ہوگئی تھی بدن میں چوٹیں الگ لگی تھیں اور کئی گھنٹے گرے رہنے کی وجہ سے سارا جسم اکڑ کر بہت درد کر رہا تھا۔

"پتہ کس طرح چلے گا خیالوں میں جو کھوئی رہتی ہو... کس کے خیالوں میں کھوئی رہتی ہو؟" چاندنی کے فریب پر وہ ویسے ہی وحشی بنا ہوا تھا مستزاد اس پر وہ اس کی کل امی سے ہونے والی باتیں نہیں بھول پا رہا تھا۔ عجیب پھنکارتا ہوا لہجہ تھا اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا وہ بہت قریب تھا اس کی لو دیتی آنکھیں نیزے کی انیوں کی مانند چبھتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں وہ کبھی قریب نہیں آیا تھا اور اب......!

"بتاؤ جواب دو' جس کو بھول نہیں پاتی ہو' سوگ منا رہی ہو اس کی جدائی کا کون ہے وہ؟" اس کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔

"دیکھو مجھے جھوٹ سے نفرت ہے' سچ سچ بتاؤ' تم اپنی امی سے کیوں خفا ہو؟ کس کا سوگ منا رہی ہو تم؟ کل میں نے تمہاری باتیں سن لی تھیں۔" اس نے گیٹ لاکڈ کردیا۔

اس کی حالت بے چین وابتر تھی۔ شدید ذہنی اذیت کا شکار تھا وہ۔

"آپ نے جس طرح مجھے کہا میں اسی طرح آپ کے ساتھ رہ رہی ہوں۔ پھر آپ کا یہ سب پوچھنے کا مطلب؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"مطلب نہیں حق ہے میرا تم سے جواب طلب کرنے کا میں یہ گلٹی فیل کرتا تھا کہ...... تم سے ناانصافی کر رہا ہوں' تمہارا حق تمہیں نہیں دے پا رہا' تم کتنی نیک و پارسا ہو جو کوئی بھی لفظ زبان پر لائے بنا میرا بھرم رکھ رہی ہو لیکن معلوم نہ تھا تم خیالوں میں کسی اور کے ساتھ وقت گزار رہی ہو تب ہی میری پروا نہیں ہے تمہیں۔"

"کیا سارے حقوق مردوں کو حاصل ہیں وہ بیوی کی موجودگی میں بھی دوسری عورتوں سے چکر چلا سکتے ہیں' ہنی مون کے نام پر بیوی کو لا کر کمرے میں بند کرتے ہیں اور باہر عیاشیاں کرتے ہیں۔"

خواہش

انسان کی خواہشات سے اللہ کو دلچسپی نہیں ہے وہ اس کی تقدیر اپنی مرضی سے بناتا ہے' اسے کیا ملتا ہے اور کیا نہیں ملتا اس کا فیصلہ وہ خود کرتا ہے جو چیز آپ کو ملتی ہے اس کی آپ خواہش کریں یا نہ کریں وہ آپ ہی کی ہے وہ کسی دوسرے کے پاس نہیں جائے گی مگر جو چیز آپ کو نہیں ملتی وہ کسی کے پاس بھی چلی جائے مگر آپ کے پاس نہیں آئے گی۔ انسان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ جانے والی چیز کے غم میں مبتلا رہتا ہے آنے والی چیز کی خوشی اسے مسرور نہیں کرتی۔

عمیرہ احمد کی تصنیف 'ایمان امید اور محبت' سے اقتباس

عروسہ شہوار رفیق...... کالا گوجراں' جہلم

"فضول بولو ورنہ منہ توڑ دوں گا تمہارا۔" وہ دھاڑا۔
"کون ہے وہ بتاؤ؟ جس کے تصور سے تم نکلتی نہیں ہو، یقیناً میری غیر موجودگی میں تم اس سے سیل پر باتیں بھی کرتی ہو گی۔"
"حماد......!" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا، کئی آنسو بھی ٹوٹ کر گرے۔
"حماد!" اسے لگا وہ شعلوں میں گھر گیا ہو۔
"تم میں اور بازاری عورت میں کوئی فرق نہیں ہے وہ گاہکوں کو الو بناتی ہیں اور تم جیسی عورتیں اپنے شوہروں کو۔"
"عورت سچ بول دے تو بازاری کہلاتی ہے اور مرد ہر گناہ کر کے بھی مرد کہلاتا ہے عمر صاحب! بازاری حرکتیں کرنے والے مرد بھی بازاری ہوتے ہیں...." بھرپور تھپڑ اس کے رخسار پر پڑا تھا۔
"چلو..... میں اب تمہاری صورت بھی دیکھنا نہیں چاہوں گا۔" وہ سر جھکا کر رونے لگی تھی۔

◐......◐......◐

اشکوں میں بہہ گیا ہے ہر ایک خواب آرزو
چہرے پر حسرتوں کا لبو ل رہے ہیں ہم......!

رات کی فلائٹ سے وہ کراچی واپس آ گئے تھے۔ راستہ خاموشی سے کٹا تھا۔ عمر گیٹ سے ہی اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ عارف اور رضوانہ نے معاملے کی سنگینی محسوس کر لی تھی مگر اس کی حالت دیکھ کر چپ رہے تھے۔ وہ آ کر کچھ دیر بعد سو گئی اور ساری رات سکون سے سوتی رہی تھی۔ ناشتے کے بعد عارف نے خود اس سے اس طرح واپسی کی وجہ پوچھی تھی اس نے بھی پہلی رات سے کل تک ہونے والے واقعے کی ہر بات ان کو بتا دی تھی۔ وہ بیٹی کی حرماں نصیبی پر دنگ رہ گئے۔
"رضوانہ! تم نے ایسا کر کے اچھا نہیں کیا، مائدہ پہلے دن ہی عمر کو حماد کے متعلق سب بتا دیتی تو آج اس طرح واپس نہیں آتی۔" ان کے شانے ڈھلک گئے بے دم سے ہو گئے وہ۔
"پھر تو وہ اسی رات واپس بھیج دیتا۔" وہ آہ بھر کر بولیں۔
"واپس تو اس کو آنا ہی تھا...... ہزار بار سمجھایا حماد اور مائدہ کو نہیں ملنے دو، شریعت محرم، غیر محرم کے ملاپ کی اجازت نہیں دیتی۔ منگنی کوئی تعلق نہیں ہے، جس میں لڑکا لڑکی بے تکلفی سے ملیں۔"
"ہمیں کیا پتہ تھا حماد اتنی جلدی چلا جائے گا؟"
"پتہ تو کسی کا بھی نہیں ہے کب کس کا بلاوا آ جائے۔ اس طرح ملنے جلنے سے اس طرح کی محبتیں پیدا نہیں ہوتی۔" آج ان کی باتیں بامعنی ان کی سمجھ میں آ رہی تھیں اور پچھتاووں کے ساگر میں وہ ڈوبتی جا رہی تھیں۔
"امی! میں اب کبھی وہاں نہیں جاؤں گی۔" مائدہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"میں اب تمہارے معاملے میں نہیں بولوں گی، تم کو پورا اختیار ہے اپنی زندگی کا فیصلہ کرنے کا۔" وہ دھیمے سے گویا ہوئی۔
"کاش! یہ اختیار پہلے ہی آپ مجھے دے دیتیں تو......"
"ہم نے تمہاری بہتری چاہی تھی، بڑے لوگوں میں بیاہ کر سوچا تھا تمہارا مستقبل محفوظ کر دیا ہے تمہیں وہاں کوئی دکھ نہیں ہوگا۔"
"بڑے لوگوں کے دل بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔" اس کے خیالوں میں عمر کا آگ برساتا چہرہ تھا۔

◐......◐......◐

مائدہ کو گھر اتار کر اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ وہ گھر آیا تو ملازم سے پتا چلا مما پپا مناہل کے گھر گئے ہیں اور کل آئیں گے...... وہ بھڑکتے ذہن کو پرسکون کرنے کے لیے ٹرنکولائزر کھا کر سو گیا۔ دوسرے دن اس کی آنکھ مما کی دستک کی آوازوں سے کھلی اس نے دروازہ کھولا۔
"ارے بہو کہاں ہے اور آپ بنا اطلاع دیئے آ گئے؟" وہ کمرے میں اسے نہ پا کر حیرت سے بولیں۔
"آ رہا ہوں ابھی ہاتھ لے کر بھرتا ہوں آپ کی لاڈلی کے کرتوت جس طرح کی زندگی وہ گزار کر آئی

ہیں۔" اس کا موڈ بری طرح آف تھا وہ ان کو حق دق چھوڑ کر چلا گیا۔ یوسف صاحب نے تحمل سے اس کی باتیں سنی جو باتیں کم الزامات زیادہ تھے پھر اچانک وہ اٹھا اور ان کے قدموں میں بیٹھ کر اپنے گستاخانہ رویوں کی معافی کے ساتھ ساتھ چاندنی کی ہرجائی پن کی ساری تفصیل بتا ڈالی' وہ بار بار معافیاں مانگ رہا تھا۔

"میں اپنے پروردگار کا بے حد شکر گزار ہوں کہ اس نے تمہیں برباد ہونے سے بچالیا۔" انہوں نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"مائدہ نے تمہیں کوئی دھوکا نہیں دیا وہ بے خطا لڑکی ہے۔"

"اس نے خود اقرار کیا ہے کہ وہ حماد......؟"

"حماد اس کے کزن کا نام ہے...... جواب اس دنیا میں نہیں ہے۔"

"دنیا میں نہیں ہے! آپ کا مطلب ہے وہ مر گیا ہے؟" وہ چونکا۔ یوسف صاحب نے اسے سب کچھ بتا دیا۔

"آپ کے پاپا نے پہلے ہی منع کر دیا تھا ورنہ میں آپ سے کچھ نہ چھپاتی اور وہاں مائدہ کی امی نے اسے قسم دی تھی مائدہ بھی پہلی رات ہی آپ کو اپنے بارے میں بتانے سے گریز نہ کرتیں۔" وہ شرمندہ ہوا انجانے میں کیا کچھ نہ وہ اسے کہہ گیا تھا اپنے ہر ہر لفظ سے اسے پچھتاوا ہو رہا تھا' غصہ عقل کا دشمن ہوتا ہے۔

مما پاپا اپنی لاڈلی بہو سے ملنے چلے گئے تھے' اس سے نہیں پوچھا تھا۔ چاندنی کے وقتی پیار کی سیاہ پٹی آنکھوں سے ہٹی تو اسے سب صاف صاف دکھائی دینے لگا' پیار میں دھوکہ کھا کر وہ ہر شے سے بے زار ہو گیا تھا۔ پھر ٹوٹ کر چاہنے والا ساتھی اچانک چلا جائے تو......!

"میں محبت میں ایک لمحہ برداشت نہ کر سکا تم بہادر ہو مائدہ۔" حماد نے کال کر کے کہا۔

"آئم سوسوری میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا' بے جا الزامات لگائے۔"

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا' عمر یوسف! اب آپ مجھے میری زندگی جینے دیں' میں حماد کی یادوں سے کبھی باہر نہیں آؤں گی آپ کو میں حماد کی جگہ نہ دے سکوں گی...... آپ مجھے......"

"پلیز آگے کچھ مت کہنا۔" اس نے جلدی سے بات کاٹی۔

"تم مجھے ہر حال میں قبول ہو' حماد کی یادوں سمیت۔" اس کے لہجے کی سرد مہری غائب تھی' بہت میٹھے لہجے میں وہ بات کر رہا تھا۔ مائدہ کے ہونٹوں پر ویسی ہی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مائدہ! میں نے انجانے میں پاپا کا بہت دل دکھایا ہے' اب ٹھوکر کھا کر مجھے عقل آ گئی ہے' ہمارے بڑے جو ہمارے لیے فیصلے کرتے ہیں وہ ہی ہمارے لیے بہترین و کامیاب ہوتے ہیں۔"

"جی...... بس ہم کو ٹھوکر لگ کر ہی عقل آتی ہے' اس وقت تو ہمارے اپنے سب سے زیادہ دشمن لگتے ہیں۔" وہ بھی پاپا کی باتوں کو آج سمجھی تھی' منگنی کوئی ایسا تعلق نہیں ہے جس کی بنیاد پر وہ حماد کے ساتھ رہتی تھی...... پہلے ہی وہ فاصلہ تھی تو آج حماد کا دکھ اتنا بڑا نہ لگتا۔

"میں آ رہا ہوں تمہیں لینے ریڈی ہو جاؤ۔" وہ مسکرا کر بولا۔

مائدہ نے بھی سمجھوتہ کر لیا تھا...... حماد کی محبت شاید عمر کی سنگت میں کبھی نہ کبھی کم ہو جانی تھی۔

شام کا گلابی سماں تھا سمندر کی لہریں سورج کی روشنی سے چمک رہی تھیں اور وہ اس کا ہاتھ تھامے اس جگہ ہی جا رہا تھا جہاں وہ اور حماد کبھی بیٹھا کرتے تھے۔

اس کی آنکھوں سے ایک موتی گرا اور ریت میں جذب ہو گیا۔

راحت وفا

قسط نمبر 10

سمٹ سکا نہ کبھی زندگی کا پھیلاؤ
کہیں بھی ختم غمِ عاشقی نہیں ہوتا
نکل ہی آتی ہے کوئی نہ کوئی گنجائش
کسی کا پیار کبھی آخری نہیں ہوتا

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

شرمین صفدر کو عارض کی طرف سے آنے والا میسج دکھاتی ہے۔ صفدر شرمین کو تسلی دے کر خود عارض سے بات کرنے کو کہتا ہے مگر شرمین منع کر دیتی ہے۔ بجنا عارض کو ایک ریستوران میں دیکھ کر اس کے پاس آ بیٹھتی ہے وہ غیر مذہب سے تعلق رکھتی ہے اور عارض سے دوستی کرنا چاہتی ہے۔ زیبا کے والد کا انتقال ہو جاتا ہے اور اس کی خود کی طبیعت بھی بگڑ جاتی ہے۔ تدفین کے بعد جہاں آرا بیگم صفدر سے زیبا کو گھر لے جانے کا کہتی ہیں تو زیبا کشش و پنج میں گھری ننھی کو دیکھنے لگتی ہے۔ صفدر کا رویہ بھی زیبا کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتا وہ جہاں آرا بیگم کے سامنے گھر کے کام کا عذر رکھتا ہے تو جہاں آرا بیگم حکم صادر کر دیتی ہیں جو اسے مجبوراً ماننا پڑتا ہے اور زیبا کو لے کر گھر آ جاتا ہے۔ بوبی کو بھولی کا گھر آنا انتہائی ناگوار گزرتا ہے وہ اس کی معصوم حرکتوں اور سر میں لگے تیل آنکھوں میں لگے کاجل سے خار کھاتا ہے اور بھولی کو ان سب کے استعمال سے سختی سے منع کرتا ہے آغا جی عارض کو فون کر کے واپس آنے کے لیے کہتے ہیں تو وہ انہیں شرمین سے رشتہ ختم ہونے کا بتا کر حیران کر دیتا ہے۔ صفدر عارض کو فون کر کے شرمین سے رشتہ ختم کرنے کی وجہ پوچھتا ہے تو وہ ٹال جاتا ہے جس پر صفدر کو غصہ آ جاتا ہے۔ شرمین کو اپنے گھر کے کاغذات میں سے صبیح احمد کا ایک خط ملتا ہے جس کو پڑھ کر وہ افسردہ ہو جاتی ہے۔ زیبا کی اچانک طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ صفدر امی اور زیبا کو اسپتال چھوڑ کر جانا چاہتا ہے لیکن جہاں آرا بیگم اس کو کہیں بھی جانے سے سختی سے منع کر دیتی ہیں۔ بوبی کی بڑھتی ہوئی بے باکی کو دیکھتے ہوئے زینت آپا بوبی کے منہ پر تھپڑ مار دیتی ہیں۔ بوبی غصہ سے ناشتہ چھوڑ کر اپنے کمرے میں بند ہو جاتا ہے جبکہ شرمین خود کو قصوروار محسوس کرتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتی ہے۔ ننھی اسپتال کے باہر لان میں بنچ پر بیٹھے صفدر کو بیٹے کی ولادت کی خوشی سنا کر اسے سمجھاتی ہے کہ وہ زیبا اور بچے کو قبول کرے مگر صفدر صاف انکار کر دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیں)

O......❖❖......O

کئی ہفتوں کے بعد موسم میں خوش گوار تبدیلی آئی تھی آسمان صاف تھا خنکی میں بھی بہت کمی آ گئی تھی۔ سنہری دھوپ امریکیوں کے لیے تو کسی نعمت سے کم نہیں ہوتی۔ بہت چہل پہل اور گہما گہمی کا سماں تھا۔ وہ آفس سے واپسی پر راستے میں آنے والے ایک پارک کے قریب رک گیا۔ گاڑی پارک کی اور اندر آ گیا۔ بچے کھیل رہے تھے چند جوڑے چہل قدمی کر رہے تھے۔ کچھ ادھیڑ عمر مرد اور خواتین بنچوں پر بیٹھے اخبار اور میگزین پڑھنے میں منہمک تھے وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ یہاں دل بہل جائے گا فراز آ جائے گا آفس میں ضروری کام نمٹائے اور زیادہ دیر بیٹھ نہ سکا۔

نہ دل کو وہاں تسلی اور سکون تھا اور نہ یہاں بے دلی سے دھیرے دھیرے چلنے لگا۔ کسی کی اس کی طرف توجہ نہیں تھی وہاں ویسے بھی کسی کو کسی سے مطلب نہیں ہوتا۔ چھوٹے سے پارک کے آخری کونے میں وکٹوریا سٹائل کے وڈن بینچ پر بیٹھ کر خالی خالی نگاہوں سے وہ ایک ہی سمت دیکھنے لگا۔ مگر وہاں بھی درختوں کی اوٹ سے شرمین کا چہرہ ہی دکھائی دیا۔

"تم مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتیں؟ میں بے شمار چہرے فراموش کر آیا ہوں۔ تم...... تم کیوں سائے کی مانند میرے تعاقب میں رہتی ہو؟ کیوں مجھے یاد دلاتی ہو...... یاد دلاتی ہو تو...... سنو میں کب تمہیں بھول سکا ہوں۔ مجھے تو ہر پل تمہاری یاد آتی ہے کبھی سانسوں کے چلنے پہ تو کبھی دل کے مچلنے پہ، کبھی بارش کے برسنے پہ تو کبھی آنکھیں چھلکنے پہ تم سنو تو سنو کبھی چاند کے نکلنے پہ تو کبھی سورج کے ڈھلنے پہ کبھی دن کے سویروں میں تو کبھی رات کے اندھیروں میں...... دیکھ سکو تو دیکھو میں تمہیں بھول نہ سکا تمہاری یاد آتی ہے لوگوں کے میلے میں تو کبھی تنہا اکیلے میں۔ میں نے تم ہی سے محبت کی اور تم کتنا آسانی سے کسی اور کے لیے چھوڑ دیا اب میں عمر بھر بھٹکتا رہوں گا یہاں وہاں اور معلوم ہے کہ اب ہمارا ملن ممکن نہیں تم میرے لیے اپنی پہلی محبت کیسے بھول سکتی ہو اور وہ بھی تو شاید دیوانہ وار تمہیں چاہتا ہے۔ تمہاری فوٹو سینے سے لگائے پھرتا ہے میں تمہارا کچھ بھی نہیں تھا۔ بس اتفاقاً ملے اور پھر جدا ہوگئے کاش! تم نے ایک بار میرے کہنے پر ہی سہی، میری خواہش پر ہی سہی ایک بار صرف ایک بار اقرار محبت کیا ہوتا پھر چاہے انکار کیا ہوتا لیکن شرمین وہ شخص قابل رحم ہے میرے نزدیک دل کا مریض ہے اسے بکھرنے سے تمہیں ہی بچانا چاہیے۔ کاش! میں اسے سمجھا سکتا تمہارے بارے میں بتا پاتا۔ اب تو شاید ہی کبھی ملاقات ہو۔ میں کب تک تم سے بچ کر یہاں چھپا رہوں گا آخر مجھے لوٹنا ہے لیکن تمہارے لیے نہیں۔" آخری جملہ بجاتے بخوبی سنا تو بولی۔

"کس سے باتیں کررہے ہو؟"

"آپ......؟" وہ بری طرح چونک اٹھا اسے دیکھ کر خوش گوار تاثر چہرے پر نہیں آیا تو وہ منہ پھلا کر بولی۔

"اس قدر برا منہ بنایا جیسے میں بھوت پریت یا کوئی آتما ہوں۔"

"بس...... مجھے ایسا لگتا ہے۔" وہ پوری سنجیدگی سے کہہ گیا تو وہ اور برا مان کر قریب بینچ پر بیٹھ گئی۔

"کیا لگتا ہے؟"

"یہی کہ آپ میرا تعاقب کسی آسیب کی مانند ہی کررہی ہیں۔"

"کاش آپ اس بات کی جگہ یہ کہہ دیتے کہ آپ میرے لیے بے قرار ہو کر نیو یارک کی خاک چھان رہی ہیں۔"

"یہاں خاک ہوتی ہی نہیں۔"

"ہاہاہا...... ویری فنی۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ اٹھنے لگا تو اس نے شرٹ کھینچ کر بٹھالیا۔

"کچھ تو خیال کریں آپ کو تلاش کرنے میں اچھا خاصا وقت برباد کیا ہے۔"

"حیرت ہے آپ کی بے تکلفی پر۔" وہ روکھے لہجے میں کہہ گیا۔

"مجھے بھی حیرت ہے آپ کی لاتعلقی پر۔"

"ایکسکیوزمی ہمارا کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔" کھرا جواب تھا۔

"تو بن جائے گا۔"

"وہاٹ......؟"

"میرا مطلب، بار بار ملتے رہنے سے شناسائی ہو ہی جاتی ہے۔" اس نے بات بنائی۔

"او کے..... میں اجازت چاہتا ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
"تو میں نے بھی ساتھ جانا ہے یار میں پیدل جاؤں گی کیا؟" اس نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔
"مگر......!"
"مگر کیا؟ آپ مجھے میرے اپارٹمنٹ کے قریب ڈراپ کر دیجیے گا۔"
"لیکن میں آپ کو ساتھ نہیں لے جاسکتا۔"
"او کے...... بائے بائے سی یو مارو۔" سنجنا نے فوراً ہی کہہ دیا تو عارض کو کچھ شرمندگی ہوئی تو کچھ دیر رکا اور پھر بولا۔
"چلیے میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔"
"اوہ...... تھینک یو۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہوگئی وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا آگے آگے چل دیا تو وہ پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

O......❖❖......O

جہاں آرا بیگم کے لیے حیران کن لمحہ تھا۔
وہ کسی گہری سوچ میں غلطاں تھا جبکہ انہوں نے ریشم کے گالے جیسا وجود اپنی محبت کی بانہوں میں سمیٹ کر اس کی طرف بڑھایا تھا۔ جسے وہ دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔ نغمی کمرے سے باہر کسی کام سے آئی تو یہ منظر دیکھ کر رکی اور بولی۔
"صفدر بھائی، بیٹے کی خوشی میں کہاں کھو گئے ہیں آپ؟" وہ چونکا۔
"ارے یہی تو میں بھی دیکھ رہی ہوں، مگر خوشی دکھائی تو نہیں دے رہی۔" جہاں آرا اماں تھیں اندازہ لگاتے ہوئے بولیں۔
"ماتھے پر لکھ کر لگالوں؟" بڑا اکھڑا ہوا جواب تھا۔
"صاحب اولاد ہونے پر ماں باپ ایسا ہی تو کرنا چاہتے ہیں۔" نغمی نے بڑی گہری ضرب لگائی۔
"جی بجا فرمایا آپ نے۔" اس نے جل کر نغمی کو جواب دیا۔
"اب پکڑو بچے کو، کان میں اذان دو۔" جہاں آرا نے اس طرح کہا کہ اس نے جلدی سے اسے تھام لیا۔ ریشم کی پوٹلی سی اس کے مضبوط ہاتھوں میں آئی اور ایک عجیب سی لہر ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کرگئی۔ خوب صورت گول مٹول سا بچہ آنکھیں موندے۔ جو اس کے ہاتھوں میں تھا وہ اس کا بیٹا ہے یہ سوچ کر اس نے جھرجھری سی لی اور جلدی سے کمرے میں گھس کر اسے بیڈ پر لٹا دیا۔ زیبا سے کافی فاصلے پر، زیبا نے جلدی سے اسے اچک کر بانہوں میں بھر لیا۔ وہ کمرے سے بھاگ جانا چاہتا تھا کہ زیبا نے ہی قفل توڑا۔
"اگر خود اذان نہیں دینی تو کسی مولوی صاحب کا بندوبست کر دیں۔ میرا بچہ اللہ کا نام تو سن لے۔" وہ خاموش رہا تو وہ پھر بولی۔
"اور اس کا نام؟"
"مجھ سے پوچھنے کی وجہ؟"
"تاکہ آپ کو شکوہ نہ رہے۔"
"کیسا شکوہ؟"
"کہ نام رکھنے کا موقع نہیں دیا۔"
"دیکھو ان فضول باتوں کے سہارے کوئی راہ نکالنے کی ضرورت نہیں جو دل چاہے رکھو، بس یہاں سے جانے کی

تیاری رکھو۔" وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔

"یاددہانی کا شکریہ آپ کہیں تو میں ابھی چلی جاتی ہوں۔"

"کہاں؟" جہاں آرا زیبا کے لیے یخنی لے کر کمرے میں آئیں آخری جملہ سن کر بولیں۔

"جی... میں کمرے سے باہر جانے کا کہہ رہی تھی۔" زیبا ٹال گئی۔ تو وہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔

"ہرگز نہیں، ابھی زیادہ چلنے پھرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ بولیں۔

"میں باہر جارہا ہوں۔" صفدر نے کہا تو جہاں آرا جذباتی ہوگئیں۔

"اذان دی؟"

"امی اسی کے لیے جارہا ہوں مولوی صاحب کو لاتا ہوں۔" صفدر نے فوری طور پر جھوٹ گھڑا۔

"بہتر تو یہ تھا کہ تم خود اذان دو بچے کے کان میں۔" وہ بولیں۔

"مجھے ٹھیک سے دینی نہیں آتی۔"

"چلو ٹھیک ہے نماز پڑھ کے ساتھ ہی لے آؤ۔"

"جی بہتر ہے۔"

"صبح سب سے پہلے بچے کا عقیقہ ہوگا مٹھائی بھی آرڈر کرو۔" جہاں آرا نے آرڈر دیا تو وہ جل کر بولا۔

"میں نماز چھوڑ دوں کیا؟"

"نہیں، صفدر بھائی آپ جائیں۔" منمی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تو وہ غصے سے باہر نکل گیا۔

"پتا نہیں صفدر کو کیا ہوگیا ہے؟" جہاں آرا کچھ فکرمندی سے بولیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں خالہ جان، صفدر بھائی کو خوشی نہیں ہوئی۔" منمی نے کہا۔

"ایسا تو نہیں ہوسکتا شاید کوئی دفتری پریشانی ہوگی۔" جہاں آرا نے ٹالنے کی خاطر کہا۔

"منمی اب تم آرام کرو۔" زیبا نے کہا گزشتہ دو راتوں سے وہ سو بھی نہیں سکی تھی۔

"کوئی بات نہیں، میں آرام سے ہوں کل صبح حاجرہ خالہ کے پاس چلی جاؤں گی۔"

"بیٹا، میں کھانا تیار کرکے آواز دوں گی پھر آرام کرنا۔" جہاں آرا اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"خالہ، میں نے سالن پکالیا ہے آپ چلیں میں چپاتی پکاتی ہوں اور پھر آپ کے ساتھ ہی سوؤں گی۔" منمی نے جواب دیا۔

"ابھی صفدر آتے ہوں گے۔" زیبا نے یاد دلایا۔

"ہاں...... اس کے آنے پر ہی کھانا کھائیں گے۔" جہاں آرا بیڈ کے قریب آگئیں اور پوتے کو گود میں لے کر بیٹھ گئیں۔

○......❖❖......○

یوبی کھانے کے لیے نہیں آیا تو ثمرین کو کافی شرمندگی محسوس ہوئی، زینت آپا تو رات کا کھانا ٹھیک طریقے سے کھاتی نہیں تھیں۔ اس نے بھولی کو اس کے کمرے میں بھیجا تو وہ کافی دیر گزرنے کے باوجود واپس نہیں آئی تو اس نے خود بھی کھانا چھوڑ دیا۔ زینت آپا کے لیے شوگر فری بسکٹ اور گرم دودھ کا گلاس لیا اور باہر نکلی تو بھولی راستے میں مل گئی وہ رک گئی بھولی نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"چھوٹے صاحب نے میری بات ہی نہیں سنی۔"

"اتنی دیر سے تم کیا کررہی تھیں؟" اس نے پوچھا۔

"چھوٹے صاحب نے سارا سامان پھینک رکھا تھا۔"

"اوہ...... سمجھ گئی۔"

"میں نے سب ٹھیک کرکے رکھ دیا۔" بھولی نے کہا۔

"اچھا کیا اور کھانے کے برتن اٹھواؤ اور جا کر سو جاؤ۔"

"ایک بات ہے۔" بھولی نے متوجہ کیا تو وہ رک گئی۔

"کیا؟"

"چھوٹے صاحب نے بڑی جلدی سارے کپڑے رکھ لیے۔"

"کیا مطلب؟"

"کالے بیگ میں سب کپڑے رکھ لیے ہیں۔"

"بیگ میں، کہاں تھا بیگ؟" ثمرین ٹھٹکی۔

"وہیں کمرے میں، وہ کہیں جارہے ہوں گے۔" بھولی نے اپنی دھن میں بتایا اور آگے بڑھ گئی مگر وہ وہیں کھڑی سوچنے پر مجبور ہوگئی بیگ کی تیاری چونکا دینے کو کافی تھی۔

اس نے بابا کو دیکھا آواز دی اور دودھ، بسکٹ والی ٹرے انہیں تھما کر روبی کے کمرے کا رخ کیا کمرے کے باہر چند لمحے رکی رہی، یقیناً اس نے بھی ردعمل ظاہر کرنا ہوگا کہ وہ چلا جائے مگر اس طرح تو ایک ماں سے اس کا اکلوتا بیٹا دور ہوجائے گا۔ یہ خیال ذہن میں آتے ہی اس نے دروازے پر دستک دی اور دروازہ ہلکا سا اندر کی طرف دھکیلا تو بھولی کے کہنے کے مطابق اس کا بڑا سا سفری بیگ تیار رکھا تھا۔ وہ اوندھے منہ بیڈ پر دراز تھا۔ کمرے کی حالت کافی حد تک بھولی سنوار گئی تھی۔ مگر پھر بھی کمرے کا نقشہ بگڑا ہوا تھا کچھ شرٹس، ٹائیاں، میز پر پڑی تھیں اور چھوٹی چھوٹی چیزیں بھولی ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ گئی تھی۔ اس نے کسی بھی چیز کو ہاتھ لگائے بغیر واپسی کا ارادہ کیا مگر وہ شاید آہٹ پاکر کسمسایا اور پھر نیم وا آنکھوں سے دیکھا۔

"تماشا دیکھنے آئی تھیں۔"

"کیسا تماشا؟" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"بھولی نے بتایا ہوگا تو اطمینان ملا ہوگا۔" وہ کلی طور پر بیدار ہوچکا تھا۔

"بھولی نے کیا بتانا تھا اسے کیا کہہ کر بھیجا تھا؟"

"بتایا ہوگا کہ بیگ تیار ہے ایک بے وقوف لوٹ کر جارہا ہے۔" وہ طنزیہ بولا۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں بتایا اس نے۔" اس نے کوئی تاثر دیے بنا کہا۔

"تو اب جان لو جارہا ہوں تم نے مجھے بے وقوف بنایا۔"

"الزام تراشی کی ضرورت نہیں اور تم کیوں جاؤ؟" وہ یہ کہہ کر اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"تاکہ تم خوش رہو کوئی تمہاری تکلیف کا سبب نہ رہے۔"

"چلتی ہوں! اس کا فیصلہ ابھی باقی ہے۔" وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ روبی کو اور بھی غصہ آیا ایک بار پھر سارا سامان کمرے میں میدان جنگ کا منظر پیش کرنے لگا۔ پرفیومز کی خوب صورت نازک بوتلیں کرچی کرچی ہوگئیں اس پر بھی سکون نہ ملا تو سائیڈ ٹیبل سے اپنی فوٹو اور کمپیوٹر زمین پر اٹھا کر پھینک دینے کے بعد

گھریلو ہتھیار

چمٹا: جب انسان نے آگ جلانا سیکھی تو یہ خطرناک ہتھیار بھی وجود میں آ گیا اگر بیگم کا نشانہ صحیح ہو تو کیا مجال ہے کہ شوہر اپنے آپ کو اس سے بچا سکے۔

بیلن: بہترین خانگی ہتھیار ہے انتہائی خطرناک بھی جبکہ بیگم کے لیے ایک معمولی کھلونے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ صبح دوپہر سہ پہر شام اور رات کو اس کا کثرت سے استعمال شوہر کو مٹھی میں رکھتا ہے۔

پھوکنی: سنگین صورتحال میں جل ککڑی بیگمات اس کا بھرپور استعمال کرتی ہیں۔ چمٹے کا ہم عصر ہتھیار ہے غریب طبقے میں عام ہے۔

چمچہ: گو کہ اس کے سائز اور معیار میں فرق ہوتا ہے مگر یہ ہر گھر کی اشد ضرورت ہے۔ مظلوم نکمے سست مجبور اور مغموم شوہر کو راہ راست پر لانے کے لیے نہایت موزوں ہتھیار ہے۔

مگرمچھ کے آنسو: بے غم (بیگم) کا سب سے موثر ترین ہتھیار...... پانی کے دو نمکین جھوٹے قطرے بڑے بڑے پہاڑ ڈھا دیتے ہیں۔ یہ بیگمات کا آخری ہتھیار ہے ہر کلاس میں اس کا استعمال عام ہے۔ بڑے بڑے نامور ہیرو اس کے آگے ڈبل زیرو ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔

عائشہ پرویز...... کراچی

دوبارہ بستر پر گر گیا۔ اسے لگتا تھا کہ شرمین اسے منائے گی اس کا بیگ کھول کر سب کپڑے نکالے گی اسے روکے گی مگر ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔

"محبت کیا چیز دیکھ کر ہوتی ہے؟ چہرہ، دولت، عمر یا محبت......" وہ اپنی پشت سے بوبی کی آواز سن کر پلٹی جب سے اس کے کمرے سے آئی تھی تب سے بالکونی میں کھڑی اپنے لیے موزوں فیصلہ کرنے کا سوچ رہی تھی۔ ایسا فیصلہ جس سے زینت آپا کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ ان کی زندگی کا محور بوبی ہے اور بوبی سے وہ بدظن ہو کر خود کو سزا دیں گی۔ ان کو تکلیف ہوگی اور ان کی تکلیف میں وہ کسی قسم کا اضافہ نہیں کر سکتی۔ بوبی کے منہ پر تھپڑ مار کر انہوں نے خود کو کمرے میں قید کر لیا۔ بالکل چپ سادھ لی۔ ناشتے کے لیے میز پر نہیں آئیں اور اگر بوبی کا بیگ دیکھ لیں گی تو شاید ان کا صدمہ ناقابل تلافی ہوگا اس صورت میں کیا کرنا چاہیے۔ یہی سوچ رہی تھی کہ اب وہ خود روبرو آ گیا تھا۔

"بولیے؟"

"بوبی، میرے پاس بولنے کو کچھ نہیں ہے مجھے تو اب فیصلے کا حق استعمال کرنا ہے۔" وہ بہت آہستگی سے کہہ کر کمرے کے اندر آ گئی۔

"کیسا فیصلہ؟"

"میرا ذاتی مسئلہ ہے۔" اس نے کچھ غیر معمولی سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ...... مطلب ہم غیر ہیں۔" وہ برا مان گیا۔

"دیکھو بوبی بات اپنے یا غیر کی نہیں ہے اصول کی ہے۔" وہ کرسی پر آرام سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"محبت میں کوئی اصول نہیں ہوتا۔" وہ چلایا۔

"آہستہ بولو مت تہذیب چھوڑو۔"

"میرا خیال تھا کہ تم میرے جانے کا سن کر پہنچ جاؤ گی۔"

"تو تم مجھے آزما رہے تھے۔"

"یہی سمجھ لو اگر تم نہیں تو پھر مجھے جانا ہے۔"
"میرا خیال ہے مجھے یہ فیصلہ کرنا ہے۔"
"کیسا پتھر دل ہے تمہارا؟"
"تھا نہیں، بنا دیا گیا۔" وہ زخمی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔
"شرمین محبت میں طاقت ہوتی ہے ایک دوسرے کو جذب کرلیتی ہے۔"
"یو بی کوئی طاقت نہیں ہوتی محبت ایک دھوکہ فریب خود ساختہ لذت کے سوا کچھ نہیں میں نے محبت کا چہرہ پڑھ رکھا ہے۔"
"میں اپنی محبت کی بات کررہا ہوں۔"
"تم بھی اس لفظ کی حقیقت سے جلد آشنا ہو جاؤ گے۔" وہ تلخی سے بولی۔
"یہ محبت نہیں ہے کہ تمہاری وجہ سے آیا اور تمہارے لیے جاسکتا ہوں۔" اس نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔
"میں نے ایسا نہیں چاہا مجھے کوئی مطلب نہیں۔"
"میرے جانے سے......" وہ دکھی ہو کر بولا۔
"یو بی، تمہیں اپنی ماما کا خیال کرنا چاہیے۔" اس نے ٹالا۔
"ان کا خیال اور ہے اور تمہارا اور......" وہ اڑ گیا۔
"اچھا پلیز اب جاؤ میرے سر میں بہت درد ہے۔"
"شرمین۔"
"ہمم۔"
"پلیز۔" بہت منت تھی اس کی آنکھوں میں وہ دیکھ نہ سکی پلکیں گرالیں۔
"جاؤ، جا کر سامان سیٹ کراؤ" اس نے اشارتاً کچھ کہا۔
"مطلب۔"
"زینت آپا کو بہت صدمہ ہوگا۔"
"اور تمہیں۔"
"میں نے ابھی سوچا نہیں۔"
"سوچو پلیز۔"
"تو کہا اب جاؤ۔" اس نے کہا تو وہ چلا گیا۔

......☆☆☆......

بابا کی غیر متوقع آمد ہوئی تھی۔
عارض حیرت زدہ سا انہیں دیکھ کر لپٹ گیا ان کے سینے سے لگ کر شکوہ کیا۔
"مجھے اطلاع کیوں نہیں دی، میں ائرپورٹ آجاتا۔"
"میں جانتا تھا کہ میرے بیٹے کے پاس آج کل ٹائم نہیں ہے وہ نئی کہانی تخلیق کررہا ہوگا۔" بابا نے بڑی گہری بات نرمی سے کہی اور صوفے پر بیٹھ گئے۔
"بابا......ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"نہیں ہوتا تو یہ سب بھی نہ ہوتا۔"
"کیا سب؟" اس نے کچھ اجنبی انداز میں کہا تو وہ بہت حیرت سے بولے۔
"کمال ہے میرے لال سب عہد و پیماں بھول بھال کر ایک معصوم لڑکی کی خوشیاں چھین لیں اور پتا بھی نہیں۔"
"بابا آپ کو کیا اندازہ کہ اسے اس کی خوشیاں ہی دی ہیں۔"
"کیا مطلب ہے تمہارا؟"
"اچھا آپ چھوڑیں اتنی دور یہ پوچھنے آئے ہیں کیا؟"
ہاں یہی پوچھنے آیا ہوں بلکہ دیکھنے آیا ہوں۔" وہ بڑے اطمینان سے بولے۔
"آپ کو یقین نہیں کہ میں اب ایسا نہیں ہوں۔" اس نے پوچھا۔
"عارض میں تمہارا باپ ہوں تم سے زیادہ تم کو جانتا ہوں۔"
"خیر..... آپ چینج کر کے آرام کریں میں کچھ کھانے کا آرڈر کردوں پھر باتیں ہوں گی۔" وہ بولا۔
"وہ منیجر لا رہا ہے میں نے ائیرپورٹ اسی کو بلایا تھا آپ میرے پاس بیٹھو۔" انہوں نے بڑے پیار سے اس کا ہاتھ تھام کر پاس بٹھایا۔
"بابا پلیز شرمین میرے فیصلے سے خوش ہے اس کی خوشی سے میں خوش ہوں باقی میں نے اچھا کیا یا برا اس کا فیصلہ وقت کرے گا۔"
"اور اس وقت تک آپ امریکہ کے مہمان رہیں گے۔"
"میں نے آنا ہی تھا بس چند ضروری کام تھے وہ نپٹا کے آجاتا۔" اس نے نظریں چرائیں۔
"دیکھو عارض شرمین بہت اچھی اور پیاری لڑکی ہے مسلمان، پاکستانی، تعلیم یافتہ اور خوب صورت جس کی خوب صورتی پہ آپ مرتے تھے۔" بابا نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا کہ وہ ٹھٹکا انہوں نے بطور خاص مسلمان اور پاکستانی کیوں کہا؟
"میں نے کب کچھ کہا۔"
"میرا مطلب ہے اپنے مذہب کا خیال کرلو۔"
"بابا مطلب کیا ہے آپ کا؟" وہ سخت تعجب کا شکار ہوا۔
"یار تم آپ خود سمجھدار ہو، تسلیم کرلو ورنہ میں تو آیا ہی بہت کچھ کنفرم کر کے ہوں۔" انہوں نے کافی سنجیدگی سے جواب دیا اس کی چھٹی حس بیدار ہوئی۔
"آپ کی کنفرمیشن غلط ہے۔"
"درست ہے، مزید ثبوت یہاں مل جائیں گے۔" آغا جی نے کچھ خفگی سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ الجھن کا شکار ہوگیا۔
"سوچ لو بس اتنا یاد رکھو کہ مذہب کا فرق کوئی چھوٹا فرق نہیں ہوتا۔" انہوں نے اس کی الجھن بھانپ کر کہا تو وہ جھنجلا گیا۔
"جانتے آپ کیا کہے جارہے ہیں؟"
"میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ تم شرمین کو ایسے کیسے دھوکہ دے سکتے ہو۔"
"شرمین کے لیے میں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے اور بتا دیا ہے اسے بھی صفدر کو بھی۔"
"تو پھر مان لو کہ اس ہندو لڑکی کا جادو چل گیا۔" انہوں نے بم پھوڑ دیا وہ بھک سے اڑ گیا۔

”کیا...... یہ آپ کو کس نے بتایا؟“
”یہ چھوڑو کہ کس نے بتایا۔“
”بابا آپ اس وجہ سے آ گئے۔“ اسے حیرت ہوئی۔
”ہاں کیونکہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ اس ہنڈولے کی سے تمہاری محبت کتنے دن چلے گی۔“
”اوہ گاڈ......!“ وہ سر تھام کے رہ گیا۔

○......❖❖......○

ننھی کے جانے سے زیبا کو کچھ مشکل کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ حالانکہ وہ آج صبح ناشتا کرا کر گئی تھی جہاں آرا کی ضعف پیری کا مسئلہ تھا۔ رات بھر وہ بچے کو سنبھالتی رہیں سو انہیں حرارت سی تھی زیبا نے خود ہمت کی انہیں ضد کر کے بستر پر لٹایا اور ان کے کندھے دبائے صفدر کو تو انہوں نے بکرا لانے کے لیے بھیج دیا تھا مٹھائی بھی آج ہی آئی تھی زیبا ذہنی طور پر تیار تھی بچے کو جلدی سے کپڑے تبدیل کرا کر سلایا اور خود پہلے باورچی خانے میں آئی اور پھر وہیں کی ہو گئی۔
کچھ دیر بعد صفدر آیا تو وہ برتن دھونے کے بعد کچن کی صفائی میں مصروف تھی۔ بکرا آنگن میں باندھ کر وہ جہاں آرا کے تخت پر دراز ہو گیا زیبا ہاتھ خشک کر کے آئی اور امی کے پاس جانے کو کہا۔
”کیا کر دیا میری امی کو؟“
”میں نے کیا کرنا تھا؟ رات بھر جاگنے کی وجہ سے حرارت سی ہے۔“ وہ سہم سی گئی۔
”ان کو بلیک میل کر کے اب باتیں نہ بناؤ۔“ وہ کروٹ لے کر لیٹا رہا۔
”بلیک میل......“
”پلیز جاؤ معصوم نہ بنو۔“
”ناشتہ بنا کر لا دوں۔“
”نہیں میں کر کے آیا ہوں۔“
”مگر......“
”آپ مجھے کچھ دیر آرام کرنے دیں۔“
”کمرے میں جا کر کر لیں۔“
”ہنہ کمرے میں وہاں تو تم قابض ہو۔“ وہ طنزیہ بولا۔
”نہیں وہ آپ کا کمرہ ہے بلکہ گھر ہی آپ کا ہے ہم ماں بیٹے تو مہمان ہیں۔“ اس کا لہجہ بہت کربناک تھا صفدر نے محسوس کیا مگر بولا تو اتنا۔
”تو مہمان کب جائیں گے۔“
”جب آپ کی امی قبول کر لیں گی۔“
”واہ...... مطلب امی قبول کر لیں گی تو جانے نہیں دیں گی۔“ وہ اٹھ بیٹھا۔
”صفدر اچھی طرح جانتے ہیں آپ کہ میں نے کیا کہا ہے؟“ وہ رو دی۔
”بس...... بس جلدی چلی جاؤ اپنے بچے سمیت۔“
”آپ کو عبدالصمد سے اتنی نفرت ہے۔“ اس نے پوچھا۔
”کون عبدالصمد؟“

"ہمارا بیٹا عبدالصمد۔" اس نے بتایا۔

"اوہ..... تو نام بھی رکھ لیا۔"

"جی امی جان نے رکھا ہے۔"

"امی جان نے...." وہ بڑبڑایا۔

"میں کمرہ خالی کردیتی ہوں ابھی۔" وہ جانے کو مڑی تو وہ بولا۔

"رہنے دو ایک نیا تماشا کھڑا مت کرو۔"

"میں خود تماشا ہوں۔" وہ دھیرے سے کہہ کر چلی گئی تو وہ پشت سے اسے دیکھنے لگا وہ بہت کمزور ہوگئی تھی قدم لڑکھڑا رہے تھے بمشکل پھولی سانس کے ساتھ قدم اٹھا رہی تھی۔

"صفدر..... صفدر۔" کمرے میں سے جہاں آرا کی آواز آئی تو وہ جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جی..... جی آیا امی۔"

"صفدر! آدمی کو خدا نہ دکھائے کبھی آدمی کا خدا بننا۔" وہ اس کو دیکھتے ہوئے بولیں۔ وہ کچھ سمجھا نہیں۔

"کیا ہوا؟"

"میں نے تو تمہیں محبت کرنی سکھائی تھی اور تم زیبا سے اپنی بیوی سے ایسا سلوک۔" انہوں نے کافی دکھ سے کہا۔

"کیا..... کیا سنا آپ نے؟" وہ گھبرا گیا کہ کہیں امی نے سب کچھ تو نہیں سن لیا۔

"اس نے ناشتہ نہیں کیا تمہاری وجہ سے میں نے بہت کہا مگر وہ تمہارا انتظار کرتی رہی اور تم۔" وہ بولتے بولتے چپ ہوگئیں تو اسے یقین ہوگیا کہ امی نے سب باتیں سن لیں مگر وہ غنودگی میں چلی گئیں تو اس نے خود کو تسلی دی کہ غنودگی میں شاید کچھ سنا اور کچھ نہیں سنا۔ وہ اٹھنے لگا کہ وہ پھر چونکیں اور بولیں۔

"قصاب کو بلاؤ اور زیبا سے آرام کرنے کو کہو عبدالصمد کو مجھے لادو۔"

"امی..... آپ آرام کریں بس۔" وہ لمبی سانس بھر کر باہر نکل آیا۔ اسے حیرت تھی کہ انہیں زیبا کی ہی فکر کھائے جارہی تھی۔ وہ انہیں کیسے بتاتا کہ وہ تو اسے جلد از جلد یہاں سے نکالنا چاہتا ہے مگر یہ انہیں کیسے بتاتا؟

O..... ❖ ❖..... O

بھولی بھاگتی ہوئی آئی اور پھولی سانس کے ساتھ اسے زینت کی طبیعت خرابی کا بتایا تو وہ اپنی وارڈ روب بند کرکے بھاگی اور ان کے کمرے میں پہنچی تو انہیں بیڈ پر چت لیٹے دیکھ کر پریشان ہوگئی۔

"زینت آپا..... آپ ٹھیک تو ہیں۔"

"ہمم..... ہاں بس ٹھیک ہوں۔" انہوں نے اپنی نم آلود آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"مگر بھولی نے تو مجھے ڈرا دیا۔"

"بھولی تو پاگل ہے میں نے تو اسے منع بھی کیا۔"

"خیر تو ہے آپ ٹھیک تو نہیں لگ رہیں۔" اس نے خدشہ ظاہر کیا۔

"بس بوبی کی وجہ سے مجھے اس کو تھپڑ نہیں مارنا چاہیے تھا لیکن اگر ایسا نہ کرتی تو اس کو عقل نہیں آنی تھی۔"

"میں شرمسار ہوں، میری وجہ سے ایسا ہوا۔" وہ شرمندگی سے بولی۔

"بھولی نے بتایا کہ اس نے بیگ تیار کرلیا ہے۔" زینت نے بہت دکھی لہجے میں بتایا۔

"بھولی کو تو زیادہ بولنے کی عادت ہے خالی بیگ رکھا ہے کہیں نہیں جارہا وہ۔" اس نے تسلی دی۔

"جانا ہے تو جائے میں تھک گئی ہوں اب میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔"
"آپا آپ کیوں ٹینس ہیں سب ٹھیک ہے۔"
"شرمین، بس تم کوئی غلط بات نہ سوچنا۔"
"آپا بہتری کے لیے کوئی قدم تو اٹھایا ہی جاتا ہے۔"
"بس مجھے بوبی کی نہیں تمہاری فکر ہے۔" انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"میں ٹھیک ہوں آپ فکر نہ کریں۔"
"کاش وہ دھوکے باز اچھا نکلتا تو شادی ہو جاتی۔"
"تو کیا ہو جاتا وہ بعد میں دھوکہ دیتا۔"
"بوبی کو تو قرار آ جاتا۔" ان کی آواز مدہم ہوگئی۔
"زینت آپا میری زندگی میں اتنی آسانی سے خوشی کیسے آ جاتی؟" وہ بولی۔
"اللہ پوچھے گا اس مکار سے۔"
"چھوڑیں بھی یہ بتائیں کچھ بنا کر لاؤں۔"
"نہیں، بھولی کو دکھوا لے سیدھے کپڑے پہنے پھر رہی ہے بوبی نے غور کرلیا تو اس پر غصہ نکالے گا حمیدہ بتا کر گئی ہے کہ شیشے کی میز پر کھڑی ہو کر جالے اتار رہی تھی گری اور میز کا شیشہ چکنا چور ہو گیا۔" زینت آپا نے بتایا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔
"یہ لڑکی بھی چھلاوہ ہے، کچھ نا کچھ کرتی ہی رہتی ہے۔"
"بس پڑھی لکھی نہیں ہے اور ماحول کا بھی اثر ہے۔"
"اچھا آپ آرام سے رہیں میں دیکھتی ہوں اور آپ کے لیے فروٹ لاتی ہوں۔" وہ اٹھی اور باہر نکل آئی۔ مگر بوجھل ذہن اور بوجھل قدموں کے ساتھ زینت آپا کو دل کی بات بتا نہیں سکی تھی کہ وہ یہاں سے جانے کا فیصلہ کر رہی ہے۔ بلکہ کر چکی ہے کیونکہ اس سے بہتر حل کوئی نہیں بوبی کو یہاں سے ماں سے دور نہیں جانا چاہیے۔ بیمار ماں کے اکلوتے بیٹے کو ہر صورت ان کے پاس رہنا چاہیے۔ اس کا کیا تھا اپنے گھر کے دو کمرے تالا لگا کر بند رکھے تھے ان میں جا کر رہ سکتی۔ کرائے دار ابھی چھوٹی سی فیملی تھی وہ تنہا بھی نہ ہوتی مگر یہ بتانے کا اس میں صرف حوصلہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس فیصلے سے زینت آپا کو بہت دکھ ہونا ہے۔ میں کیسے انہیں راضی کروں؟" یہ سوچ سوچ کر راہ تلاش کر رہی تھی مگر کچھ حاصل نہیں تھا۔ سیب سنک کے نل پر اچھی طرح دھوئے، چھری اٹھائی تو بوبی وہیں آ گیا۔
"میں آفس جا رہا ہوں۔" اس نے بتایا۔
"تو جاؤ۔"
"اور تم۔"
"مجھے کہیں اور جانا ہے۔" اس نے ذومعنی سی بات کی اور باہر چلی گئی۔

......☆☆☆......

کمپیوٹر پر کام کرتے کرتے وہ تھک گیا تو کرسی کی پشت پر سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد عبدالصمد کے رونے کی آواز پر اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ وہ تیز تیز ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا اور رو رہا تھا۔ اس نے جھنجلا کر اسے دیکھا اور تلملا کر باہر نکلا زیبا باورچی خانے میں مصروف تھی وہ برس پڑا۔

"تم...... تم کیا ثابت کرنا چاہتی ہو؟ گھر کے کام کرکے جگہ نہیں بن سکتی۔" اس نے بڑی سختی کے ساتھ کہا تو وہ متحیر سی دیکھتی رہ گئی۔

"سنا نہیں جاکر اپنے بیٹے کو سنبھالو، جسے میرے سرہانے چھوڑ کر آئی ہو۔"

"میرا ہی بیٹا ہے آپ کا دل تو پتھر ہے۔" اس نے گیلے ہاتھ خشک کرتے ہوئے کہا۔

"سنو، طعنے دینے کی ضرورت نہیں۔" اس نے کھا جانے والے انداز میں کہا تو وہ طنزیہ مسکرائی۔

"آپ میرے طعنوں سے گھبرا گئے ابھی تو انتظار کیجیے جب زمانہ کیچڑ اچھالے گا۔"

"زمانہ تم پر کیچڑ ڈالے گا تمہارا ماضی دیکھ کر۔"

"صفدر صاحب اب مجھے پروا ہی نہیں رہی۔"

"ہمنہہ جب یہاں سے نکلو گی تو پوچھوں گا۔"

"میں پھر بھی خوف زدہ نہیں۔" وہ یہ کہہ کر کمرے کی طرف گئی تو اس نے غصے سے ٹماٹر کی ٹوکری اٹھا کر فرش پر پھینک دی۔

"تم یہ غصہ ایک دفعہ ہی نکال لو بہتر ہوگا۔" جہاں آرا نے ایک دم یہ کہہ کر اسے ہکلانے پر مجبور کردیا۔

"غصہ ہی نکالوں گا اتنا کام کرتے کرتے ذرا دیر کو آنکھیں موندیں تو بچے نے رو رو کر کمرہ سر پر اٹھالیا۔" وہ پوری تفصیل بیان کرکے نظریں چرا گیا۔

"کون ہے وہ لتا؟ دو اسے میں بھی تو دیکھوں؟"

"کیسے.... کون؟" وہ چونکا۔

"اسی کو جس کی وجہ سے تم نے زیبا کی زندگی اجیرن بنا رکھی ہے اپنے بیٹے کی خوشی بھی منانے سے گریز کررہے ہو۔"

"ایسا کیوں سوچتی ہیں آپ؟"

"اور کیا سوچوں میں نے سب دیکھا ہے اور سنا بھی ہے۔"

"امی.... یہ فضول باتیں نہ کریں میں تو آپ کے کہنے کے مطابق سب آرام تو دے رکھا ہے۔" وہ خاصی اضطرابی کیفیت سے دو چار تھا۔

"میرا بچہ! بس میرا مطلب یہ ہے کہ بے چاری زیبا کا ہے ہی کون؟ اور ہمارے گھر کی پہلی خوشی گھر میں آئی ہے۔" جہاں آرا دودھ کے جھاگ کی مانند بیٹھ گئیں۔

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ بہو اور پوتے کے علاوہ آپ کو کوئی نظر ہی نہیں آتا۔" اس نے شکوہ کیا۔

"میرے جگر کو شے ہو تم لیکن عبدالصمد اب میری جان ہے۔" وہ صفدر کو سینے سے لگاتے ہوئے بہت محبت سے بولیں تو وہ ماں کی معصوم ممتا پر فدا ہوگیا۔ صحن میں پڑی کرسی پر بیٹھ کر زیبا سے گلے شکوے کرنے لگا۔

"کاش.... کاش زیبا تم نے زندگی کی اتنی بھیانک تصویر نہ دکھائی ہوتی۔ تم چھپا لیتیں نہ شریک کرتیں مجھے میرے حوصلے اور ظرف کو نہ آزماتیں میں فرشتہ تو نہیں تھا۔ میں انسان تھا اور انسان ہی ہوں۔ نہ حوصلہ ہے نہ ظرف کیا کروں میں اپنی ماں کی اندھی محبت کا، تمہیں جانا ہے اور وہ ایسا کب چاہیں گی۔ پھر کیا ہوگا کیسے بتاؤں گا تمہارے جانے کی وجہ شاید انہیں یقین ہی نہ آئے جیسا کہ اب بھی وہ صرف بہو اور پوتے کی شدید محبت میں گرفتار ہیں۔"

"صفدر میاں یہ بچے سے بڑھتی ہوئی محبت لمحہ بہ لمحہ مضبوط ہوتی جائے گی اور پھر چاہ کر بھی اس محبت کے اثر سے امی کو تو نکال نہیں سکو گے ان کی دلی آرزو پوری ہوئی ہے وہ یہ صدمہ جھیل نہیں سکیں گی اوہ میرے خدا میری رہنمائی فرما میرا راستہ

آسان کر میں اس پل صراط پر کیسے چل پاؤں گا۔" وہ بے بسی کے عالم میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔

......☆☆☆......

موسم بہت اچھا تھا۔
ہلکی ہلکی سنہری دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ وہ باہر نکل رہا تھا تو آغا جی بھی جوگر پہن کر اس کے ساتھ ہو لیے۔ پیدل فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے اچھا لگ رہا تھا۔ وہ چپ تھا۔ آغا جی چاہ رہے تھے کہ وہ بولے کوئی بات کرے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرے مگر وہ جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ دیے چپ چاپ چل رہا تھا کافی دور آنے کے بعد ایک بینچ نظر آئی تو آغا جی نے بیٹھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔
"یار، یہاں کچھ دیر بیٹھتے ہیں۔"
"جی۔" وہ بھی ان کے برابر بیٹھ گیا۔ تب آغا جی نے چند لمحے آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے خود ہی بات شروع کی۔
"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے اندر کوئی ہنگامہ ہے مگر حیران ہوں کہ مجھے دوست سمجھنا چھوڑ دیا۔"
"بابا کچھ بھی نہیں ہے آپ ناحق پریشان ہو رہے ہیں۔" آپ بتاتے تو میں سے آ تا ہی تھا۔"
"مجھے صاف صاف بتاؤ کس لڑکی کی وجہ سے تم نے شرمین کو چھوڑا ہے۔" انہوں نے دوٹوک بات کی۔
"کون سی لڑکی۔"
"وہی ہندو لڑکی۔"
"وہ ... وہ تو بس ویسے ہی مل گئی آپ کو کسی نے غلط انفارمیشن دی ہے۔"
"عارض میں مذہب کے معاملے میں کوئی گنجائش نہیں رکھتا اور شرمین کو دھوکہ دینے کی اجازت بھی نہیں دے سکتا۔"
آغا جی کا لہجہ خاصا بدلا ہوا تھا۔ اس نے طویل سرد آہ بھری اور جواب دیا۔
"بجائے اس کے کہ کسی کو اپنا کر چھوڑا جائے پہلے ہی چھوڑ دینا بہتر نہیں؟"
"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چھوڑا ہی کیوں جائے؟"
"بس چھوڑ دیا اس سے آگے کچھ نہیں۔"
"عارض بتانا پڑے گا۔" وہ مصر ہوگئے۔
"بابا بس اس چیپٹر کو بند کردیں۔" وہ بیزار سا اٹھ کھڑا ہوا۔
"تاکہ تم اس لڑکی سے راہ و رسم بڑھا سکو۔"
"فی الحال ایسا کچھ نہیں ہے چلیں اب دیر ہو رہی ہے۔"
"ہنہہ، یعنی میرا پوچھنا بے سود ہے۔" آغا جی افسردگی سے واپسی کے لیے چلتے ہوئے بولے۔
"آج کیمیکلز کا کنسائنمنٹ بھجوانا ہے۔" اس نے بتایا۔
"ٹھیک ہے۔" آغا جی نے مختصراً کہا۔
پھر سارے راستے دونوں چپ رہے مگر عارض کے ذہن میں ایک شدید قسم کی جنگ جاری تھی۔
"یہ بابا کو سنجنا کے بارے میں کس نے ورغلایا؟ یقیناً منیجر صاحب نے یا اور کسی نے جبکہ اس میں سوائے سنجنا کے ہونے کے کوئی اور سچ نہیں۔ شرمین کو چھوڑنے میں سنجنا کا ہاتھ نہیں تو پھر یہ کیوں سمجھا جا رہا ہے؟ سنجنا سے تو میں نے سیدھے منہ کبھی بات تک نہیں کی مجھے تو خود شرمین نے چھوڑا ہے۔ سچ منجدھار میں کاش وہ پہلے ہی بتا دیتی کہ وہ کسی اور

سے محبت کرتی ہے اور وہ اس کی پہلی محبت ہے مجھے دھوکے میں تو شرمین نے رکھا وہ خود کسی کی زندگی تھی اور کسی کی محبت تھی۔ میری محبت کا اعتراف نہ کر کے اس نے ثبوت دیا اس بات کا کہ وہ صبیح احمد کی محبت ہے۔

"صبیح احمد تمہیں یوں ملنا تھا یہ میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔" وہ ہولے سے بڑبڑایا تھا مگر آغا جی نے سمجھنا اور پھر کہا۔

"اپنے اندر کے سوالوں کے جوابات دینے میں زمانے لگ جاتے ہیں کبھی اندر کے سوالوں کو جڑ سے پکڑنے وہ ساری زندگی انسان بڑبڑا کر جواب دینے کی کوشش کرتا ہے لیکن ناکام رہتا ہے۔" وہ ان کی بات سن کر خاموش رہا کیونکہ شاید انہوں نے سچ ہی کہا تھا وہ اسی کیفیت سے دوچار تھا۔

O......❖❖......O

شام کی چائے کا کہہ کر وہ لان میں آ گئی۔

دھیرے دھیرے واک کرتی ہوئی ایک ہی سوچ دماغ کو چاٹ رہی تھی کہ کس طرح اس مشکل کا حل نکالا جائے بھولی نے اپنے کوارٹر سے باہر جھانکا تو اس کے پاس آ گئی۔

"باجی کیا بات ہے۔"

"کچھ نہیں۔"

"آپ پریشان ہو۔"

"نہیں......نہیں تو یہ تم کوارٹر میں تھی کیا کر رہی تھیں؟"

"میں نے اپنے اور ملا کے کپڑے دھوئے ہیں گانے سنے ہیں۔"

"ہیں گانے سنے بغیر تو تمہارا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔" اس سے باتیں کرتے ہوئے وہ کرسی پر بیٹھ گئی۔

"ریڈیو سے میرا بچپن کا پیار ہے آپ نے دیکھا میرا ریڈیو۔" بھولی نے آنکھیں مٹکا کر پوچھا تو اس نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں تم نے دکھایا ہی نہیں۔"

"میں ابھی لائی۔" وہ تیزی سے کہہ کر نظروں سے اوجھل ہو گئی اور منٹوں میں اپنا ریڈیو سینے سے لگائے واپس آ گئی۔

"ارے واہ، یہ تو بہت نایاب دکھتا ہے۔" شرمین نے پرانے سے سرخ بٹن والے ریڈیو کو الٹا پلٹا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلا کر بھی دیکھیں۔"

"ہمم، لو چلاؤ۔" اس نے اس کے سامنے کر دیا۔ بھولی نے ایک بٹن گھمایا اور پھر دوسرا بٹن گھما کر اسٹیشن سیٹ کیا۔

میڈم نور جہاں کی آواز شعلے کی مانند کوندی تو اس نے ریڈیو اپنی طرف کھینچ لیا۔

شام کے شاعرانہ سے منظر میں خوب صورت ساز و آواز کا سحر طاری ہو گیا۔

انہی قدموں نے تمہارے، انہی قدموں کی قسم

خاک میں اتنے ملائے کہ جی جانتا ہے

لطف وہ عشق میں پائے ہیں کہ جی جانتا ہے

رنج بھی ایسے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

مسکراتے ہوئے وہ مجمع اغیار کے ساتھ

آج یوں بزم میں آئے کہ جی جانتا ہے

داغ وارفتہ کو ہم آج تیرے کوچے سے

اس طرح کھینچ کے لائے ہیں کہ جی جانتا ہے
اسی لمحے چوکیدار نے گیٹ کھولا۔ بوبی کی گاڑی اندر داخل ہوئی تو اس نے جلدی سے ریڈیو آف کیا۔ بھولی کو دیا اور بھیج دیا خود اٹھ کر جانا چاہتی تھی کہ وہ تیزی سے قریب آ گیا۔
"ویسے تو گانے سننے جا رہے تھے اب بھاگ پڑی ہو۔"
"گانا نہیں، غزل تھی۔"
"چلو کچھ بھی سہی، اب کچھ ہماری بھی سن لو۔"
"بوبی پلیز میں تمہاری کوئی بات سننے کے موڈ میں نہیں۔"
"یعنی میں یہاں سے جاؤں تمہارے فیصلے میں کوئی لچک نہیں آئے گی۔"
"تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" اس نے بہت سنجیدگی سے کہا۔
"مطلب؟"
"میں خود یہاں سے چلی جاؤں گی۔" وہ یہ کہہ کر اندر کی طرف آ گئی اور وہ پیچھے سے چلاتا ہوا آیا۔
"تمہارے جانے سے کیا میرے جذبے میں کمی آ جائے گی یا میں ارادہ بدل لوں گا۔" اس نے جواب نہیں دیا۔ سیدھی زینت آپا کے پاس پہنچ کر دم لیا۔ مگر وہ کب چوکنے والا تھا وہیں پہنچ کر بولا۔
"شرمین مجھے دنیا چھوڑنی پڑی تو چھوڑ دوں گا مگر......"
"بوبی اللہ نہ کرے۔" زینت آپا بے قرار ہو کر چیخیں تو شرمین کو پھر شرمندگی ہوئی۔
"فضول باتیں کرتے ہو۔" اس نے شرمندگی سے فقط اتنا کہا۔
"تو پھر کہیں جانے کا مت سوچنا۔" وہ یہ کہہ کر چلا گیا۔ وہ گردن جھکا کر کھڑی رہی پھر خود بھی باہر آ گئی۔
کافی سوچ بچار کے بعد وہ دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے صفدر کی طرف آ گئی گھر میں صرف صفدر تھا۔ جہاں آرا زینب اور عبدالصمد کو لے کر حاجرہ بیگم کی طرف گئی تھیں۔ حاجرہ بیگم نواسے سے ملنے کو بے تاب تھیں۔ صفدر کو بھی ساتھ چلنے کو کہا تھا مگر وہ نہیں گیا۔ شرمین کو صحن میں تار پر پھیلے بچے کے کپڑے دیکھ کر کچھ اندازہ ہو گیا کہ کوئی خوشی کی خبر ہے۔
"صفدر بھائی، ماشاءاللہ سے کسی ننھے مہمان کی آمد دکھائی دے رہی ہے۔" صحن میں پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے کہا تو صفدر نے کچھ زیادہ اچھا تاثر نہیں دیا۔
"ہنہ۔"
"صرف ہنہ صفدر بھائی۔"
"جی، بیٹا ہوا ہے۔" اسے مجبوراً کہنا پڑا۔
"ماشاءاللہ مبارک ہو آپ نے اطلاع ہی نہیں دی۔" اس نے گلہ کیا۔
"چھوڑیں بیتا کیں اس بے غیرت شخص نے رابطہ کیا۔" وہ ٹال گیا۔
"نہیں رابطہ رکھنے کے لیے تو رابطہ نہیں توڑا تھا۔"
"مجھے بہت افسوس ہے۔"
"صفدر بھائی آپ کیوں افسردہ ہوتے ہیں؟"
"چائے بناتا ہوں۔"
"نہیں ہرگز نہیں میں چائے پی کر آئی ہوں بس ایک الجھن سی ہے اس کے لیے مشورہ کرنا تھا۔"

"ہاں، بولیں۔"

"میں ایسے دوراہے پر کھڑی ہوں کہ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔"

"آپ بھروسہ کریں، بتائیں کاش میں کچھ اچھا کرسکوں۔"

"صفدر بھائی میں زینت آپا کے احسان تلے دبی ہوں، وہ مجھے بیٹی سے بڑھ کر چاہتی ہیں میں ان سے دور جاتی ہوں تو وہ یہ صدمہ برداشت نہیں کرسکتیں۔" وہ سانس لینے کو رکی۔

"تو آپ انہیں صدمہ دینا کیوں چاہتی ہو؟"

"مجبوری ہے۔"

"کیسی مجبوری؟"

"بوبی، بوبی کا دیوانہ پن، اس کی ضد جس میں اضافہ ہوا ہے کمی نہیں۔" اس نے جھجکتے ہوئے بھی سب کہہ دیا۔

"ہمممم تو؟" صفدر نے لمبی سی ہمممم کہہ کر مختصراً پوچھا۔

"اس کی اور میری عمر میں فرق، میں نے اسے چھوٹا بھائی سمجھا اور وہ بچپن سے میرے خواب دیکھتا آیا۔"

"تو اس میں قباحت کیا ہے؟ بوبی آپ سے کم عمر ہوگا لیکن ویسے تو جوان، بالغ ہے اور پھر یہ اعتراض اسے ہوتا تو ہوتا۔" صفدر نے بڑی سادگی سے کہا۔

"مگر میں نے اس کے لیے ایسا نہیں سوچا۔"

"شرمین بہن، ہم کسی کے لیے کیا سوچتے ہیں یہ ہمارے اختیار میں کب ہوتا ہے؟ اور ویسے بھی کیا آپ کو عارض سے امید ہے کوئی۔"

"ہرگز نہیں مجھے نہ اس کا ملال ہے اور نہ امید مگر میں بوبی کی شدید محبت کے باوجود اس سے محبت نہیں کرتی۔"

"آپ سے زیادہ کون جانتا ہے کہ محبت کتنی ناپائیدار چیز ہے۔ عارض کی دھوکہ دہی کے بعد تو مجھے اس لفظ سے نفرت ہوگئی ہے۔" صفدر کا حلق تک عارض کا ذکر کرتے ہوئے کڑوا ہوگیا۔

"بوبی کی اندھی محبت کی وجہ سے زینت آپا سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی وہ بوبی کو میری وجہ سے برا بھلا کہتی ہیں۔ اس سے وہ بدظن ہوکر ملک سے بھاگنا چاہتا ہے مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا میں گھر سے آنا چاہتی ہوں تو وہ بھی زینت آپا کو منظور نہیں۔"

"آپ کو ضرورت کیا ہے ایک نئے امتحان کی۔ عمروں کا فرق کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کس کی خاطر یہ وجہ بنا رکھی ہے آپ..... عارض یا پھر کوئی اور.......؟" صفدر نے اپنے سپاٹ لہجے میں سوالیہ نشان لگایا۔

"کوئی نہیں۔ مگر بوبی کے لیے بھی یہ گنجائش نہیں۔"

"گنجائش آپ نے نکالنی ہے۔"

"صفدر بھائی، میں محبت کا اور کوئی تجربہ نہیں کرنا چاہتی، محبت کا کھیل میں نے کھیلنے والوں کی خودغرضیوں میں دیکھا ہے۔"

"شرمین بہن، یہ دنیا ہے یہاں قدم قدم پر نت نئے تجربوں سے گزرنا ہے محبت کو بھی تجربہ ہی سمجھو کبھی تو اس لفظ کو حرمت نصیب ہوگی یقیناً کبھی آپ کو اس پر یقین آجائے گا اور پھر آپ کے لیے لازم نہیں کہ آپ بوبی سے محبت کریں وہ کرتا ہے آپ قبول کرلیں۔" صفدر نے اچھی طرح سمجھایا۔

"مگر....."

"اگر مگر میں نہ پڑیں سوچ لیں اچھی طرح پھر فیصلہ کریں لیکن میرے خیال کے مطابق بوبی کے حق میں۔"

"صفدر بھائی ماں کی محبت بھی اجنبی بن گئی تو۔"

"تو اس پر غور نہ کریں اس میں ناممکن سے ممکن اور ممکن سے ناممکن کا تجربہ شامل ہے۔"

"ٹھیک ہے میں سوچتی ہوں۔" اس نے رضامندی ظاہر کی۔

"گڈ سیدھی سی بات ہے کہ اب بھی کچھ ہاتھ میں تو نہیں ہے اگر بوبی نے بھی وہی کیا جس کا آپ کو ڈر ہے تو کون سا نیا کام ہوگا عارضی تو یاد کر لیجیے گا۔" صفدر کے لہجے اور باتوں میں حد درجہ سنجیدگی اور تلخی ہوتی نہیں تھی مگر آج شرمین کو محسوس ہوا کہ صفدر بھائی کچھ بدلے بدلے سے ہیں۔

"آپ کچھ پریشان لگ رہے ہیں۔"

"میں بھی زندگی کے تلخ تجربے سے گزر رہا ہوں بلکہ یوں کہیے کہ گھونٹ گھونٹ زہر پی رہا ہوں۔"

"کیا وجہ ہے؟"

"آپ کو محبت نے دھوکہ دیا اور مجھے محبت کے لیے دھوکہ ملا۔" وہ زہر خند سا مسکرایا۔

"صفدر بھائی سب ٹھیک تو ہے نا۔"

"ہاں بظاہر سب ٹھیک، کیونکہ میری امی بہت خوش ہیں۔"

"اور آپ.....؟"

"میں اور زیبا الگ الگ رشتوں سے جڑے ہیں۔ خیر میں چائے بناتا ہوں۔" وہ ٹال کر اٹھنے لگا تو شرمین نے معذرت کر لی۔

"نہیں شکریہ پھر کسی وقت آؤں گی بلکہ بچے کے لیے بھی کچھ لے کر آؤں گی اب چلتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے مگر بوبی کو قبول کر لو۔" صفدر نے جانے سے پہلے پھر دہرایا تو وہ کچھ کہے بنا اجازت لے کر آ گئی۔

○......❖❖......○

جب وہ گھر پہنچی تو زینت آپا مغرب کی نماز ادا کر رہی تھیں۔ وہ بھی نماز کا وقت قضاء ہو جانے کے ڈر سے تیزی سے اپنے کمرے میں آئی تو وہاں بوبی اس کے بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ اسے اچھا نہیں لگا مگر نماز کی جلدی میں ہینڈ بیگ میز پر رکھ کر واش روم میں گھس گئی۔ جلدی سے وضو کیا جائے نماز بچھائی بوبی نے کچھ کہنا چاہا مگر اس نے نماز کی نیت باندھ لی پھر پوری تسلی سے نماز ادا کر کے دعا مانگی جائے نماز سے اٹھی تو وہ بولا۔

"کب سے انتظار کر رہا ہوں۔"

"کیوں..... اور میرے کمرے میں ہی کیوں؟" اس نے خاصے تحمل سے کہا۔

"اعتراض کس پر ہے؟"

"چھوڑو۔"

"تیار ہو جاؤ امرد ہر کلب میں میوزیکل شو ہے۔"

"اور مجھے اس قسم کی خرافات میں کوئی دلچسپی نہیں۔"

"کیسی خرافات؟"

"بوبی پلیز اپنے بچکانہ شوق اپنے تک رکھا کرو۔" وہ چڑ گئی۔

"موسیقی سننا بچکانہ شوق ہے۔"

"ہاں اور مذہب میں ممانعت ہے۔"
"بھولی کے ساتھ غزل سننا جائز تھا۔" اس نے طنز کیا۔
"تو تم بھی بھولی کو ساتھ لے جاؤ۔" وہ جل گئی۔
"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"
"دیکھو اس بے کار بحث کا میرے پاس وقت نہیں ہے۔"
"میرے ساتھ چلو۔"
"میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتی کیونکہ تمہارے مشاغل اور میرے مشاغل میں فرق ہے۔"
"کیا میری خوشی کے لیے میرا ساتھ نہیں دے سکتیں۔"
"یہ کوئی اچھا کام نہیں ہے جس میں ساتھ دیا جائے۔"
"اچھا تو پھر کھانا کھانے چلیں۔" وہ خوش ہو گیا۔
"سوچا جاسکتا ہے۔"
"ہرے......" وہ اچھل پڑا۔
"بوبی...... جا کر ماما کو بھی تیار کراؤ وہ بھی جائیں گی۔"
"کیا؟"
"ہاں انہیں فریش ہونے کی ضرورت ہے۔"
"اوکے...... میں جاتا ہوں لیکن تم اچھا سا تیار ہونا ٹھیک آٹھ بجے نکلیں گے۔"
وہ یہ کہتا ہوا خوشی سے چلا گیا اور وہ بیڈ پر کچھ دیر کے لیے دراز ہوگئی۔ بوبی سے اسی لیے وہ فاصلے پر رہنا ضروری سمجھتی تھی کیونکہ عمروں کا فرق رویوں میں دکھائی دیتا ہے جو چیزیں لبھاتی تھیں وہ ان سے گھبراتی تھی اس کا مزاج نہ بہت سنجیدہ تھا اور نہ بہت شوخ جبکہ بوبی صرف اور صرف شوخ اور آزاد منش نوجوان تھا کسی بات کو محسوس کرلیا تو کرلیا ورنہ اپنے انداز میں نظر انداز کردیا۔ یہ درست تھا کہ وہ محبت بے پناہ کرتا تھا مگر محبت کی عمر کتنی ہوگی یہ سوچنے پر وہ مجبور تھی۔ بوبی کی محبت پانی کی تیز موج کی طرح سب کچھ بہالے گئی تو شرمین پھر اعتماد کی کرچیاں کیسے جمع کروگی؟ کیسے حوصلہ حاصل کروگی؟ کیا صفدر بھائی کے کہے پر غور کرنا چاہیے؟ شرمین شاید یہ لمحہ یہ پل غور کی پہلی سیڑھی پر تمہیں لے گیا ہے تم نے اتنی آسانی سے کھانے کی آفر کیسے تسلیم کرلی شاید تمہارے اندر بوبی نے نقب لگالی ہے کیسے تم سوچنے لگی ہو؟"
"نہیں...... شرمین ابھی ایسا مت سوچو کوشش کرو اسے سمجھانے کی بہلانے کی ہوسکتا ہے وہ سمجھ جائے کوشش تو کرو۔"
آخری ذہنی تاویل پر وہ پرسکون ہوکر اٹھی اور تیار ہونے لگی۔

O......❖❖......O

بلیک اور سی گرین اسٹائلش سوٹ میں شیفون کا دوپٹا اچھی سے سیٹ کرکے اس نے اپنا تنقیدی جائزہ آئینے میں لیا تو دل چاہا کہ نازک آویزے بھی پہن لے جانے کیوں اچھا سا محسوس ہورہا تھا تیار ہوتے ہوئے ہلکی چمکیلی اورنج لپ اسٹک بھی لگائی۔ آخر میں نازک سا سیاہ سینڈل پہن کر کمرے سے باہر نکلنے ہی والی تھی کہ گرے شلوار سوٹ میں ملبوس بوبی آگیا اور بنا پلکیں جھپکے سینے پر ہاتھ باندھے یکتا رہ گیا تو پہلی بار اس کی نگاہوں کی تپش سے اس کا کندنی حسن دہکنے لگا۔ پلکیں جھکا کر وہ خواہ مخواہ بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کی دراز کھول کر کچھ تلاش کرنے لگی وہ بہت قریب آکر کھڑا ہو گیا۔
"شرمین...... کاش خود کو میری نظروں سے دیکھ سکتیں۔" وہ عالم جذب میں تھا۔

"مولوی مجھے ایسے فریب کھانے کی عادت نہیں۔" اس نے رکھائی سے جواب دیا۔

"یہ جھوٹ نہیں نہ ہی فریب ہے تم اس قدر پیاری لگ رہی ہو کہ جی چاہتا ہے......!"

"جی کو سنبھالو اور چلو۔"

"شرمین ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو لیکن پلیز فضول بات نہ کرنا۔"

"تمہیں میری ہر بات جھوٹ کیوں لگتی ہے؟"

"اس لیے کہ یہ سب باتیں اپنی سچائی اس زمانے میں کھو بیٹھی ہیں؟"

"محبت تو ہے۔"

"پلیز اس لفظ کی حقیقت سے میں تم سے بہتر آشنا ہوں۔" وہ چڑ سی گئی۔

"مطلب میری محبت سچی نہیں۔"

"ہاں لیکن یہ تمہارے لیے ہی نہیں سب کے لیے کہہ رہی ہوں اسے ہم نے اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنالیا ہے۔ ہر آدمی تو یہ راگ الاپ رہا ہوتا ہے۔" وہ طنزیہ مسکرا کر بولی۔

"ہوسکتا ہے مگر مجھ پر یقین کرو میں تو ہمیشہ سے تم کو چاہتا ہوں۔"

"فار گاڈ سیک تب بھی بتب بھی مجھے لفظ محبت، چاہت پر نہ یقین ہے اور نہ آئے گا۔"

......☆☆☆......

"بہت دل چاہتا ہے کہ اپنے بیٹے کو باپ کا پیار دے دوں مگر پیار کسی دکان پر نہیں ملتا۔ اس کے کپڑے، فیڈر، لوشن، پاؤڈر جہاں خریدے تھے وہی پیار بھی خرید لیتی، لیکن نمی میں بے بس ہوں مجھے صفدر کے گھر سے لوٹنا ہے اس کی نفرت بجا ہے کسی بے وفا کی محبت کا فریب میں نے کھایا تھا صفدر ایک مرد ہے وہ معاف نہیں کرسکتا ہے غلط نہیں ہے۔" عبدالصمد کو تھپک تھپک کے سلاتے ہوئے وہ بہت آہستہ آہستہ بول رہی تھی۔ قریب ہی تو حاجرہ بیگم اور جہاں آرا بیٹھی تھیں۔

"تم کوشش جاری رکھنا مجھے امید ہے کہ صفدر بھائی بیٹے کے لیے ضرور پگھلیں گے۔"

"اس میں شاید بہت زمانے لگ جائیں جبکہ مجھے تو جلد آنا ہوگا۔"

"ہرگز نہیں تمہیں جلدی نہیں کرنی۔ خود سوچو عبدالصمد کا دنیا میں آنا اللہ کا کرم نہیں کیسے تم سے نفرت کرنے والا تمہارے قریب آ گیا یہ بیٹا تو انہی کا ہے اس سے تو وہ انکار نہیں کرسکتے تو ایک دن وہ اسے اپنائیں گے بھی۔" نمی نے اس کا سامان سمیٹ کر رکھتے ہوئے کہا۔

"کاش، ایسا ہوسکے۔"

"ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔"

"مجھے امی کا خیال آتا ہے وہ عبدالصمد سے جدائی برداشت نہیں کرسکیں گی۔" اس نے خوش خوش باتوں میں معروف جہاں آرا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تو اچھی بات ہے انہیں بچے کے اتنا قریب کردو کہ صفدر بھائی ہاتھ جوڑ کر خود تمہیں روکیں۔"

"خیر تم سناؤ نوکری کیسی چل رہی ہے۔"

"الحمدللہ۔"

"نمی تمہارا بہت احسان ہے مجھ پر کہ تم میری امی کے ساتھ رہ کران کی تنہائی بانٹ رہی ہو کوئی مشکل ہے تو پلیز مجھے بتاؤ۔"

"ارے، میں تو ایک سرائے سے گھر میں آ گئی ہوں اور تنہائی تو ایک ماں نے میری دور کردی ہے ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے بہت قیمتی ہو گئے ہیں۔" نمی نے بتایا تو زیبا کھل اٹھی اسے اماں کی بہت فکر تھی۔

"ویسے ایک تمنا اور خواہش ہے کہ تم دوسری شادی کرلو۔" زیبا نے کہا تو وہ پہلے ہنسی اور پھر بولی۔

"یہ تو اب ساری زندگی نہیں ہوسکتا میں نے شادی کی اتنی اذیتیں جھیلی ہیں کہ سوچ کر بھی جھرجھری سی آتی ہے۔" نمی کے کہنے پر اسے یقین تھا مگر پھر بھی اس کے نزدیک تنہا عمر کیسے گزرے گی۔

"نمی اچھے آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔"

"بس پلیز مجھے آدمیوں پر ریسرچ نہیں کرنی، اب تم فاضلی اپنا سامان دیکھ لو صفدر بھائی آتے ہوں گے۔"

"ہمم، میں نے اس کی کچھ چیزیں اماں کے کمرے میں رکھی تھیں وہ لے آؤں۔ تم عبدالصمد کے پاس ہی بیٹھو۔" زیبا اٹھ کر چلی گئی تو نمی نے اپنے ماضی کے تلخ لمحوں پر نگاہ ڈالی۔ شادی کے نام پر کتنا زہر پیا تھا اس نے دیارِ غیر میں۔ کوئی اپنا نہیں تھا تنہا لڑتے لڑتے گھر کو خیرباد کہنا پڑا۔ اس نے کب چاہا تھا کہ اس کا گھر ٹوٹے، وہ طلاق یافتہ بن جائے مگر جب برداشت جواب دے گئی تو اسے یہ کڑوا گھونٹ بھرنا ہی پڑا تھا۔

○......❖❖......○

بھولی کے گانے کی آواز دور دور تک جارہی تھی۔ بوبی کو آتا دیکھ کر وہ ایک دم چپ ہوگئی۔ کیونکہ بوبی کی خشمگیں نگاہوں کا مطلب یہی تھا کہ اسے ناگوار لگا۔ بالوں میں پیلا پراندہ ڈالے لہراتی ہوئی بھاگنا چاہتی تھی کہ وہ گرجا۔

"بھولی......"

"جی...... جی چھوٹے صاحب۔" سرمے سے بھری آنکھیں اس کے گندمی رنگ کو نکھار رہی تھیں۔

"تمہیں ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"جی۔"

"کیا تماشا لگا کر رکھتی ہو، بغیر گائے تمہارا کھانا ہضم نہیں ہوتا تم لڑکی ہو یا میراثی۔" بوبی نے اس طرح کہا کہ بابا کچن سے نکل کر آگئے اور بھولی کو نظریں جھکائے روتا دیکھ کر سمجھ گئے کہ کچھ غلط کیا ہے۔

"کیا ہوا بابا؟" انہوں نے بوبی سے پوچھا۔

"بابا، یہ کیسی لڑکی ہے اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی۔" بوبی نے پوچھا۔

"کیا...... کیا ہے اس نے؟"

"یہ ہر وقت ناچ گانے میں کیوں مصروف رہتی ہے؟ میں نے کتنی آوازیں دیں مگر یہ گلا پھاڑ پھاڑ کر گانا گا رہی تھی۔" بوبی نے بتایا۔

"کیوں، بھولی کیا کہہ رہے ہیں چھوٹے صاحب؟"

"ماما جی میں اخبار سیدھے کر کے رکھ رہی تھی حمیدہ ماسی نے کہا تھا۔" بھولی منمنائی۔

"تو گانا گانے کی کیا ضرورت تھی۔" بابا سختی سے بولے۔

"میں بھول گئی تھی۔"

"کیا...... کیا بھول جاتی ہے تو؟" بابا کو غصہ آ گیا۔

اسی اثنا میں شرمین آفس کے لیے تیار ہوکر آگئی اور بولی۔

"کیا ہوگیا ہے بابا کیوں ڈانٹ رہے ہو؟"

"یہ گانا گانے سے بعض نہیں آتی چھوٹی بی بی۔" عادل بابا نے کہا۔

"اوہو..... تو کیا ہوگیا، گانے پر پابندی کیوں؟" وہ بھولی کے قریب کھڑی ہوکر اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے بولی۔

"شرمین اس کی آواز دور تک جارہی تھی۔" بوبی بولا۔

"تو..... تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کیونکہ تمہیں بھی تو گانا بجانا پسند ہے۔" شرمین نے ہلکے سے مزاح کے ساتھ کہا۔

"اس کا گانا..... ہنہہ۔" وہ جھلایا۔

"بھولی تم میرے کمرے میں جاکر صفائی کرو، میرے دھلنے والے کپڑے ساکٹ میں کرو اور دھلوا کر پریس بھی کرنے ہیں، جاؤ شاباش۔" شرمین نے بھولی سے کہا وہ دوڑ کر وہاں سے غائب ہوگئی۔ بابا ناشتہ لگوانے کے لیے کچن کی طرف چلے گئے تب شرمین نے بوبی سے کہا۔

"کیوں اس معصوم کو ستاتے ہو یہاں کی آواز ہے اندر کی آواز اگر یہ بھی دباؤ گے تو دم گھٹ جائے گا۔"

"شرمین یہ تم کہہ رہی ہو تمہیں تو موسیقی پسند ہی نہیں۔" وہ بولا۔

"مجھے تو اور بھی بہت سی باتیں پسند نہیں مگر سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرنے لگی ہوں۔" اس نے ذومعنی بات کہی جو کہ بوبی کو ہضم نہیں ہوئی۔

"مطلب۔"

"کچھ نہیں۔"

"بتاؤ نا۔" وہ اڑ گیا۔

"یہ اب تک سلیپنگ سوٹ میں کیوں ہو؟ آفس کی تیاری کب ہوگی؟" اس نے موضوع ہی بدل ڈالا۔

"میں نیند کے خمار سے اس بھولی کی آواز سے نکلا ہوں۔" وہ محبت پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"واہ..... اس کا مطلب ہے بھولی کی آواز میں اتنی کشش ہے کہ وہ خمار سے باہر لے آئی۔" اس نے چبھتی ہوئی بات کی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"اچھا اب چلو تیار ہوکر آؤ شاباش دیر ہورہی ہے۔"

"یہ بچوں کی طرح ٹریٹ نہ کرو پلیز۔"

"بوبی..... "اس نے گھورا۔

"جی..... مائی لو۔"

"اُف....." وہ گھورتی ہوئی زینت آپا کے کمرے کی طرف چل گئی۔ کیونکہ انہیں ناشتے سے پہلے کی میڈیسن وہی کھلاتی تھی۔ ناشتے کے بعد بھی ایک گولی بلڈ پریشر کی دینی لازمی تھی۔

O.....❖❖.....O

ایش ٹرے سگریٹ کے ادھ جلے ٹکڑوں اور راکھ سے بھر چکی تھی۔ کمرے کی فضا بھی دھوئیں سے آلودہ تھی۔ باہر ملگجا سا اجالا تھا۔ آغا جی کا اسٹاف کے ساتھ ڈنر تھا وہ ان کے اصرار کے باوجود نہیں گیا سر درد کا بہانہ بنا کر ٹال دیا۔ ان کے جانے کے بعد یادوں کے ہجوم میں سگریٹ پھونکنے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ سوچ تھی خود سے تکرار تھی ملامت تھی۔ ندامت تھی اپنے

آپ سے سوال تھے جن کے جواب نہیں تھے۔ کسے معلوم تھا عارض تمہاری محبت کا چمن یوں ویرانے میں بدل جائے گا۔ تم جس سے بے پناہ محبت کرو گے وہ یوں تم سے جدا ہو جائے گا۔

مجھے معلوم ہے مجھے تسلیم اسے بھی مجھ سے محبت ہوگی مگر شاید حالات نے اسے اظہار کی مہلت نہیں دی ہوگی۔ شاید اسے موقع دیتے تو وہ اظہار محبت بھی کر لیتی۔

''لیکن وہ صبیح احمد...... وہ صبیح احمد کی محبت بھی تو ہے صبیح احمد اس کی تصویر سینے سے لگائے پھرتے ہیں کاش کبھی دوبارہ ملیں تو میں انہیں شرمین جیسی محبت کی داد دے سکوں۔ دعا دے سکوں۔'' اس نے سوچتے سوچتے آنکھیں موند لیں۔ تو عین اسی لمحے ڈور بیل بجی تو وہ وال کلاک پر نظر ڈال کر یہ سوچتا ہوا باہر نکلا کہ بابا اتنی جلدی آ گئے ہیں مگر دروازہ کھول کر وہ متحیر رہ گیا سنجنا بارش میں بھیگ رہی تھی۔ اس کی حیرت ابھی دور نہیں ہوئی تھی کہ وہ اسے دھکیل کر اندر آ گئی اپنے گیلے بالوں سے پانی جھٹکتے ہوئے بولنے لگی۔

''اوہ مائی گاڈ جب گھر سے نکلی تھی تو بارش کا نام و نشان نہیں تھا آپ کا ایڈریس ڈھونڈنے میں جو وقت لگا اسی میں بارش شروع ہو گئی۔'' وہ بے تکلفی سے خود کو گرمی پہنچانے کے لیے ہیٹر کے قریب بیٹھ گئی وہ مسلسل حیران پریشان کھڑا تھا۔

''اوہو مسٹر عارض اب حیرت سے باہر نکلو اور گرما گرم کافی پلاؤ۔'' اس کی بے تکلفی کے باعث عارض کی حیرت غصے میں بدل گئی۔ وہ چلا اٹھا۔

''یہ میرا گھر ہے، تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں میری اجازت کے بغیر داخل ہونے کی۔'' سنجنا کے لیے یہ رد عمل قطعاً پریشان کن نہیں تھا وہ مزے سے ٹشو پیپر سے اپنے بند جوتے جو کہ بارش کے باعث اوپر سے گیلے ہو گئے تھے انہیں صاف کرتے ہوئے بولی۔

''ویسے یہ کمپیوٹر بھی کیا چیز ہے پلک جھپکتے میں آپ کا ایڈریس سرچ ہو گیا۔''

''سنجنا پلیز آپ جاؤ میری آپ کی کوئی بے تکلفی نہیں ہے۔''

''میری تو ہے آپ کی طرف سے امید ہے۔''

''آپ جاؤ میرے بابا آنے والے ہیں۔'' اس نے کسی حد تک نرمی سے کام لیا۔

''عارض! جب میں نیویارک آ رہی تھی تو میں نے نہ آنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر میرے جیجو نے اپنے کزن اشوک کے لیے مجھے آنے پر مجبور کیا اب اشوک سے بچ کر میں تمہیں ملنے آ گئی وہ پہلی بار جیجو کے گھر آ رہا ہے۔''

''اس کہانی سے میرا کیا تعلق؟'' وہ زچ آ گیا۔

''تعلق ہی تو بتا رہی ہوں مطلب مجھے نیویارک میں اشوک سے نہیں تم سے ملنا ہے۔'' وہ سادگی سے بولی۔

''وہاٹ......؟'' وہ دہاڑا۔

''ویری رچ میں نے تمہاری زبان بولی ہے اچھا اب کافی پلیز۔'' وہ اٹھلائی۔

''دیکھو اب تم جاؤ میرے بابا مجھ سے ناراض ہوں گے۔''

''کمال ہے یہ امریکہ ہے یہاں بھی ڈرتے ہو۔'' وہ ہنسی۔

''فار گاڈ سیک، اب جاؤ۔''

''میں نے تو سنا تھا کہ پاکستانی مہمان نواز ہوتے ہیں۔''

''میں ہرگز نہیں ہوں۔'' وہ صاف کہہ کر بیزاری سے دیکھنے لگا۔ وہ اٹھی اور کافی قریب آ کر دھیرے سے بولی۔

''پھر بھی فرق نہیں پڑتا۔''

"پلیز......"

"ہو کے، بارش میں نکال رہے ہو۔" وہ اپنا پرس اٹھا کر دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ ڈور بیل بج اٹھی۔ عارض سناٹے میں آ گیا۔ کیونکہ دروازے کے باہر سے بابا اور منیجر صاحب کی آوازیں صاف آ رہی تھیں مگر دروازہ تو کھولنا ہی تھا جونہی دروازہ کھولا تو سنبھلنا سے پہلے آغا جی اور منیجر صاحب اندر آ گئے وہ ایکسکیوزمی کہہ کر چلی تو گئی مگر آغا جی کی نظریں دروازے پر جم گئیں۔ وہ شرمندہ سا منمنایا۔

"بابا یہ...... یہ منیجر ز میں سے......"

"اس کے لیے آپ میرے ساتھ ڈنر کے لیے نہیں گئے۔" بڑی بے رخی سے انہوں نے کہا اور بیٹھ گئے۔

"نہیں یہ تو ویسے ہی بارش کی وجہ سے آ گئی۔" وہ ہکلایا۔

آغا جی نے ایک سرد سانس بھرا اور ہاتھ کے اشارے سے منیجر صاحب کو جانے کی اجازت دی اور پھر اس سے مخاطب ہوئے۔

"عارض یہ چار کمروں والا اپارٹمنٹ لینے کی وجہ جانتے ہو شاید نہیں۔" وہ بولتے بولتے رکے۔

"بابا......"

"صرف اتنی سی وجہ ہے کہ میں یہاں رہنا پسند نہیں کرتا۔ عارضی وقت کے لیے آتا جاتا رہا یہاں کی تہذیب، یہاں کے طور طریقے مجھے اپنے وطن کے مقابلے میں منظور نہیں اور رہ گئی بات مذہب کی تو مذہب پر تو کوئی سمجھوتہ میں ہرگز نہیں کرسکتا۔ لوگ مجھے یہ کہتے ہیں کہ نیویارک میں بہت بڑا شاندار گھر مجھے رکھنا چاہیے۔ لیکن میرا کہنا ہے کہ نہیں ہمیں یہاں مستقل رہنا پسند نہیں لیکن اب ایسا لگتا ہے کہ تمہیں یہیں رہنا ہے۔" وہ بڑی طویل بات کرکے تیزی سے اٹھے اور اپنے کمرے میں بند ہو گئے۔

اس نے بابا کا موڈ اس قدر آف کبھی نہیں دیکھا تھا ہمیشہ ہنسنے مسکرانے والے بابا کے چہرے پر سنجیدہ سی کیفیت طاری تھی وہ بالکل خاموش تھے۔ یقیناً رات کے واقعے کے اثرات تھے تاکہ طریقوں سے اس نے انہیں سمجھانے سے لاتعلقی کا یقین دلایا تھا مگر لگتا تھا کہ انہوں نے ذرا سا بھی یقین نہیں کیا تھا۔ اسے سمجھا پر سخت غصہ آ رہا تھا۔ اس کو گھر آنے کی ضرورت کیا تھی اور اس نے کب اس کی ہمت بڑھائی تھی۔ بلاوجہ اس کی موجودگی نے منیجر صاحب اور بابا کی غلط فہمی کو سو فیصد یقین میں بدل دیا تھا رات کو ہی بالکل خاموش ہو کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے اور اب بھی ناشتے کے لیے دوبار بلانے پر بھی وہ کمرے سے نہیں آئے مجبوراً اسے اٹھا کر وہ کمرے میں آ گیا۔ لیکن ان کی خاموشی توڑنے کے لیے اسے سوچنا پڑ رہا تھا۔

"بابا آپ کی خاموشی بے سبب ہے۔"

"مجھے دکھ ہے کہ میری غلط فہمی سچ ثابت ہوئی۔" وہ چائے کی چسکی لینے کے بعد بولے۔

"بابا گنجائش تو غلط فہمی کی بھی نہیں ہے۔"

"چھوڑو، میں کل کی فلائٹ سے جا رہا ہوں۔" انہوں نے بہت لاتعلقی سی ظاہر کی تو وہ چیخ اٹھا۔

"بابا میری بات پر اعتماد کیوں نہیں کر رہے ہیں آپ؟"

"اس لیے کہ تمہارا ماضی کا ریکارڈ ایسے کارناموں سے بھرا پڑا ہے ابھی اتنی پیاری معصوم سی شرمین کو تم نے دھوکا دیا ہے اس لڑکی کی خاطر جو تمہیں اچھی لگ سکتی ہے مجھے نہیں۔" وہ بہت سپاٹ لہجے میں کہہ کر ہاتھ دھونے کے لیے چلے گئے۔

"بابا، یہ لڑکی کوئی فراڈ ہے یا دھوکہ، میں اسے نہیں جانتا اس کے لیے شرمین کو نہیں چھوڑا۔"

باتوں سے خوشبو آئے

❖ میٹھے لہجے اور خوش خلقی سے محبت واجب ہو جاتی ہے۔
❖ جب عقل پختہ ہوتی ہے تو گفتگو ختم ہو جاتی ہے۔
❖ لالچ ہمیشہ کی فقیری ہے۔
❖ دوسروں کی غلطیاں بھول جاؤ لیکن اپنی غلطی نہ بھولو۔
❖ انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کے علم کے اعتبار سے ہوتا ہے۔
❖ ہر رات کے بعد دن ضرور طلوع ہوتا ہے اور جو رات صبر سے گزار دی جائے اس کی صبح بہت حسین گزرتی ہے۔
❖ اچھا سوال کرنا آدھا علم ہے۔
❖ وقت کی قیمت اس کا بہترین استعمال ہے۔
❖ دس فقیر ایک کمبل میں سو سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں رہ سکتے۔

ہالہ سلیم ...... اورنگی ٹاؤن کراچی

"ہند، آنکھوں دیکھا سچ جھوٹ مان لوں۔" وہ بہت تمسخرانہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بیٹھ گئے۔
"ہاں، کیونکہ یہ جھوٹ ہے محض اتفاق ہے، بابا آپ ایسا نہ سوچیں۔" اس نے پوری ہمت سے سمجھانا چاہا لیکن وہ یہ سب ماننے کو تیار نہیں تھے منہ دوسری طرف موڑ لیا۔
"بابا... پلیز مجھے یہ اذیت نہ دیں۔"
"یار کوئی اذیت نہیں ہے تم جو چاہو کرو۔" انہوں نے جھڑکا۔
"آپ سمجھ کیوں نہیں رہے؟"
"بس اتنی سی بات ہے کہ اس غیر مسلم، عام سی شکل صورت والی لڑکی کی خاطر یہاں بیٹھے ہو اور شرمین کو مسترد کر دیا۔" آغا جی بولے۔
"کس نے کہا؟"
"کون کہے گا، سب واضح ہے اگر شرمین کو اس کی وجہ سے نہیں چھوڑا تو چل کر بتاؤ۔" انہوں نے کشمکش و پیچ میں گرفتار کر دیا۔
"بابا، شرمین کے علاوہ کوئی اور بات بھی کریں۔" وہ جھنجلا سا گیا۔
"تو یہ حقیقت ہے کہ یہی ہندو لڑکی اصل وجہ ہے۔" انہوں نے ایسے کہا کہ وہ کچھ نہ بول سکا یا شاید بولنے کا کچھ فائدہ نہیں رہا تھا۔
"ٹھیک ہے آپ رہیں نیو یارک میں مجھے کوئی شکایت نہیں میں جا کر شرمین سے معافی مانگ لوں گا اسے آپ کی اصل صورت دکھا دوں گا۔ بس یاد رکھنا کہ شرمین جیسی لڑکی تمہیں دوسری نہیں مل سکتی۔"
"سچ کہا آپ نے۔" وہ افسردہ سا ہو گیا۔
"پھر بھی، پھر بھی کوئی احساس نہیں۔"
"بابا کچھ سمجھنے کی کوشش کریں شاید میرا کچھ قصور ہو مگر ایسا ضروری تھا۔" وہ بولا۔
"تو ٹھیک ہے سینہ ٹھونک کر کہو کہ یہ لڑکی آپ کی زندگی میں ہے، ہاں یا نہیں؟" انہوں نے کہا تو وہ چاہتے ہوئے بھی

کچھ نہ بول سکا اور آغا جی نے یقین کرتے ہوئے آخری جملہ وثوق سے کہہ دیا۔

"جانتا ہوں اس لڑکی کو بھی تم جلد چھوڑ دو گے۔" آغا جی اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے وہ بیٹھا رہ گیا۔

آغا جی کی شدید ناراضگی کے باعث وہ سخت مشتعل ہو کر اس کی تلاش میں کافی شاپ اور پھر اسی ہوٹل میں پہنچا۔ تو وہ وہیں ہال میں ایک الگ تھلگ سی میز پر سوچ میں گم بیٹھی تھی۔ سامنے پانی کا گلاس رکھا تھا جو شاید تھوڑا سا پی کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ وہ تیزی سے اس کے قریب گیا جھٹکے سے عین سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھا تو وہ چونکی اور پھر خوش ہو کر مسکرائی۔

"تمہیں کس نے یہ حق دیا کہ میرے گھر میں قدم رکھو۔"

"یہ بات آپ مجھے کہہ چکے ہو نئی بات کرو۔" وہ صد درجہ بلیک تھی۔

"میرے بابا نے مجھ پر الزام لگایا اور ناراض ہو گئے میں آپ کو جانتا تک نہیں۔" وہ شدید غصے کے باوجود لہجہ دبا دبا اختیار کیے ہوئے تھا۔

"تو جان لو آئی ایم بنجار اٹھور اور...!"

"جسٹ شٹ اپ بلاوجہ مخل انداز ہو رہی ہو۔" اس نے بہت غصے میں جھڑکا۔

"کیا اس پرائے دیس میں کسی سے بات کرنا جرم ہے۔"

"ہے یا نہیں، مگر میں اور طرح کا ہوں آپ سے میل جول نہیں رکھ سکتا۔" اس نے صاف صاف کھرے انداز میں کہا۔

"ہم ایک دوسرے کی بھاشا سمجھتے ہیں ایک اپنائیت سی محسوس ہوتی ہے۔" وہ بولی تو وہ سیخ پا ہو گیا۔

"حد ہے کیسی بھاشا کیسی اپنائیت؟ میں سمجھ سکتا ہوں مگر میں یہاں کسی لڑکی کے چکر میں نہیں ہوں جو آپ نے آگے چل کر کہنا ہے اس کے لیے ابھی سوری۔" وہ بہت کچھ کہہ گیا۔

"کیا کہنا ہے؟"

"پلیز مجھ پر ٹائم ضائع نہ کرو۔"

"عارض مجھے صرف اچھے دوست کی ضرورت ہے اور کچھ نہیں۔" وہ بہت نرمی سے میز کی سطح پر ناخن سے الٹی سیدھی لکیریں بناتے ہوئے بولی۔

"مس بنجا میرا پیچھا چھوڑ دو بس۔" وہ یہ کہہ کر اٹھنے لگا۔ تو وہ کچھ دیر عجیب سی نظروں سے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"میرے جذبے صرف خالص ہیں ان کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں، جذبات نہ ہندو ہوتے ہیں نہ مسلمان بس پوتر ہوتے ہیں۔"

"میرے پاس جذبات ہی نہیں ہیں۔" وہ جھک کر بولا۔

"عارض آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہو مجھے آپ کے خیالات سے اتفاق نہیں۔"

"اچھی بات ہے اب آئندہ مجھ سے رابطہ نہ کرنا۔"

"تو آپ واپس چلے جائیں۔" اس نے برجستہ کہا۔

"کیا!؟" وہ حیران ہو گیا۔

"ہاں ورنہ میرا تو سامنا رہے گا میں کچھ عرصہ یہیں ہوں۔"

"مجھے کچھ لینا دینا نہیں۔" اس نے کورا جواب دیا۔

"عارض! زندگی ایک حسین تحفہ ہے۔" اس نے کہا۔

"لیس، لیکن یاد رہے مجھے آپ سے دوبارہ نہیں ملنا۔"
"ہاہاہا۔" وہ ایسے ہنسی جیسے اس کی بات کا تمسخر اڑا رہی ہو۔
"سنو..... میں تمہیں دوبارہ دیکھنا نہیں چاہتا۔" وہ یہ کہہ کر چلا گیا تو سنجنا ہنسنے لگی اتنا ہنسی کہ ارد گرد کے لوگوں نے تعجب سے دیکھا تھا ہنسنا تعجب خیز تھا اور پھر اس میں رونا شامل ہو گیا۔ آنسو بہنے لگے سب حیران نظروں سے اسے روتا دیکھ رہے تھے۔
"لیکن، میں تمہیں ہمیشہ دیکھنا چاہتی ہوں۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی لیکن جسے کہہ رہی تھی وہ وہاں موجود نہیں تھا جا چکا تھا بلکہ کبھی آیا ہی نہیں تھا جانے کہاں سے سامنے دکھائی دیا اور اس کے من کو اچھا لگ گیا۔

O......❖❖......O

منیجر صاحب مجرموں کی طرح اس کے چیمبر میں کھڑے تھے۔ وہ شعلہ بار نگاہوں سے انہیں گھور رہا تھا۔ سنجنا کے بارے میں آغا جی کو انہوں نے ہی اطلاعات فراہم کی تھیں۔
"آپ کی غلط اطلاع نے بابا کو بدظن کر دیا معلوم ہے ایسا پہلی بار ہوا ہے وہ مجھ سے بات نہیں کر رہے واپس جانے کا آپ نے ٹکٹ بھی کروا دیا آپ ایسا کر سکتے ہیں۔ مجھے حیرت ہے۔" وہ بولتا چلا گیا۔
"سر..... آغا صاحب نے مجھے ڈیوٹی دی تھی روز فون پر پوچھتے تھے۔"
"تو آپ مجھ سے کنفرم تو کر لیتے۔"
"آغا صاحب نے بتایا کہ کسی لڑکی کا چکر ہو گا تو مس سنجنا کی وجہ سے یہی لگا کہ آپ دونوں میں ریلیشن ہے۔" منیجر صاحب نے جھجکتے ہوئے کہا۔
"تو یہ مجھ سے پوچھتے میں سنجنا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا آپ کو پتا نہیں چلا وہ کافی شاپ میں ریسٹورنٹ میں ملی اور پھر میرے پیچھے پڑ گئی یہ آپ نے سچ بابا کو نہیں بتایا۔"
"سر..... سوری میں نے آغا صاحب کو اور کچھ نہیں کہا۔"
"اور مجھ سے بھی نہیں تو آپ کیا کہیں گے؟" وہ طنزیہ مسکرایا۔
"سوری سر۔"
"آپ کے سوری کہہ دینے سے بابا کا ذہن صاف ہو جائے گا؟"
"سر..... آپ سر کے ساتھ واپس چلے جائیں تو خود بخود حالات نارمل ہو جائیں گے۔" منیجر صاحب نے حل تجویز کیا تو اسے غصہ آ گیا۔
"آپ کو واپس پاکستان نہ بھیج دیا جائے؟"
"سوری سر مگ..... سوری۔"
"منیجر صاحب وہ لڑکی مجھے پاگل لگتی ہے آپ نے یہ نوٹس نہیں کیا اور رائی کا پہاڑ بنا دیا۔" وہ بڑبڑا کر اپنی کرسی سے اٹھا اور سیدھا بابا کے آفس میں آ گیا آغا جی کچھ اہم فائلیں سائن کر رہے تھے۔ اس کے آنے پر کوئی نوٹس نہیں لیا، کچھ دیر وہ کھڑا دیکھتا رہا پھر بول اٹھا۔
"بابا مجھے معلوم ہے آپ جان بوجھ کر مجھ سے بات نہیں کر رہے۔"
"یار مجھ میں اخلاقی قدریں ابھی زندہ ہیں۔ میں آپ کی طرح دیوالیہ کبھی نہیں ہو سکتا فرمائیے۔" انہوں نے خاصے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا اور عینک اتار کر میز پر رکھ دی۔

"بابا آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟" وہ بولا۔

"اس لیے کہ دھوکہ دینا اپنے عہد سے پھر جانا جھوٹ بولنا کیا اخلاقی قدریں ہیں آپ تو شاید ہمیشہ سے ایسے ہی تھے میں نے لاڈ پیار کی عینک اتار کر دیکھا ہی نہیں۔"

"آپ غلط سوچ رہے ہیں میں نے کچھ ایسا نہیں کیا۔" وہ تقریباً زچ ہوگیا۔

"تو پھر شرمین کے لیے واپس چلو ثابت کرو اس لڑکی سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں۔" انہوں نے فیصلہ کن انداز میں کہا تو وہ ساکت ہوگیا۔

"بس، کوئی جواب نہیں ہے نا۔" آغا جی نے کہا۔

"مجھے کچھ نہیں کہنا۔" وہ فقط یہ کہہ سکا۔

"اب آئندہ یہ مت کہنا کہ میں غلط سوچتا ہوں اور تم نے ایسا نہیں کیا۔" وہ بڑی سختی سے کہہ کر اپنے کام میں مشغول ہوگئے۔

"بابا......" کچھ دیر کے بعد اس نے خاموشی توڑ دی۔

"سوری آپ جاسکتے ہیں مجھے ضروری کام نپٹانے ہیں۔" انہوں نے اجنبی لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" وہ غصے میں کہہ کر چلا گیا۔ آغا جی نے تاسف سے سرد آہ بھری اور کام چھوڑ کر گہری سوچ میں گم ہوگئے۔

○......❖❖❖......○

"ہم انسانوں کی دنیا میں کیسا محبت شناسی کا انقلاب آیا ہے کہ ہم نے محبت کو بھی بھٹکنے پر مجبور کردیا ہے۔ اب محبت بھی آبلہ پا ہو کر لفظوں سے نکل کے کبھی ساحل پر پھیلی ریت میں اتر کر، کبھی پانی کی سطح پر بننے والے بلبلوں میں ڈھل کر، کبھی تتلیوں کے رنگوں میں بکھر کر، یا کبھی سوہم کے قلب میں پگھل کر اپنے معنی اور مفہوم تلاش کرتی ہے جبکہ کتنی آسانی سے ہم خود محبت کو ہی فریب دے کر دوسروں کو یہ یقین دلا رہے ہوتے ہیں کہ ہم آپ کے بنا جی نہیں سکتے اور پھر جی لیتے ہیں۔"

بڑی دیر سے وہ یہی سوچ رہی تھی دل اور دماغ میں بوبی کے لیے گنجائش نکالنے کی کوشش جاری تھی اور عقل کی ترازو یہ تول رہی تھی کہ بوبی کتنی محبت کرتا ہے سمیع احمد کی طرح یا عارفین کی طرح اور یا پھر نوازش صاحب کی طرح یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا اس نے زینت آپا کی خاطر، صفدر کے کہنے پر بوبی کے لیے سوچنا شروع کردیا تھا مگر فیصلہ کچھ بھی نہیں کر پارہی تھی۔

بھولی کپڑوں کی الماری میں کپڑے سیٹ کر رہی تھی ساتھ ساتھ کچھ گنگنا رہی تھی بوبی اچانک کمرے میں آیا تو اس کی گنگناہٹ بند ہوگئی۔

"اوں ہنہہ کتنی عجیب سی اسمیل ہے کمرے میں، بھولی جاؤ یہاں سے۔" اس نے ناگواری سے کہا۔

"اوہو... کیا ہوگیا ہے بوبی۔" شرمین کو اچھا نہیں لگا بھولی بے چاری شرمندہ سی ہوگئی۔

"جاؤ کمبخت منہ کیا دیکھ رہی ہو، کپڑوں میں سے بو آرہی ہے۔" اس نے براہ راست بھولی کو کہا تو وہ نمکین آنکھوں کے ساتھ فوراً چلی گئی تب شرمین نے بہت سنجیدگی سے کہا۔

"بہت بری بات ہے کسی کی اتنی تذلیل کرنا۔"

"یار تمہیں بو نہیں آرہی تھی۔"

"برداشت کرتے ہیں۔"

"ویسے بھی میں تمہارے پاس بیٹھنا چاہتا تھا۔ تمہیں دیکھنا چاہتا تھا۔" وہ شوخ ہوگیا۔

"جی فرمایئے۔"
"شرمین، لانگ ڈرائیو پر چلیں۔" بوبی نے کہا۔
"کیوں؟"
"دل چاہ رہا ہے۔" وہ بولا۔
"دل کو سنبھالیں سمجھائیں مجھے ضروری کام کرنے ہیں۔" اس نے کہا۔
"شرمین، میرا موڈ نہ خراب کرو۔"
"بوبی مجھے بچپنا پسند نہیں۔"
"مجھے پسند ہے۔"
"تو جاؤ پھر کرو اپنی مرضی۔"
"تمہارے ساتھ جانا ہے۔"
"مجھے نہیں جانا تمہاری ضد پر ہی میں پریشان ہوتی ہوں۔"
"تم کب میرے لیے مطمئن ہوگی؟"
"جب میرا دماغ تمہیں قبول کرلے گا۔" اس نے مسکرا کر کہا تو وہ ورطہ حیرت میں غوطہ لگا کر باہر نکلا اور خوشی سے چلایا۔
"ہرے، سچ شرمین تم نے یہ کہہ کر مجھے خوش کردیا۔ میں ماما کو بتاتا ہوں۔"
"کیا..... کیا بتاؤ گے؟" وہ بولی۔
"یہی کہ تم میرے بارے میں غور کررہی ہو۔" وہ معصومیت سے بولا تو اسے ہنسی آ گئی۔ اسے ہنستا چھوڑ کر وہ بھاگ کر کمرے سے نکل گیا وہ سچ میں اس بات پر ہی حد درجہ خوش ہوگیا تھا۔ شرمین کو اس کی معصومیت پر پہلی بار بہت پیار آیا تھا۔
"بوبی تم نے کیا سوچنے پر مجبور کردیا۔" وہ ہولے سے بڑبڑائی۔

O......✤ ✤......O

"منمی، شوہر کے گھر میں رہنا اس بات کی دلیل نہیں کہ بیوی شوہر کے دل میں بھی رہائش پذیر ہو، مٹی چونے کی دیواروں کے بیچ رہنے اور ان میں چنے جانے میں کیا فرق ہوتا ہے یہ یا تو انار کلی جانتی تھی یا پھر شوہر کے دل سے نکلنے والی بدنصیب بیوی۔"
"بی پوزیٹیو ڈیئر۔ ضروری نہیں کہ تمہارے ساتھ ایسا ہی ہو ابھی ایسا مت سوچا کرو۔" منمی نے اس کی مایوسی کو تسلی میں بدلنے کی خاطر کہا۔ وہ محسوس کررہی تھی کہ آج زیبا زیادہ ہی افسردہ اور مایوس ہے۔ اسے فون کرکے بلایا تھا اب وہ مسلسل ایسی ہی باتیں اس سے کررہی تھی۔
"سوچنا کیا ایسا تو ہوتا ہے، صفدر کب تک امی کے کمرے میں یا باہر تخت پر سوئیں گے، سیدھے منہ بات نہیں کرتے امی سے بھی الجھتے رہتے ہیں کمپیوٹر پر کام کرتا ہوتا ہے میں شرمندہ ہوتی رہتی ہوں۔" زیبا نے کہا۔
"کیوں..... کیوں شرمندہ ہوتی ہو وہ اپنے حق کے ساتھ رہو انہیں ایڈجسٹ کرنا چاہیے۔"
"وہ نہیں کریں گے منمی، مجھے صرف امی کا خیال ہے عبدالصمد میں ان کی جان ہے میں کیسے یہاں سے جاؤں گی؟"
"تو ضرورت بھی نہیں ہے تمہیں یہ گھر ہے تمہارا اور تم عبدالصمد کی ماں ہو، صفدر بھائی حقیقت بدل نہیں سکتے اور دیکھنا کچھ دنوں بعد عبدالصمد سے انہیں انسیت ہوجائے گی۔"
"مشکل ہے ایک بار بھی غور سے نہیں دیکھا بلکہ اس کی آواز بھی اچھی نہیں لگتی۔" زیبا نے سوئے ہوئے گول مٹول

سے عبدالصمد کو پیار کرتے ہوئے کہا۔
"وقت بدلے گا تھوڑا صبر کرو۔"
"دم گھٹتا ہے، بہت تذلیل کرتے ہیں۔ دل چاہتا ہے اڑ کر چلی جاؤں۔" زیبا کی آواز بھاری ہوگئی۔
"تو چلی جاؤ، جاتی کیوں نہیں۔" صفدر آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ وہ دونوں شرمندہ سی ہوگئیں۔
"صفدر بھائی یہ گھر جانے کا کہہ رہی تھی۔" نمی نے وضاحت کرنی چاہی۔
"مگر میں چاہتا ہوں کہ یہ چلی جائیں جوں جوں وقت گزرتا جارہا ہے میرا خون کھولتا رہتا ہے۔" وہ بہت نفرت آمیز نگاہوں سے زیبا کو گھورتے ہوئے بولا۔
"میں چلی جاؤں گی۔" زیبا کو برا لگا۔
"کیوں چلی جاؤ گی، عبدالصمد کو اس کی دادی سے دور کیسے کرو گی؟" نمی نے دانستہ اسے کچھ احساس دلانے کی خاطر کہا۔
"بس یہی ترپ چال ہے آپ کے پاس میری ماں کو جذباتی طور پر بلیک میل کرو۔" وہ طنزیہ بولا۔
"صفدر بھائی پلیز، اتنا وقت گزر گیا اب معاف کردیں دیکھیں کتنا پیارا بیٹا ہے آپ کا۔ اسے چھو کر دیکھیں گود میں لیں آپ کو اپنا بنائے گا۔" نمی نے عبدالصمد کو اٹھا کر اپنی گود میں بھرتے ہوئے اس طرح کہا کہ وہ پسیج جائے مگر وہ تو کٹھور تھا۔
"کاش، ایسا ہوسکتا۔" وہ یہ کہہ کر چلا گیا زیبا دکھ سے مسکرا کر بولی۔
"دیکھ لیا میں اس شخص سے منت نہیں کروں گی جس روز ٹھان لیا کہ جانا ہے تو کر گزروں گی۔"
"اور خالہ جان۔" نمی نے صفدر کی امی کے لیے کہا۔
"میں بتادوں گی کہ ہم دونوں ساتھ نہیں رہ سکتے۔"
"اف خدایا اللہ نہ کرے کبھی ایسا ہو، یہ معصوم بچہ بکھر کے رہ جائے گا۔" نمی کانپ اٹھی۔
"یہ اپنی ماں کی غلطی کی سزا بھگتے گا اس کا مقدر میں نے خراب کیا ہے۔" زیبا دکھی ہو کر بولی۔
"حوصلہ رکھو، اللہ محفوظ رکھے گا، سب بہتر ہوگا۔"
"ناممکن ہے اور اب میں خود بھی نہیں چاہتی۔" وہ بولی۔
"اللہ بہت طاقت والا ہے وہ دلوں کو موم کرتا ہے صفدر بھائی حقیقت تسلیم کریں گے۔"
"دل تو چاہتا ہے کہ وہ ماضی کی بھول سامنے آجائے تو اسے قتل کردوں۔"
"دفع کرو، جانے کہاں ہوگا شاید مرکھپ گیا ہو۔" نمی نے کہا۔
"تم عبدالصمد کے پاس رہو، میں ذرا کچن سے ہو کر آتی ہوں امی کو وقت پر کھانا دینا ہوتا ہے۔" زیبا یہ کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

محبت ابھی باقی ہے
نزہت جبیں ضیاء

کیا اندھیروں کے دکھ، کیا اُجالوں کے دکھ
جب ہرا دیں مقدر کی چالوں کے دکھ
دو گھڑی کے لیے پاس بیٹھو ذرا
بھول جائیں گے ہم کتنے سالوں کے دکھ

آج صبح سے ہی موسم بہت حسین ہو رہا تھا، وہ کمرے سے باہر آ گئی، برآمدے کی سیڑھیوں سے چھوٹے سے لان پر اچٹتی نگاہ ڈالی۔ وہی لان، وہی پھولوں کی کیاریاں، سب کچھ ویسا ہی تھا۔ مگر اب اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہ تھا۔ وہ جب سے گئی تھی ایک رات کے لیے بھی رکنے نہیں آئی تھی۔ کچھ پاپا سے ناراضگی اور پھر وہاں کی ضرورت بن گئی تھی اس لیے بہت کم آتی اور جلدی ہی لوٹ جایا کرتی تھی۔ لان کی حالت کافی خراب تھی اس نے سوچا لان کی صفائی کرے۔

"ارے بھنگن ذرا اچھی طرح دل لگا کر صفائی کرنا۔" کہیں قریب سے آذر کی شریر آواز ابھری۔ دل آویز نے چونک کر چاروں طرف دیکھا بارش کی ہلکی بوندوں کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی ٹپ ٹپ برسنے لگیں اس کے بڑھتے قدم رک گئے اور وہ وہیں سنگی بینچ پر بیٹھ گئی اور بینچ کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں بے تحاشا آنسو بند پلکوں کی باڑ توڑتے ہوئے سرخ گالوں پر پھسلتے چلے گئے۔

موسم بڑا خوب صورت تھا بہار کی جولانیاں اپنی عروج پر تھیں بہار کی آمد کے ساتھ ہی موسم نے خوب صورت انگڑائی لے کر پلٹا کھایا تھا صبح سے ہلکی ہلکی بارش سے زمین سے اٹھنے والی مٹی کی سوندھی خوشبو نے ماحول کو پرکیف بنا دیا تھا ہر چیز دھلی دھلائی، ہر پودا، ہر پھول نکھر کر مسکرانے لگا تھا۔ درختوں پر بہار اتر آئی تھی ایسے حسین موسم کی تو وہ بچپن سے دیوانی تھی۔ تب ہی تو ارد گرد سے بے نیاز گھر کے چھوٹے سے لان میں وہ کب سے بارش کی بوندوں میں بھیگ رہی تھی۔ شاکنگ پنک اور بلو کومبینیشن کے سوٹ میں وہ اسی موسم کا شوخ حصہ لگ رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں کو پھیلائے آسمان کی طرف منہ کیے لمبے بالوں کو پشت پر پھیلائے بچوں کی طرح موسم انجوائے کر رہی تھی۔

"دل بیٹا! چلو اب بس بھی کرو کتنا بھیگو گی بیمار ہو جاؤ گی۔" برآمدے سے سارہ بیگم نے آواز لگائی۔

"او کے مما آتی ہوں۔ بس تھوڑی دیر۔" بوگن ویلیا کی بیل کے پاس آ کر اس نے مما کو جواب دیا اور مہک اپنے اندر اتارنے لگی۔ اس کا دل شدت سے چاہ رہا تھا کہ آذر آ جائے اور وہ موسم کا مزید لطف اٹھانے بھی ڈرائیو پر نکل جائے کبھی کبھی دعائیں یوں بھی قبول ہو جایا کرتی ہیں۔ اس نے نگاہ اٹھائی تو گیٹ سے آذر کو داخل ہوتا دیکھ کر سوچا۔

"ہائے آذر..... تمہاری عمر کتنی لمبی ہے ابھی تمہیں یاد کر رہی تھی۔" دوڑ کر گیٹ تک پہنچی اور خوشی خوشی کہا۔

"واؤ زبردست۔" آذر نے اسے سر سے پیر تک والہانہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے پتہ تھا کہ تمہارا دل کیا چاہ رہا ہوگا تب ہی میں آ گیا چلو جلدی سے ریڈی ہو جاؤ۔"

"لوہ یو آر سو سوئیٹ۔" دل آویز نے آگے بڑھ کر اس کے گال پر پیار سے چٹکی بھری اور اندر کی طرف بھاگی۔

آذر بھی ہنستا ہوا اس کے پیچھے پیچھے اندر چلا آیا۔

"السلام علیکم نانو، مامی۔" لاؤنج میں بیٹھی ذکیہ بیگم اور

پھر سارہ بیگم کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام، کیسے ہو بیٹا گھر میں سب کیسے ہیں۔" ذکیہ بیگم نے نواسے کی پیشانی پر بوسہ ثبت کرتے ہوئے کہا۔

"بیٹا! تم آ رہے تھے تو زاہدہ کو بھی لے آتے۔" سارہ بیگم نے کچن سے قدرے اونچی آواز میں کہا۔ مامی دراصل آپ کی لاڈلی بھانجی دوعدد شیطانوں کے ساتھ آئی ہوئی تھیں اور پھر فواد بھی شام کو ڈنر پر آنے والا تھا۔ اس لیے مما بزی تھیں۔ اس نے وضاحت دی تب ہی سارہ بیگم چائے لے کر آ گئیں ساتھ میں گرم گرم کچوریاں اور پکوڑے بھی تھے۔

"ارے واہ مامی مزہ آ گیا آپ نے تو موسم کا لطف دوبالا کر دیا۔" گرم گرم کچوری پلیٹ میں نکال کر اس پر کیچپ ڈالتے ہوئے آذر نے کہا۔

"ارے یار، تم چائے پینے بیٹھ گئے۔" تب ہی دل آویز تیار ہو کر کمرے سے نکلی اور اسے چائے پیتا دیکھ کر اس کا منہ بن گیا۔

"کہاں کی تیاری ہے؟" سارہ بیگم نے دل آویز کو تیار دیکھ کر پوچھا۔

"مما آپ کو معلوم ہے نا ایسے موسم میں مجھے گھومنا پھرنا اچھا لگتا ہے، وہ تو آپ کے بھانجے صاحب کو آج ٹائم مل گیا ورنہ انہیں کام سے فرصت کہاں ملتی ہے۔" اپنی بات واضح کرتے ہوئے آذر سے گلہ بھی کر ڈالا۔

"ہاں تو کوئی فالتو نہیں ہے تمہاری طرح اور کوئی ضرورت نہیں کہیں جانے کی اتنے دنوں بعد وہ آیا ہے باتیں کرنے دو ہمیں۔" سارہ بیگم نے سرزنش کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"دادو پلیز، مما کو بولیں ناں ہمیں جانے دیں اتنے دنوں بعد کراچی میں بارش ہوئی ہے۔" وہ دادی کے گلے میں بانہیں ڈال کر لاڈ سے بچوں کی طرح بولی تو آذر کو ہنسی آ گئی۔

"ارے سارہ جانے دو بچی کو ذرا گھوم آئے گی لیکن جلدی آ جانا۔" ذکیہ بیگم نے بہو سے کہا تو سارہ بیگم چپ ہو گئیں۔

"اوہ دادو.... آئی لو یو۔" دل آویز نے ذکیہ بیگم کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا اور ہنستی ہوئی آذر کا ہاتھ تھام کر باہر کی طرف چل دی۔

"اُفوہ..... پتا نہیں کب سدھرے گی یہ لڑکی۔" سارہ بیگم نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اللہ پاک میرے بچوں کی خوشیاں سلامت رکھنا انہیں ہمیشہ اسی طرح ہنستے مسکراتے آباد رکھنا۔" ذکیہ بیگم دونوں کو جاتا دیکھ کر دعائیں دینے لگیں۔

"آمین ثم آمین۔" سارہ بیگم نے بھی بے ساختہ کہا۔

......☆☆☆......

ملک ریاض شہر کے مشہور بزنس مین تھے جنہوں نے اپنی محنت اور بیٹے کے ساتھ مل کر چھوٹے سے کاروبار کو وسیع کر لیا تھا۔ اسد ملک بڑے بیٹے تھے اور ان کے بعد زاہدہ تھیں ملک ریاض کے دو ہی بچے تھے۔

زاہدہ کی شادی انہوں نے بہت کم عمر میں اپنے تایا زاد سے کر دی تھی اور اسد ملک کے لیے اپنے بھائی کی بیٹی سارہ کو پسند کیا تھا۔ ذکیہ بیگم کو بھی کوئی اعتراض نہ تھا سارہ بیگم پڑھی لکھی، خوب صورت اور سلیقہ مند تھیں۔ یوں سارہ بیگم اسد ملک کی دلہن بن کر آ گئیں گھر کا ماحول بہت اچھا اور خوش گوار تھا۔ اسد ملک کاروبار کے متعلق ہر مسئلے پر اباجی کی رائے اور مشوروں کو مقدم رکھتے اسی طرح سارہ بیگم ساس کی مرضی کا خیال رکھتی تھیں۔ زاہدہ بیگم کا ایک بیٹا آذر تھا جبکہ سارہ بیگم کے دو بچے شہروز اور دل آویز تھے۔ اچھی بھلی اور خوش گوار زندگی میں اس وقت بھونچال آیا کہ اچانک ملک ریاض کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ جانبر نہ ہو سکے۔ صدمہ اتنا اچانک اور غیر یقینی تھا کہ سب کے ہوش اڑ گئے اچھے بھلے ہنستے بولتے، چلتے پھرتے، آفس جاتے آتے ملک ریاض یوں چھوڑ کر چلے جائیں گے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اسد ملک تو آنکھیں پھاڑے حیرت سے کفن میں لپٹے اباجی کو دیکھے جا رہے تھے۔ وہ آج تک اباجی کا

ہاتھ تھام کر آگے بڑھتے تھے اب بھلا کیسے وہ کاروبار اماں جی اور گھر کو سنبھال پائیں گے؟ اباجی نے جاتے جاتے کتنی بڑی اور مشکل ترین ذمہ داریاں ڈال دی تھیں۔ دوسری جانب ذکیہ بیگم پر جیسے پہاڑ آن گرا تھا۔ کتنا بڑا دھچکا لگا تھا۔ انہیں گھر کے معاملات چلانا، مشورے دینا اور ہر بات میں الو الو رہنے والے ملک ریاض یوں اکیلا کر جائیں گے ذکیہ بیگم کے لیے بہت اذیت ناک تھا۔ دس سالہ شہروز آٹھ سالہ طوبیٰ اور سات سالہ آذر اور چار سال کی دل آویز بھی غم سے نڈھال تھے۔ دوستوں کی طرح ساتھ کھیلنے والے دادا جی اور نانا جی خاموش ہوگئے تھے نہ ہنستے تھے نہ بچوں کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے تھے اور نہ ان لوگوں کے جھگڑے طے کروا رہے تھے۔ وہ تو چپ چاپ لیٹے تھے۔ نہ دادو کی ہچکیوں سے جاگے تھے نہ پاپا اور پھپھو کی چیخیں ان پر اثر انداز ہو رہی تھیں۔ ملک ریاض کی تدفین ہوئی گھر کا ماحول یک دم ہی مکدر ہوگیا تھا۔ ذکیہ بیگم ہر وقت روتی رہتیں۔ زاہدہ بیگم باپ کی کمی شدت سے محسوس کرتیں۔

اسد ملک تو جیسے ٹوٹ چکے تھے ہر بات میں ہر معاملے میں اباجی کی کمی ان کی ضرور محسوس ہوتی۔ ایسے میں سارہ بیگم نے بڑے صبر اور حوصلے سے سب کو سنبھالا۔ رفتہ رفتہ حالات معمول پر آنے لگے۔ اسد ملک کے منیجر اعظم صاحب بہت محنتی اور ایمان دار تھے۔ انہوں نے اس موقع پر پوری توجہ اور ایمان داری سے اسد ملک کا ساتھ دیا۔ ان کو تنہا ہونے کا احساس نہ ہونے دیا۔ آہستہ آہستہ اسد ملک نے کاروبار پر دھیان دینا شروع کیا کیونکہ انہیں اس کاروبار کو ترقی دینی تھی۔ جیسے ملک ریاض نے اپنے خون پسینے سے آگے بڑھایا تھا کچھ عرصے میں اسد ملک سیٹ ہوگئے۔ دھیرے دھیرے وقت گزرتا رہا۔ بچے بھی بڑے ہوگئے شہروز نے ایم بی اے کرلیا اور اب اسد ملک کے ساتھ کاروبار میں ان کی معاونت کررہا تھا۔ دل آویز جو گھر بھر کی لاڈلی تھی گریجویشن کررہی تھی۔ طوبیٰ کی شادی ہوچکی تھی اور آذر کا رشتہ دل آویز سے دونوں کی پسند سے طے ہوچکا تھا آذر کو بچپن سے ہی معصوم سی گوری رنگت لمبے لمبے بالوں والی دل آویز بہت پیاری لگتی تھی اور دل آویز کو بھی آذر بہت اچھا لگتا تھا جو ہر گیم میں اس کا پارٹنر بنتا تھا یوں ہی ہنستے کھیلتے ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہوئے وہ بڑے بھی ہوگئے اور یہی خیال محبت اور پھر رشتے میں تبدیل ہونے جارہا تھا۔

شہروز کے لیے سارہ بیگم نے اپنے میکے سے لڑکی پسند کرلی تھی اور فروا اور شہروز کی شادی طے ہوچکی تھی۔ شہروز کی شادی پر دل آویز نے خوب تیاریاں کی تھیں۔ اکلوتے بھائی کی شادی میں اکلوتی چھوٹی بہن کے تو انداز ہی نرالے ہوتے ہیں۔ دل آویز نے بھی سب ارمان نکالے تھے۔ مایوں والے دن دوستوں کے ساتھ مل کر خوب ہلا گلا، خوب ہنگامہ کیا۔ خوب گانے گائے لڈیاں ڈالیں اور خوب مزے مزے کیے۔ شادی والے دن جب وہ تیار ہو کر آئی تو آذر بس اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

جدید اسٹائل کے شرارے میں، خوب صورت جیولری اور میک اپ میں وہ غضب ڈھا رہی تھی۔ ہر نگاہ اس پر ٹھہر رہی تھی۔ آذر کو یہ عجیب سا لگ رہا تھا کہ جب کوئی اس کی تصویر اپنے کیمرے میں قید کررہا تھا۔ اس رات آذر نے اپنی مما سے بات کرنے کا فیصلہ کیا اور صاف کہہ دیا کہ مما آپ دل کے لیے میرا رشتہ ماموں سے مانگ لیں۔

"اوئے ہوئے ڈر گئے ناں تم آج اتنی حسین لگ رہی تھی کہ کوئی بھی رشتہ نہ مانگ لے۔" پاس بیٹھی طوبیٰ نے شرارت سے آذر کا سر ہلایا۔

"جی آپی۔" وہ سر جھکا کر آہستہ سے بولا۔

"واؤ..... " طوبیٰ زور سے ہنس دی مطلب یہ کہ ہم لوگ جو چاہ رہے تھے وہ تمہاری بھی خواہش ہے اور موصوف یہ بات دل میں چھپا کر بیٹھے تھے۔" طوبیٰ کا لہجہ بدستور شرارتی تھا۔

"گندیار۔" وہ بھی کھل کر مسکرایا۔

شادی کے ہنگامے سرد پڑے تو فروا کچھ دن کے لیے میکے چلی گئی مما پاپا اور دادو اپنے اپنے کمروں میں تھے۔ دل

اپنے لیے چائے بنا کر کپ لیے لان میں چلی آئی۔ شادی کی مصروفیت میں کئی دنوں سے لان پر اس کی توجہ نہ تھی۔ اس لیے پودوں میں کافی زیادہ پتے مرجھائے ہوئے تھے کیاریاں بھی گندی ہورہی تھیں۔ مالی بابا بھی کافی دن سے نہیں آئے تھے ویسے بھی دل آویز کو یہ کام کرنا اچھا لگتا تھا وہ لان کی دیکھ بھال خود ہی کیا کرتی تھی۔ چائے کا کپ خالی کرکے بینچ پر رکھا اور پودوں کی صفائی شروع کردی۔ پائپ لگا کر پودوں کی دھلائی کرنے لگی۔ صاف ستھرا دھلا دھلایا سا لان اور ہرے بھرے نکھرے نکھرے پودے بھلے معلوم ہورہے تھے تب ہی آذر آ گیا۔

''السلام علیکم!'' خوش دلی سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام، جنٹل + مائن۔'' آذر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''سب کہاں ہیں؟'' آذر نے پوچھا۔

''بھابی میکے گئیں ہیں، ماما پاپا اور دادو آرام کررہے ہیں تم بیٹھو میں چائے لے کر آتی ہوں۔'' پائپ کیاری میں پھینکتے ہوئے تفصیل بتائی۔

''اوکے.....'' وہ وہیں بینچ پر بیٹھ گیا۔ دل آویز اندر کی طرف چلی گئی۔ تھوڑی دیر میں چائے کی ٹرے ساتھ لے کر آئی چائے کے ساتھ نمکو اور بسکٹس تھے۔ ٹرے سامنے رکھی تو آذر کو ہنسی آ گئی۔

''کیوں کیا ہوگیا ہے تمہیں؟'' دل آویز نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

''بھئی لڑکی ہمیں پسند آئی ہے، صفائی بھی اچھی کرلیتی ہے، چائے بھی بنا لیتی ہے سلیقے والی بھی اور صورت شکل.....'' کچھ لمحے رکا اور منہ ٹیڑھا کرکے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

''چلو شکل بھی چل جائے گی۔''

''لوئے..... یہ کیا بکواس ہے۔'' وہ جو حیرت زدہ تھی اب بات سمجھ میں آئی تو غصے سے بولی۔ ''ایک تو خاطر مدارت کررہی ہوں اوپر سے نخرے دکھا رہے ہو۔''

''سوری سوری، یار مذاق کررہا تھا۔'' اس کا بدلتا موڈ دیکھ کر آذر جلدی سے بولا۔

''ناراض مت ہوجانا اب۔'' معصومیت سے ہاتھ جوڑے دل آویز کو ہنسی آ گئی۔

خاندانی رسم و رواج کا مسئلہ تھا نہ کوئی اور رکاوٹ یوں بہت جلد ہی دونوں کی منگنی ہوگئی۔ شادی میں ٹائم تھا کیونکہ دل آویز کی پڑھائی جاری تھی۔ پہلے ہی دونوں فیملیز میں انڈر اسٹینڈنگ تھی اس رشتے کے بعد اور زیادہ قریب آ گئے تھے۔ فری بھی اچھی نیچر کی تھی دل آویز کا بہت خیال رکھتی تھی۔

آذر پہلے سے ہی دل آویز کا خیال رکھتا تھا اب تو رشتہ طے ہونے کے بعد اور زیادہ چاہنے لگا تھا آذر کو پتا تھا کہ دل کو چاکلیٹ پسند ہے۔ وہ جب آتا ڈھیروں چاکلیٹ لاتا تھا۔ دل کو گرے اور بلو کلر کے کپڑے آذر پر اچھے لگتے تھے آذر کی الماری گرے اور بلو کلر سے بھر گئی۔ دل کو بارش پسند تھی بارش میں گھومنا پھرنا اچھا لگتا تھا آذر بارش میں سارے کام چھوڑ کر اسے سیر و تفریح کے لیے لے جاتا۔

اسی طرح دل آویز بھی اس کی ہر بات کا ہر پسند کا خیال رکھتی تھی آذر کو چائنیز ڈشز پسند تھیں دل آویز نے ہر طرح کی چائنیز ڈشز بنانا سیکھ لی۔ آذر کو گھر کی بیک کی ہوئی چیزیں پسند تھیں۔ دل نے کیک، کوکیز اور نہ جانے کیا کیا بیک کرنا سیکھ لیا تھا۔ آذر کو دل آویز پر پیلا کلر اچھا لگتا تھا۔ دل کی وارڈ روب میں ہر طرف پیلا شیڈ ہی نظر آنے لگا تھا۔ سینڈلز، پرس، جیولری ہر چیز میں پیلے کی جھلک ضرور نظر آتی۔ یوں کسی کا بن کے جینے کا، کسی کی پسند میں خود کو ڈھال کر جینے کا مزہ ہی کچھ اور تھا یہ سب کرتے ہوئے دل آویز کو بہت اچھا لگتا تھا۔

ابھی تک سے زندگی بہت حسین ہوچکی تھی۔ جو چاہا تھا وہ مل گیا تھا کوئی پابندی، کوئی روک ٹوک۔ جھگڑا، ٹینشن کچھ بھی نہ تھی۔ دن یونہی گزرتے رہے پھر دل آویز کے امتحانات بھی ہوگئے ساتھ ہی شادی کی تیاریاں بھی اسٹارٹ ہوگئیں۔ خوب زور و شور سے تیاریاں ہورہی تھیں دونوں جانب سے ہی خوب ارمان نکالے جارہے تھے۔

دادو بھی چاہتی تھیں کہ اس شادی میں کہیں بھی کوئی بھی کمی نہ رہے کیونکہ ایک طرف لاڈلا نواسا تھا تو دوسری جانب چہیتی پوتی۔

مما کے ساتھ شاپنگ کرکے وہ مال سے باہر آئی تو مما نے کہا کہ تم جاکر گاڑی نکالو میں ابھی سامنے سے کچھ لے کر آتی ہوں۔ اوکے مما کہہ کر وہ گنگناتی ہوئی پارکنگ کی طرف آئی ہاتھ میں شاپرز سنبھالے وہ گاڑی کا فرنٹ ڈور کھول رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر سامنے خاتون کی گود میں اس بچے پر پڑی جس کا چہرہ دل آویز کی طرف تھا اور خاتون کی پیٹھ اس کی طرف تھی۔

"اوہ مائی گاڈ۔" دل آویز کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی آواز پر وہ خاتون پلٹیں۔

اوہ...... "یہ تو اس کی دوست کنزئی کی بڑی بہن اسمارا تھیں۔

"اسمارا آپی آپ اور......؟" وہ اسمارا کو دیکھ کر چونکی اور سراسیمہ ہوکر اس کی گود میں موجود بچے کی طرف اشارہ کیا۔ بچہ مسلسل ہنس رہا تھا اس کے منہ سے رال بہہ رہی تھی۔ عام بچوں کے مقابلے میں سر بھی خاصا بڑا تھا اور نقوش بھی...... اف...... وہ بچہ ایب نارمل تھا۔

"ہاں دل یہ میرا بیٹا ہے، سوری تم ڈر گئی شاید۔" اسمارا شرمندگی سے بولی۔

دل آویز خود بھی شرمندہ سی ہوگئی۔

"آپی...... آپ کے دو بچے تو نارمل تھے نا۔" دل آویز ابھی تک حیرت زدہ تھی۔

"ہاں سب اللہ کی مرضی ہے بلڈ ریلیشن میں شادیوں میں عموماً ایسا ہوجاتا ہے اس لیے آج کل لوگ ایسی شادیوں سے اجتناب کرنے لگے ہیں۔"

"جی...... جی......!" وہ ایک دم چپ ہوگئی تب ہی مما آگئیں۔

"کیا ہوا؟" مما نے اس کی اڑی رنگت اور مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں مما۔" آئیں اسمارا کو گاڑی میں بیٹھا دیکھ کر وہ بھی اندر بیٹھتی ہوئی دوسری جانب کا دروازہ کھولنے لگی۔ سارا راستہ دل آویز چپ رہی اس کے ذہن میں عجیب عجیب خدشات جنم لینے لگے تھے۔ سارہ بیگم کو پتا تو تھا کہ دل ایب نارمل اور پاگل لوگوں کو دیکھ کر کتنی خوف زدہ ہوجاتی ہے۔ انہوں نے محسوس کرلیا تھا کہ وہ بچے کو دیکھ کر ڈر گئی ہے۔

اتفاق سے اسی رات ٹی وی سے ایب نارمل لوگوں کی ڈاکومینٹری فلم بھی کسی چینل سے آرہی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی نہ جانے کس تجسس کے تحت دل نے وہ پوری فلم دیکھ لی جیسے جیسے وہ سب دیکھ رہی تھی اس کا دماغ گھومتا جارہا تھا۔

"اف، یہ بات ثابت ہوچکی تھی کہ ایسے بچے اس صورت میں زیادہ ہوتے ہیں جب شادیاں خاندان میں کی جائیں، اف......!" اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

"دلہن بیگم، یہاں بیٹھ کر ٹی وی دیکھ رہی ہو میں تمہیں پورے گھر میں ڈھونڈ آئی۔" فروا نے اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے شرارت سے کہا اور غور سے اسے دیکھا۔

"ارے کیا ہوگیا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" اس کے پژمردہ چہرے اور نم آنکھوں کو دیکھ کر اس کا ماتھا چھوا۔

"جی بھابی۔" آہستگی سے بولی۔

"اچھا کل پھپو آرہی ہیں تمہیں ساتھ لے جاکر تمہاری پسند کے زیورات خریدنا چاہ رہی ہیں اور ساتھ ہی آذر میاں بھی ہوں گے دم چھلے۔" آخری جملہ کہتے ہوئے فروا نے شرارت سے اس کا سر ہلایا۔

"مگر......!" اس کی شرارت پر دل آویز نے جو جواب دیا وہ سن کر فروا کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔

"کیا ہوگیا، تم ہوش میں تو ہو ناں، کیا بکواس ہے یہ۔"

"جی بھابی، میں ہوش و حواس میں ہوں آپ مما سے کہہ دیں مجھے آذر سے شادی نہیں کرنی۔"

"دل تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے کیا؟ اب شادی میں چند دن رہ گئے ہیں اور تم یہ بکواس کررہی ہو۔ مما نے سن لیا تو

تمہیں قتل کروالیں گی وہ.... مذاق چھوڑو، سمجھیں۔" فروا نے سب محض مذاق سمجھا۔

"بھابی یہ مذاق نہیں.... میں سچ کہہ رہی ہوں۔" دل کے لہجے میں دکھ بول رہے تھے۔

"میں.... میں...... آذر سے شادی نہیں کروں گی نہیں کرسکتی میں اس سے شادی۔" دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"ارے میری جان، ہوا کیا ہے، کیا تمہیں آذر نے کچھ کہا ہے۔ لڑائی ہوگئی کیا تم دونوں میں، ایسی باتیں تو ہوجایا کرتی ہیں تو کیا رشتے ختم کردیے جاتے ہیں۔ پاگل ہو تم جو بھی ہوا بھول جاؤ وہ بھی تم سے زیادہ دیر روٹھ نہیں سکتا۔" فروا نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے پیار سے سمجھایا۔ ہمیشہ ہنسنے ہنسانے والی گھر بھر کی لاڈلی کو آج فروا نے پہلی بار اس طرح روتے ہوئے دیکھا تھا۔

"نہیں بھابی نہ ہماری لڑائی ہوئی نہ اس نے مجھے کچھ کہا بس یہ میرا آخری اور اٹل فیصلہ ہے اس سے آگے ہاں کی کوئی گنجائش نہیں۔" دل نے خود کو فروا کی گرفت سے آزاد کراتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا فروا منہ کھولے اس پاگل لڑکی کو دیکھتی رہ گئی۔

تھوڑی دیر میں یہ خبر گھر اور پھر گھر سے باہر تک بھی گئی آذر دوڑا چلا آیا۔ مگر دل آویز نے خود کو کمرے میں بند کرلیا تھا۔

"اُفوہ.... اماں یہ لڑکی ہم سب کو پاگل کردے گی، تمہارے لاڈ پیار نے اسے بگاڑ دیا ہے۔" سارہ بیگم کا بس چلتا تو اپنے ہاتھوں سے اپنی لاڈلی بیٹی کا گلہ گھونٹ دیتیں۔ وہ بھی غصے سے پیچ وتاب کھا رہی تھیں۔ کوئی وجہ، کوئی بات، کوئی غلطی، کچھ بتائے بنا بس ایک ہی رٹ تھی کہ شادی نہیں کرنی۔

"کرلے کچھ بھی، مرجائے زہر کھا کر۔" اسد ملک غصے سے گرجے۔

"کاش پیدا ہوتے ہی مرجاتی تو ہم یوں رسوا نہ ہوتے اس نے تو ہمیں ذلیل کرکے رکھ دیا ہے۔ ہمارے چھوٹوں کی نظروں میں۔" سارہ بیگم غصے سے پیچ وتاب کھا رہی تھیں۔ ایک رات گزر گئی تو دادو رونے لگیں۔ فروا بھی بہت پریشان تھی وہ پاگل سچ مچ کچھ نہ کرلے فروا نے روتے ہوئے شہروز کے سامنے ہاتھ جوڑے۔

"خدا کے لیے دروازہ توڑ دیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" شہروز بھی دل آویز کو بہت پیار کرتا تھا اب اس کا غصہ بھی فکر میں تبدیل ہوگیا تھا صبح دادو اور فروا کے رونے دھونے پر دروازہ توڑا گیا تو اندر دل بیڈ پر بے ترتیبی سے پڑی تھی چہرے پر آنسوؤں کے نشانات واضح تھے۔

جیسے وہ روتے روتے بے ہوش ہوگئی ہو، ہاتھ اور پیر بالکل ٹھنڈے ہورہے تھے۔ پاپا، مما، شہروز زور سے چلایا۔ سب بھاگے چلے آئے سارہ بیگم دوڑ کر اس کے پاس پہنچیں پل میں سارا غصہ کافور ہوچکا تھا۔ فوراً اسپتال لے کر بھاگے۔ ڈاکٹرز نے بتایا کہ نروس بریک ڈاؤن ہوچکا ہے۔ طبیعت بہت خراب تھی۔

"یا اللہ میری بچی پر رحم کرنا۔" سارہ بیگم گڑگڑا رہی تھیں۔ اسد ملک بھی پریشان تھے ان کی لاڈلی بیٹی بے ہوش پڑی تھی۔ دادو کا رو رو کر برا حال تھا۔ یہ اچانک کیا ہوگیا تھا۔ نجانے کیوں اور کس لیے دل آویز نے ایسی ضد پکڑلی تھی کہ سارے خاندان کو پریشان کرکے اب خود بھی موت سے لڑ رہی تھی۔

......☆☆☆......

دوسرے دن شام کو اس کو ہوش آیا آنکھیں کھولیں تو سامنے دادو اور مما کو دیکھا دفعتاً سب کچھ ذہن میں آگیا اور بے تحاشا آنسو آنکھوں سے ابل پڑے۔

"مما...... دادو آئی ایم سوری۔" نقاہت سے بمشکل کہہ سکی۔

"چپ ہوجاؤ بیٹی اللہ کا کرم ہے تمہیں ہوش آگیا۔" دادو نے روتے ہوئے اس کا ہاتھ چوم لیا۔ سارہ بیگم نے بھی نم آنکھوں سے اسے دیکھا اور اس کے نخ ہاتھ تھام لیے تین دن بعد وہ گھر لوٹ آئی۔

پاپا اس سے خفا خفا سے تھے۔ مما بھی زیادہ بات چیت

نہ کرتیں سب اس کا خیال رکھتے۔ شہروز اور فروا بھی لیے دیے رہتے بس دادو اس سے ڈھنگ سے بات کرتیں حالانکہ دل آویز کے انکار سے ان کی اکلوتی بیٹی اور لاڈلے نواسے کا رشتہ بھی اس گھر سے جیسے ٹوٹ گیا تھا۔ زاہدہ بیگم نے بہت کوشش کی کہ انکار کی وجہ تو پتا چلے مگر اسد ملک اور سارہ بیگم تو خود بھی اصلیت سے بے خبر تھے تب ہی دونوں دل آویز سے ناراض تھے جس نے بیٹھے ہی رشتے توڑ ڈالے تھے۔ وہ بھی بلاوجہ اور بنا کسی ٹھوس اور مناسب وجہ کے گھر کا ماحول عجیب سا ہوگیا تھا۔ جیسے سب کے درمیان کوئی سرد جنگ جاری ہو، ہر شخص اپنے کام سے کام رکھتا۔ شہروز اور فروا اسلام آباد شفٹ ہوگئے دن گزرتے چلے گئے اس عرصے میں دادو کا بھی انتقال ہوگیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اسد ملک اور سارہ بیگم کا رویہ دل آویز کے ساتھ قدرے بہتر ہوگیا۔ دل آویز کو آذر کی یاد آ جاتی تو وہ چپکے چپکے اپنی راتیں کالی کرتی رہتی۔

ایک روز پاپا نے بجائے یہ کہ اس سے بات کرتے اس کی مرضی معلوم کرتے! اسے یہ فیصلہ سنا دیا۔

''امریکہ سے میرے ایک دوست کی فیملی پاکستان آرہی ہے اور میں نے ان کے بیٹے سکندر بخت سے تمہارا رشتہ طے کردیا ہے۔ اگلے ماہ کی بارہ تاریخ کو تمہارا نکاح ہے۔'' وہ آنکھیں پھاڑے پاپا کے سپاٹ چہرے کو دیکھتی رہی پاپا اپنا فیصلہ سنا کر ایک لمحے کے لیے بھی رکے نہیں بلکہ الٹے قدموں واپس پلٹ گئے وہ سر جھکا کر رہ گئی۔ ٹپ ٹپ آنکھوں سے بے تحاشا آنسو نکل کر اس کے دامن میں جذب ہوتے گئے۔ اس کے روم روم میں دل میں، دھڑکنوں میں خوابوں میں تصور میں صرف اور صرف آذر تھا جس کے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی تھیں مگر......

اور پھر وہ سکندر بخت کے عالی شان محل میں مسز سکندر بن کر چلی آئی۔ یہ گھر نہیں کوئی محل تھا جہاں نوکروں کی فوج تھی گھر کی ہر چیز سے امارت ٹپک رہی تھی۔ اس نے تو کچھ پوچھا بھی نہیں اور نہ پاپا مما نے کچھ بتانے کی زحمت کی بس کہہ دیا کہ سکندر بہت امیر ہے وہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

''السلام علیکم۔'' کچھ دیر بعد سکندر آ گیا۔

''وعلیکم السلام۔'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ سمٹنے لگی۔

''ماشاء اللہ واقعی بہت خوب صورت ہو۔'' سکندر نے تعریف کی تو وہ شرما بھی نہ سکی نہ کوئی جذبہ، نہ امنگ، نہ خواہشیں، کچھ بھی تو نہ تھا بس ایک فرض تھا جو پاپا نے پورا کردیا تھا۔

''دیکھو دل آویز۔'' وہ کچھ دیر بعد مخاطب ہوا۔ ''آج سے ہم ایک نئی زندگی کی ابتدا کررہے ہیں مجھے تمہارے اور تمہیں میرے ماضی سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے میرے ماضی کے بارے میں کبھی کریدنے کی کوشش مت کرنا۔ ہمیں حال میں جینا ہے اور حال ہی کا سوچنا ہے۔ تم میرے گھر میں میری بیوی بن کر آئی ہو تو تم پر لازم ہے کہ تم میری ہر بات، تو میں جیسا چاہوں، جو کہوں، جیسا رکھوں، اس میں ہی تمہیں خوش رہنا ہوگا۔ مجھے جرح کرتی، بحث کرتی غیر ضروری باتیں کرتی اور کھوج لگانے والی عورتیں قطعی ناپسند ہیں۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ تم میری پسند اور ناپسند کا پورا پورا خیال رکھو گی۔ بدلے میں تمہیں یہاں ہر قسم کی آسائش، روپے پیسے، ہر چیز میسر ہوگی ایسی زندگی جو شہزادیوں کے نصیب میں ہوتی ہے ایسی زندگی گزارو گی کہ شاید خواب میں بھی تم نے نہیں سوچا ہوگا۔'' اس کی ایک ایک بات میں، ایک ایک لفظ میں تفاخر، تمکنت اور گھمنڈ نمایاں تھا۔ دل آویز کو محسوس ہوگیا کہ سکندر بخت ایک گھمنڈی اور مغرور انسان ہے اور یہ شادی اسے صرف نبھانی ہے۔

''جی آپ کو کوئی شکایت نہ ہوگی۔'' وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

''گڈ۔'' سکندر بخت نے جیب سے اعلیٰ برانڈ کا سگریٹ نکال کر اسے جلاتے ہوئے بس اتنا ہی کہا۔

''اوہ، موصوف سگریٹ بھی پیتے ہیں۔''

''چینج کرکے آجاؤ۔'' سکندر نے سگریٹ کا دھواں خارج کرتے ہوئے کہا تو وہ خاموشی سے اٹھ کر الماری

سے کپڑے نکالنے لگی۔

سکندر بخت کی فیملی میں باپ اور ماں ہی تھے اور کوئی بہن بھائی نہ تھا۔ نہ رشتے دار، بڑا سا گھر اور ڈھیر سارے نوکر تھے۔ ایک بوڑھی آپا شمشاد، ایک باورچی، ڈرائیور اور ایک لڑکا جو اوپر کے کام کرتا تھا۔

آدھی رات کو دروازہ دھڑ دھڑ بجنے لگا "الٰہی خیر۔" وہ گھبرائی سکندر بھی گڑبڑا کر اٹھ گیا۔ اٹھ کر دروازہ کھولا۔

"صاحب.....صاحب..... یہ دیکھیں یہ مجو بابا کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہے پتا نہیں کیا ہوگیا ہے۔" شمشاد مائی گھبرائی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھیں۔

"اندر آجاؤ۔" سکندر نے راستہ دیا۔ شمشاد مائی نے بچے کو لاکر بیڈ پر لٹا دیا۔ دل آویز آنکھیں پھاڑے حیرت سے بچے کو دیکھتے ہوئے بیڈ کے کونے کی طرف سمٹ گئی۔ تین چار سال کا بچہ لیکن عام بچوں سے بالکل الگ کیونکہ وہ نارمل نہیں تھا۔ گھبرا کر دل آویز بیڈ سے اتر گئی۔ بچے کی شکل عجیب سی تھی چھوٹی چھوٹی میز سی آنکھیں جو کافی اندر دھنسی ہوئی تھیں۔ ماتھا آگے کو نکلا ہوا، سر قدرے بڑا، ہونٹ موٹے موٹے اور آگے کو نکلے ہوئے تھے منہ سے بہتی رال اور چڑھی ہوئی آنکھوں کے ساتھ بخار کی حدت سے تمتماتا ہوا سرخ چہرہ بچے کو خاصا عجیب سا بنائے دے رہا تھا۔

"یہ..... یہ کون ہے..... اسے یہاں کیوں لائی ہو؟ لے جاؤ یہاں سے۔" دل آویز نے شمشاد کو دیکھ کر کہا۔

"وہ بیگم صاحب.....!" قبل اس کے کہ شمشاد کچھ کہتی سکندر بخت نے اسے ہاتھ کے اشارے سے باہر جانے کو کہا تو شمشاد سر جھکا کر واپس پلٹ گئی۔ دل آویز حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"یہ کیا ہے، کیا معاملہ ہے اور یہ بچہ کون ہے اور رات کے اس پہر آج ہمارے بیڈ روم میں کیوں ہے۔" وہ عجیب سی الجھن کا شکار تھی اس نے سوالیہ نظریں سکندر بخت کی طرف اٹھائیں۔

"یہ میرا بیٹا ہے اور آج سے تمہارا بھی بیٹا ہے، فی الحال تمہارے لیے اتنا جان لینا کافی ہے۔" سکندر بخت دل آویز کے چہرے کے اتار چڑھاؤ اور الجھن اور آنکھوں میں چھپا خوف محسوس کرچکا تھا لہٰذا مختصر لفظوں میں اپنا مدعا بیان کردیا۔

"کیا..... یہ..... آپ کا بیٹا.....؟" حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹنے لگیں۔ خوف سے وہ کانپنے لگی۔ بقول سکندر کے کہ وہ اب اس کا بھی بیٹا ہے۔ دل آویز نے خوف زدہ نظریں بچے پر ڈالیں۔

"نہیں..... نہیں..... اللہ نہ کرے۔" بے ساختہ اس کے لبوں سے نکلا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" سکندر بخت نے ترچھی نظریں اس پر ڈال کر سوال کیا۔

"ابھی میں اسپتال جا رہا ہوں آکر تم سے بات کروں گا۔" بچے کو گود میں اٹھا کر سکندر بخت کمرے سے باہر نکل گیا۔

"اف اللہ..." دل نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چکراتا سر تھام لیا۔

"یا اللہ یہ کیا ہے؟ یہ بچہ سکندر کا ہے مطلب سکندر شادی شدہ ہے اور اس کا بچہ بھی اور...... ایسا بچہ۔ یہ بات... پاپا، مما یا شہروز نے کسی نے ایسی کوئی بات نہیں بتائی تھی بس اتنا بتایا کہ امریکہ سے آیا ہے اور جلدی شادی کرنا چاہتا ہے یا اللہ یہ کیا امتحان ہے۔ مجھے ہمیشہ سے ایسے لوگوں سے خوف آتا رہا ہے بچپن سے جہاں کہیں بھی کوئی ایب نارمل یا پاگل نظر آتا دل چیخ مار کر مما یا دادو کی گود میں چڑھ جاتی خوف سے آنکھیں بند کرلیتیں ایک لمحے کے لیے بھی ایسے بندے کو سامنے برداشت نہیں کرسکتی مگر..... یہ بچہ میرے ساتھ رہے گا اس کی ماں۔" یہ سوال اس کے دل میں تھے۔

"میرے اللہ آج شادی کی پہلی رات ہے... میں نے اپنی زندگی کی شروعات کی اور آج ہی کتنی بھیانک حقیقت کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ یہ سب کچھ میری برداشت سے قطعی باہر ہے۔ اتنا بڑا دھوکہ اتنی بڑی سچائی کو چھپا کر سکندر نے بہت گھٹیا پن کا ثبوت دیا ہے۔ اپنی امارت کا

ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ میں بھی کوئی گری پڑی نہیں ہوں، میرے پاپا بھی روپے پیسے میں کسی سے کم نہیں ہیں..... میں یہاں بالکل نہیں ٹھہر سکتی۔ صبح ہی پاپا سے بات کروں گی تمام باتیں انہیں بتاؤں گی۔ میں سکندر سے کہہ دوں گی کہ اگر مجھے یہاں رکھنا ہے تو اس بچے کو کسی ادارے میں بھجوا دیں ایسے بہت سے ادارے ہیں جو ایسے بچوں کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔" وہ تھوڑی سی دیر میں بہت کچھ سوچ چکی تھی کیونکہ جس چیز کو بنیاد بنا کر اس نے اپنی زندگی کا ناقابل برداشت اور اذیت ناک فیصلہ کیا تھا وہی اسے منہ دکھائی میں تحفے کی صورت ملا تھا۔ اسے رہ رہ کر سکندر پر غصہ آ رہا تھا اس نے سوچ لیا تھا کہ اس کے جھوٹ کو ایشو بنا کر وہ سکندر کو خوب ذلیل کرے گی اور سکندر کو مجبور کر دے گی کہ وہ بچے کو کہیں بھجوا دے ورنہ..... وہ یہاں نہیں رہے گی۔"

تقریباً تین گھنٹے بعد سکندر کمرے میں آیا تو وہ جاگ رہی تھی۔

"تم جاگ رہی ہو اب تک؟"

"جی..... سو کیسے سکتی ہوں۔" تلخی سے جواب دیا۔

"سکندر یہ بچہ...!" اس نے کہا۔

"ہاں یہ میری پہلی بیوی جیسمین کا اور میرا بیٹا ہے جیسمین کو میں ڈیورس دے چکا ہوں کیونکہ اسے اپنی سوشل لائف زیادہ عزیز تھی اور میں اس بچے کو ساتھ رکھنا چاہتا ہوں تب ہی میں نے تم سے شادی کی ہے۔"

"مگر یہ تو سراسر زیادتی ہے سکندر اگر ایسی بات تھی تو آپ ایسی لڑکی سے شادی کرتے ناں جسے آپ کے ساتھ ساتھ ایسا بچہ بھی قبول ہوتا۔ جو آپ کی یہ شرط ماننے پر تیار ہوتی یا آپ ہمیں صاف بتا دیتے۔ آپ نے مجھ سے کہہ دیا کہ ماضی کو دفن کر دیں لیکن آپ نے خود اپنے تلخ ماضی کی اتنی بھیانک سچائی کو چھپا کر مجھ سے شادی کی اگر... مجھے یہ معلوم ہوتا تو..... تو میں ہرگز یہ شادی نہیں کرتی۔ مجھے نفرت ہے ایسے بچوں سے میں برداشت نہیں کر سکتی اس لیے آپ پہلی فرصت میں اسے کہیں کسی بھی ادارے میں شفٹ کر دیں۔ آپ نے تو حد کر دی سکندر رشتے کی بنیاد ہی ایک کڑوے اور بھیانک جھوٹ پر رکھی ہے اگر مجھے علم ہوتا تو...!"

"دل آویز۔" سکندر جواب تک خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔

"تم مجھے بار بار جھوٹا ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہو جبکہ ایسا کچھ نہیں ہے میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا کچھ نہیں چھپایا۔ نہ غلط بیانی سے کام لیا نہ دھوکہ دیا میں کون ہوں، کیا ہوں میرا بچہ ہے اور بچہ نارمل نہیں ہے یہ ساری باتیں اسد ملک صاحب کے علم میں ہیں۔ میں نے تمہارے پاپا سے کہا تھا کہ وہ تم کو سب کچھ بتا دیں انہوں نے تمہیں بتایا یا نہیں یہ مجھے علم نہیں یہ الزام جو تم مجھ پر لگا رہی ہو یہ بے بنیاد ہیں میں نے کچھ غلط نہیں کیا نہ ہی کسی کو اندھیرے میں رکھا اب یہاں غلطی کس کی ہے کس نے حقیقت چھپائی، سب ظاہر ہے تم چاہو تو ابھی فون کر کے اپنے پاپا سے پوچھ سکتی ہو۔" سکندر نے بات ختم کی تو دل نے سر تھام لیا۔

"اف پاپا یہ کیا کر دیا آپ نے... اتنی بڑی سزا..... اتنا بڑا ظلم اپنی لاڈلی بیٹی کے لیے... ایسی سزا۔ ہاں، میں نے بھی تو ظلم کیا ہے ناں آپ پر آپ کا رشتہ بھی ٹوٹ گیا تھا آپ کی بہن سے میری وجہ سے... لیکن مما..... مما آپ کا دل کیسے مان گیا آپ تو جانتی ہیں ناں کہ آپ کی بیٹی کتنا ڈرتی ہے ایب نارمل لوگوں سے.....!" دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"ہاں... ایک بات کان کھول کر سن لو چاہے تم یہاں رہو یا نہ رہو شجاع کہیں نہیں جائے گا۔" سکندر فیصلہ سنا کر جا چکا تھا۔

"یا الٰہی یہ کیسا امتحان ہے یہ کیسی سزا ہے ایک ایسی بات کیا ڈر جس کی وجہ سے میں نے اپنی چاہت، اپنے پیار کو چھوڑا وہی چیز وہی ڈر، خوف ہر وقت میرے سر پر منڈلاتا رہے گا میری نگاہوں کے سامنے رہے گا۔" دل

آویز کو خود کو یہاں ایڈجسٹ کرنا تھا جس کر رو کر یا خوف زدہ ہوکر...... مگر ہمت اور حوصلے کے ساتھ سب سہنا تھا۔ شجیع زیادہ تر شمشاد کے ساتھ ہی رہتا تھا۔ کبھی کبھی سکندر کے سامنے شمشاد اسے لے آتی تو دل آویز کسی نہ کسی کام میں لگ جاتی کوئی ری ایکٹ نہ کرتی میکے بھی بہت کم جاتی تھی اسے وہاں جاکر بھی اچھا نہ لگتا گو کہ پاپا اور مما کا رویہ اچھا رہتا مگر دل میں تو ایک پھانس سی چبھ گئی تھی اس لیے جلد لوٹ آتی۔

اسی طرح ڈھیر سارے دن گزر گئے پھر دل آویز بھی ماں بن گئی خوب صورت گول مٹول بچی جسے دیکھ کر سکندر اور دل بہت خوش ہوئے مگر...... جب ڈاکٹرز نے چیک اپ کرنے کے بعد یہ بھیانک خبر دی کہ بچی ذہنی طور پر نارمل نہیں ہے تو...... دل تو یہ سن کر بے ہوش ہوگئی۔ سکندر کے بھی ہوش اڑ گئے یہ بار بار کیوں ہورہا تھا اس کے ساتھ...... بظاہر صحت مند اور توانا مرد تھا پھر...... پھر یہ خدا کی کوئی مصلحت تھی دل ہوش میں تو آ گئی مگر بہت دکھی اور غمگین تھی اللہ پاک کیا امتحان لے رہا تھا اس نے تو اکثر یہی سنا تھا اور ڈاکٹرز بھی کہتے تھے کہ بلڈ ریلیشن ہو اور شادیاں ہوں تو عموماً بچے نارمل نہیں ہوتے مگر یہاں تو... بلڈ تو کیا سکندر سے دور دور کا بھی کوئی تعلق نہیں تھا پھر یہ بچی؟ یا خدا تو ہی مالک و مختار ہے کل عالم کا پالنے والا کل عالم کو چلانے والا تو قادر ہے، جو چاہے کرسکتا ہے ہونی کو انہونی اور معجزات کچھ بھی کرسکتا ہے۔ بنانا، بگاڑنا، سنوارنا سب تیرا کام ہے تیری حکمت اور تیری طاقت ہے میرے مولی، ہم ناچیز ہیں، ہم صرف مفروضے قائم کرلیتے ہیں ہم کون ہوتے ہیں تیری خدائی میں دخل دینے والے۔ ہم کون ہوتے ہیں اپنے طور پر فیصلے کرنے والے؟ ہم خطا کار ہیں مولا صرف سوچ سکتے ہیں کرتا تو ہے یا اللہ مجھے معاف کردینا میرے مالک مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی۔ کاش...... کاش سب کچھ رب کی مرضی پر چھوڑ دیتی مگر میں نے کتنے دل توڑے، مگر میں بندہ ناچیز تھی نا میرے دل میں بھی وسوسے تھے میری سوچ بھی ناقص تھی کہ آذر سے شادی ہوئی تو ہمارے بچے نارمل نہیں ہوں گے مگر میں جس سے بھاگ رہی تھی وہ میرے پیچھے پیچھے ہے پہلے شجیع اور اب...... میری اپنی بچی، یا اللہ مجھے ہمت دینا حوصلہ اور برداشت دینا میرے مالک۔" وہ رب کے حضور زار و قطار رو رو کر اپنی غلطیوں کی معافی کے ساتھ ساتھ آگے کی بہتری کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

تین دن بعد وہ گھر آ گئی پاپا اور ماما بھی آئے تھے پاپا دکھی لگ رہے تھے جبکہ مما خاصی دل گرفتہ تھیں مگر خدا کی رضا کے آگے سب بے بس اور شاکر تھے۔ بظاہر نمل صورت شکل میں اچھی بھلی تھی مگر ذہنی طور پر نارمل نہیں تھی۔ دل آویز دل و جان سے نمل کی دیکھ بھال کرتی کہتے ہیں عام طور پر خواتین کی خواہش ہوتی ہے اچھا کھانا، اچھا پہننا، نوکر چاکر، عیش پیسے کی فراوانی یہی ان کی زندگی کا خواب ہوتا ہے وہ سمجھتی ہیں کہ پیسہ ہی تمام مسائل کا حل ہے لیکن...... لیکن کچھ ایسی خواتین بھی ہیں جو ان آسائشات کے ساتھ مطمئن اور آسودہ نہیں رہتیں ان کی زندگی میں کوئی کمی، کوئی تشنگی کوئی جھول رہ جاتا ہے کوئی پچھتاوا گزرے ہوئے وقت کی خوش گوار یادیں۔ حال کی تلخیاں ان کو ہمیشہ اپنے حصار میں رکھتی ہیں ان کی زندگی میں کہیں نہ کہیں لفظ "کاش" اور "اگر" ضرور ہوتا ہے اور دل بھی انہی لوگوں میں سے تھی۔ سکندر بخت سے اسے کوئی قلبی لگاؤ نہ تھا۔ ایک رشتہ تھا۔ جسے وہ نبھا رہی تھی۔ دل کے سامنے پہلے شجاع اور پھر نمل تھی۔ ان کے مسائل ان کی ضروریات اور ان کے لیے غور و فکر کرتی اس کی روٹین تھی کوئی چارم، کوئی خوشی، کوئی امنگ نہ تھی بس ایک فرض کی طرح سے زندگی گزارے جارہی تھی۔ اب اسے نہ شجاع اور نمل کے منہ سے بہتی رال سے گھن آتی نہ ہی شجاع کے منہ سے نکلتی عجیب و غریب آوازوں سے وہ خوف زدہ ہوتی نمل تھوڑی سی بڑی ہوئی تو دماغی بخار کی شدت سے اس کی ذہنی حالت مزید بگڑ گئی سکندر اور دل اسے لے کر شہر کے سب سے اچھے اسپتال گئے تھے۔ ڈاکٹرز نے بتایا تھا کہ ذہنی پسماندگی کے ساتھ ساتھ نمل کے دل کے وال

میں بھی پرابلم ہے اس لیے اس بچی کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے دل ماں کی تھی نمل سے اس کا دل کا، خون کا رشتہ تھا۔ اسے شدید ذہنی جھٹکا لگا تھا۔

نمل کی حالت نے دل کو مزید دل گرفتہ کر ڈالا تھا وہ شجاع سے بے پروا ہوتی جارہی تھی۔ سکندر بخت اپنے کاروبار میں مصروف رہنے لگا تھا وہ شجاع کی طرف سے مطمئن تھا کہ دل اس کی اچھی طرح دیکھ بھال کررہی تھی۔

کبھی کبھی دل کو شدت سے آذر کی یاد آجاتی۔ جانے کہاں تھا دل سے ہوک سی اٹھتی۔ آذر مجھے معاف کردینا۔ میں نے تمہارا دل دکھایا ہے۔ آج میں خود کتنی بے بس اور لاچار ہوں شوخ و چنچل دل آویز نجانے کہاں کھوگئی تھی ہر دم شرارتیں کرنے والی بارش میں انجوائے کرنے والی، ہنسنے ہنسانے والی دل آویز کی جگہ سنجیدہ سوبر اور دکھی ماں نے لے لی تھی ایک ذمہ دار اور فرماں بردار بیوی بن چکی تھی۔ زندگی ایک معمول کے تحت گزر رہی تھی۔

اس روز نمل کی طبیعت اچانک بگڑ گئی اس کی سانسیں رکنے لگیں سکندر گھر پر نہیں تھا۔ دل نے سکندر کو فون کیا اور خود نمل کو لے کر اسپتال بھاگی۔ شجاع کی طبیعت بھی خراب تھی۔ وہ گھر پر تھا شمشاد کے ساتھ دو تین گھنٹوں میں جب نمل کی طبیعت سنبھلی تو سکندر اور دل گھر واپس آئے تو شجاع بخار میں پھنک رہا تھا۔

"ارے اس کو کیا ہوا.....؟" سکندر نے شجاع کی حالت دیکھ کر شمشاد سے پوچھا۔

"صبح سے ہلکا بخار تھا میں نے بیگم صاحبہ کو بتایا تھا انہوں نے دوا دے دی تھی بخار کی۔" شمشاد منمنائی۔

"دوا دے دی تھی تو بخار جب نارمل نہیں ہوا تھا تو مجھے بتاتی ناں..... میں آکر اسپتال لے جاتا دیکھو تو کیا حال ہوگیا ہے اس کا.....؟" سکندر شجاع کی حالت دیکھ کر آپے سے باہر ہوگیا۔

"وہ..... بیگم صاحبہ نمل بی بی کی وجہ سے پریشان تھیں انہوں نے بولا تھا کہ.....!"

"بکواس بند کرو۔" سکندر دہاڑا اور دندناتا ہوا کمرے میں آیا۔

"دل آویز۔ دکھا دیا ناں تم نے سوتیلا پن۔" دل آویز نمل کا ڈائپر چینج کرتے ہوئے گھبرا کر پلٹی۔

"کیوں کیا کیا ہے میں نے؟"

"سوتیلا پن اور کیا۔" وہ اسی لہجے میں بولا۔

"سکندر یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ، آپ میری توہین کررہے ہیں۔" دل آویز نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

"دل آویز تم..... تم ایک پڑھی لکھی لڑکی ہو میں تمہیں سمجھدار عورت سمجھتا تھا۔ مگر تم نے..... تم نے آخر کردی نا چھوٹی حرکت، دکھا دی نا اپنی اوقات....."

"سکندر آپ..... آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔" اس بار دل کی آواز بھی اونچی ہوگئی۔

"حد سے تو تم بڑھ رہی ہو ایسی گری ہوئی حرکت کرکے تم کو معلوم تھا کہ شجاع کو بخار ہے پھر بھی تم نے اسے گھر کی دوا دے دی اور نمل کو لے کر اسپتال گئیں..... یہ..... یہ ہے سوتیلا پن۔" وہ بدستور آپے سے باہر تھا۔

"سکندر اسے مائنر سا ٹمپریچر تھا میں نے خود اس کو دوا دی اسے آرام آگیا تھا وہ سوگیا تھا اور..... اور آپ جانتے ہیں ڈاکٹرز نے نمل کے لیے کہا ہے کہ اس کی طبیعت کبھی بھی خطرناک حد تک بگڑ سکتی ہے اس لیے اس کا اسپتال لے جانا زیادہ ضروری تھا۔ میں نے کبھی بھی شجاع اور نمل میں فرق نہیں سمجھا آپ مجھ پر غلط الزام لگا رہے ہیں۔"

"تم شجاع سے ڈرتی ہو خوف کھاتی ہو تب ہی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسی بیٹی دی۔" وہ بدستور اسی لہجے میں بولا۔

"سکندر..... سکندر نمل میری نہیں ہماری بیٹی ہے اور ہاں میں ڈرتی تھی لیکن اب نہیں ڈرتی۔ گزشتہ تین سال سے میں نے شجاع کا خیال اپنے بچے کی طرح رکھا ہے اس کی ضرورت وقت سے پہلے پوری کرنے کی کوشش کی اس کی ایک ایک ضرورت کو خود پورا کرنے کی کوشش کی اس کو لے کر بھی اسپتال بھاگی ہوں اس کے لیے بھی راتوں کو جاگی ہوں لیکن آپ..... آپ نے تو سب پر پانی پھیر

دیا... آپ کی سوچ اتنی چھوٹی ہوگی یہ بات تو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی سگے اور سوتیلے کا فرق کبھی بھی میرے ذہن میں نہیں آیا... یہ آپ کی چھوٹی سوچ ہے۔" وہ بھی پھٹ پڑی۔

"بکواس بند کرو تم دو ٹکے کی عورت اگر تم نے یہ سب کیا تو بدلے میں تمہیں بھی میرا نام ملا ہے یہ عالیشان گھر، یہ ٹھاٹ باٹ اور شاہانہ زندگی ملی ہے تمہیں...... ورنہ...... ورنہ میں پیسے پھینک کر گھر میں نرسوں کی قطار لگا سکتا ہوں۔ تم سے بہتر تو شمشاد ہے وہ پیسے لیتی ہے تو نمک حلالی تو کرتی ہے۔"

"سکندر بس کردیں۔ آپ حد سے زیادہ بول رہے ہیں پیسے کے نشے میں دھت ایک بگڑے ہوئے ناکام انسان ہیں...... آپ کی نظر میں صرف پیسہ اہمیت رکھتا ہے انسانی جذبات، احساسات اور رشتوں کی اہمیت نہیں ہے......"

"بکواس بند نہ کی تو......!" وہ غصے سے بے قابو ہوکر قریب چلا آیا اور ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"تو...... تو کیا کریں گے آپ......؟" وہ بھی تنتناتی ہوئی اٹھ کر اس کے مقابل آگئی۔

"تو...... تو......" سکندر نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر طمانچہ دے مارا۔

"سک...... سکندر...... آپ جاہل، ال مینرڈ اور عام مردوں کی طرح کم ظرف اور گھٹیا انسان ہیں۔" گال پر ہاتھ رکھے وہ روتے ہوئے زور سے چلائی۔ ضبط کی حدیں ختم ہوچکی تھیں۔ سکندر کمرے سے باہر نکل گیا تو وہ وہیں بیڈ کے کونے پر ٹک گئی اور منہ چھپا کر زاروقطار رونے لگی۔ سکندر نے جہالت کی انتہا کردی تھی۔ یہ صلہ دیا تھا اس کی قربانیوں کا شجاع کا خیال رکھنے کا اس کو اپنے بچے کی طرح سمجھنے کی یہ سزا دی تھی اسے۔

"سکندر! تم کتنے جاہل ہو، بزدل بھی...... آذر......" اس کے لبوں سے دبی دبی سسکی ابھری۔ آذر کتنا سوفٹ تھا سکندر کا رویہ تو ایسا تھا جیسے اس نے دل سے شادی کرکے اس پر کوئی احسان کیا ہے جیسے وہ اس کی زرخرید کوئی نوکر ہو...... دفعتاً نمل نے عجیب سی چیخ ماری۔ دل آویز نے چونک کر اسے دیکھا۔ نمل کے ہاتھ پیر بری طرح اکڑنے لگے تھے۔ آنکھیں اوپر کو چڑھ گئی تھیں اور سانسیں بے ترتیب ہونے لگی تھیں۔

"یاالٰہی خیر۔" وہ زور سے چیخی۔

"شمشاد جلدی سے آیئے دیکھیں نمل کو کیا ہورہا ہے۔" شمشاد دوڑ کر آئی تب تک نمل کی سانسیں تھم چکی تھیں۔ اس کے کرب زدہ چہرے پر اطمینان اور معصومیت جھلکنے لگی تھی جیسے کسی بڑی تکلیف کے بعد راحت نصیب ہو۔

"یہ کیا ہوا...... نمل...... نمل میری بچی۔" وہ دیوانوں کی طرح نمل کے بے جان وجود کو چوم رہی تھی۔ ہلا رہی تھی ساتھ ساتھ روتے ہوئے چلا رہی تھی سکندر بھی آگیا تھا۔ ننھی نمل کا رشتہ زندگی سے ختم ہوچکا تھا۔ ساتھ ہی دل کا ناطہ بھی جیسے ختم ہوا تھا نمل کی تدفین میں ممی، پاپا، شہروز، فروا بھی آئے دل آویز تو جیسے پتھر کی ہوچکی تھی خالی خالی آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھے جارہی تھی۔ نمل کے کاٹ اس کی مخصوص جگہ، بستر، کپڑے، فیڈر، کھلونے ساری چیزیں اسے کاٹ رہی تھیں۔ کمرہ خالی خالی اور ویران ہوگیا تھا۔ نمل کے چھوٹے چھوٹے ڈھیروں کام ہوتے تھے جس میں اس کا ٹائم پاس ہوجاتا مگر اب...... پھر سکندر کے اس تھپڑ نے تو دل آویز کو اور زیادہ توڑ کر رکھ دیا تھا اب اسے ایک لمحے کے لیے بھی سکندر کا وجود برداشت نہیں تھا۔ تدفین کے بعد جب سارہ بیگم جانے لگیں تو وہ بھی ساتھ جانے کو تیار ہوگئی۔

"سنو دل آویز! اگر تم نے گھر سے باہر قدم نکالا تو سوچ لو پھر میرے گھر کے ساتھ ساتھ میرے دل کے دروازے بھی تم پر ہمیشہ کے لیے بند ہوجائیں گے۔ اس پہ کوئی بھی قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا۔" پیچھے سے سکندر کی آواز آئی۔

"ہاں سکندر تم اور کر بھی کیا سکتے ہو خود کو مضبوط سمجھنے والے انتہائی کمزور اور بزدل مرد ہو۔ مجھے کوئی شوق نہیں

ہے تمہارے اس سونے کے پنجرے میں قید رہنے کا میں یہاں پر صرف اپنی بیٹی کے لیے تھی جب وہ نہ رہی تو یہاں رہ کر کیا کروں گی۔" اس کی آواز رندھ گئی اور آنسو بہہ نکلے۔

"تم ایک کھوکھلے، بے رحم اور ناکام انسان ہو، جسے رشتوں کا پاس نہیں اسی وجہ سے تم دوسری بار اکیلے ہو رہے ہو۔" وہ بھی اعتماد سے بہتی ہوئی ہمیشہ کے لیے تلخ یادوں کو چھوڑ کر اس کے محل نما قید خانے سے باہر نکل آئی۔

مما اور پاپا دونوں ہی دکھی تھے اس وقت دل کو کچھ کہنا مناسب نہ تھا وہ دونوں خاموش تھے انہیں بھی بیٹی کے ساتھ ہونے والے حالات کا دکھ تھا غصہ اپنی جگہ مگر...... تھے تو ماں، باپ وہ سارہ بیگم کے کندھے سے لگ کر بری طرح سسک اٹھی۔

"مما...... مما...... مجھے معاف کر دیں۔ پاپا...... پاپا پلیز مجھے معاف کر دیں۔" وہ بکھر رہی تھی اسد ملک نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا اور وہ ان کی بانہوں میں بکھر گئی۔

کچھ دن بعد ہی سکندر بخت نے طلاق کے کاغذات بھجوا دیے۔ طلاق کے کاغذات ہاتھ میں لے کر وہ ایک بار پھر روئی تھی گویا دوسری بار اس کے ساتھ یہ ہوا پہلی بار اس نے نادانی کی اور دوسری بار سکندر بخت نے اس کی قدر نہیں کی۔ محض ایک مفروضے، ایک وہم کی وجہ سے اس نے چند سالوں میں کیا کچھ نہ سہا تھا۔ کتنا دکھ، اذیت اور تکلیف وہ وقت گزارا تھا۔ آذر سے رشتہ توڑ ڈالا۔ شجاع کی صورت میں نہ چاہتے ہوئے کانٹوں پر چل کر اس کی دیکھ بھال کی پھر حمل کی صورت میں ایک اور آزمائش اس کی منتظر تھی۔

اس کی سوچ تو یہی تھی کہ آذر سے شادی ہوئی تو خدانخواستہ بچے ایب نارمل ہو سکتے ہیں لیکن...... حمل پیدا ہوئی اور پھر...... پھر وہ تنہا ہی تھی۔ تلخ یادیں، دکھ اور پچھتاوا جب اسے حد سے زیادہ تنگ کرنے لگتا تو وہ بے چینی سے کمرے میں ٹہلنے لگتی۔ ایک مدت ہو گئی تھی نہ بارشوں میں بھیگی تھی نہ برسات کے مزے لیے تھے یہ سب کچھ بے معنی اور بے لذت ہو چکا تھا۔

......☆☆☆......

آج موسم کی پہلی بارش تھی اپنے کمرے کی کھڑکی سے اس نے باہر لان کی جانب دیکھا تو آذر یاد آ گیا پلکیں نم ہونے لگیں۔

دل ہجر کے غم سے بوجھل ہے اب آن ملو تو بہتر ہے
اس بات سے ہم کو کیا مطلب یہ کیونکر ہو یہ کیسے ہو

"دل بیٹی اندر آ جاؤ۔" سارہ بیگم کی آواز پر وہ چونکی اور ادھر ادھر دیکھا وہ بارش میں بھیگ چکی تھی گزشتہ یادوں میں اس قدر کھوئی ہوئی تھی کہ اسے وقت گزرنے کا احساس تک نہ ہوا دن ڈھلنے لگا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر اندر کی طرف چلی آئی۔

سارہ بیگم کے بہت اصرار پر وہ اکیلی مارکیٹ چلی آئی ضرورت کی کچھ چیزیں لینی تھیں۔ کتنے عرصے بعد وہ یوں مارکیٹ میں آئی تھی آزادی کے ساتھ اپنی پسند کی شاپنگ کرنے کے لیے۔ وہ شاپرز لیے مال سے باہر نکلی ہی تھی کہ اچانک جیسے اس کے قدم جم گئے سامنے سے آتے آذر پر نظر پڑی تو قدم کے ساتھ ساتھ نظریں بھی جم سی گئیں۔ آذر کی نگاہ بھی اس پر پڑی دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ پانچ سال کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ وقت اور حالات نے دونوں پر نمایاں اثر ڈالا تھا۔ وہ کچھ کمزور اور بجھی بجھی سی لگ رہی تھی آذر تھوڑا سا موٹا ہو گیا تھا جس سے مزید اسمارٹ لگ رہا تھا۔ دل آویز نے جلدی سے نگاہ جھکالی۔

"دل......" وہی پیار میں ڈوبا مخصوص انداز، نا چاہتے ہوئے بھی دل کے قدم رک گئے۔ دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا تھا آنکھیں چھلکنے کو بے تاب تھیں۔

"دل کیا ہم سلام دعا کے بھی روادار نہیں؟" آذر کی بات پر اس نے تڑپ کر نگاہ اٹھائی۔

"مجھ سے ناراض ہو نا تم؟" دل کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔

"دل کیا ہم بیٹھ کر ایک کپ چائے پی سکتے ہیں؟" آذر نے سوال کے جواب میں سوال کر ڈالا وہ بنا کچھ کہے اس کے پیچھے چل دی۔

"دل مجھے صرف اتنا بتادو کہ تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا، یوں بیچ میں مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ بے وجہ، بغیر کسی ریزن کے کم از کم میری غلطی، میری کوتاہی کچھ تو بتاتیں۔ تم نے مجھے ہی نہیں نانو کو، ماما کو، مما اور مامی کو بھی شدید اذیت اور دکھ دیا ہے تم نے ہم سب میں دوریاں پیدا کردیں رشتے ختم کرادیے۔ تم تو مجھ سے بے پناہ پیار کرتی تھیں۔ ساتھ جینے اور مرنے کی قسمیں کھائی تھیں ہم نے ساری زندگی بچپن سے جوانی تک ہم ایک دوسرے کی ڈھال بنے۔ ایک دوسرے کا ساتھ دیا لیکن جب عمل کا وقت آیا تو تم نے کتنی آسانی سے راستہ بدل لیا۔ تمہیں کس نے حق دیا تھا یہ سب کرنے کا، میرے دل سے...... میرے ارمانوں سے کھیلنے کا مجھے بے وقعت کرنے کا، تمہیں دولت چاہیے تھی تو ایک بار کہہ کے دیکھتیں تمہارے لیے میں کچھ بھی کرلیتا۔ اتنی دولت کماتا کہ تمہارا دل بھر جاتا۔ مگر تم نے...... تم نے بنا کچھ کہے ایک امیر ترین شخص کو اپنا لیا۔" آذر نے گویا سالوں سے جمع کی ہوئی بھڑاس نکال لی تھی۔ بات ختم کرکے اس نے سر اٹھایا تو دیکھا دل کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ متواتر آنسو گر رہے تھے۔

"آذر پلیز مجھے اس قدر گرا ہوا مت سمجھو کہ میں نے دولت کو اہمیت دی۔ بس ایک وہم تھا ایک ڈر تھا جس نے مجھے ایسا کرنے پر مجبور کیا اور...... اور...... میں نے اس کی سزا بھی بھگت لی ہے۔" وہ آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے دھیرے سے بولی۔

"کیوں... کیا وجہ تھی کیا وہم...... کیسا ڈر؟" آذر کا لہجہ بے تاب تھا۔

"آذر...... آذر میں نے سنا تھا کہ فیملی میں شادیاں ہوں تو ستر فیصد بچے نارمل پیدا نہیں ہوتے اور تمہیں تو پتا ہے کہ مجھے ایب نارمل بچوں سے کتنا خوف آتا تھا تو...... میں نے سوچا کہیں ہمارے بچے بھی...... میں ڈر گئی تھی آذر...... لیکن...... لیکن اس فیصلے سے میں خود کب خوش تھی سب مجھ سے ناراض ہوگئے۔ میں تنہا روئی اب تک میں بھی تمہیں نہیں بھولی۔ بہت روئی بہت تڑپی مگر نجانے کیوں وہ بت میرے دل و دماغ میں چپک کر رہ گئی اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی اذیت ناک فیصلہ کر بیٹھی اور میرا نصیب تو دیکھو کہ میری اپنی بیٹی ایب نارمل پیدا ہوئی۔ سکندر ایک پڑھا لکھا جاہل اور مغرور انسان تھا۔ میری بیٹی کا بھی انتقال ہوگیا اور میں...... میں سکندر کا گھر چھوڑ کر آگئی پھر...... اس نے مجھے طلاق دے دی۔ دیکھو میرے ساتھ کیا کیا ہوگیا۔ کتنی بڑی سزا ملی ہے مجھے تم سب کا دل دکھانے کی۔ پانچ سالوں میں ایک دن، ایک لمحہ بھی اپنی مرضی سے نہ جی پائی، کوئی خوشی کوئی خواہش کوئی ہنسی کچھ بھی تو نہ ملا مجھے۔" دل کے لہجے میں دکھ بول رہے تھے۔

"اف خدایا......؟" آذر نے اس کی پوری بات سن کر اپنا سر تھام لیا۔

"کیسی جاہلانہ سوچ تھی تمہاری، حد ہوتی ہے تو ہم پرستی کی یہ سب تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، کتنی پاگل لڑکی ہو ایک بے کار سی بات کو ایشو بنا کر تم نے کتنی جہالت کا ثبوت دیا ہے دل...... ہزاروں لاکھوں شادیاں ہوتی ہیں خاندان میں اکا دکا ایسے کیس ہوتے ہیں اور پھر وہاں بھی تو ایسا ہوتا کہ جہاں ایسا رشتہ نہیں تھا...... حد کردی تم نے میری تو سمجھ میں نہیں آرہا کہ تمہاری اس حرکت پر تمہیں کیا کہوں۔ کیسا ری ایکٹ کروں؟ تم نے تو میرا دماغ گھما کر رکھ دیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ تم پڑھی لکھی ہوکر اتنی جاہلانہ سوچ رکھ سکتی ہو ایک بات کو ایشو بنا کر اتنا بڑا فیصلہ کرسکتی ہو...... تم نے بہت ظلم کیا ہے دل خود پر بھی اور ہم سب پر بھی۔" آذر کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے؟

"پلیز آذر معاف کردو مجھے میری فرینڈ نے بھی مجھے ڈرادیا تھا۔ میں سچ مچ بہت گھبرا گئی تھی۔" وہی معصوم سا لہجہ...... وہی انداز... آذر نے غور سے اسے دیکھا۔ اب بھی وہ دل میں اتر جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔

"اب تمہارے معافی مانگ لینے سے ہمیں کیا وہ وقت وہ پانچ سال واپس مل جائیں گے وہ دکھ، اذیت، تکلیف جو ہم سب نے برداشت کیے ہے کیا اس کی تلافی ممکن ہے۔

وہ خواب، وہ چاہتیں، کیا کیا وہ لوٹ کر آ سکتے ہیں۔" آذر کا لہجہ بھی بھیگنے لگا تھا۔

وہ نادم اور پشیماں تھی ان سب کی مجرم تھی۔

"کیا...... کیا تم نے شادی کرلی۔" دھڑکتے دل کے ساتھ نجانے کیوں اچانک دل کے لبوں سے یہ سوال پھسلا۔ پھر وہ خود ہی شرمندہ ہونے لگی۔

"دل، میں نے تمہارے ساتھ زندگی گزارنے کی قسم کھائی تھی۔ تمہارے ساتھ جینے اور مرنے کا عہد کیا تھا نہ تم سے پہلے کوئی اس دل میں تھا نہ تمہارے جانے کے بعد کوئی اس دل میں جگہ بنا سکا۔ میں نے اپنا وعدہ نبھایا، اپنا قول پورا کیا اور آج...... آج بھی میں اکیلا ہی ہوں۔ مما، پاپا کی بے انتہا ضد کے باوجود بھی میں نے شادی نہیں کی۔" اس کے جواب پر دل آویز مزید شرمندہ ہوگئی۔

"اچھا اب میں چلتی ہوں۔" وہ اٹھنے لگی۔

"کیا...... کیا میں پھپھو سے معافی مانگنے آ سکتی ہوں؟" اٹھتے اٹھتے آذر سے سوال کیا۔

"مما اور پاپا آج کل سعودی عرب میں ہیں آذر نے دھیرے سے کہا میں یہاں اکیلا ہوں۔" وہ بجھ سی گئی اور بے دلی سے پرس اٹھا کر مڑنے لگی۔

"سنو دل۔" آذر نے پکارا۔

"جی۔"

"کیا میں تمہارے گھر آ جاؤں ماما جی سے ملنے؟" آذر نے پوچھا۔

"ہاں...... ہاں ضرور...... پاپا کو اچھا لگے گا۔" دل کو اس کی بات اچھی لگی۔

"اور پاپا کی بیٹی کو؟" آذر نے تھوڑا سا آگے بڑھ کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ وہی پرانا، شرارتی لہجہ۔

"کیا مطلب؟" وہ گڑبڑا گئی۔

"مطلب کیا پاگل لڑکی یہ آذر ہے ناپکا پکا مشرقی لڑکا ہے۔ جو آج تک اپنے پرانے پیار کو سینے سے لگائے تمہارا منتظر بیٹھا ہے کہ کب تم ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر آؤ اور اسے لے کر اڑ جاؤ۔" اس کے لہجے میں وہی شوخی نمایاں تھی۔ دل پزل ہوگئی۔ وہ زور سے ہنس دیا۔

ریسٹورنٹ میں موجود لوگوں کی نظروں سے گھبرا کر دل نے اسے گھورا۔

"ارے بھئی سیدھی سی بات ہے کہ اپنے تمام تر پاگل پن فضولیات کے ساتھ یہ الٹی کھوپڑی والی دل آج بھی آذر کے دل میں موجود ہے اور آذر چاہتا ہے کہ اب کی بار فوراً ہی اس پاگل کو ہتھکڑی لگا کر دل میں قید کرلے تاکہ اسے مزید پاگل ہونے سے بچایا جاسکے...... !"

"کیا...... !" دل نے غیر یقینی انداز میں آذر کو دیکھا اتنی جلدی وہ ساری تلخیاں بھول کر پھر سے اسے اپنانے کا خواہش مند تھا۔ دل آویز کا دل بھر آیا اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"بس اب یہ رونا دھونا بند کرکے آنے والے دنوں کی خوشیوں کا استقبال کرنے کی تیاری کرو اور گھر جاکر میرا انتظار کرو شام کو آ رہا ہوں میں اور ماما پاپا سے کال پر بات بھی کروا دوں گا تمہاری۔ اب ذہن سے تمام توہمات اور خدشات نکال دے لڑکی۔" آذر نے اس کا سر ہلایا تو وہ اثبات میں سر ہلا کر ہنس دی۔

آنکھوں میں نمی اور چہرے پر شرم و حیا نے اسے دھوپ چھاؤں جیسا بنا دیا تھا اور آذر نے اس کے اس حسین امتزاج کو موبائل کیمرے میں قید کرلیا تھا۔

دل و نگاہ میں جھگڑا بھی منفرد تھا مگر
جو فیصلہ ہوا وہ بھی بڑے کمال کا تھا
یہ اور بات کہ بازی اسی کے ہاتھ رہی
وگرنہ فرق تو لے دے کے ایک چال کا تھا

''جو لوگ اپنے مال کو خرچ کرتے ہیں، رات دن، پوشیدہ اور کھلم کھلا ان کے لیے ان کے رب کے پاس ثواب ہے اور قیامت کے دن نہ ان کو کوئی غم ہوگا نہ وہ مغموم ہوں گے۔'' (سورۃ بقرہ آیت ۳۸)

''باجی جی! سارا کام ہوگیا ہے، میں جاؤں اب۔'' میں ٹی وی دیکھنے میں مگن تھی تو صغراں اپنے دھلے ہوئے ہاتھ اپنے میلے دوپٹے سے پونچھتی ہوئی آ گئی۔

''آں...... ہاں...... جاؤ فریج کے اوپر کھانا باندھ کر رکھا ہے وہ بھی لیتی جاؤ۔'' اسے جواب دے کر میں پھر ٹی وی کی جانب متوجہ ہوگئی، مذہبی چینل سے میرے پسندیدہ اسکالر کا پروگرام آ رہا تھا۔

''سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۹۲ میں رب باری تعالیٰ فرماتا ہے اے مسلمانو! تم (کامل) نیکی کو حاصل نہ کر سکو گے، یہاں تک کہ اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تم کو خوب محبوب ہو۔''

''باجی جی...... وہ...... ایک کام تھا جی آپ سے۔'' صغراں نے مجھے پھر مخاطب کیا تو میں چونکی۔

''بولو کیا کام ہے؟''

''باجی جی! میری لڑکی کی شادی ہے تین ماہ بعد تو اگر کچھ کپڑے وغیرہ ہوں تو......'' اس نے جھجکتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا۔

''امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے لوگ اس کو برا سمجھتے تھے کہ کوئی دن صدقہ کرنے سے خالی ہو، چاہے ایک کھجور یا روٹی کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا۔''

''ہاں ٹھیک ہے، میں نکال دوں گی۔'' میں نے ٹی وی اسکرین پر ہی نظریں جمائے اسے جواب دیا۔ صغراں کی بار بار مداخلت سے میرے پروگرام کا تسلسل ٹوٹ رہا تھا۔

''وہ باجی ایک بات اور...... صدقہ خیرات نکالیں تو مجھے یاد رکھا کریں۔ گھر میں کام کرنے والیوں کا پہلا حق ہوتا ہے۔''

''اوہو......'' میں جھنجلا گئی۔ ''یہ کام والیاں بھی

مانگنے والیوں سے کم نہیں ہوتیں۔ عادت جو پڑ جاتی ہے مانگ کر کھانے پہننے کی یہاں سے سمیٹ کر لے جائیں گی تو کل کسی اور دروازے پر کھڑی نظر آئیں گی۔" مجھے غصہ آ گیا مگر اسے ٹالا۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے میں سوچوں گی۔" صدقہ خیرات اور فطرہ زکوۃ کے لیے ہمارے گھر بندھے ہوئے تھے۔ پہلا حق تو رشتے داروں کا ہوتا ہے اس کو جانے کیسے پتا چل گیا تھا۔

"بہت بہت شکریہ! اللہ آپ کو بہت دے سلام جی۔" وہ دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی تو میرا دھیان دوبارہ ٹی وی کی طرف چلا گیا۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "آدمی ایک ٹکڑا دیتا ہے اور وہ اللہ جل شانہ کے یہاں اس قدر بڑھتا ہے کہ اُحد پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔"

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ "انصار میں سب سے زیادہ کھجور کے درخت حضرت ابوطلحہؓ کے پاس تھے اور ان کا ایک باغ تھا جس کا نام بیرحاء تھا۔ وہ ان کو بہت زیادہ ہی پسند تھا یہ باغ مسجد نبوی کے سامنے ہی تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے جو بہت ہی بہترین پانی تھا۔ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں اے مسلمانو! تم کامل نیکی حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تم کو خوب محبوب ہو۔" مجھے ساری چیزوں میں بیرحاء سب سے زیادہ محبوب ہے۔ میں اس کو اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں اور اس کے اجر وثواب کی اللہ سے امید رکھتا ہوں آپ جہاں مناسب سمجھیں اس کو خرچ فرمادیں۔" میں نے ٹی وی کا والیم بڑھا دیا جو صغراں سے بات چیت کے دوران کم کر دیا تھا۔

"روایتوں سے ثابت ہے کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ صدقہ کرتا ہے اس کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ جو ریاکاری کرتا ہے تو اس کے عمل کی قبولیت کی کوئی صورت نہیں اور سود سے دنیا اور آخرت دونوں ہی تباہ و برباد......"

بجلی بے موقع دغا دے گئی ورنہ معمول کی تو میں عادی ہی تھی۔ پروگرام کا تسلسل ایک بار پھر ٹوٹ گیا میں نے جی بھر کر بجلی والوں کے محکمے کو کوسا۔ صد شکر یو پی ایس تھا ورنہ گرمی کا عذاب بھی جھیلنا پڑتا۔ بچوں کے اسکول سے واپس آنے میں دو گھنٹے باقی تھے صفائی ہی کر گئی تھی' کھانا رات کا بچا ہوا تھا اتفاقاً موبائل میں بیلنس بھی نہیں تھا ورنہ یہ فارغ وقت خوش گپیوں میں ہی گزر جاتا پھر میرا دھیان الماری کی طرف چلا گیا۔ الماری کی ترتیب بہت دنوں سے بگڑی ہوئی تھی سوچا کہ الماری بھی سیٹ ہو جائے گی اور لگے ہاتھ ماسی صغراں کے لیے کچھ کپڑے بھی نکال لوں گی۔

اسی بہانے صدقہ خیرات بھی نکل جائے گا میرے ذہن میں پروگرام کا اثر ابھی باقی تھا۔ یہ خیال آتے ہی الماری کھول کر بیٹھ گئی سب سے پہلے تمام کپڑوں کو گرمی اور سردی کے کپڑے سے علیحدہ کر لیے پھر فارمل' سمی فارمل اور گھریلو استعمال کے کپڑوں کو علیحدہ کر کے الماری میں دوا چھڑک کر خاکی کاغذ بچھا دیا۔ ساتھ ہی ایک بڑا شاپر بھی رکھ لیا تاکہ صغراں کو دیے جانے والے کپڑے اس میں رکھتی جاؤں' آہستہ آہستہ تہہ کرنا شروع کیے اور ترتیب وار جمانا شروع کیے۔

پھر گرم شالیں اور پرانے سوئٹرز الگ کر کے استعمال کے قابل اوپر سے دوسرے خانے میں جما دیے پھر خاص موقعوں یعنی شادی اور پارٹیز وغیرہ میں پہننے جانے والے کپڑوں کی چھانٹی کی۔ جن کے ڈیزائن پرانے ہو گئے تھے انہیں صغراں کے شاپر میں

ڈال دیا جبکہ دیگر تیسرے خانے میں جما دیے سب سے آخر میں روزمرہ پہنے جانے والے کپڑوں میں سے پھٹے پرانے اور بدنما و بدرنگ کپڑے علیحدہ کر کے چند قابل استعمال حالت والے جوڑے سب سے نچلے خانے میں جما دیے۔ الماری سیٹ کر کے میں نے صغراں کا شاپر باندھنے کے لیے ہاتھ میں لیا تو یکا یک خیال آیا کہ ایک بار دیکھ لوں کہ مبادا کوئی کام کی شے غلطی سے نہ چلی گئی ہو کیونکہ کبھی کبھار میں جلدی میں کپڑوں کے درمیان کاغذات اور پیسے بھی رکھ دیتی تھی سوچا کہ بعد میں پوچھوں گی تو صغراں کو لگے گا کہ باجی شک کر رہی ہیں۔

شاپر میں ہاتھ ڈالا تو بچوں کے دو گرم سوئٹر ہاتھ میں آ گئے۔ سوئٹر سے فرش کا پونچھا اچھا لگ جاتا ہے اکثر صغراں بھی پونچھے کے لیے پرانے سوئٹر لانے کو کہتی۔ لنڈے میں چھوٹے سائز کا سوئٹر بھی سو پچاس سے کم کا نہیں۔ ان ہی سے کام چلالوں گی خیال آتے ہی میں نے وہ سوئٹر علیحدہ کر لیے۔ اس کے نیچے ایک کاٹن کا میرا پسندیدہ نیلے رنگ کا اور دوسرا لان کا چنری پرنٹ کا سوٹ نظر آیا جو اب بدرنگ و بدنما ہو چکے تھے۔

"اتنے مہنگے مہنگے سوٹ بناؤ' ذرا سے استعمال سے کچھ ہی دھلائیوں کے بعد کیسے بدنما ہو جاتے ہیں۔"

میں نے ان کے دوپٹے شانوں پر پھیلا کر دیکھے۔ دوپٹے ابھی بھی بہتر حالت میں تھے آج کل تو دوپٹہ بھی تین ساڑھے تین گز کا ہوتا ہے۔ ان کی تو آرام سے قمیص بن جائیں گی اور سفید و سیاہ شلوار دوپٹے تو ہیں ہی میرے پاس گرمی میں کپڑے بھی زیادہ چاہیے ہوتے ہیں۔ بازار میں تو لان کے کپڑوں کو آگ لگی ہوئی ہے' کل بچت بازار سے بھی مشکل سے دو ہی سوٹ لے پائی۔ کیا خاک پوری گرمی گزرے گی' کل ہی رشیدہ درزن کو دے دوں گی لیس لگا کر دے دے گی تو کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ دوپٹے سے قمیص بنائی ہے۔" یہ خیال آتے ہی میں نے دوپٹے علیحدہ کر لیے

تا کہ ان کی میچنگ بیلیں خرید سکوں۔
اب خالی سوٹ دیکھ کر تو صغراں کا منہ بن جائے گا اور مجھے پہنے دیکھے گی تو سمجھ جائے گی کہ باجی نے دوپٹے روک لیے تھے' چنوان سوٹوں کو کاٹ پیٹ کر ڈسٹنگ وغیرہ میں استعمال کرلوں گی۔ میں نے دونوں سوٹ شاپر سے باہر نکال لیے۔ کاٹن کے سوٹوں کے نیچے میرے جہیز کا پرانے ڈیزائن کا بنارسی سوٹ تھا۔
''اللہ.... میں کتنی پاگل ہوں' اپنا پسندیدہ سوٹ دے رہی ہوں۔ انگر کھا تو میں نے کتنی ضد کرکے امی سے بنوایا تھا' آج کل تو ایسا کپڑا آنا ہی بند ہوگیا ہے۔ فیشن کا کیا ہے وہ تو پلٹ کر واپس آتا ہے۔'' نقصان سے بچنے پر میں نے شکر ادا کرتے ہوئے میرون اور فیروزی کنٹراس والا سوٹ نکال کر دل سے لگالیا۔ اس میں سے میکے کی مہک جو آرہی تھی۔ امی ابو سب گھر والے یاد آنے لگے' میرا دل سوچنے لگا۔ میکے سے جڑی یادیں پلکیں نم کرنے لگیں۔
یکایک خیال آیا کہ بچے آنے والے ہیں' کام کو جلدی سمیٹنا ہے۔ شاپر بند کرنے لگی کہ سبز شیفون کی ستاروں والی ساڑھی پر نگاہ پڑگئی۔ میں نے سر پیٹ ڈالا اور جھپٹ کر ساڑھی باہر نکالی' ساڑھی کے گولڈن ستارے تو کہ ماند پڑنے لگے تھے مگر ساڑھی سے جڑی یادیں آج بھی پوری آب وتاب کے ساتھ میرے ذہن میں روشن تھیں۔ یہ میرے پیارے شوہر نامدار کی طرف سے ہماری شادی کی پہلی سالگرہ کا تحفہ تھا۔ یادیں بھی کیسی عجیب شے ہیں' کبھی ہنساتی ہیں' کبھی رلاتی ہیں۔ میں اپنی فلسفیانہ سوچ پر خود ہی ہنس پڑی۔
اسی اثناء میں گھڑی نے ایک بجنے کا الارم دے دیا۔ بچوں کے لیے کھانا گرم کرنا تھا' شاپر میں آخری سوٹ بچا تھا' میں نے جلدی سے اسے ٹٹولا۔ وہ میری بری کا سوٹ تھا' سبز آرگنزا پر مردوزی کا کام کا لاچنے لگا تھا۔ میں نے شاپر بند کردیا اور کچن کی طرف چلی گئی۔ فریج سے سالن نکال کر میں چولہے پر گرم کرنے کے لیے رکھی ہی تھی کہ لائٹ آگئی میں نے شکر ادا کیا۔
لائٹ آنے پر ٹی وی دوبارہ کھل گیا' میں شاید مین سوئچ بند کرنا بھول گئی تھی۔ مولانا صاحب کی آواز بتارہی تھی کہ پروگرام ابھی باقی تھا یعنی لائٹ پون گھنٹے بعد ہی آگئی تھی۔ میں نے چاول چن کر پکنے کے لیے چڑھا دیئے ٹی وی کی آواز کچن تک آرہی تھی۔ میں پروگرام کا اختتام سورۃ آل عمران کی اس آیت مبارکہ سے کررہا ہوں تاکہ بیان کا مقصد مکمل طور پر واضح ہوجائے۔
''اور دوڑو اس بخشش کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ دوڑو اس جنت کی طرف جس کا پھیلاؤ آسمان اور زمین ہے جو تیار کی گئی ہے ایسے متقی لوگوں کے لیے جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ فراخی میں اور تنگی میں بھی اور غصہ کو ضبط کرنے والوں اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ جل شانہ محبوب رکھتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔''
''ناظرین اب اجازت دیجیے اگلے پروگرام میں کسی اور موضوع کے ساتھ حاضر ہوں گا' اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔''
یک دم میرے قدم جیسے ٹھٹک گئے تھے یوں لگا جیسے دل ودماغ پر منوں بوجھ آگیا ہو شاید میرے اس عمل کے پیچھے چھپی نیت کا پردہ چاک ہوا تھا جس میں اخلاص نہ تھا۔ وہ علم بھی کس کام کا جس میں عمل نہ ہو اور عمل ہو تو اس میں کھوٹ شامل ہو۔ مجھے اپنا آپ آئینہ دکھا گیا تھا اور میں زمین میں اندر ہی اندر دھنستی چلی جارہی تھی۔

❁

ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور

قسط نمبر 30

اترے جو زندگی تری گہرائیوں میں ہم
محفل میں رہ کر بھی رہے تنہائیوں میں
دیوانگی نہیں تو اسے اور کیا کہیں
انسان ڈھونڈتے رہے پرچھائیوں میں ہم

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

انا کی گمشدگی گھر والوں کو پریشانی میں مبتلا کردیتی ہے۔ اپنے طور پر ہر جگہ تلاش کرنے کے بعد وہ مصطفیٰ سے مدد چاہتے ہیں تاکہ گھر کا معاملہ گھر میں ہی نبٹ سکے۔ دوسری طرف شہوار بھی انا کے متعلق لاعلمی کا اظہار کرتی ہے۔ شام کے آخری حصے میں کاشفہ انا کو گھر کے باہر چھوڑ جاتی ہے۔ اسے بکھرے حلیے میں دیکھ کر سب لوگ مزید تشویش کا شکار ہوکر اس سے پوچھ گچھ شروع کردیتے ہیں لیکن کاشفہ کی دھمکیوں کے زیراثر وہ زبان کھولنے سے قاصر رہتی ہے اور اسی دوران بے ہوش ہوجاتی ہے۔ ایاز کے گرفتار ہوجانے پر عبدالقیوم سخت اضطراب میں مبتلا اپنا غصہ عادلہ اور بیگم پر اتارتے ہیں۔ جبکہ عادلہ کے لیے بھی یہ سب ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ عباس سے بدلہ لینے کی خاطر وہ رابعہ اور عباس کی تصاویر سوشل میڈیا پر لوڈ کردیتی ہے اپنی عزت داؤ پر لگی دیکھ کر رابعہ ٹوٹ کر رہ جاتی ہے اور عباس کو تمام صورت حال بتا کر مدد طلب کرتی ہے۔ عباس مصطفیٰ کی مدد سے عادلہ کی آئی ڈی ہیک کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے اور کسی حد تک تصاویر کو ڈیلیٹ کرنے میں کامیاب ٹھہرتا ہے۔ دوسری طرف مصطفیٰ اپنی کوششوں سے عادلہ پر کیس کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے عباس ان حالات میں رابعہ کو تسلی دینے از خود جاتا ہے اور تمام معاملہ اسے سمجھا کر اس کی پریشانی کو کسی حد تک کم کرنے میں کامیاب بھی ہوجاتا ہے۔ رابعہ کے دیگر گھر والے اس واقعے سے لاعلم ہی ہوتے ہیں۔ انا اسپتال پہنچ کر ہوش میں آجاتی ہے وہاں اسے مختلف دوائیوں کے زیراثر رکھا جاتا ہے ولید اور شہوار کے بار بار پوچھنے پر بھی وہ انہیں کسی بھی بات سے آگاہ نہیں کرتی۔ دو دن بعد اسے ڈسچارج کردیا جاتا ہے۔ لیکن گھر آکر بھی اس کی حالت وہی رہتی ہے۔ دوسری طرف تابندہ اپنی تلاش میں ناکام ٹھہرنے کے بعد واپسی کا ارادہ کرتی اپنا موبائل آن کرتے گھر والوں سے بات کرنا چاہتی ہیں جب ہی بابا صاحب کے پاس کسی اجنبی کی کال آتی ہے اور اسے سن کر ان کا وجود بکھر کر رہ جاتا ہے۔ ان کی طبیعت تیزی سے بگڑتی ہے۔ جس پر شاہ زیب اور دیگر گھر والے پہنچ کر انہیں شہر لے جانا چاہتے ہیں تاکہ ان کا ٹھیک طریقے سے علاج ہوسکے۔ اسپتال سے گھر پہنچتے ہی انا کے نمبر پر کاشفہ کی کال آجاتی ہے اور اسی کال کے نتیجے میں انا صبوحی بیگم کے سامنے ولید کی دی ہوئی انگوٹھی رکھتے اپنے اور ولید کے تعلق کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینے کی بات کرتی ہے۔ جس پر صبوحی بیگم ششدر رہ جاتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

⁂
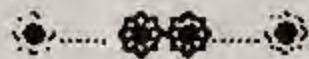
صبوحی بیگم نے وقار صاحب سے بات کی تو وہ خود اس کے پاس چلے آئے وہ گم صم کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی

ہوئی تھی پاپا کو دیکھ کر ایک دم سیدھی ہوئی تو انہوں نے بغور بیٹی کو دیکھا۔ سر جھکائے ہاتھوں کو دیکھتی وہ ایک دم انہیں بہت اجنبی سی لگی۔

یہ ان کی انا تو نہیں تھی۔ ان کی انا تو بہت پراعتماد، خوب صورت اور زندہ دل تھی۔ یہ تو کوئی اور ہی لڑکی لگ رہی تھی بیمار، نڈھال، پژمردہ اور گم صم جس کی آنکھوں کی جوت بجھ چکی تھی۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں؟" انہوں نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو انا نے گردن اٹھا کر باپ کو دیکھا۔

"تمہاری ماما کہہ رہی تھیں کہ تم منگنی توڑ رہی ہو۔" ان کا انداز حد بے سنجیدہ تھا۔

"میں نے بہت سوچا لیکن میں ذہنی طور پر خود کو اس رشتے کا اہل نہیں پاتی۔" اس نے دھیمے سے کہا تو وقار صاحب نے بغور دیکھا۔

"وجہ؟" انداز دو ٹوک تھا۔

"میری اور ولی کی سوچ نہیں ملتی۔" ہونٹوں کو کچلتے ہوئے کہا تو وقار صاحب کے تیور بدلے۔

"ہم خاموش تھے لیکن تم جس طرح سارا دن غائب رہیں موبائل بند کچھ بتانے پر آمادہ نہیں واپس لوٹی تو نروس بریک ڈاؤن یہ سب کیا ہے؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے اور انا کو لگ رہا تھا کہ اس کے پاس ان کے کسی بھی سوال کا کوئی بھی جواب نہیں۔ وہ بالکل خاموش ہی رہی۔

"انا جواب دو ہم نے تمہاری تربیت اس انداز میں کی ہے کہ ہم تم پر شک نہیں کر سکتے لیکن ہمیں اپنی گم شدگی کا جواز دو۔" انہوں نے بہت سختی سے پوچھا پر انا پھر بھی خاموش ہی رہی تھی۔

"کہاں رہی تم سارا دن رات گئے لوٹی کیوں؟" انہوں نے پھر اپنا سوال دہرایا تو اب کے لہجے میں سختی در آئی تھی۔

جب ہی صبوحی بیگم بھی کمرے میں داخل ہوئی تھیں وہ شاید باہر ہی تھیں شوہر کے تیور دیکھ کر فوراً اندر آ گئی۔

"صبوحی اس سے پوچھو یہ کہاں تھی، کیوں تھی، کیوں نہیں دے رہی یہ میرے سوالوں کے جواب؟" انہوں نے بیوی کو دیکھ کر اور زیادہ تیزی اور برہمی سے پوچھا۔

"انا جواب دو تمہارے پاپا کچھ پوچھ رہے ہیں۔" انہوں نے سر جھکائے خاموش بیٹھی بیٹی کا کندھا ہلایا تو اس نے سر اٹھایا آنکھوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ شدت جذبات سے چہرہ سرخ تھا۔

"میرے پاس ان کے کسی بھی سوال کا کوئی جواب نہیں۔" بہت مدہم لہجے میں دوبارہ سر جھکا کر اس نے کہا۔

صبوحی اور وقار کتنی دیر تک سکتے کی کیفیت میں رہے تھے۔

"انا اس طرح مت کرو بیٹا کوئی پریشانی ہے، کوئی مسئلہ ہے تو ہمیں بتاؤ لیکن اس طرح مت کرو۔" محبت سے ساتھ لگا کر صبوحی نے کہا۔

انا کے چہرے پر عجیب سی بے بسی طاری تھی..... وہ پھر سے سر جھکا گئی تھی..... آنکھوں سے آنسو قطرہ قطرہ ہاتھوں پر گرنے لگے تھے صبوحی بیگم نے بے بسی سے شوہر کو دیکھا تو ان کے چہرے پر بھی گہری سوچ کا عکس تھا۔

"تم کسی اور کو پسند کرتی ہو کیا؟" وقار صاحب نے پوچھا ان کے لہجے میں از حد سنجیدگی تھی۔ وہ اب بھی خاموشی ہی رہی۔

صبوحی بیگم نے خوف زدہ نظروں سے شوہر اور پھر بیٹی کو دیکھا۔

"تمہاری مسلسل خاموشی تمہیں مجرم ثابت کر رہی ہے انا ہم نے تمہاری تربیت ہمیشہ اس انداز میں کی تھی کہ کبھی ہمیں گمان تک نہ گزرا کہ تم زندگی کے کسی موڑ پر ہمیں اس طرح ذلیل کراؤ گی وہ جو کوئی بھی ہے، جس کے لیے تم یہ سب کر رہی

ہو گیا وہ ولید جیسے لڑکے سے زیادہ قابل ہے۔" ان کا انداز قطعی اور دوٹوک تھا۔

"ابھی ولید سے رشتے سے انکار کے متعلق بات ہم دونوں تک ہے اچھی طرح سوچ لو تم کیا چاہتی ہو اور ایسا کیوں کر رہی ہو جب تک تم اپنی آمشدگی اور اس رشتے سے انکار کے متعلق کوئی ٹھوس وجہ نہیں بتاؤ گی ہم تمہاری کوئی بات نہیں سنیں گے۔" وہ تلخی سے کہہ کر کمرے سے نکل گئے۔ صبوحی بیگم نے بڑی بے بسی سے بیٹی کو دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ ان کے اندر شدید غصے کا غبار اٹھا تھا۔

"انا کیوں کر رہی ہو ایسا تمہاری وجہ سے سارا گھر ڈسٹرب ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ سسکتی ہی رہی۔

"دیکھو انا، ابھی کسی کو بھی تمہاری منگنی ختم کرنے والی بات کا علم نہیں کوئی مسئلہ ہے پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ میں سب ٹھیک کر لوں گی۔" اس کے سسکنے پر انہوں نے غصے پر ضبط کرتے محبت سے پوچھا۔

"مجھے کسی سے کوئی مسئلہ نہیں۔" اس نے لب کشائی کی۔

"ولی نے کچھ کہا ہے کیا؟" انہوں نے بغور دیکھتے پوچھا۔

"ہر انسان کو اپنی زندگی جینے کا حق حاصل ہے میں خود کو ان کے قابل نہیں سمجھتی۔" اس نے سر جھکائے پھر دھیمی آواز میں کہا تو صبوحی بیگم مزید الجھ گئیں۔

"کیوں کیا کمی ہے تم میں؟"

"میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے۔" جواباً اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تو صبوحی بیگم خاموشی سے دیکھے گئیں۔

"تم آرام کرو اچھی طرح سوچ لو پھر بات کروں گی۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر اٹھ گئی تھیں۔ ان کے کمرے سے نکلتے ہی انا ایک دھپ سے سرہانے پر سر رکھ کر بکھر گئی تھی۔

❀❀

وہ اور عباس انسپکٹر شہناز کی بتائی گئی جگہ پر پھر موجود تھے۔ وہ کل بھی آئے تھے لیکن عادلہ کچھ بھی بتانے پر آمادہ نہ تھی جواباً مصطفی انسپکٹر شہناز کو ہدایات دیتے گھر واپس لوٹ گیا پھر سارا وقت بابا صاحب کی پریشانی رہی تھی اور اب پھر وہ دونوں اس کے سامنے تھے۔ وہ عباس کو دیکھ کر چیخنے چلانے لگی تھی۔ چیزیں اٹھا اٹھا کر مارنے لگی تھی۔

"گھٹیا ذلیل انسان میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی یو بلڈی یو باسٹرڈ۔" عادلہ کا اشتعال سے برا حال تھا۔ انسپکٹر شہناز نے اسے فوراً کنٹرول کیا۔ وہ ساری رات کی جاگی ہوئی بھوکی نڈھال سی تھی ایک دم بے بسی سے زمین پر بیٹھ گئی کل سارا دن اور گزشتہ ساری رات شہناز نے اسے ایک پل کو بھی سیدھا نہیں ہونے دیا تھا کھانا پینا اور نیند تو دور کی بات تھی۔

"آپ نے یہ سب خود اپنے نام مول لیا ہے اگر آپ وہ سب نہ کرتیں تو ہم بھی یہ قدم اٹھانے پر مجبور نہ ہوتے۔" مصطفی اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور عباس لب بھینچے کھڑا تھا۔

"میں تم لوگوں سے نہیں ڈرتی تم قانون کا سہارا لے کر غیر قانونی انداز میں مجھے یوں یرغمال بنا کر نہیں رکھ سکتے۔" جواباً وہ چیخی تو عباس نے استہزائیہ دیکھا۔

"ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں تم اچھی طرح جانتی ہو۔" عباس نے تلخی سے کہا۔

"تم پچھلا قیامہ بھول گئی ہو کیا؟" عباس کے الفاظ پر وہ ایک بار پھر آپے سے باہر ہونے لگی تھی۔

"ایک ایک لمحہ یاد ہے مجھے کچھ نہیں بھولی...... میں تمہاری زندگی اجیرن کر دوں گی تم کیا سمجھتے ہو اس طرح اپنے بھائی

کے ساتھ مل کر مجھے قید کرلو گے اور میرا باپ کچھ نہ کرسکے گا۔" وہ چیخی۔

"ہاں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کہاں تک پہنچ ہے تمہارے باپ کی ایک بیٹا تو حوالات سے نکال نہیں سکا۔" عباس کے طنز نے اسے پاگل کرڈالا تھا۔

وہ چیخ وپکار اور گالیوں پر اتر آئی تھی..... ایک انتہائی پڑھی لکھی لڑکی کا یہ روپ انتہائی ناقابل قبول تھا۔

"میرا خیال ہے کہ اس طرح کا بی ہیو شو کرکے آپ اپنے ساتھ ہی ظلم کریں گی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ کے لیے یہی بہتر ہے کہ جو ہم کہہ رہے ہیں ہمارے ساتھ تعاون کریں ورنہ...!" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے کہا تو وہ گھورنے لگی۔

"آپ کی فیس بک آئی ڈی ہم ہیک کرچکے ہیں باقی اکاؤنٹس سے متعلق آپ ہمیں انفارم کردیں تو بہتر ہوگا اور وہ جو فیک تصاویر ہیں ہمیں وہ بھی دے دیں تو آپ کے لیے بہتر ہوگا۔" مصطفیٰ نے آرام سے کہا۔

"نہیں دوں گی تو کیا کرلو گے تم؟" وہ چیخی۔

"تو مجبوراً ہمیں آپ کو حوالات میں بند کرکے آپ پر کیس چلانا ہوگا ہمارے آفس ایمپلائی کو زبردستی ہراساں کرنے، غلط کام کرنے پر آمادہ کرنے اور انکار کی صورت میں دھمکیاں دینے کے علاوہ سوشل میڈیا پر غلط مواد اپ ڈیٹ کرنے پر ہم آپ پر کیس کریں گے۔" مصطفیٰ کا لہجہ دوٹوک اور فیصلہ کن تھا۔

"ہم آپ کا ہماری فیملی سے دشتہ تھا جس کی وجہ سے میں اب تک برداشت کررہا تھا اگر آپ نے ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو مجبوراً آپ کو تھانے لے جانا پڑے گا آپ کے بھائی پر پہلے ہی کیس چل رہا ہے آپ کے باپ پر ان کی ماضی کی تمام غلطیوں اور کارروائیوں کے سلسلے میں فائنل قدم اٹھانے والے ہیں ہم بہتر ہے کہ ان حالات میں جب آپ کے باپ کے پاس کچھ نہیں رہے گا آپ ہمیں کوئی حتمی قدم اٹھانے پر مجبور مت کریں۔" مصطفیٰ کے کہنے پر عادلہ ایک دم گم صم رہ گئی تھی۔ مصطفیٰ کے الفاظ نے اسے ایک پل میں خوف زدہ کردیا تھا۔

"اگر میں تمہاری بات نہ مانوں تو؟"

"تو مجبوراً ہمیں آج ہی آپ کو حوالات منتقل کرنا ہوگا آپ سے سابقہ ریلیشن کا احساس تھا کہ میں آپ سے بہت عزت واحترام سے پیش آرہا ہوں ہماری لیڈی انسپکٹر کے علاوہ کسی کے سامنے آپ کو لایا نہیں گیا اور نہ ہی آپ کے ساتھ مس بی ہیو کیا گیا ہے اگر آپ اپنی ضد پر اڑی رہیں گی تو مجبوراً ہمیں حتمی قدم اٹھانا پڑے گا۔" مصطفیٰ کے انداز میں کسی بھی قسم کی کوئی لچک نہ تھی۔ جبکہ عباس خاموشی سے بے تاثر چہرہ لیے کھڑا تھا۔

عادلہ کے چہرے پر ایک گہری سوچ کی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ وہ ان لوگوں کے ساتھ کافی عرصہ گزار چکی تھی۔ مصطفیٰ اور عباس کے اٹل ارادوں سے اچھی طرح باخبر تھی وہ جو بھی کررہی تھی اور کرچکی تھی محض ردعمل اور انتقام تھا۔

"آپ اچھی طرح سوچ لیں اگر ابھی گھر واپس جانا ہے تو پھر وہی کرنا ہوگا جیسا ہم کہہ رہے ہیں ورنہ آپ کی مرضی۔" مصطفیٰ کہہ کر پلٹا تو عباس نے بھی اس کی تقلید کی تھی اور عادلہ نے خاموشی سے دونوں کو دیکھا تھا۔

"سنو مصطفیٰ۔" عقب سے عادلہ کی آواز سنائی دی تو دونوں بھائیوں نے بے اختیار رک کر سر جھکائے بیٹھی عادلہ کو پلٹ کر دیکھا۔

❁...❁❁...❁

بابا صاحب کی طبیعت ہنوز خراب تھی وہ اسپتال میں ہی تھے مصطفیٰ اور عباس گھر لوٹے تو کافی مہمان گھر میں موجود تھے دونوں پھپھو بھی تھیں شائستہ بھابی اور حماد بھی تھے شہوار ہی سب کو دیکھ رہی تھی۔

لائبہ بھابی کی طبیعت خراب تھی اور مہر النساء مسلسل اسپتال میں تھیں۔ مصطفیٰ کچن میں آیا تو شہوار ملازمہ کے ساتھ کھانے پینے کا اہتمام کررہی تھی۔ مصطفیٰ کو دیکھ کر مسکرائی۔

"آپ فریش ہوجائیں کچھ دیر میں کھانا لگ جائے گا۔" مصطفیٰ کو پانی کا گلاس دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں کھانا نہیں کھاؤں گا میں فریش ہوکر اسپتال جاؤں گا ماں جی وہیں ہیں ان کو گھر بھیج دوں گا۔" پانی پیتے مصطفیٰ نے کہا۔

"میں چائے بنادوں؟" نرمی سے کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلادیا۔

"آپ فریش ہوجائیں میں چائے لاتی ہوں۔" اس کے لہجے میں مصطفیٰ کے لیے توجہ، کیئر اور فکر مندی تھی مصطفیٰ نے ایک دم محسوس کیا تو مسکرادیا۔

"او کے۔" مصطفیٰ کہہ کر چلا گیا تو وہ چائے بنانے لگی۔ سجاد بھائی، شاہزیب صاحب اور ماں جی اسپتال میں ہی تھے۔ باقی لوگ چکر لگا کر گھر آچکے تھے۔ کھانا لے کر اسپتال جانا تھا اسی لیے وہ خود کھانا پکوارہی تھی۔

چائے تیار ہوئی تو وہ ٹرے لیے کمرے میں چلی آئی اتنی دیر تک مصطفیٰ باتھ لے چکا تھا۔ وہ الماری کی طرف بڑھی اور مصطفیٰ کے کپڑے نکال کر قریب چلی آئی۔

"کیا ہوا؟" مصطفیٰ نے اس کے ہاتھ سے قمیص لیتے اسے دیکھا۔ شہوار کا انداز گم صم تھا۔

"بس بابا صاحب کے متعلق سوچ رہی تھی۔" شہوار چائے کا مگ لیے اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"کبھی کبھی لگتا ہے گویا بابا صاحب کے ساتھ بہت بڑی پرابلم ہے جو وہ کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرتے جس کی وجہ سے ان کے دل و دماغ پر بوجھ بڑھ جاتا ہے اور لاشعوری طور پر لگتا ہے کسی خوف میں مبتلا ہیں ان کے اعصاب پر ایسا دباؤ ہے جو ان کی ذہنی کنڈیشن کو نارمل ہی نہیں ہونے دے رہا ہے ڈاکٹر کہتے ہیں شاید ان کو کوئی شدید صدمہ پہنچا ہے۔" کپ پکڑا کر اس نے تشویش زدہ لہجے میں کہا تو مصطفیٰ نے سر ہلادیا۔

"بابا جان کئی بار ان کو مختلف سائیکالوجسٹس اور مختلف ڈاکٹرز کو دکھا چکے ہیں ہر طرح کا علاج کرایا جاچکا ہے لیکن ان کا پرابلم ختم ہونے میں ہی نہیں آیا بلکہ دن بدن شدید نوعیت ہی اختیار کی ہے اس مرض نے۔" مصطفیٰ بستر کے کنارے بیٹھ گیا تھا۔ شہوار بھی اس کے قریب ٹک گئی تھی۔

"اس بار ڈاکٹرز بہت ناامید ہیں۔" شہوار کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔

بابا صاحب کے وجود سے اسے باپ کی شفقت ملی تھی ایک عجیب سی انسیت تھی ان کے ساتھ اور انہوں نے بھی اس کا ہر لمحہ بھرپور خیال رکھا تھا مگر اب زندگی کے اس موڑ پر ان کو اس طرح بے بس حالت میں دیکھ کر گویا اس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے تھے۔ وہ صبح سے کئی بار آنسو بہا چکی تھی۔

"ارے پریشان کیوں ہورہی ہو، سب ٹھیک ہوجائے گا ان شاءاللہ۔" اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر مصطفیٰ نے ایک دم اسے بازو کے حصار میں لے لیا۔

"اور اگر وہ ٹھیک نہ ہوئے تو؟" اس کے لہجے میں خوف تھا۔ مصطفیٰ ہلکا سا مسکرادیا۔

"زندگی و موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے انسان بہتر تدبیر تو کرسکتا ہے اور وہ ہم کررہے ہیں شہر کے اور سب سے بہترین اسپتال میں وہ زیر علاج ہیں بہترین ڈاکٹر ٹریٹمنٹ دے رہے ہیں اس سے زیادہ بھلا ہم کیا کرسکتے ہیں؟" اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتے مصطفیٰ نے کہا تو اس نے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کی۔

"اور کون کون اسپتال جارہا ہے۔" مصطفیٰ نے شہوار کا ذہن بٹانا چاہا۔

"آپ اور زینب پھپھو کے علاوہ اور کسی کا مجھے نہیں پتا۔" مصطفیٰ نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر شہوار کو دیکھا۔ آنکھوں کی نمی اگرچہ صاف ہو چکی تھی مگر ان میں موجود سرخی برقرار تھی۔ وہ سارا دن لگا ہے لگا ہے رونے کا شغل فرما چکی تھی ناک بھی ہلکی سی سرخ تھی مصطفیٰ نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر اپنے قریب کیا۔

"فکر مت کرو بابا صاحب ٹھیک ہو جائیں گے۔" محبت سے ساتھ لگا کر بھرپور تسلی دی تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"آپ رات ہسپتال میں ہی رکیں گے۔" مصطفیٰ کے کندھے سے چہرہ ٹکائے اس نے پوچھا۔

"ارادہ تو فی الحال یہی ہے وہاں جا کر دیکھتا ہوں کیا پروگرام بنتا ہے۔" مصطفیٰ نے نرمی سے کہا۔ شہوار نے کچھ کہنے کے لیے ابھی لب وا کیے ہی تھے کہ ایک دم کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ شہوار نے فوراً سنبھل کر دیکھا دریہ کو مڑ کر دیکھ کر اس کی بھنویں تن گئی تھیں۔ وہ سرعت سے مصطفیٰ سے الگ ہو کر کھڑی ہوگئی تھی۔

اسے اس طرح کمرے میں دریہ کی آمد انتہائی ناگوار گزری تھی۔ مصطفیٰ بھی دریہ کی طرف متوجہ ہوا تھا جبکہ دریہ دونوں کو اس طرح دیکھ کر ایک پل رک گئی تھی۔

"کسی کے کمرے میں داخل ہونے کا یہ کون سا طریقہ ہے تم ناک بھی کر سکتی تھیں۔" شہوار کو بہت ناگوار گزرا تو اس نے فوراً کہہ بھی دیا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم بھی روم میں ہو۔" دریہ نے رکھائی سے کہا۔

شہوار کو اس کے جواب نے مزید پتا دیا۔ یعنی اس کا مطلب تھا اگر مصطفیٰ اکیلا کمرے میں ہوتا تو بھی وہ اسی طرح دندناتی ہوئی گھس آتی۔

"کوئی کام ہے؟" مصطفیٰ نے ہی پوچھا ورنہ شہوار کا ارادہ اسے کوئی کرارا سا جواب دینے کا تھا۔

"ہاں، پھپھو بتا رہی تھیں کہ تم ان کو لے کر ہسپتال جا رہے ہو؟" وہ شہوار کو نظر انداز کیے قریب آ کر بیٹھتے ہوئے بولی تھی درمیان میں اگر شہوار نہ ہوتی تو وہ شاید مصطفیٰ کے قریب ہی بیٹھتی، شہوار کو اس کی بے باکی عجیب سی لگ رہی تھی۔

"ہاں تو......"

"تو مجھے بھی لے چلنا بابا صاحب کو دیکھ لوں گی واپسی پر انکل اور آنٹی کے ساتھ گھر آ جاؤں گی۔" اس نے اپنا پروگرام بتایا۔ مصطفیٰ کو بھلا کیا اعتراض ہوتا اس نے سر ہلا دیا۔

"اوکے میں بس نکلنے والا ہوں تم بھی ریڈی ہو جاؤ میں بھی چینج کر کے آتا ہوں۔" مصطفیٰ کہہ کر واش روم میں گھس گیا اور دریہ جس طرح آفت کی طرح نازل ہوئی تھی اسی طرح چلی بھی گئی تھی۔ شہوار کے اندر عجیب سی بے چینی بیدار ہوئی تھی۔ مصطفیٰ ٹراؤزر تبدیل کر کے واپس کمرے میں آیا تو اس نے پرسوچ نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"میں بھی چلوں آپ کے ساتھ؟" اس نے پوچھا۔

"لائبہ بھابی اکیلی ہوں گی۔" اپنا والٹ جیب میں ڈالتے مصطفیٰ نے کہا۔

"پھپھو حماد اور عباس بھائی گھر پر ہی ہیں پھر جب ماں جی اور باقی لوگ واپس آئیں گے تو میں بھی آ جاؤں گی آپ تو وہاں رک رہے ہیں نا۔"

"اوکے جلدی کرو پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے۔" مصطفیٰ نے جلدی میں کہہ کر اپنا موبائل لے کر کمرے سے نکل گیا۔ شہوار جلدی سے الماری کی طرف بڑھی لباس معقول ہی تھا اس نے فوراً اپنی چادر کھینچی اور سینڈل بدلی تھی۔ ملازمہ کھانا نکال چکی تھی وہ کھانے والی باسکٹ اٹھائے جب باہر پہنچی تو ایک دم ٹھٹکی تھی۔

فرنٹ سیٹ پر دریہ موجود تھی جبکہ مصطفیٰ ابھی باہر ہی کھڑا تھا کسی کی کال سن رہا تھا۔ دریہ سے دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"تم بھی جا رہی ہو؟" اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔
اس نے خاموشی سے پھپھو کو پچھلی سیٹ پر بٹھایا اور کھانے والی باسکٹ اندر رکھ کر اس نے مصطفیٰ کو دیکھا وہ کال بند کر کے پلٹا۔

"چلیں.....،" مصطفیٰ نے اسے کہا تو وہ گہرا سانس لیتی پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھ گئی۔
نجانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ جیسے دریہ سب کچھ جان بوجھ کر رہی ہو..... محض اسے اذیت سے دوچار کرنے کے لیے۔ سارے رستے وہ خوامخواہ مصطفیٰ سے بے تکلف ہوتی رہی تھی اور مصطفیٰ بھی اس کی باتوں کے جواب دے رہا تھا اور شہوار کا بلڈ پریشر خوامخواہ ہائی ہوتا جا رہا تھا۔
سچ کہتی تھیں لائبہ بھابی دریہ جیسی لڑکی پر اچھی طرح نگاہ رکھنے کی ضرورت تھی۔ اللہ اللہ کر کے اسپتال آیا تو دریہ نے مصطفیٰ کی جان چھوڑی اور اندر کی طرف بڑھتے شہوار شعوری طور پر مصطفیٰ کے ساتھ چلنے لگی تھی قدم سے قدم ملا کر مجبوراً دریہ کو قدرے فاصلے پر چلتیں پھپھو کے ساتھ چلنا پڑا تھا۔

❁ ...... ❁❁ ...... ❁
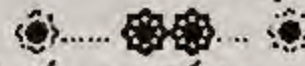
وہ بھابی کے ساتھ کچن سمیٹ کر اپنے کمرے میں آئی تو اس کا موبائل بج رہا تھا اس نے اٹھا کر دیکھا تو سر عباس کی کال تھی۔
"السلام علیکم سر۔" اس نے فوراً کال ریسیو کی۔
"وعلیکم السلام کیسی ہیں آپ؟" عباس نے پوچھا۔
"میں ٹھیک ہوں سر۔"
"آپ آج بھی آفس نہیں آئیں۔" عباس نے پوچھا تو وہ خاموش ہی رہی۔
"سر میں اب نہیں آسکتی۔" کچھ توقف کے بعد اس نے کہا تو دوسری طرف چند پل کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔
"لیکن کیوں، اب تو سب کچھ ٹھیک ہوچکا ہے۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں سب ٹھیک کرلوں گا اور میں نے اپنا وعدہ نبھایا بھی۔"
"وہ سب ٹھیک ہے سر لیکن اس تجربے کے بعد میں مزید کوئی تجربہ افورڈ نہیں کرسکتی ایم سوری سر۔"
"دیکھیں رابعہ..... عدلہ وہ ساری تصاویر والا میٹر ہمارے حوالے کرچکی ہے ہر جگہ سے تصاویر ریموو ہوچکی ہیں اب ایسا کوئی مسئلہ نہیں رہا۔" دوسری طرف سے کہا گیا تو رابعہ کو لگا جیسے اس خبر کو سن کر وہ ایک دم پرسکون ہوگئی ہو۔
"وہ اگر ایسی کوئی حرکت کرے گی تو ہمارے پاس سب ہی ثبوت موجود ہیں ہم اسے معاف نہیں کریں گے۔" عباس نے مزید کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔
"تھینک یو سر..... لیکن اس کے باوجود میں اب آفس نہیں آسکتی۔" اس کا اٹل اور مضبوط لہجہ تھا۔
"اوکے۔" دوسری طرف عباس نے ایک گہرا سانس لیا۔
"کیا آپ کی فیملی کی طرف سے کوئی مسئلہ ہے یا ان کو اس سارے سلسلے کی خبر ہوچکی ہے؟" کچھ توقف کے بعد عباس نے پوچھا۔
"نہیں کسی کو بھی کچھ علم نہیں اور میں نہیں چاہتی کہ علم ہو یہ میرا ذاتی فیصلہ ہے یقیناً آپ کا نقصان ہوگا لیکن سر آپ کسی اور کا ارینج کرلیں میں نہیں آسکتی اس ماہ کی پے بھی چھوڑ رہی ہوں۔" اس کا انداز حتمی تھا۔
"اوکے، پے کی بات مت کریں ہماری کمپنی کے جو بھی رولز ہیں وہ ایک طرف آپ کے واجبات کلیئر کروا دوں گا کسی

ون آ کر لے جایئے گا۔ آپ کا یہ فیصلہ مجھے بہت شرمندگی سے دوچار کررہا ہے۔ میں بہت شرمندہ ہوں مس رابعہ۔"
عباس کا لہجہ ایک دم پژمردہ سا ہوگیا تھا۔

"ایسی بات مت کریں سر آپ کو میں جانتی نہ ہوتی تو شاید غلط سوچتی آپ کا اس سب میں بھلا کیا قصور؟"

"لیکن سزا تو دے رہی ہیں نا۔" بوجھل سی گمبھیر آواز میں کہا تھا وہ چونکی۔

"جی..... سر۔"

"چلیں کوئی بات نہیں ہماری کمپنی کے دروازے آپ کے لیے ہمیشہ کھلے رہیں گے۔ آپ جب بھی دوبارہ کام کرنا چاہیں ہم ہمیشہ آپ کو ویلکم کہیں گے۔" عباس نے خوش دلی سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"تھینک یو سر ویسے بھی شادی کے سلسلے میں مجھے آفس چھوڑنا ہی تھا۔"

"آپ کی شادی کب تک ہے؟" عباس نے پوچھا۔

"اسی ماہ کے لاسٹ میں۔"

"انوائٹ کریں گی۔" عباس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"جی سر۔" اس نے یوں سر ہلایا جیسے عباس صاحب سامنے ہی تو موجود ہیں۔

"گڈ اور مسز ابوبکر کیسے ہیں؟" انہوں نے سوال بدلا تھا۔

"آج کل آؤٹ آف سٹی ہیں بے بی کل یا پرسوں واپس آجائیں۔" اس نے سادگی سے بتایا۔

"اوکے گڈ لک..... بیسٹ وشز..... جب بھی موقع ملے کراچی پہ لے جایئے گا۔" عباس نے گفتگو سمیٹی تھی۔

"جی سر۔" اس نے بھی مسکرا کر کہا تھا۔ لہجے میں خوش دلی اور اطمینان تھا۔

دوسری طرف نجانے کیوں عباس کے دل ودماغ پر منوں بوجھ بڑھتا چلا گیا تھا۔

❀❀

وہ سو کر اٹھی تو نیم جان سی تھی۔ دل ودماغ بالکل خالی تھے۔ ساری رات وہ ایک اذیت بھری کیفیت میں سسکتی رہی تھی۔ ماما پاپا کے الفاظ اور اپنا رویہ اسے رلاتا رہا تھا۔ وہ اسی طرح پڑی رہتی تو شاید حالات اور بھی مشکل اور اس کے لیے تکلیف دہ ہوجاتے وہ اپنے آپ کو سنبھالتے آنے والی صورت حال کے لیے بمشکل تیار کرتے بستر سے اتری تھی اسے لگ رہا تھا کہ اتنے عرصے میں اس کے جسم کی قوت مدافعت بالکل ختم ہوچکی ہے۔ تاول سے چہرہ صاف کرتے وہ خود کو سنبھالتے کمرے سے نکلی تو کمرے سے باہر ایک زندگی رواں دواں تھی۔

ڈائننگ ٹیبل پر سب ہی ناشتے پر موجود تھے۔ روشی اور صغراں کچن میں تھیں۔ ماما سب کو ناشتہ سرو کررہی تھیں۔ ولید، احسن اور پاپا آفس جانے کے لیے تیار تھے ماموں اخبار پڑھ رہے تھے۔

"السلام علیکم!" سب ہی نے اس کے سلام پر حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

پاپا کے چہرے پر سنجیدگی پھیلی تھی جبکہ احسن اور ماموں نے خوش گوار حیرت سے اسے دیکھا تھا وہ کل سے بستر پر تھی اور اب ایک دم خود اٹھ کر بستر سے باہر آگئی تھی۔ ماما نے بھی بہت سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ ماما اور پاپا کے چہروں کو دیکھتے نجانے کیوں اس کا دل تاریک ہوگیا تھا۔

"وعلیکم السلام، ہماری بیٹی آئی ہے۔" ماموں نے خوش دلی سے اٹھ کر کہا اور پھر خود پاس آکر اس کا ہاتھ تھام کر وہ اسے ڈائننگ ٹیبل تک لائے تھے انہوں نے اپنے ساتھ والی چیئر گھسیٹ کر اسے بٹھایا اس کے سامنے والی چیئر پر احسن تھا اور ساتھ ولید تھا جو اس پر ایک سرسری نگاہ ڈال کر اپنے ناشتے کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔

"کیسی ہو اور طبیعت کیسی ہے؟" ماموں نے محبت سے پوچھا تو وہ محض سر ہلا کر رہ گئی۔ اس نے پپا کو دیکھا وہ سر جھکائے خاموشی سے ناشتے کی طرف متوجہ تھے۔

"کیا لوگی ناشتے میں؟" ماما نے اسے یونہی بیٹھے دیکھ کر پوچھا۔

"چائے لوں گی۔" اس نے آہستگی سے کہا آواز میں نقاہت تھی ولید نے سر اٹھا کر دیکھا۔

ان تین چار دنوں میں گلابیاں چھلکاتا چہرہ بالکل زرد ہو کر مرجھا چکا تھا۔ آنکھیں بالکل خالی خالی اور ویران سی تھیں...... بے پرواحلیہ کندھے پر جھولتا دوپٹا اور چہرے پر بکھری لٹیں جو شاید منہ دھونے سے ابھی تک نمی لیے ہوئے تھیں۔ ولید کے اندر کسی احساس نے شدت سے سر اٹھایا تھا...... عجیب ویران، بنجر اور ٹوٹا پھوٹا حلیہ تھا جیسے کوئی اپنی ساری متاع لٹا کر بالکل خالی ہو گیا ہو وہ تو ہمیشہ نک سک سی تیار اور تر و تازہ دکھائی دیتی تھی ایسے حلیے میں تو اس نے کبھی وہم و گمان میں نہ سوچا تھا۔

"ناشتہ کرلو۔" ماما نے اس کے جواب میں کہا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"ابھی ناشتے کو دل نہیں کر رہا سر میں درد ہو رہا ہے بس چائے لوں گی۔" اسی نقاہت بھری پژمردہ آواز میں کہا تھا اس کے سر میں واقعی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

...کے دل کو کچھ ہوا...... نجانے کیا بات تھی کیوں کر رہی تھی وہ ایسا؟ وہ کسی کو کچھ بتا بھی تو نہیں رہی تھی...... اور اس کے کل والے مطالبے نے انہیں اندر ہی اندر نہایت خوف زدہ کر دیا تھا۔

"یہ توس لے لو انڈہ بھی ہے۔" ماما نے اسے چائے ڈال کر پلیٹ میں انڈہ اور توس رکھ کر دیا تو وہ خاموشی سے چائے والا کپ لے کر ہلکے ہلکے سپ لینے لگی۔

"ہاں ولید تمہارا کیا پروگرام ہے؟" پاپا ناشتہ کر کے کھڑے ہو گئے تھے انہوں نے پوچھا تو ولید اپنے ہی کسی خیال سے چونکا تھا۔

"جیسا آپ کہیں؟" اس نے مسکرا کر انکل کو دیکھا۔

"ایسا ہے کہ میٹنگ احسن دیکھ لے گا تم دوپہر میں اپنی پھپھو اور انا کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا ان کا اپائنٹمنٹ ہے پھر فارغ ہو کر آفس آ جانا۔" پاپا کے الفاظ پر انا نے چونک کر دیکھا۔ وہ سنجیدگی سے مکمل طور پر ولید سے مخاطب تھے۔

ولید آفس ڈریسنگ میں ملبوس ہمیشہ کی طرح تر و تازہ اور اٹریکٹیو لگ رہا تھا انا کے دل و دماغ میں جھکڑ سے چلنے لگے تھے۔ اس کے ہاتھ میں کپ لرزنے لگا تو اس نے کپ ٹیبل پر رکھ دیا اور سر تھام لیا...... اسے لگ رہا تھا کہ بس ایک دم اس کے دماغ کی کوئی نس پھٹ جائے گی۔ روشی وہاں آئی تو اسے اس طرح سے سر تھامے دیکھ کر چونکی۔

"کیا ہوا انا؟" اس کی آواز پر سب ہی چونکے تھے۔ سب ہی نے اسے دیکھا تھا۔

وہ لب بھینچے سر تھامے بیٹھی ہوئی تھی چہرہ از حد زرد ہو رہا تھا بالکل لٹھے کی طرح سفید۔ ماما فوراً اٹھ کر اس کے قریب آئی تھیں۔

"کیا ہوا؟" ان کے لہجے اور چہرے پر تشویش تھی۔ وہ نفی میں سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی اس کا وجود لرز رہا تھا۔ وہ ایک فیصلہ کر چکی تھی اور اب جبکہ اس کے فیصلے پر عمل درآمد کرنے کا وقت تھا تو اسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ بالکل ہار رہی ہے وہ یہ سب نہیں کر پائے گی۔ اس کے لیے یہ سب کرنا بہت مشکل تھا وہ مر رہی تھی سلگ رہی تھی مگر کسی کو بتا نہیں سکتی تھی۔

"میں کمرے میں جاؤں گی۔" وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلتے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہاں سے نکل آئی تھی پیچھے سب ہی نے متفکر نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ سب کے ذہنوں میں بہت سے سوال تھے مگر کوئی بھی ان کو

زبان دینے سے قاصر تھا۔ سب ہی کے دل خوف زدہ تھے دق صاحب نے لب بھینچ لیے تھے۔

"چلو احسن دیر ہورہی ہے۔" وہ کچھ بے بسی سے کہہ کر وہاں سے نکل گئے تھے۔ احسن ناشتہ کرچکا تھا وہ بھی فوراً اٹھا تھا۔ پاپا اور احسن کے جانے کے بعد ضیاء صاحب ناشتہ کرکے کمرے میں چلے گئے جبکہ ولید وہاں سے اٹھ کر کچھ سوچتا لاؤنج میں آ گیا تھا۔ وہ لاؤنج میں بیٹھا ہوا تھا اس نے دیکھا صبوحی بیگم ٹرے میں ناشتے کے لوازمات لیے انا کے کمرے کی طرف جارہی تھیں۔

وہ خاموشی سے ٹی وی دیکھتا رہا تھا روشی ملازمہ سے گھر کی صفائی کرانے لگی تھی روشی نے مکمل طور پر خود کو اس گھر کے طور طریقے میں ڈھال لیا تھا اور انا سوچتے سوچتے یونہی ذہنی رو بھٹکی تو دل پر ایک بوجھ سا بڑھنے لگا۔ وہ انا کے گزشتہ رویوں کو لے کر اسے مخاطب نہیں کررہا تھا مگر یہ بھی ٹھیک نہیں تھا کہ وہ اس سے مکمل طور پر غافل ہوگیا تھا۔ وہ ٹی وی بند کرکے انا کے کمرے کی طرف چلا آیا۔ اس نے انا کے کمرے کے دروازے پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا تھا۔ کمرے میں تاریکی تھی۔ ولید نے آگے بڑھ کر لائٹ روشن کی تو انا نے اپنے چہرے پر بازو رکھ لیا تھا۔ ولید خاموش کھڑا رہا۔

انا نے بازو ہٹا کر دیکھا تو ولید کو دیکھ کر ساکت رہ گئی تھی۔ وہ اگلے پل سنبھل کر بستر پر بیٹھی تو ولید بستر کے قریب آ رکا تھا۔ انا خاموشی سے کراؤن سے ٹیک لگائے سر جھکائے گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔

"کیسی طبیعت ہے اب؟" اتنے دنوں بعد یہ پہلا براہ راست سوال تھا۔ انا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میڈیسن لی؟" اگلے سوال پر بھی اس نے صرف سر ہی ہلایا تھا۔ ولید خاموش ہوگیا۔

یوں لگا کہ جیسے اب کرنے کو کوئی سوال ہی نہیں رہا ہو دونوں کے درمیان گزرے دنوں میں کس قدر تکلف اور اجنبیت سی در آئی تھی ولید کو یہ اجنبیت بڑی شدت سے محسوس ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتا انا کے سرہانے پڑا موبائل بجا تھا دونوں نے چونک کر موبائل کو دیکھا۔ ولید نے محسوس کیا کہ موبائل کی اسکرین پر نگاہ پڑتے ہی انا کے چہرے کا رنگ بدلا تھا اس نے تیزی سے موبائل اٹھا کر کال ڈسکنیکٹ کی تھی۔

"کس کی کال تھی؟" پتا نہیں کیوں وہ پوچھ بیٹھا تھا۔

"دوست کی۔" دھیمی آواز میں جواب ملا۔

"تو پک کرتیں؟" ولید نے سنجیدگی سے کہا۔

"بعد میں کال کرلوں گی۔" انا کے لہجے میں ایک دم اجنبیت در آئی تھی۔

"طبیعت تو اب آہستہ آہستہ ہی سنبھلے گی بہتر ہے کہ کمرے میں قید رہنے کی بجائے کمرے سے باہر نکلو روشی سے بات چیت کرو لان میں گھومو یوں اس طرح کمرے میں اندھیرا کرکے بیٹھے رہنے سے تو مزید ڈسٹرب ہوگی۔" ولید نے سنجیدگی سے گفتگو کا آغاز کیا تو انا جواباً خاموش ہی رہی تھی۔ ولید ایک گہرا سانس لیتے بستر کے کنارے ٹک گیا تھا۔ انا نے اس کی اس پیش رفت پر نہایت الجھن بھری نگاہ سے دیکھا تھا۔

ایک پل کو انا کی نگاہ جامد و ساکت ہوئی تھی اور پھر اگلے ہی پل وہ بے اختیار سر جھکا کر ہاتھ مسلنے لگی تھی۔

"کچھ کہو گی نہیں؟" ولید نے پوچھا۔ بظاہر انداز نارمل تھا۔

"کیا؟" وہ ابھی بھی اسی مقام پر تھی۔

"جو تمہارے دل میں ہے۔" ولید نے خود ہی موقع دے دیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اس ساختہ جمود سے باہر نکلے کم از کم پچھلے دنوں اس پر بیتنے والی صورت حال تو واضح ہو جس پر اس نے قفل باندھ رکھے ہوں۔

"یہ سب کیوں کررہی ہو انا؟" ولید نے خود ہی گزشتہ رویوں پر مبنی تمام تر خفگی کی فضا پر چھایا جمود توڑنے کی ایک سعی

لا حاصل ہی تھی۔

"کیا کررہی ہوں؟" وہی اجنبیت، وہی سرد مہری کسی چیز نے شدت سے ولید ضیاء کے دل کو مسلا۔ ایک پل کو شدت سے جی چاہا کہ اسے کندھوں سے تھام کر شدت سے جھنجوڑ دے۔ وہ تو ایسی نہ تھی۔ ایسی خفا، بے حس اور بے زار...... وہ تو اس کے ایک ذرا سے التفات کی منتظر رہتی تھی۔ اس کی ذرا سی پیش رفت پر فوراً پگھل جاتی تھی۔ سب کچھ بھلا کر پھر پہلے جیسی ہو جاتی تھی۔ ہنستی مسکراتی زندگی سے بھرپور۔

تم ایسی تو نہ تھیں؟" ولید کے الفاظ پر اس نے ولید کو دیکھا جس کے چہرے پر ایک استہزائیہ ایک ہلکی سی جھلک دکھا کر پھر معدوم ہوگئی تھی۔

"میں ایسی ہی تھی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" سنجیدگی سے کہا۔

"انا تم......؟" ولید نے کچھ کہنا چاہا لیکن انا نے بات کاٹ دی۔

"مجھے نیند آرہی ہے میں سوؤں گی۔" انداز قطعی تھا۔ ولید کی پیش رفت بھی کسی کام نہ آئی تھی۔ ولید لب بھینچ کر کھڑا ہوگیا۔

"لائٹ آف کر کے دروازہ بند کر دیجیے گا پلیز۔" وہ پلٹا تو آواز آئی تھی۔ ولید نے رک کر دیکھا۔ وہ لیٹ کر پھر آنکھوں پر بازو رکھ چکی تھی۔ ولید خاموشی سے لائٹ آف کر کے دروازہ بند کر کے کمرے سے نکلا تو انا نے آہستگی سے آنکھوں سے بازو ہٹا کر کمرے کی تاریکی میں نظریں گاڑ دی تھیں۔

❁......❀❀......❁

وہ ماما اور ولید کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس آئی دوپہر کے وقت ڈاکٹر سے اس کی اپائمنٹ تھا اس کے سر میں مسلسل درد تھا سو ڈاکٹر نے کچھ ٹیسٹ لکھ دیے تھے۔ سب پراسس سے فارغ ہوتے انہیں دو بج گئے تھے اس سارے عمل میں وہ بری طرح تھک گئی تھی۔ وہ ماما اور ولید کے ہمراہ چلتی باہر نکلی تو سامنے سے آتے عباس، شہوار اور مہر النساء کو دیکھ کر رک گئی تھی۔

وہ لوگ بھی دیکھ چکے تھے ان لوگوں کی طرف آ گئے۔ سلام دعا کے بعد ولید نے ان لوگوں کی یہاں موجودگی کا سبب پوچھا تو علم ہوا کہ بابا صاحب بیمار ہیں اور اسی اسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ وہ لوگ ملنے کے بعد گھر جانے کے لیے نکل رہے تھے۔

"میرا خیال ہے، ہم بھی بابا صاحب سے مل لیتے ہیں۔" ولید نے کہا تو صبوحی بیگم نے سر ہلایا تھا۔ شہوار انا سے اس کی خیریت پوچھنے لگی تھی۔ اس نے اس کی رپورٹس چیک کی تھیں سب کچھ کلیئر تھا۔

وہ لوگ بابا صاحب کے روم میں آ گئے تھے وہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے ڈرپ لگی ہوئی تھی نقاہت کے سبب نیم غنودگی میں تھے۔ زہرہ پھپھو ان کے پاس تھیں۔ وہ لوگ ان کے پاس کچھ دیر بیٹھے تھے۔

"شہوار نے بتایا تو تھا کہ انا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے مجھے اندازہ نہ تھا کہ یہ اس قدر بیمار ہوگی۔" انا کے چہرے پر بکھری زردیوں کو دیکھتے مہر النساء نے کہا۔

"ڈاکٹر کہتے ہیں بس ڈپریشن ہے۔" ماما نے ان سے کہا۔

"ڈاکٹر نے پھر کیا حل بتایا ہے اس کا؟" شہوار بھی ڈپریشن کا سن کر چونکی تھی اس نے تشویش سے انا کو دیکھا وہ چہرے پر دنیا جہاں کی بے زاریت لیے کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی جبکہ عباس بھائی اور ولید آپس میں بات کر رہے تھے۔

"کہتا ہے گھمائیں پھرائیں آؤٹنگ پر لے جائیں خود ساختہ ڈپریشن ہے بے تحاشا سوچوں کے سبب سر میں مسلسل

درد ہے۔ سوچنے کا کم سے کم موقع دیا جائے۔" صبوحی کے لہجے میں بے بسی تھی۔
وہ چاہ کر بھی شہوار سے نہ کہہ سکی تھیں کہ وہ ولید کے رشتے سے انکار کر رہی ہے۔
"کیسی سوچیں کیا مسئلہ ہے انا؟" وہ بابا صاحب کی وجہ سے دوبارہ انا کے پاس نہیں جا سکی تھی اب صبوحی کی تشویش جان کر پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"میں ٹھیک ہوں۔" انا نے سنجیدگی سے کہا تھا وہ مسلسل ہاتھ میں پکڑے اپنے ہینڈ بیگ کو دیکھے جا رہی تھی۔ شہوار نے اسے چند پل دیکھا۔ وہ کہیں سے بھی پہلے والی انا نہیں لگ رہی تھی۔ کسی نے شہوار کے دل کو مٹھی میں لے کر بھینچا۔
انا اس کی بہت اچھی دوست تھی پھر بھلا ایسا کیا ہوا ہوگا جو یہ سب ہو رہا ہے اس کے دماغ میں اکھاڑ پچھاڑ شروع ہو چکی تھی۔
"ماما چلیں میں تھک گئی ہوں۔" شہوار نے اسے بغور دیکھا۔
گھر پر مہمان تھے بابا صاحب کی عیادت کے لیے کوئی نہ کوئی آ رہا تھا وہ کالج بھی نہیں جا پا رہی تھی ورنہ انا کے ہاں جا کر کچھ وقت اس کے ساتھ گزار کر اس کی ذہنی کیفیت جاننے کی کوشش ضرور کرتی۔
"ہاں چلتے ہیں۔" ماما اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔
وہ لوگ بھی ان کے ساتھ چل دیے تھے۔ راہ داری سے گزرتے شہوار نے کچھ سوچا وہ اس وقت انا کے ہاں نہیں جا سکتی تھی لیکن انا کو گھر لے جا سکتی تھی وہاں وہ سہولت سے اس کے ساتھ بات بھی کر سکتی تھی۔
"آنٹی میں انا کو اپنے ساتھ لے جاؤں؟" اس نے فوراً صبوحی سے پوچھا تو وہ حیران ہوئیں۔
"اس طرح وہ کچھ فریش ہو جائے گی میں اس کے ڈپریشن کا سبب پوچھوں گی میری بہت اچھی دوست ہے کم از کم مجھ سے تو نہیں چھپا سکے گی۔ رات میں واپس چھوڑ جاؤں گی۔" اس نے کہا تو صبوحی کے چہرے پر امید کی کرن جاگی وہ دونوں دوسروں سے قدرے چند قدم پیچھے تھیں انہوں نے انا کو دیکھا۔ انہیں اپنی بیٹی بہت عزیز تھی ان کا دل بھر آیا اور ولید ان کا دل سکڑ کر پھیلا۔
"ٹھیک ہے.....؟" انہوں نے رضامندی دے دی۔
"تم شہوار کے ساتھ چلی جاؤ دل بہل جائے گا میں شام میں ولید یا احسن کے ساتھ آ کر لے جاؤں گی۔" گاڑی کے پاس آ کر صبا نے کہا تو وہ چونکی۔ ولید بھی اس فوری فیصلے پر چونکا تھا۔
"ہاں انا چلو ہمارے ساتھ مل کر گپ شپ کریں گے۔" شہوار نے مسکرا کر کہا تو انا کے دل کو کچھ تسلی ہوئی۔
وہ خود بھی اپنے کمرے کی چار دیواری سے نکلنا چاہتی تھی ورنہ اسے لگ رہا تھا کہ ان لایعنی سوچوں سے اس کے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی اس نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔

❁......❁❁......❁
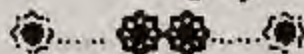
شہوار کے ہاں آ کر حقیقت میں اس کی طبیعت پر ایک خوش گوار تاثر ابھرا تھا۔ بہت دنوں بعد اسے لگا کہ جیسے اس کے اندر کی گھٹن میں کچھ افاقہ ہوا ہو۔ شہوار کے ہاں زہرہ پھپو کی ساری فیملی جمع تھی عائشہ اور صبا بھی موجود تھیں اچھی خاصی گید رنگ تھی لڑکیوں کے ساتھ باتیں کرتے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا تھا۔ شہوار انا سے اس کی گمشدگی کے سلسلے میں بات کرنا چاہتی تھی مغرب کے وقت کچھ موقع ملا تو وہ اسے لیے باہر لان میں آ گئی تھی۔
"کیسا محسوس کر رہی ہو؟"
"بہت دنوں بعد بہت اچھا۔" وہ واقعی اپنے ذہن کو بہت حد تک فریش محسوس کر رہی تھی۔

"چلو آؤ ادھر بیٹھتے ہیں۔" شہوار نے کہا تو وہ اس کے ساتھ چلتی لان میں نصب جھولے کی طرف چلی آئی تھی۔

"تم لوگوں کا گھر بہت پیارا ہے۔ کسی خواب ناک ماحول کی طرح۔" انا نے لان میں موجود پھولوں کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ سب بابا جان کا ذوق ہے۔" شہوار نے شاہزیب صاحب کی تعریف کی۔

"یہ سب لوگ تمہارے ساتھ بہت اچھے ہیں۔" اس نے مزید کہا۔

"ہاں اللہ کا شکر ہے یہ اپنوں سے بڑھ کر یہ میرے لیے میرے ہمدرد و غم گسار اور محبت کرنے والے ثابت ہوئے ہیں۔" شہوار کے لہجے میں بہت اپنائیت تھی۔ محبتوں کا مان تھا اعتماد تھا۔

"خوش قسمت ہو تم۔" اس نے دل ہی دل میں اس کی خوشیوں کو دائمی رہنے کی دعا کرتے کہا۔

"بس اللہ کی مہربانی ہے! خوش قسمت تم بھی کم نہیں ہو ولید بھائی جیسے ہر لحاظ سے مکمل انسان تمہارے ہم سفر بنیں گے۔" اس نے محبت بھری نظروں سے دیکھتے کہا تو انا کے مسکراتے لب ایک دم بھینچ گئے تھے۔ شہوار نے اس کی یہ کیفیت شدت سے محسوس کی تھی۔ انا سر گھما کر پھولوں کو دیکھنے لگی تھی۔

"انا......" شہوار نے کچھ سوچتے پکارا۔

"ہوں......" اس نے دیکھے بنا کہا۔

"تم اس دن کہاں تھیں؟" شہوار نے سوال کیا تو انا ساکت رہ گئی۔

"ہم سب سمجھتے رہے کہ تمہارے ساتھ کوئی حادثہ ہوا ہے اور پھر تم واپس آ گئی مگر تمہاری حالت وہ نہیں بھولتی اس کے بعد تمہارا بے ہوش ہو جانا ہم سب از حد پریشان تھے دوشی نے تمہارا موبائل چیک کیا۔" انا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم بے ہوش تھی ہمیں یہ تھا کہ شاید کوئی کلیو مل جائے پتا تو چلے کہ ہوا کیا ہے لیکن تمہارے موبائل میں کچھ بھی نہ تھا۔ ان باکس بھی بس ایسا ہی تھا کسی طرح بھی تو کوئی کلیو نہیں مل رہا تھا۔" شہوار نے بتایا تو انا نے گہرا سانس لیتے سر جھکا لیا تھا۔

"پھر اسپتال لے گئے تمہاری طبیعت سنبھلی تو سب کی جان میں جان آئی ورنہ سب کی یہ حالت تھی کہ شاید ابھی کچھ ہو جائے گا۔" شہوار اس دن کی کیفیت بیان کر رہی تھی اور انا گم صم سر جھکائے بیٹھی ہوئی تھی۔

"انا ہم تو بہت اچھی دوست ہیں۔ کبھی ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپایا۔ پھر ایسا کیا ہوا کہ تم مجھ سے بھی نہیں کہہ پا رہیں؟" شہوار کے لہجے میں انا کے لیے فکر مندی تھی محبت تھی خلوص تھا۔

"شہوار......" انا خود پر ضبط کرتے ایک دم سسک لی اس نے انا کا ہاتھ تھام لیا۔

"ہاں بولو۔"

"میں......!" اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی وہاں حماد چلا آیا تو انا خاموش ہو گئی۔

"آپ کو بھابی بلا رہی ہیں۔" حماد نے قریب آ کر شہوار کو مہر النساء کے بلاوے کا کہا تو شہوار نے ایک نگاہ انا پر ڈالی۔ وہ سر جھکائے گم صم سی لگ رہی تھی۔

"تم بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔" انا نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا۔

شہوار چلی گئی تو اس نے حماد کو دیکھا وہ ابھی بھی کچھ فاصلے پر کھڑا تھا۔

"شہوار بھابی نے بتایا تھا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی کیا ہوا آپ کو۔" اس نے اپنائیت سے پوچھا۔ انا شعوری طور پر اسے دیکھنے لگی۔ خوش شکل اور خوش لباس نوجوان تھا۔ اس کے دیکھنے پر مسکرا دیا تھا۔

"بس ویسے ہی۔" اس نے سر جھٹکا۔
"اور کیا چل رہا ہے لائف میں؟" اس نے یونہی پوچھا۔
"کچھ نہیں ایک دو دن ریسٹ کروں گی پھر کالج چلی جایا کروں گی۔" نجانے کیوں وہ حماد سے بات کرنے لگی تھی۔
حماد مسکرا رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ میں ایک عجیب دل کشی تھی۔ انا چونکی۔ اس کے ذہن میں پچھلی تمام ملاقاتیں تازہ ہونے لگیں تو وہ بے چین ہو کر کھڑی ہوگئی۔
"میں چلتی ہوں۔" اس نے آگے بڑھنا چاہا لیکن ٹھٹک کر رک گئی۔ اس کی چادر کا پلو جھولے میں پھنس گیا تھا۔ حماد فوری متوجہ ہوا...... انا کو یک دم کوفت کا احساس ہوا اس نے کھینچ کر نکالنا چاہا۔
"ایک منٹ، اس طرح پھٹ جائے گا۔" حماد نے کہا تو اس کا ہاتھ رک گیا۔ حماد نے آگے بڑھ کر احتیاط سے اس کی چادر کا کونا جھولے سے نکال دیا۔
"شکریہ۔" وہ کہہ کر جانے لگی۔
"سنیے۔" پکار ایسی تھی کہ وہ ٹھٹک کر رک گئی اور حماد اس کے سامنے آ رکا تھا۔
"نجانے کیوں آپ کو دیکھ کر میں ہمیشہ خود کو بہت نائز ہوتا محسوس کرتا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا اور انا بہت نائز ہوگئی تھی۔
"میں کوئی نیک ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا لیکن آپ کے بارے میں جب بھی دل میں خیال آیا ذہن و دل میں ایک مقدس سا احساس پیدا ہوا۔" وہ اپنی دلی کیفیت بتا رہا تھا اور انا حیرت سے گنگ اسے دیکھ رہی تھی۔
"شروع میں تو میں سمجھا کہ میں اپنی فطرت سے مجبور ہو کر آپ کی طرف مائل ہو رہا ہوں لیکن جب بھی آپ سے ملا آپ کو دیکھا شدت سے احساس ہوا کہ یہ دل لگی سے بڑھ کر کچھ اور جذبہ ہے۔" انا کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی۔
"مجھے پتا ہے آپ انگیجڈ ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے اپنے دل کی کیفیت بیان کر کے غلطی کر رہا ہوں لیکن نجانے کیوں اس وقت خود کو یہ سب کہنے سے نہیں روک پا رہا۔" سنجیدہ لہجہ تھا آنکھوں میں ہمیشہ والی بے باکی کی بجائے اس دفعہ احترام تھا۔
سر جھکائے سنجیدگی سے اس نے اپنے دل کی کیفیت انا پر آشکار کر دی تھی۔ انا حیرت سے گم اپنے سے صرف چند قدم کے فاصلے پر کھڑے اس شخص کو دیکھے جا رہی تھی۔

❀......❀❀......❀

ہادیہ آفس سے واپسی پر اس کے اصرار پر ملنے آئی تو اس کے ہی اصرار پر وہ رک بھی گئی تھی ہادیہ کے پاس اپنی گاڑی تھی سو لیٹ ہونے یا واپسی کیسے ہوگی جیسے سوال کا خدشہ نہ تھا۔ دونوں نے کھانا ٹل کر کھایا تھا۔ وہ اسے اپنے دل کی باتیں بتانے لگی سر عباس کی کال اپنا رویہ آفس نہ آنے کا سبب۔
"تم خوامخواہ ڈر گئی ہو ورنہ سر عباس نے ذمہ داری بھی لی تھی کہ وہ تم پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے۔" وہ دونوں کھانا کھا کر لوپر آ گئی تھیں ہلکی پھلکی چلتی ہوا میں اوپر چہل قدمی کرنا بڑا خوش گوار لگ رہا تھا۔
"امی کہتی ہیں لڑکیوں کو حالات سے ڈر کر ہی رہنا چاہیے ہم لڑکیاں خوامخواہ کی بدنامی افورڈ نہیں کر سکتیں میں ہر کسی کو پکڑ پکڑ کر ان تصاویر کے فیک ہونے کا یقین نہیں دلا سکتی تو بہتر یہ نہیں کہ میں خاموشی سے اپنی راہ علیحدہ کر لوں اس سے پہلے کہ میں پچھتاؤں یا کسی بڑے نقصان سے دوچار ہو جاؤں۔" رابعہ کے لہجے میں مجبوری تھی ہمیشہ والا لاابالی پن نہیں تھا۔ ہادیہ نے اسے سراہتی نگاہوں سے دیکھا تھا۔
"بہادر ہونا اچھی صفت ہے کیا فائدہ ایسی بہادری کا جو ہمیں بدنامی کے گڑھے میں لا پھینکے۔ میں سمجھ گئی ہوں یہ

THE BLOOD PURIFIER
SAFI
خوبصورتی جو صرف
ظاہری ہی نہیں
بلکہ اندرونی بھی
Safi Kafi Hai
ہمدرد

بہادری نہیں کم عقلی ہے کہ ہم خود اپنی خوش گمانی کے سبب خود کو ہی ڈبو ڈالیں۔"

"ویل ڈن، اچھی سوچ ہے۔" ہادیہ حقیقتاً متاثر ہوئی تھی وہ مسکرادی۔

"اپنے ابوبکر صاحب کا ہی سناؤ، کہاں ہوتے ہیں ایک بار بھی شرف ملاقات حاصل نہیں ہوا۔" رابعہ مسکرائی تو رابعہ کے چہرے پر حیا کی سرخی پھیل گئی تھی۔

"وہ کسی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر ہیں شاید کل واپس آجائیں۔"

"شاید، کیوں رابطہ نہیں کیا تم سے۔" ہادیہ نے چھیڑا۔

"تم جانتی ہو میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جو ہر وقت فیانسی صاحب سے رابطوں میں رہے۔" اس نے شرارتاً کہا تو ہادیہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ اس کی ہنسی کی کھنکھناہٹ ایسی تھی کہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آتا وجود ایک دم ساکت ہوگیا تھا۔

❁......❁❁......❁

وہ حیرت سے حماد کو دیکھ رہی تھی گیٹ پر تب ہی گاڑی کا ہارن بجا اور پھر کچھ پل بعد چوکیدار نے گیٹ کھول تو ایک گاڑی اندر داخل ہوئی تھی انا نے غائب دماغی سے دیکھا۔ گاڑی سے روشنی اور ولید نکلے تھے۔ حماد نے بھی ان لوگوں کو دیکھا تھا۔ وہ دونوں ان کو دیکھ وہیں چلے آئے تھے۔

ولید یوں مغرب کے اندھیرے میں انا کو حماد کے ساتھ کھڑے دیکھ کر چونکا تھا۔

"السلام علیکم۔" حماد نے ہی آگے بڑھ کر سلام دعا میں پہل کی تھی۔ ولید کا انداز سنجیدہ تھا۔

"ہم تمہیں لینے آئے ہیں پھر سوچا آنٹی لوگوں سے بھی مل لوں گی تو میں ساتھ چلی آئی۔" روشنی نے بتایا اس نے بس سر ہلایا تھا۔ وہ اس وقت حماد کی باتوں کے زیر اثر تھی۔

وہ روشنی کے ساتھ اندر آگئی اور حماد ولید کو ڈرائنگ روم میں لے آیا تھا۔ کچھ دیر بعد مصطفیٰ بھی آفس سے لوٹ آیا تھا۔ پھر وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا تھا ان لوگوں کے ہاں رات کا کھانا جلدی کھالیا جاتا تھا سو مصطفیٰ نے کھانا کھائے بنا جانے نہیں دیا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد ولید نے چلنے کا کہا تھا۔ مصطفیٰ نے اندر شہوار اور روشنی کو بھی پیغام بھجوادیا تھا۔

انا اور روشنی سب سے مل کر باہر نکل رہی تھیں جب کچھ فاصلے پر کھڑے حماد کو دیکھ کر انا رکی تھی۔

"تم چلو میں آتی ہوں۔" انا نے روشنی کو کہا اور خود حماد کے پاس چلی آئی۔

"ایکسکیوزمی۔" حماد کی اس کی طرف پشت تھی فوراً پلٹا تو انا نے اسے کچھ کہا تھا وہ حیران ہوا تھا۔

پھر اس نے سر اثبات میں ہلا کر کچھ کہا تو انا نے اپنے موبائل میں اس کے الفاظ محفوظ کیے تھے اور پھر شکریہ کہہ کر پلٹ گئی تھی۔ حماد بڑی حیرت سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔

وہ ولید کی گاڑی کی طرف آئی تو روشنی پچھلی سیٹ پر بیٹھ ہوئی تھی۔

"تم آگے بیٹھ جاؤ۔" وہ دروازہ کھولنے لگی تھی جب روشنی نے کہا۔ اس کا ہاتھ رکا اور پھر وہ اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی ولید بھی مصطفیٰ سے ہاتھ ملا کر گاڑی کی طرف آگیا تھا۔ گاڑی گیٹ سے نکلی تو انا نے روشنی کی طرف دیکھا۔

"کیسا گزرا آج کا دن؟" روشنی نے پوچھا تو وہ مسکرائی۔

"بہت اچھا۔"

"ہاں اندازہ ہورہا ہے۔" روشنی نے مسکرا کر کہا۔ ولید نے ڈرائیو کرتے اسے دیکھا اس کا چہرہ صبح کی نسبت اس وقت کافی فریش لگ رہا تھا۔

"شہوار کے ہاں اتنے رشتے دار ہیں اتنی بھری پری فیملی ہے جب کہ ہمارے رشتہ دار اتنے محدود کیوں ہیں نہ کوئی ہم سے ملتا ہے اور نہ ہم کسی سے۔" اتنے دنوں بعد وہ ان دونوں کے سامنے پہلا طویل جملہ بولی تھی۔

"بابا اور پھپھو دونوں بہن بھائی تھے پھر تمہارے پاپا بھی اکلوتے تھے اب لمبے چوڑے رشتہ دار کہاں سے نکلتے۔" روشی نے ہنس کر کہا۔ اس کے لیے یہی کافی تھا کہ انا اتنے دنوں کے فیز کے بعد سنبھلی ہے۔

"لیکن جو بھی تھے ان کا تو پتا ہونا چاہیے ہمیں۔"

"اب ہمارے بڑوں نے ان سے روابط نہیں رکھے تو کوئی کیا کرسکتا ہے۔" روشی نے کندھے اچکائے۔ انا ان باتوں کو فیل کررہی تھی اور اس کی اس محرومی کا سب ہی کو اچھی طرح اندازہ تھا۔

"وہی تو پتا ہے کہ کیوں نہیں روابط رکھے؟"

"کوئی وجہ ہوگی تم کیوں ٹینس ہوتی ہو۔" روشی نے کہا تو وہ خاموش ہوگئی تھی۔

ولید خاموشی سے ڈرائیو کررہا تھا اس نے ان دونوں کی کسی بھی بات میں کوئی مداخلت نہیں کی تھی۔ روشی نے یہ بات شدت سے محسوس کی تھی۔

"کیا بات ہے ولی بھائی بہت خاموش ہیں۔"

"میں تم لوگوں کو سن رہا ہوں۔" اس نے مسکرا کر بہن کی تسلی کرائی۔

"ولید بھائی آئس کریم کھلائیں۔" روشی نے جواباً کہا تو ولید نے انا کو دیکھا۔

"میں نہیں کھاسکتی تم نے کھانی ہے تو تم کھالو۔" انا نے منع کردیا تھا۔

"تمہارے بغیر کھا کر خاک مزہ آتا ہے رہنے دیں بھائی پھر کبھی سہی۔" روشی نے فوراً ارادہ بدل دیا۔ تبھی انا کا موبائل بجنے لگا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا ہینڈ بیگ کھول کر موبائل نکالا تھا۔

اسکرین پر نگاہ پڑتے ہی اس نے گھبرا کر ولید کو دیکھا تو وہ مکمل توجہ سے سامنے دیکھ کر گاڑی ڈرائیو کررہا تھا۔

انا نے تیزی سے کال کاٹ دی تھی۔ بیپ بند ہوتے ہی ولید نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ اپنا موبائل آف کررہی تھی۔ ولید کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔ انا موبائل بند کرکے واپس ہینڈ بیگ میں رکھ رہی تھی۔ ولید کے سامنے یہ دوسری کال تھی جو انا نے ریسیو کیے بغیر کاٹی تھی۔ ولید کی آنکھوں میں تجسس پیدا ہوا تھا...... تاہم اس نے کچھ نہیں کہا روشی کچھ کہہ رہی تھی اپنے ذہن کو جھٹک کر روشی کی باتوں پر دھیان دیا تھا۔

❁......❁❁......❁

دونوں لڑکیوں کی ابوبکر کی طرف پشت تھی دونوں کھلکھلا کر ہنس رہی تھیں۔

"کوئی تصویر تو ہونی چاہیے نا، مجھے اندازہ تو ہو موصوف کیسے ہیں تمہارے ساتھ جچیں گے بھی کہ نہیں؟" کھلکھلاتی آواز میں اظہار خیال ہوا تھا۔

"تصویر تو نہیں ہے تاہم کسی دن ان کی موجودگی میں آنا تمہاری ملاقات کروادوں گی بنفس نفیس دیکھ لینا۔" جواباً رابعہ نے شرارتاً کہا۔

"وہ تو میری جان مشکل لگتا ہے اب تمہاری رخصتی والے دن ہی ان کا دیدار کرپاؤں گی۔"

"نا امید مت ہو کسی دن خصوصی طور پر ملواؤں گی ان سے۔" دونوں مزید بھی کچھ کہہ رہی تھیں مغرب کے اندھیرے میں دونوں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ ابوبکر خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

دروازہ کھلا ہوا تھا اندر جاکر اس نے دروازہ بند کرلیا تھا۔ دونوں کافی دیر تک ٹہلتی رہی تھیں۔ پوری چھت پر

ان کی باتوں کی آواز ہنسی کی جھنکار گونج رہی تھی۔ ہادیہ نے وقت دیکھا تو اسے جانے کی جلدی ہوئی۔ وہ رابعہ کے ساتھ نیچے چلی آئی تھی۔

"اس وقت چائے کیوں بنا رہی ہیں کھانے کے بعد میں خود بنا لیتی۔" اس کو شرمندگی ہوئی بھابی سارا دن گھر کے کام کرتی تھیں اور کچن بھی دیکھتی تھیں وہ آج کل گھر میں تھی تو ان کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کررہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا ابوبکر آیا ہے اس کو چائے چاہیے تھی۔" بھابی نے بتایا تو وہ چونکی۔

"ارے..... وہ آ گئے..... کب؟"

"تقریباً آدھ گھنٹہ ہوا ہے اوپر ہی گئے ہیں کیوں تم دونوں سے نہیں ملے۔" رابعہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"یقیناً کمرے میں چلے گئے ہوں گے۔" بھابی نے کہا تو اسے شرمندگی ہونے لگی۔

وہ دونوں نجانے کیا کیا باتیں کرتی رہی تھیں ان کا تو والیوم بھی کافی ہائی تھا، نجانے ابوبکر نے کیا کیا سنا ہوگا۔

"تم یہ چائے ابوبکر کو دے آؤ، کھانا پکنے میں ابھی کچھ وقت ہے۔" بھابی نے چائے ٹرے میں رکھ کر کہا تو وہ اپنا دوپٹا درست کرتی ٹرے لے کر اوپر آ کر ابوبکر کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"لیس کم ان۔" ابوبکر نے کہا تو وہ اندر داخل ہوئی۔ ابوبکر کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا تھا۔ اس کھڑکی کا رخ چھت کے اس جانب تھا جہاں وہ کچھ دیر قبل ہادیہ کے ساتھ چہل قدمی کرتے اونچے اونچے قہقہے لگاتے نجانے کیا کیا ہانک رہی تھی۔ غیر اخلاقی تو کوئی بات نہیں تھی مگر وہ پھر بھی اپنی جگہ چور سی بن گئی تھی۔

"السلام علیکم۔" اس نے کپ ابوبکر کی طرف بڑھایا۔

"وعلیکم السلام، کیسی ہیں؟" کپ لے کر کھڑکی سے ہٹ کر وہ بستر کی طرف آ گیا۔

"اللہ کا شکر ہے اور آپ ٹھیک ہیں۔" اس نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

"جی۔" مختصر کہہ کر اس نے چائے کا سپ لیا۔

"میں جب یہاں آیا تو آپ کسی کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی میں نے ڈسٹرب کرنا مناسب نہ سمجھا سو خاموشی سے کمرے میں چلا آیا۔" ابوبکر نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو وہ مطمئن ہوئی۔

"جی ہمیں علم ہی نہیں ہو سکا ورنہ میری دوست کو آپ سے ملنے کا بہت شوق ہے اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ آ چکے ہیں تو میں آپ سے ملوا دیتی۔" اس نے نارمل سے انداز میں بتایا۔

"اوکے کوئی بات نہیں، نیکسٹ ٹائم سہی۔ ویسے آپ کی دوست کا کیا نام ہے؟" یونہی سرسری سے انداز میں ابوبکر نے پوچھا۔

"ہادیہ، میری بہت اچھی دوست ہے کالج لیول میں دوستی ہوئی تھی کافی اچھی فیملی سے ہے میرے ساتھ ہی سر عباس کے آفس میں جاب کرتی ہے۔" اس نے تفصیلاً بتایا..... ابوبکر نے مخض سر ہلایا تھا انداز پر سوچ تھا۔

"آپ کا ٹور کیسا رہا؟" اس نے پوچھا۔

"بہت اچھا۔"

"سہیل کب آ رہا ہے؟" اس نے مزید پوچھا۔

"پرسوں کی فلائٹ سے۔"

"فیضان ماموں آ گئے؟" چائے کا کپ خالی کرتے اس نے پوچھا۔

"نہیں، بس آنے ہی والے ہیں۔" خالی کپ ٹرے میں رکھتے اس نے کہا۔

وہ کپ لے کر پلٹی تھی ابوبکر خاموشی سے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔ نجانے کیوں اس کے کانوں میں کسی کے قہقہوں کی گونج ابھی بھی سنائی دے رہی تھی خوب صورت دلکش انداز......

❁......❁❁......❁

بابا صاحب کی طبیعت اب سنبھل رہی تھی لیکن ان کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ اب حواس میں تھے سب ہی کو دیکھتے تھے لیکن بات نہیں کرتے تھے جو بھی خیریت پوچھتے رہا تھا وہ فقط سر ہلا رہے تھے۔

مصطفیٰ اسپتال آیا تو وہاں موجود سجاد اور شاہ زیب صاحب گھر چلے گئے تھے۔ بابا صاحب عجیب سی بے چینی محسوس کر رہے تھے۔ بار بار چونک کر اٹھ جاتے تھے اس وقت رات کا پہر تھا وہ سوئے ہوئے تھے۔ مصطفیٰ جو اپنے ساتھ کوئی فائل لے آیا تھا اس نے فائل بند کر کے ان کو دیکھا وہ کچھ بڑبڑا رہے تھے۔

"نہیں..... نہیں....." مصطفیٰ فوراً ان کے قریب ہوا تھا۔ بابا صاحب نے ایک دم آنکھیں کھول دی تھیں۔ ان کا چہرہ پسینے سے تر تھا یقیناً انہیں پھر کوئی خواب آیا تھا۔

"بابا صاحب....." مصطفیٰ جھک کر پکارا انہوں نے خالی خالی نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا ہر قسم کی پہچان سے عاری آنکھیں چہرے کے علاوہ جسم پر ایک کپکپی سی طاری تھی۔

"بابا صاحب آپ ٹھیک ہیں؟" مصطفیٰ نے انہیں پکارا وہ چونکے۔ سر گھما کر ارد گرد دیکھا اور پھر انہوں نے آنکھیں میچ لی تھیں۔ اس بار ان کی آنکھوں میں ہلکی سی شناسائی کی لہر موجود تھی۔ وہ کچھ دیر تک اسی طرح لیٹے گہرے گہرے سانس لیتے رہے ان کا جسم لرز رہا تھا چہرہ پسینے سے تر تھا۔ مصطفیٰ کے اندر تشویش جاگی تھی۔ اس نے ان کی حالت سے گھبرا کر انٹر کام اٹھایا ارادہ فوراً ڈاکٹرز سے رابطہ کرنے کا تھا۔

"مصطفیٰ....." بابا صاحب کی کپکپاتی آواز ابھری تو مصطفیٰ نے فوراً انٹر کام کا ریسیور رکھ کر ان کو دیکھا۔

"جی بابا صاحب......"

"بعض گناہ ایسے کیوں ہوتے ہیں جو عمر بھر کسی سائے کی طرح ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے۔" لرزتی روتی آواز تھی۔ مصطفیٰ فوراً ان کے پاس بیٹھ گیا اور ان کا ہاتھ محبت سے تھام لیا۔ وہ یقیناً اس وقت خواب کے بعد والی مخصوص کیفیت میں تھے۔ وہ سب اچھی طرح جانتے تھے کہ اکثر خواب سے ڈر جانے کے بعد وہ ساری ساری رات مصلے پر گزار دیتے تھے بے تحاشا رو تے تھے۔ مصطفیٰ کے پاس ان کے سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔

"پانی پئیں گے....." ان کے چہرے پر موجود پسینے کے قطروں کو دیکھتے مصطفیٰ نے پوچھا۔

"میں ایک عرصے سے اللہ کے سامنے رو رہا ہوں گڑگڑا رہا ہوں مگر اس کے در سے معافی کا حکم نہیں ملتا۔" مصطفیٰ کے سوال کے جواب میں انہوں نے آنکھیں کھول کر کہا تو آنسو ان کے جھریوں زدہ چہرے پر پھیل گئے تھے۔

"آپ خواب میں ڈر گئے ہیں۔" مصطفیٰ نے انہیں بتایا تو انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں..... " بہت شدت تھی ان کے انکار میں۔ "یہ خواب نہیں تھا یہ تو وہ گناہ تھا جو ایک عرصے سے میرے پیچھے کسی آسیب کی طرح لگا ہوا ہے۔ میں روتا ہوں...... گڑگڑاتا ہوں لیکن اس گناہ سے مجھے معافی نہیں ملتی۔" مصطفیٰ نے بغور ان کو دیکھا۔

اس نے ہمیشہ سنا تھا کہ ایسے خوابوں کے بعد وہ ہمیشہ بہکی بہکی باتیں کیا کرتے تھے گناہ ثواب غلطی پچھتاوے کی لیکن مصطفیٰ آج پہلی دفعہ ان کو اس کیفیت میں دیکھ رہا تھا لیکن یہ الفاظ کوئی مجذوب کیفیت والا انسان ادا نہیں کر سکتا۔

"شاہ زیب مجھے سائیکاٹرسٹوں کے پاس لے کر بھاگتا رہا اور میں ان سے بھاگ کر اپنے گناہوں پر پردے ڈالتا

رہا۔" اب کی بار ان کی آواز میں کوئی لڑکھڑاہٹ نہ تھی' مصطفیٰ نے بغیر ٹوکے ان کو سنا تھا۔

"لیکن میں تھک چکا ہوں' میں پچھتاووں کی آگ میں جل جل کر راکھ ہوگیا ہوں' میرے دل کا بوجھ مجھ سے مزید سہا نہیں جا رہا۔ میں کسی اپنے کے سامنے رونا چاہتا ہوں۔" وہ کہتے کہتے پھر شدت سے رو دیئے تھے' مصطفیٰ خاموشی سے ان کو دیکھتا رہا۔ وہ کافی دیر تک روتے رہے تھے اور جب روتے روتے تھک گئے تو انہوں نے مصطفیٰ کو دیکھا۔

"یہ پانی پی لیں۔" مصطفیٰ نے گلاس میں پانی انڈیل کر ان کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ انہوں نے پانی پیا اور پھر مصطفیٰ کو دیکھا۔

"تابندہ کا کچھ پتا چلا؟" کچھ پل سنبھلنے کے بعد انہوں نے پوچھا...... مصطفیٰ نے نفی میں سر ہلایا۔

"اس کو تلاش کرو وہ بہت کچھ جانتی ہے' اسے علم ہے میری ندامت کی کہانی اسے تلاش کروا دو بیٹا!" بابا صاحب اس کے دونوں ہاتھ تھام کر بڑے عاجزانہ انداز میں کہہ رہے تھے۔

"میں کوشش کر رہا ہوں لیکن ان کا کچھ پتا نہیں چل رہا۔ شہوار کے والد کا جو شناختی کارڈ تھا اس ایڈریس پر بھی پتا کیا لیکن کوئی مثبت جواب نہیں ملا۔" مصطفیٰ نے سنجیدگی سے بتایا تو انہوں نے گہرا سانس لیا۔

"میرے پاس اس کی کال آئی تھی۔" انہوں نے کہا تو مصطفیٰ چونکا۔

"کب......؟" اس نے بے قراری سے پوچھا لیکن انہوں نے جیسے اس کا سوال سنا ہی نہ تھا۔

"وہ میری حویلی میں اتنا عرصہ رہی اور میں اسے پہچان بھی نہ سکا۔ میں بھلا کیسے پہچانتا اسے میں نے تو اسے کبھی زندگی میں دیکھا ہی نہ تھا۔ وہ ساری عمر میری حویلی میں رہی اور میں غافل رہا' کم از کم کوئی تو تھا جس کے سامنے میں اپنا اعتراف گناہ کر سکتا تھا۔" وہ پھر رونے لگے تھے۔ مصطفیٰ نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر خاموش ہوگیا۔

وہ چاہتا تھا کہ بابا صاحب خود کہیں' اپنے دل کی بھڑاس نکال لیں۔ ان کی باتوں سے اسے لگ رہا تھا کہ جیسے یہاں کوئی بہت بڑی کہانی ہے جو مصطفیٰ کو حیران کر دینے والی ہے۔

"کیسا گناہ بابا صاحب؟" وہ مسلسل خاموش رہے تو مصطفیٰ نے پوچھا۔

"بہت طویل کہانی ہے' کہاں سے شروع کروں۔" ان کا انداز خود کلامی کا سا تھا' انہوں نے پھر کچھ بتانا شروع کر دیا تھا اور مصطفیٰ تمام تر توجہ لیے ان کی لرزتی آواز سے ادا ہونے والے الفاظ سے اپنی سماعت کو منور کرتا جا رہا تھا۔

❁......❁❁......❁

وہ سو چکی تھی میڈیسن کا اثر تھا لیکن آدھی رات کو ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی' وہ پسینے سے تر تھی۔ اسے لگا کہ جیسے وہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ رہی تھی۔ بڑی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی اس کی اس نے تیزی سے اٹھ کر سائیڈ لیمپ روشن کیے تھے لیکن اس مدھم تاریکی سے بھی دم گھٹنے لگا تو اس نے بستر سے اتر کر کمرے کی تمام لائٹس روشن کر لی تھیں۔

سائیڈ ٹیبل پر میڈیسن کے ساتھ ساتھ جگ اور گلاس بھی تھا اس نے پانی پیا تو دل کو کچھ تسلی ہوئی۔ وہ بستر کے کنارے بیٹھ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ وقت دیکھا رات کا ایک بج رہا تھا' وہ یاد کرنے لگی۔ وہ مصطفیٰ کے گھر سے واپسی کے بعد سیدھی اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ وہ سارا دن پہلے اسپتال اور پھر شہوار کے ہاں بیٹھی رہی تھی' تھکن ہو رہی تھی۔ میڈیسن کھاتے ہی وہ سوگئی تھی اس کی ذہنی کنڈیشن کے سبب شاید ڈاکٹر نے نیند کی گولی بھی شامل کر دی تھی سو نیند آگئی تھی اور اب ایک دم آنکھ کھلی تھی۔

اسے یاد آیا وہ سونے سے پہلے حماد کے بارے میں سوچ رہی تھی اور اس وقت نیند میں بھی وہ اسی کے ساتھ کھڑی تھی اور وہ اس سے اپنی محبت کا اقرار کر رہا تھا' اس کا دماغ دکھنے لگا۔ اس نے سائیڈ ٹیبل کی طرف دیکھا اس کا بیگ پڑا ہوا تھا۔

اس نے وہ اٹھالیا' اندر سے موبائل نکال کر اس کو آن کیا' موبائل آن کرنے کے بعد ایک دم دس بارہ میسج ریسیو ہوئے تھے' کاشفہ کے میسجز تھے۔

"تم کال پک کیوں نہیں کررہی؟" اس نے میسج کھولا تو پہلا میسج اس کا منہ چڑا رہا تھا' انانے غصے سے ڈیلیٹ کردیا۔

"تم اگر موبائل بند کرکے یا مجھے نظر انداز کرکے سمجھ رہی ہو کہ مجھے دھوکہ دے لوگی تو اچھی طرح سمجھ لو میں تمہیں اس قابل نہیں چھوڑوں گی کہ تم کسی کو منہ دکھا سکو۔" یہ دوسرا میسج تھا اس نے وہ بھی ڈیلیٹ کردیا تھا۔

"تمہیں جو کام کہا ہے اس کو جب مکمل کروگی۔ دیکھو انا جتنی بھی تاخیر کروگی تمہارے لیے اتنا ہی بُرا ہوگا' رسوائی ہی۔" انانے وہ میسج بھی ڈیلیٹ کردیا اور پھر ایک دم بہت جنون میں اس نے باقی سارے میسجز بغیر پڑھے ڈیلیٹ کردیے تھے۔ میسجز ڈیلیٹ کرنے کے بعد اس نے ریسیو کالز' ڈائل نمبرز اور مس کالڈ چیک کی تھیں' جبھی ڈیلیٹ کرتے وہ ایک پل کو ٹھٹکی تھی۔

کاشفہ کے نمبر کے علاوہ ڈائلڈ نمبر میں ایک اور نمبر بھی تھا۔ یہ نمبر مصطفیٰ کے گھر سے واپسی پر اس نے حماد سے لیا تھا اور جب اس نے حماد سے کہا تھا کہ مجھے آپ کا موبائل نمبر چاہیے تو وہ ایک دم حیران ہوا تھا اور پھر بغیر کسی سوال و جواب کے اس نے فوراً نمبر دیا تھا جو اس نے اپنے موبائل پر ڈائل کرکے کال کاٹ دی تھی اور اب وہ نمبر اس کے سامنے تھا۔

وہ کتنی دیر اس نمبر کو دیکھتی رہی' نمبر لیتے وقت اس کے ذہن میں کوئی بھی بات نہ تھی لیکن اب نمبر کو دیکھنے کے بعد دل و دماغ میں طرح طرح کے خیالات سمارہے تھے۔ انانے سنجیدگی سے نمبر کو دیکھا تھا اور پھر گہرا سانس لیتے اس نے اس نمبر کو حماد کے نام سے سیو کیا تھا جب اس نے نمبر لیا تھا تو ویسے ہی سیو کیا تھا اب اس نے نام ایڈ کیا تھا۔ نام ایڈ کرنے کے بعد اس نے وقت دیکھا تھا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ اس نے کال ملائی' کچھ دیر بعد اس کی کال پک کرلی گئی تھی۔

"ہیلو......"

"السلام علیکم!" انانے جھجکتے ہوئے کہا۔

"وعلیکم السلام!" دوسری طرف انجان نمبر دیکھ کر آواز میں حیرت پیدا ہوئی تھی۔

"حماد صاحب بول رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جی لیکن آپ کون؟" انانے ایک گہرا سانس لیا۔

"میں انا بات کررہی ہوں' انا وقار احمد۔" انانے سنبھل کر کہا۔

"انا...." دوسری طرف بات کے اس پہر غیر متوقع بندے کا نام سن کر وہ واقعی حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

"آپ اس وقت.... خیریت.....؟" وہ بہت حیرانی سے پوچھ رہا تھا۔

"ایم سوری آپ کو ڈسٹرب کیا' اگر آپ بزی ہیں تو میں کال بند کردیتی ہوں۔" انانے آہستگی سے کہا۔

"ارے نہیں اب ایسی بھی بات نہیں آپ کے لیے تو میں ہر طرح سے وقت نکال سکتا ہوں۔"

"آپ کی نیند ڈسٹرب کردی میں نے؟" انا کو شرمندگی ہونے لگی کہ اسے اس وقت کال نہیں کرنی چاہیے تھی۔

"ارے نہیں یہاں سب ہی جمع تھے تو بیٹھے گپ شپ لگارہے تھے۔"

"کیا آپ سائیڈ پر ہوکر میری بات سن سکتے ہیں' دراصل میں نہیں چاہتی کہ کسی کو علم ہو کہ میں نے آپ کو کال کی ہے۔" اس نے مزید کہا تو دوسری طرف حماد چونکا۔

"میں آپ کی کال سن کر بہت حیران ہوں۔" کچھ توقف کے بعد حماد نے کہا تو اس نے گہرا سانس لیا' وہ سمجھ سکتی تھی کہ کیوں حیران ہورہا ہے۔

"میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔" اس نے مزید کہا۔

"جی......؟"

"کل تین بجے......" انا نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا آپ مل سکتے ہیں مجھ سے؟" دوسری طرف کی خاموشی محسوس کر کے اس نے پھر کہا تو اس نے ہامی بھرلی۔

"جی بالکل میں حاضر ہو جاؤں گا لیکن ملنا کہاں ہوگا؟"

"ہمارے گھر کی طرف جو پارک ہے ادھر آ جایئے گا۔" انا کی وہی سنجیدگی تھی۔

"کیا میں اس ملاقات کی وجہ جان سکتا ہوں؟" حماد از حد حیرانی میں تھا سو ایسے سوال فطری تھے۔

"کل جب ملاقات ہوگی تو خود بخود آپ کو علم ہو جائے گا۔" انا کے لہجے میں ابھی بھی وہی سنجیدگی تھی وہی بے لچک انداز۔

"جی ٹھیک ہے میں پہنچ جاؤں گا۔" حماد نے ہامی بھری تھی۔

"او کے اللہ حافظ۔" انا نے فوراً کال کاٹ دی۔

موبائل سائیڈ پر ڈالتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے اس کے وجود میں ایک دم بے پناہ کمزوری و نقاہت در آئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی پیدا ہوگئی تھی اور پھر یہی اس کے چہرے پر پھسلتی چلی گئی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ رو رہی ہے اور جانتی تھی کہ کیوں رو رہی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کا ضمیر اسے بے پناہ مذمت کر رہا تھا۔ اس کے سینے میں مقید دل سینے کی دیواروں میں ایک دم پھڑ پھڑانے لگا تھا لیکن اس سب کے باوجود اس نے اپنے دل کی طرف سے رخ موڑ لیا تھا۔ وہ اب دل کی کوئی بات نہیں سننا چاہتی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ آج کی رات ماتم کی ہے اور پھر بے اختیار روتے روتے وہ خود کو دل کے اس ماتم میں شامل ہونے سے نہ روک پائی تھی۔

❁......❁❁......❁
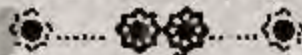
مصطفیٰ گھر آیا تو شہوار کالج جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ بابا صاحب کی طبیعت کافی سنبھل چکی تھی تو امید تھی کہ وہ ایک دو دن میں گھر آ جائیں گے۔ مصطفیٰ نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی فائل اور موبائل بستر پر رکھا اور خود از حد نڈھال انداز میں بستر پر گر گیا تھا۔ آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر بال سنوارتی شہوار نے مصطفیٰ کے انداز کو نوٹ کیا تھا۔ وہ پلٹ کر مصطفیٰ کی طرف آئی۔

"کیا ہوا طبیعت ٹھیک ہے؟" وہ مصطفیٰ کے پاس بیٹھ گئی تھی انداز میں فکر مندی اور محبت تھی۔ اپنی آنکھوں کو انگلیوں سے مسلتے مصطفیٰ نے اسے دیکھا اور پھر مسکرایا۔

"ہاں ٹھیک ہوں بس تھکن ہو رہی ہے۔" تین چار دن سے وہ مسلسل دن رات جاگ رہا تھا۔ دن میں آفس بھاگ دوڑ اور پھر رات میں اسپتال وہ انسان تھا اثر تو ہونا ہی تھا۔

شہوار نے مصطفیٰ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا حرارت تو نہیں تھی لیکن تھکن صاف دکھائی دے رہی تھی مصطفیٰ نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

"لگتا ہے ساری رات جاگتے رہتے ہیں۔" مصطفیٰ کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے اس نے محبت سے کہا تو مصطفیٰ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔ وہ فکر مندی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ خوب صورت چہرے پر بالوں کی لٹیں رقصاں تھیں۔ تراشا ہوا متناسب جسم اس وقت دوپٹے سے بے نیاز بالوں کی سیاہ گھٹا میں چھپا ہوا تھا۔

"ہاں بابا صاحب کی طبیعت رات بھر خراب رہی۔" اس نے کہا تو شہوار کو تشویش لاحق ہوئی۔

"لیکن رات میں آنٹی اور انکل کہہ رہے تھے کہ وہ اب پہلے سے بہتر ہیں۔" لہجے میں تشویش تھی۔

"ہاں بہتر تو وہ ہیں لیکن وہی خواب کا سلسلہ۔" شہوار نے گہرا سانس لیا۔

یہ سلسلہ تو باباصاحب کی زندگی کا لازمی جزو بن چکا تھا اس پر بھلا کیا کہتی۔

"آپ فریش ہو جائیں سب ہی ناشتا کر رہے ہیں آپ بھی کر لیں۔" شہوار نے توجہ سے بھرپور لہجے میں کہا تو وہ مسکرایا۔

"ابھی ناشتے کا موڈ نہیں ہو رہا۔" مصطفیٰ نے نفی میں سر ہلا کر پھر سے آنکھیں موند لی تھیں۔ شہوار نے وقت دیکھا ابھی ناشتا کرنا تھا پھر کالج کے لیے نکلنا' کچھ وقت تھا اس کے پاس۔

"آپ آفس سے آج آف کر لیں اس طرح دن رات مسلسل کام کریں گے تو صحت متاثر ہوگی۔" شہوار کے لہجے میں فکر مندی تھی۔

"ہاں میں بھی سوچ رہا ہوں۔" آنکھیں بند کیے ہی مصطفیٰ نے جواب دیا۔ شہوار کو ایک دم احساس ہوا کہ اس وقت مصطفیٰ کے انداز میں پہلے والی گرم جوشی مفقود ہے۔ پچھلے تین چار دن سے اس کی مصطفیٰ سے بہت سرسری سے بات چیت ہو رہی تھی بس سلام دعا کھانے پینے یا کمرے میں آتے جاتے تک کے احوال۔

"میں کالج سے چھٹی کر لیتی ہوں۔" اس نے کہا تو مصطفیٰ نے کوئی رسپانس نہیں دیا بلکہ اسی طرح لیٹا رہا تھا۔

"مصطفیٰ... " اس نے قدرے جھک کر مصطفیٰ کو پکارا تو مصطفیٰ نے بغیر آنکھیں کھولے ہی سر ہلا دیا۔

"ہوں....."

"میں چھٹی کر لوں نا؟" اس نے پھر کہا۔

"مرضی ہے تمہاری۔" مصطفیٰ کی توجہ اس کی طرف شاید نہیں تھی سو جواب بھی ایسا ہی تھا' شہوار کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ مصطفیٰ کے سامنے چھٹی کر لینے کا ذکر کر رہی تھی اور مصطفیٰ کا ری ایکشن نارمل ہی تھا۔

"کیا بات ہے طبیعت زیادہ خراب ہے؟" اس نے بہت سنجیدگی سے پوچھا۔

"ہوں....."

"لگ تو نہیں رہا۔" اس نے اب کی بار کچھ تیزی سے کہا تھا۔ مصطفیٰ نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔

"بس تھکن ہے ایک دو گھنٹے ریسٹ کروں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا۔" اس کے بعد آفس چلا جاؤں گا۔ تم بھی چھٹی مت کرو خوامخواہ تمہارا حرج ہو رہا ہے۔" مصطفیٰ نے کہا تو شہوار نے گہرا سانس لیا۔

"پھر میں بھی لیٹ جاؤں گی جب آپ جائیں گے تو مجھے ڈراپ کر دیجیے گا۔" مصطفیٰ کا سر سرہانے پر منتقل کرتے اس نے کہا۔

"ناشتا تو آپ لیٹ کریں گے میں آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔" وہ اٹھنے لگی تو مصطفیٰ نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"بیٹھو نا ابھی کچھ بھی کھانے پینے کا موڈ نہیں۔ اتنے دنوں بعد یوں بیٹھنے کا موقع ملا ہے' کچھ دیر تو رکو۔" وہ جو سمجھ رہی تھی کہ مصطفیٰ کے لہجے میں توجہ ہے تو فوراً مسکرائی۔

"کچھ زیادہ جلدی خیال نہیں آ گیا آپ کو میرا؟" مسکرا کر طنزیہ انداز میں کہا تو مصطفیٰ مسکرایا' ہاتھ پر دباؤ ڈال کر واپس قریب بٹھا لیا۔

"تمہیں بھی شکوہ کرنے کا کچھ جلدی خیال نہیں آ گیا؟" بغور دیکھا' انداز شرارتی تھا۔ شہوار کے رخساروں پر سرخی سی چھلک پڑی تھی۔

"آپ کے پاس وقت ہی کب ہوتا ہے کہ میں کوئی شکوہ بھی کروں۔ ہر وقت آفس اور اگر تھوڑا بہت وقت بچ جائے تو وہ اپنی فائلز، لیپ ٹاپ یا پھر کسی اور کام میں لگا دیتے ہیں۔" اس نے آہستگی سے کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

"اتنے دنوں میں پہلی بار بیوی والے روپ میں نظر آ رہی ہو یعنی تمہارا یہ روپ و انداز دیکھنے کے لیے مجھے اب کچھ زیادہ ہی مصروف رہنا پڑے گا۔" مصطفیٰ کے انداز میں شرارت تھی اس نے گھورا۔

"ایسا سوچنے گا بھی نہیں۔" لہجے میں پیار بھری دھونس تھی، مصطفیٰ ہنسا۔

"ورنہ کیا.....؟" مصطفیٰ چھیڑ رہا تھا۔ شہوار نے آگے پڑے بالوں کو پیچھے کیا تھا۔

"ورنہ میں جوابی کارروائی کروں گی تو آپ کو لگے گا کہ میں بدلہ لے رہی ہوں۔" مصطفیٰ مسکرایا۔

شہوار سے ہلکے پھلکے انداز میں اس طرح چھیڑ چھاڑ کرتے اسے قدرے ریلیف محسوس ہو رہا تھا ورنہ اسپتال سے واپسی پر لگ رہا تھا کہ ذہن و دل پر منوں بوجھ ہے جو اس کے اعصاب کو مسلسل چھیڑ رہا ہو۔

"مثلاً کیا کروگی؟"

"میں بھی اپنی اسٹڈی میں مصروف ہو جاؤں گی۔"

"وہ تو اب بھی ہو۔" اس کے بالوں کی لٹ کو انگلی پر لپیٹے مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن آپ سے کم ہی ہوں۔" اس نے کہا تو مصطفیٰ مسکرایا۔ اس کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر نرمی سے سہلاتے وہ کچھ سوچنے لگا تھا۔

"بجو آپی نے دوبارہ کوئی رابطہ کیا؟"

"نہیں۔" تابندہ کے ذکر پر وہ ایک دم افسردہ سی ہوئی تھی۔

"بجو آپی نے بتایا تھا کہ تمہارے فادر ان کے خالہ زاد تھے۔"

"جی؟"

"انہوں نے اس سب کے علاوہ بھی اور کچھ بتایا؟" مصطفیٰ نے اس کا چہرہ بغور دیکھتے پوچھا تو وہ چونکی۔

"مثلاً؟"

"یہ کہ تمہارے فادر کا خاندان ان کی فیملی......"

"یہی تو اصل مسئلہ تھا کبھی بھی مجھے انہوں نے یہ سب نہیں بتایا جب بھی پوچھا انہوں نے کہا کہ وہ ایک عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے میں کسی عام خاندان سے نہیں ہوں لیکن مجھے انہوں نے تفصیل کبھی بھی نہ بتائی۔" شہوار نے کہا تو مصطفیٰ کچھ سوچنے لگا۔

"کیا بات ہے آپ کچھ پریشان ہیں؟" مصطفیٰ کی خاموشی پر اس نے چند لمحے بعد پوچھا، مصطفیٰ نے اسے دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔

"بس ویسے ہی کچھ سوچ رہا تھا۔" مصطفیٰ نے کہا۔

"کیا؟" مصطفیٰ نے سر جھٹکا۔

"چھوڑو آج آفس میں بھی بہت ضروری کام ہے تھوڑی دیر ریسٹ کرلوں پھر نکلتا ہوں، امجد خان انتظار کر رہا ہوگا۔" کہہ کر وہ آنکھیں بند کر گیا تھا۔ شہوار کا ہاتھ ہنوز اس کے ہاتھ میں تھا جو اس نے اپنے سینے پر رکھ لیا تھا، شہوار نے خاموشی سے اسے دیکھا تھا اور پھر کوئی سوال نہ کیا۔

❁......❁❁......❁
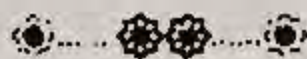
آج اس کی طبیعت کافی بہتر تھی ماما بوتیک چلی گئی تھیں۔ وہ کمرے سے نکل کر روشی کے پاس بیٹھی رہی تھی۔ معوب گھر پر تھے جبکہ باقی تینوں افراد آفس۔ ڈھائی کا وقت ہوا تو وہ اپنے کمرے سے نکلی تھی لباس بدل چکی تھی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں ہینڈ بیگ تھا' وہ لاؤنج میں آئی تو روشی اسے دیکھ کر چونکی۔

"میں قریبی پارک میں جارہی ہوں۔" اس کے چونکنے پر اس نے بتایا۔

"خیریت؟"

"یونہی دل کررہا ہے باہر نکلنے کو۔" اب بھی انداز سنجیدہ تھا۔

"اکیلی جاؤ گی؟" روشی نے پوچھا۔

"کالج بھی تو اکیلی ہی جاتی ہوں۔" جواب موجود تھا۔

"لیکن یہ پارک جانے کا وقت تو نہیں۔" روشی نے کہا تو اس نے گہرا سانس لیا۔

"دل کے چاہنے کا کوئی وقت نہیں ہوتا' جب دل کیا تب جاسکتا ہے انسان۔" روشی نے بہت حیرت سے انا کو دیکھا۔ اس وقت اسے انا بہت بدلی بدلی سی لگی تھی۔

"بابا کو لے جاؤ۔" وہ جانے لگی تو روشی نے کہا۔

"وہ آرام کررہے ہیں' میں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی۔ ویسے بھی میں اکیلی جانا چاہتی ہوں' ڈرائیور کو لے جاؤں گی' ڈونٹ وری۔" وہ کہہ کر نکل آئی تھی۔ اس نے منصور خان سے ڈرائیونگ سیکھی تھی لیکن ماما پاپا کی طرف سے ڈرائیو کرنے کی اجازت نہ تھی۔ اس نے منصور خان کو گاڑی نکالنے کو کہا۔

بیس منٹ کی ڈرائیو تھی' وہاں پہنچ کر اس نے ڈرائیور کو بھیج کر خود ہی واپس آنے کا کہہ دیا تھا۔ وہ پارک میں بینچ پر بیٹھ گئی تھی۔ حماد پورے تین بجے پارک میں تھا۔ اس نے کال کرکے پوچھا تو اس نے اسے وہاں پہنچنے کا کہا جہاں وہ موجود تھی۔ اگلے پانچ منٹ میں وہ اس کے سامنے تھا۔

"السلام علیکم!" حماد کا انداز پرجوش تھا۔ انا نے سر ہلایا۔ وہ واپس بینچ پر بیٹھ گئی تھی دوسرے کنارے پر حماد بھی ٹک گیا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟" حماد نے پوچھا تو اس نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ مجھ سے کیوں ملنا چاہتی تھیں؟" کچھ توقف کے بعد انا کی خاموشی محسوس کرکے حماد نے ہی گفتگو کا آغاز کیا۔

"کل آپ نے جو بھی کہا اس میں کتنے فیصد سچ ہے؟" سر جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے اس نے پوچھا۔

"سو فیصد.... میں نے جو محسوس کیا وہ حرف بحرف آپ کو کہہ دیا۔" انا نے اسے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟" انداز سنجیدہ تھا' حماد مسکرایا۔

"بالکل......"

"آپ محبت میں جان کی بازی لگانے کے قائل ہیں؟" عجیب سا سوال تھا' وہ چونکا۔

"میں سمجھا نہیں؟"

"آپ میرے لیے کیا کرسکتے ہیں؟" انا نے آسان لفظوں میں اپنے الفاظ کی وضاحت چاہی۔

"جو آپ کہیں؟" وہ انا کو سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔

"کیا مجھ سے شادی کرسکتے ہیں؟"

"کیا..... ؟" وہ شدید حیران ہوا۔

"بہت آسان سا سوال ہے فلرٹ کرنے کی آفر نہیں کی محبت کرتے ہیں تو کیا شادی کریں گے مجھ سے۔" انا کا وہی انداز تھا وہ حیرت سے گنگ رہ گیا تھا۔
"لیکن آپ کی تو منگنی ہوچکی ہے۔" اس نے اپنی حیرت پر قابو پا کر کہا۔
"میں وہ منگنی توڑ چکی ہوں۔" انا چہرہ موڑ کر پارک میں آتے جاتے لوگوں کو دیکھنے لگی تھی۔
"کیوں؟"
"ولید اور میرے مزاج میں بہت فرق تھا میں ان کے ساتھ نہیں چل سکتی۔"
"لیکن وہ تو بہت ہی پرفیکٹ انسان ہیں میں تو ان کے پاسنگ بھی نہیں ہوں۔"
"مجھے کسی بھی پرفیکٹ انسان سے شادی نہیں کرنی مجھے اپنے جیسے نارمل انسان سے شادی کرنی ہے۔" وہ جیسے ہر سوال کا جواب سوچ کر آئی تھی۔
"آپ بتائیں آپ کو میرا پروپوزل قبول ہے یا نہیں؟" اس نے پھر لوگوں سے نظریں ہٹا کر حماد کو دیکھا۔ وہ الجھن کا شکار نظر آرہا تھا۔
"لیکن آپ کی فیملی......؟" اس نے کہنا چاہا انا نے فوراً بات کاٹ دی۔
"میری فیملی میرا مسئلہ ہے۔" دوٹوک انداز تھا۔ "آپ بتائیں ہاں یا نہیں؟" قطعی انداز تھا۔
"ہاں لیکن......؟" وہ پھر ہچکچایا۔
انا نے چند پل اسے دیکھا شاید وہ اپنے لیکن کی وضاحت کرے لیکن وہ خاموش ہی رہا تھا۔
"لیکن......؟" اس نے خود پوچھا۔ "آپ مجھ سے شادی کیوں کرنا چاہتی ہیں۔" وہ ایک عقل مند انسان تھا اس کے پروپوزل پر اس نے اپنے حواس نہیں گنوائے تھے ایک معقول سوال کیا تھا۔
"اس لیے کہ مجھے آپ اچھے لگے ہیں۔" حماد کی طرف دیکھے بغیر سر جھکا کر اس نے کہا۔
"میں کافی عرصے سے یہ منگنی ختم کرنا چاہتی تھی میں اس منگنی کے حق میں نہ تھی یہ میرے بڑوں کا فیصلہ تھا۔ شہوار کی شادی پر آپ سے ملاقات ہوئی آپ اچھے لگے اس کے بعد یہ میں نے اب منگنی ختم کردی تھی۔ کل جب آپ نے وہ سب کہا تو مجھے لگا جیسے قدرت نے مجھے ایک راہ دکھائی ہے آپ پر کوئی پابندی نہیں آپ چاہیں تو اس پروپوزل سے انکار کرسکتے ہیں۔" انا نے سر جھکائے کہا۔
حماد کے چہرے پر ایک دم اطمینان کی کیفیت پیدا ہوئی تھی ایک خوب صورت من چاہی لڑکی کے منہ سے اپنے لیے پسندیدگی کے الفاظ سن کر وہ واقعی سب باتیں بھول گیا تھا ایک دم پرجوش ہوا۔
"اوکے...... مجھے پروپوزل قبول ہے۔" اس کے الفاظ پر انا کچھ پل ساکت ہوئی اور پھر کچھ پل بعد سر اٹھا کر گہرا سانس لے کر چہرہ موڑ کر حماد کو دیکھا۔
"شکریہ۔" مسکرانے کی کوشش بھی کی تھی۔
"میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ زندگی کے کسی موڑ پر قسمت اس طرح پلٹا کھائے گی۔" وہ بہت خوش دکھ رہا تھا۔
"میں نے بھی نہیں سوچا تھا۔" انا نے کہا اور پھر چہرہ موڑ لیا۔
"آپ اپنی فیملی کو ہمارے گھر کب بھیجیں گے؟" اس نے مزید کہا۔
"ابھی تو بابا صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں جیسے ہی وہ گھر شفٹ ہوتے ہیں میں گھر والوں سے بات کرلوں گا۔" مطمئن انداز تھا۔

"آپ کی فیملی کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا نا؟"

"ہماری فیملی میں خاندان سے باہر شادیاں کرنے کا رواج نہیں ہے لیکن اب لڑکوں کے معاملے میں خاندان والوں کی روایت بدل چکی ہے۔ عباس بھائی اور مصطفیٰ کی مثال سامنے ہے اسی طرح زاہد بھائی کی شادی بھی خاندان سے باہر ہی کی تھی۔ میرا نہیں خیال کہ میری فیملی ایسا کوئی اعتراض کرے گی۔" حماد کا انداز پر اعتماد تھا۔

"مجھے آپ سے ایک اور فیور بھی چاہیے؟" کچھ توقف کے بعد اس نے کہا۔

"ہاں کہیے۔" وہ مکمل طور پر متوجہ ہوا۔ انا اس کو اپنی فیور کے متعلق سنجیدگی سے بتانے لگی تھی اور وہ پوری توجہ سے اسے سن رہا تھا۔

❁......❁❁......❁

چوہدری حیات علی اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے ان کے والد سراج علی اور چچا امتیاز علی کے علاوہ ان کی دو پھوپیاں بھی تھیں۔ سب شادی شدہ تھے ایک وسیع و عریض اراضی کے مالک تھے۔ چچا کے چار بچے تھے بڑا بیٹا پھر بیٹی زبیدہ اور اس کے بعد دو بیٹے تھے جبکہ بڑے بھائی کی کوئی اولاد نہ تھی بڑی منتوں مرادوں کے بعد ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا۔ جس کا نام حیات علی رکھا تھا' راج دین کے لیے حیات علی زندگی کی نوید تھا۔ انہوں نے بڑے لاڈ اور ناز و نعم سے اسے پالا تھا اور ابھی پندرہ سال عمر تھی کہ انہوں نے بیمار بیوی کی خواہش پر حیات علی سے آٹھ سال بڑی زبیدہ سے اس کی شادی کردی تھی۔ خوب صورت زبیدہ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن تایا کے گھر آ کر راج کر رہی تھی۔

شادی کے اگلے سال ہی بڑا بیٹا نواز علی پیدا ہوا تھا۔ سراج علی کی حویلی میں خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا لیکن چند ماہ بعد ہی سراج علی کی بیمار بیگم چل بسیں تو ان کی تمام تر توجہ کا محور حیات علی اس کی بیوی اور پوتا بن گئے۔ وسیع اراضی کے مالک ہر کوئی ان کا حکم مانتا تھا' غصے کے تیز تھے ہر طرف ان کی حکمرانی تھی۔ بیٹا حیات علی ان کی ہر بات مانتا تھا' کم عمری میں شادی کے سبب بہت جلد تین بیٹوں اور دو بیٹیوں کے باپ بن چکے تھے۔ تعلیم مکمل ہوئی تو باپ چچا کے ساتھ زمین کے معاملات دیکھنے لگے تھے۔

سب سے چھوٹی بیٹی زہرہ ابھی دو ماہ کی تھی ایک دن فصل کی کٹائی کے بعد شہر پہنچانے کا کام بابا صاحب نے ان کی سپرد کردیا تھا۔ پہلے یہ سارے کام زبیدہ کے بھائی کرتے تھے اور حیات علی کی اب تک کی زندگی تعلیم حاصل کرتے گزری تھی۔ چھٹیوں میں گھر آتے تو بیوی کے ناز نخرے دیکھتے' واپس چلے جاتے تو باپ کی کڑی نگاہ میں ہوتے۔ روایات کی پاسداری کرنے والے تھے بیوی اور بچوں والے بن کر کم عمر لڑکوں والی مخصوص حرکتوں سے دور تھے۔ ہر طرف اطمینان ہی اطمینان تھا۔ بابا صاحب کے کہنے پر ملازمین کے ساتھ وہ شہر آئے تھے یہاں بابا صاحب کی ہدایت پر آڑھت کے ساتھ فصل کے معاملات طے کیے تھے اور پھر یہاں سے ان کی زندگی نے ایک عجیب سا پلٹا کھایا تھا' جس کا خمیازہ وہ آج تک بھگت رہے تھے۔

❁......❁❁......❁

مغرب وقت قریب تھا انا گھر نہیں لوٹی تھی' روشی کے اندر شدید تشویش پیدا ہو رہی تھی چند دن پہلے کا واقعہ نہ ہوا ہوتا تو شاید وہ اتنی متفکر نہ ہوتی کہ انا اسے پارک جانے کا بتا کر گئی تھی۔ وہ ادھر سے ادھر ٹہلتے انا کی آمد کی منتظر تھی۔ انا تو نہیں آئی تھی البتہ ولید اور وقار صاحب آگئے تھے' احسن آفس میں بزی تھا اس نے لیٹ آنا تھا۔ وہ اسے باہر ہی ٹہلتے دیکھ کر رک گئے تھے۔

"کیا بات ہے ادھر کیوں کھڑی ہو؟" ولید نے پوچھا اس نے چور نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

"وہ.....انا کا انتظار کررہی تھی۔" اس کے الفاظ پر دونوں چونکے تھے۔
"کیا ہوا.....کہاں گئی ہے وہ؟" وقار صاحب نے پوچھا۔
"وہ پارک گئی تھی ڈھائی بجے نکلی تھی۔"
"اوہ.....کون سے پارک میں اور کیوں؟"
"نزدیکی پارک میں کیوں کا مجھے بھی نہیں پتا۔ ڈرائیور کے ساتھ گئی تھی اور پھر ڈرائیور کو واپس بھیج دیا تھا کہ خود آجائے گی۔"
"کافی دیر ہوچکی ہے اب تو۔" انہوں نے گھڑی دیکھی کچھ وقت گزرتا مغرب کی اذان ہوجاتی تھی۔
"کال کرو اسے۔" انہوں نے برہمی سے کہا تو روشانے نے ہاتھ میں پکڑے موبائل پر اس کا نمبر ڈائل کیا وہ یہ نمبر کئی بار ڈائل کرچکی تھی لیکن انا کال پک نہیں کررہی تھی۔ روشی نے موبائل کان سے لگایا تھا انا نے حسب توقع کال پک نہیں کی تھی۔ ولید خاموشی سے یہ سب دیکھ اور سن رہا تھا۔ ابھی چند دن پہلے کا واقعہ بالکل تازہ اور اب پھر وہی ٹینشن تب اس کا موبائل بند تھا اور آج آن.....
"منصور خان کہاں ہے؟" وقار نے دیکھا گاڑی نہیں تھی۔
"وہ پپو کو لینے گیا ہے۔" روشی نے بتایا تو ان کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔
"ولید گاڑی نکالو میں خود دیکھتا ہوں۔" ان کا انداز سپاٹ تھا۔ ولید فوراً گاڑی کی طرف پلٹا وہ بھی فرنٹ سیٹ پر آبیٹھے تھے۔ گاڑی گیٹ سے نکلی تو روشی لب بھینچے اندر کی طرف پلٹ آئی تھی۔

❁......❁❁......❁
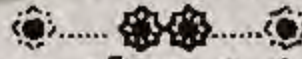
یہاں شہر میں عام معاملات نمٹاتے چند دن لگ گئے تھے ذاتی گاڑی پاس تھی یہاں شہر میں گھر موجود تھا سو کوئی مسئلہ نہ تھا۔ وہ اس شام منڈی سے واپس لوٹ رہے تھے جیبیں پیسوں سے بھری ہوئی تھیں۔ گاڑی خود ڈرائیو کررہے تھے جب تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتے ایک دم ان کی گاڑی کے سامنے کوئی شخص ٹکرا کر ایک طرف گرا تھا۔ انہوں نے فوراً بریک پر پاؤں رکھے تھے۔ انہوں نے باہر نکلنے سے اجتناب برتا تھا کہ ہوسکتا ہے کوئی واردات ہی نہ ہو لیکن سائیڈ پر بے حس و حرکت وجود کو دیکھ کر حیات علی صاحب کے ضمیر نے گوارا نہیں کیا تھا کہ اس وجود کو اسی طرح چھوڑ کر چلے جائیں۔
"چھوٹے چوہدری صاحب کوئی قتل کا کیس نہ بن جائے نکل جاتے ہیں۔" پیچھے بیٹھے ملازم نے مشورہ دیا۔
باہر ٹریفک رواں دواں تھی لیکن لوگ اس زخمی کے گرد جمع ہورہے تھے انہوں نے بھاگ جانے کی بجائے گاڑی سے نکلنا پسند کیا اور ملازم نے بھی ان کی تقلید کی تھی۔ وہ کوئی مفلوک الحال شخص تھا خراب حلیہ اور خون سے لت پت وجود۔
"اس کو گاڑی میں ڈالو ہم اسپتال لے کر جائیں گے۔" حیات علی نے اپنے ملازم کو حکم دیا ملازم فوراً حکم بجا لایا تھا وہ لوگ تجسس کو وہیں چھوڑتے اس زخمی کو لیے اسپتال کی طرف رواں دواں ہوگئے تھے۔

☆☆☆......
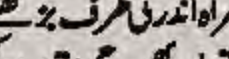
ان کی گاڑی پارک کے باہر رکی تھی وہ ولید کے ہمراہ اندر کی طرف بڑھے تھے لیکن ادھر ادھر دیکھتے وہ ایک بنچ پر موجود انا کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر ساکت رہ گئے ساکت تو ولید بھی رہ گیا تھا۔ انا کسی اور کے ساتھ نہیں بلکہ مصطفیٰ کے کزن حمد کے ساتھ بیٹھی تھی۔ ولید تو وہیں ٹھٹک کر رک گیا تھا جبکہ وقار خود انا کی طرف بڑھے تھے انا وقار کو آتے دیکھ کر فوراً کھڑی ہوگئی تھی۔
"پاپا آپ......" اس کے لب ہلے تھے انہوں نے ایک سنجیدہ سی نگاہ انا کے ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھا وہ بھی

کھڑا ہو چکا تھا۔

"السلام علیکم انکل!" اس نے وقار صاحب کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔ انہوں نے اس کے ہاتھ کو مکمل نظر انداز کر دیا تھا اور بہت سپاٹ نظروں سے انا کو دیکھا۔

"چلو انا۔" انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے پلٹے تھے۔ انا خاموشی سے سر جھکائے ان کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی تھی۔

❀......❀❀......❀

اجنبی کو کافی چوٹیں آئی تھیں وہ کچھ دیر بعد ہوش میں آ گیا تھا تاہم خطرے والی کوئی بات نہ تھی تین گھنٹوں بعد ڈاکٹر نے اسے فارغ کر دیا تھا۔ اس سارے وقت میں حیات علی خود اس مریض کے پاس رہے تھے۔ مریض نشہ کیے ہوئے تھا اور اسی سبب وہ گاڑی کے آگے آ گیا تھا۔ حیات علی اس کی میڈیسن لے کر خود اسے اس کے گھر چھوڑنے آئے تھے دس بج گئے تھے۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تھا ایک لڑکی نے دروازہ کھولا تھا۔

"ہائے کیا ہوا ابا......؟" وہ لڑکی اس اجنبی کو دیکھ کر ایک دم پریشان ہو گئی تھی۔

"کچھ نہیں ہوا پرے ہٹ اندر آنے دے۔" بیٹی کو تلخی سے کہہ کر وہ حیات علی اور اس کے ملازم کے سہارے اندر بڑھ گیا تھا۔ لڑکی حراساں سی پیچھے پیچھے چلی آئی تھی۔

"ہائے میں مر گئی...... یہ کیا ہو گیا؟" لڑکی کی ماں بھی کمرے سے نکل کر فوراً باہر آئی تھی لیکن شوہر کو دیکھ کر ساکت ہو گئی تھی۔

"ان کو کہاں بٹھائیں؟" حیات علی نے پوچھا۔

"ادھر کمرے میں ہی لے آئیں۔" عورت نے کہا تو دونوں نے اس آدمی کو کمرے میں لا کر بستر پر لٹا دیا تھا۔ لڑکی اور اس کی خوف زدہ ماں دونوں اندر آ گئی تھیں۔

"چوہدری صاحب آپ بیٹھو؟" اجنبی جس نے اپنا نام صفدر بتایا تھا اس نے کراہتے ہوئے کہا۔

"تم جا کر گاڑی میں بیٹھو میں آتا ہوں۔" حیات علی نے اپنے ملازم کو کہا وہ فوراً باہر نکل گیا تھا۔

حیات علی ایک کرسی پر بیٹھ گئے تھے انہوں نے سرسری سی ارد گرد کے ماحول پر نگاہ ڈالی تھی۔ ٹوٹا پھوٹا فرنیچر اور خستہ حال مکان تھا جس کی بیرونی دیوار بہت چھوٹی تھی صرف دو کمرے تھے جو کسی بھی قسم کے پلستر سے عاری تھے کچا فرش اور لکڑی کی چھت تھی۔ پہلی نظر سے ہی مکینوں کی خستہ حالی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ گھر سے ہٹ کر حیات علی نے مکینوں کو دیکھا اجنبی جس کا نام صفدر تھا وہ انتہائی کمزور اور دبلا پتلا انسان تھا جو صحت کے معاملے میں بھی زیرو تھا۔ تاہم اس کی بیوی قابل قبول شکل و صورت کی مالک تھی سر پر دوپٹہ لیے وہ اچھے کردار کی محسوس ہوئی تھی۔

"زینی! چوہدری صاحب کے لیے کچھ کھانے پینے کو لا۔" صفدر حیات علی کی شخصیت اور اس کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہو چکا تھا جس طرح مہنگے ہسپتال میں علاج کروا کر اس نے میڈیسن لی تھی وہ اس کی امارت سے ایک دم لٹو ہو گیا تھا۔ حیات علی نے زینی کو دیکھا۔

وہ سترہ اٹھارہ سال کی انتہائی خوب صورت لڑکی تھی ماں کی طرح وہ بھی سر پر دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔ بڑی بڑی خوب صورت آنکھیں اور بے پناہ حسن ایک پل کو تو چوہدری حیات علی ساکت رہ گئے تھے۔ لڑکی جھجک سے باپ کے کہنے پر کمرے سے نکل گئی تھی اور حیات علی کو لگ رہا تھا کہ جیسے کمرے سے روشنی ختم ہو گئی ہو۔ صفدر کی بیوی شوہر کے سرہانے بیٹھ گئی تھی۔ وہ حیات علی سے اس حادثے کا سبب پوچھنے لگی تھی اور حیات علی اس کو تفصیل بتا رہے تھے جب وہی زینی

دودھ کا گلاس لیے ان کے سامنے آ رکی تھی۔

"دودھ پی لو بیٹا!" لڑکی کی ماں نے کہا۔

حیات علی نے ایک پل کو اس لڑکی کو دیکھا اور پھر اس کے ہاتھوں کو۔ دودھ کی سی رنگت لیے ہاتھ اس کے سامنے دودھ کا گلاس لیے منتظر تھے حیات علی نے گلاس لے لیا تھا۔

"شکریہ۔" اس نے کہا۔ وہ کوئی نظر باز انسان نہیں تھے کم عمری میں شادی ہو جانے کے سبب اللہ نے تین بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا تھا۔ ان کی بیوی ان سے عمر میں 8 سال بڑی تھی لیکن اس کے باوجود انہوں نے کبھی اپنی بیوی سے بے ایمانی کا نہیں سوچا تھا۔ انہیں اپنی بیوی اور اولاد سے محبت تھی نجانے اس لڑکی میں ایسا کیا سحر تھا کہ وہ تین ایج لڑکوں کی طرح اس کو بار بار دیکھنے پر مجبور ہو رہے تھے۔ زبین دودھ کا گلاس تھما کر ایک طرف ماں کے پاس کھڑی ہوگئی تھی۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ بیٹا! ورنہ اتنا کون کرتا ہے۔" لڑکی کی ماں حیات علی کی ممنون تھی۔

حیات علی نے دودھ کا گلاس ختم کیا تو زبین نے فوراً آگے بڑھ کر ان سے گلاس لینا چاہا تھا۔ حیات نے پھر سے دیکھا تھا' ملگجے کپڑوں میں چھلکتا سراپا نجانے کیوں ان کو اپنی طرف مائل کر رہا تھا' وہ اسے گلاس تھما کر ایک دم کھڑے ہو گئے تھے۔

"میں چلتا ہوں۔" نجانے کیوں وہ اب مزید ایک لمحہ بھی یہاں رکنا نہیں چاہتے تھے۔

"صفدر صاحب! اپنا خیال رکھیے گا' میرا چکر لگا تو میں ضرور آؤں گا۔" وہ کہہ کر رکے تھے۔ جیب میں ہاتھ ڈالا جتنے بھی پیسے ہاتھ لگے وہ سب صفدر کی طرف بڑھا دیئے تھے۔

"میں آپ کی تکلیف کا مداوا تو نہیں کر سکتا لیکن اپنے علاج معالجے کے لیے یہ کچھ رقم رکھ لیں۔" انداز میں خلوص تھا لڑکی کی ماں شرمندہ ہونے لگی۔

"نہیں..... نہیں اس کی کیا ضرورت ہے بیٹا!" اس نے صاف انکار کیا۔

"اگر آپ رکھ لیں تو مجھے خوشی ہوگی۔" حیات علی صاحب نے اصرار کیا تو صفدر نے ایک دم ان کے ہاتھ سے رقم لے لی تھی۔ صفدر ایک لالچی نشہ باز انسان تھا وہ ہاتھ آئے پیسے بھلا کیسے جانے دیتا جبکہ اس کے اس طرح رقم لے لینے سے اس کی بیوی کے چہرے پر ایک تاریک سا سایہ پھیلا تھا۔

"شکریہ بیٹا!" وہ ایک صابر خوش اخلاق خاتون تھیں۔ حیات علی ان سے سلام دعا کر کے وہاں سے نکل آئے تھے ملازم منتظر تھا اس نے دروازہ کھولا تو حیات علی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔

زبین دروازہ بند کرنے آئی تھی حیات علی نے بھی دیکھا تھا وہ جلدی سے دروازہ بند کر کے اندر چلی گئی تھی۔ حیات علی نے ایک دو پل ان ٹوٹی پھوٹی دیواروں اور خستہ حال مکان کو دیکھا تھا اور پھر انہوں نے گاڑی اسٹارٹ کر دی تھی۔

یہ ان کی زیب النساء عرف زبین سے پہلی ملاقات تھی۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ پہلی ملاقات ان کی زندگی میں بہت سے نئے در وا کرنے والی ہے ورنہ وہ شاید یہیں سے اپنے قدم واپس موڑ لیتے لیکن انہونی کو کون روک سکتا ہے بعد میں جو کچھ بھی ہوا وہ سب ان کے مقدر لکھا ہوا تھا اور وہ چاہ کر بھی اپنے مقدر سے لڑ نہیں سکتے تھے۔

❀......❀❀......❀

گھر میں عجیب سی خاموشی تھی ونیہ اور وقار نے کھانا نہیں کھایا تھا ثنا بھی گھر لوٹنے کے بعد اپنے کمرے سے نہیں نکلی تھی۔ روشی کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا ہے؟ صبوحی اور احسن بے خبر تھے جبکہ ضیاء صاحب کے چہرے پر کافی گہری سوچ کے سائے تھے۔ وقار صاحب جب سے آئے تھے اپنے کمرے میں ٹہل رہے تھے انہوں نے آج شام جو منظر دیکھا

تھا وہ اس پر یقین کرنے کو تیار نہ تھے۔
انا ان کی بڑی سعادت مند اور نیک بیٹی تھی۔ کرداری لحاظ سے انہوں نے آج تک اس میں کبھی کوئی اونچ نیچ نہیں دیکھی اور اب ایک دم اس کی زندگی میں جیسے طوفان سا آ گیا تھا اور وہ لڑکا کون تھا بھلا؟ انہوں نے آج سے پہلے اس لڑکے کو نہیں دیکھا تھا..... تک سک سا تیار وہ لڑکا ان کے ذہن سے محو نہیں ہو رہا تھا وہ جوں جوں سوچ رہے تھے اُلجھ رہے تھے۔ انہوں نے سارا راستہ انا سے کوئی بات نہیں کی تھی انا بھی سر جھکائے بیٹھی رہی تھی اور پھر گھر آنے کے بعد وہ کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ وقار صاحب نے کچھ سوچا اور پھر فیصلہ کن انداز میں اپنے کمرے سے نکلے تھے۔
''کیا ہوا؟'' انہیں وہاں سے تیزی سے نکلتے دیکھ کر صبوحی بیگم حیرانی سے پوچھا۔
''انا کے کمرے میں جا رہا ہوں۔'' وہ کہہ کر آگے بڑھ گئے۔ صبوحی بیگم بھی تیزی سے ان کے پیچھے آئیں تھیں۔ انا قالین پر بیٹھی تھی انداز گم صم تھا۔ وہ وقار اور صبوحی کو آتے دیکھ کر چونکی تھی۔ وہ ابھی تک شام والے حلیے میں تھی نہ اس نے لباس بدلا تھا اور نہ ہی چادر اتاری تھی۔ وقار صاحب قریب آئے تو انا بے اختیار کھڑی ہوئی۔
''کون تھا وہ لڑکا؟'' وقار صاحب کے انداز میں بہت سختی تھی انا سر جھکا گئی تھی۔ ''کیا پوچھ رہا ہوں میں؟'' ان کے لہجے میں بے پناہ سرد پن تھا صبوحی بیگم نے نا سمجھی سے دونوں کو دیکھا۔
''وہ حماد ہے مصطفیٰ بھائی کا کزن؟'' اس نے سر جھکائے دھیمے سے کہا تھا۔
''کب سے جانتی ہو اسے؟''
''مصطفیٰ بھائی کی شادی پر ملاقات ہوئی تھی۔'' اس نے بھی گویا طے کر لیا تھا کہ ہر سوال کا جواب دے گی۔
''کیوں مل رہا ہے وہ تم سے؟'' ان کے اگلے سوال پر انا خاموش تھی۔ ''کیا پوچھ رہا ہوں میں تم سے؟'' انہوں نے سختی سے پوچھا۔
انا کے کمرے میں داخل ہوتے ضیاء صاحب وقار اور صبوحی کو دیکھ کر وہیں ٹھٹک گئے تھے۔ وقار کا لہجہ ایسا تھا کہ وہ اندر نہیں جا پائے تھے۔
''کیا یہ وہی لڑکا ہے جس کے لیے آج تم اپنے ماں باپ کے سامنے کھڑی ہو؟'' ان کا سوال ایسا تھا کہ ضیاء صاحب پریشان ہو گئے تھے۔ چہرے پر ایک دم ہوائیاں سی اڑنے لگی تھیں۔
''بولو انا!''
''جی..... '' جواب ایسا تھا کہ تینوں نفوس ساکت رہ گئے تھے۔
''اس دن تم کہاں تھی؟'' پھر وہی پرانا سوال کیا تھا اس دفعہ لہجے میں ازحد بیگانگی تھی۔ ''کیا اسی کی وجہ سے تم منگنی توڑ رہی ہو؟'' انا نے محض سر ہلایا تھا۔ وقار صبوحی اور دروازے کے پاس کھڑے ضیاء صاحب پر گویا ایک بم پھٹا تھا۔
''انا..... '' وقار بہت غصے سے انا کی طرف بڑھے تھے۔
''کیا کرتے ہیں چھوڑیں اس کو۔'' صبوحی بیگم نے فوراً ان کا ہاتھ تھام لیا تھا انا اسی طرح سر جھکائے کھڑی تھی۔
''پوچھو اس سے یہ ایسا کیوں کر رہی ہے؟ کس چیز کی کمی آنے دی تھی ہم نے اس کی تربیت میں۔ اس کے منہ سے نکلنے والی ہر خواہش پوری کی اور آج یہ ہمارے ضبط کا امتحان لے رہی ہے۔ یہ میری عزت کو بازاروں میں رولتی پھر رہی ہے۔ میں سمجھا تھا کہ یہ کسی وجہ سے پریشان ہے شاید ولید اور اس کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا ہے لیکن اگر مجھے اندازہ ہوتا کہ یہ وجہ ہے تو یہ ہم سب کو پاگل بنا رہی ہے۔ اس دن بھی یہ دات گئے تک اس شخص کے ساتھ تھی اور ہم اس کی تلاش میں پاگل ہوتے رہے اور آج بھی..... '' ان کا لہجہ تلخ سرد اور آواز کافی بلند تھی۔ بے اختیار گھر کے باقی افراد بھی انا کے کمرے کی

طرف چلے آئے تھے۔
ضیاء صاحب نے بے یقینی سے دروازے کو تھام لیا تھا۔ وقار جو کچھ کہہ رہا تھا وہ ان کے لیے ناقابلِ فہم تھا۔ روشنی اور احسن کمرے میں آ گئے تھے ولید بھی باپ کے پاس دروازے پر رک گیا تھا۔ صبوحی بیگم بے ساختہ خفا ہو کر رونے لگ گئی تھیں۔
"پوچھو اس سے کیا کمی آنے دی تھی ہم نے اسے جو یہ سب کر رہی ہے؟" وقار صاحب غصے کے عالم میں سب کچھ بھلا بیٹھے تھے انہوں نے بہت غصے سے کہا اور انا اسی طرح کھڑی تھی بس اس دفعہ اس کے چہرے پہ آنسوؤں کی نمی تھی۔
"کیا ہوا ہے؟" احسن جو بہت سی باتوں سے انجان تھا اس نے بہت حیرانی سے باپ کو دیکھا تھا۔
"پوچھو اس سے کیوں کر رہی ہے یہ؟" انہوں نے انا کی طرف اشارہ کیا۔ انا نے سر مزید جھکا لیا تھا۔
"انا کیا بات ہے؟" احسن نے انا کے پاس آ کر نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے پوچھا تو اس کے آنسوؤں میں شدت آتی چلی گئی۔
"انا گڑیا! بتاؤ نا؟" احسن نے پوچھا تو وقار بے بسی سے ٹہلنے لگے۔ انا ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ احسن نے ناسمجھی سے سب کو دیکھا صبوحی بیگم سر تھام کر بستر کے کنارے ٹک گئی تھیں۔
"کیا چاہتا ہے وہ لڑکا؟" کچھ توقف کے بعد وقار نے پھر انا کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا۔
"بولو......" وہ پھنکارے تھے اس کے سامنے چٹان کی طرح ڈٹ گئے تھے۔
"وہ پروپوزل بھیجنا چاہتا ہے اپنا۔" اس نے آنسوؤں سے اپنی لرزتی آواز میں آہستگی سے کہا۔ اس دفعہ سب ہی گنگ رہ گئے تھے وقار صاحب کے اندر شدید طیش و اشتعال کی لہر اٹھی تھی۔ بے اختیار ان کا ہاتھ اٹھا اور وہ لہرا کر زمین بوس ہوئی تھی۔
تب ہی روشنی فوراً اس کی طرف بڑھی تھی صبوحی بیگم بھی اس کے پاس آ گئی تھیں روشنی نے اسے ساتھ لگا لیا تھا۔ وہ شدت سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔
"میں جان سے مار ڈالوں گا تمہیں اب اگر تم نے ایک لفظ بھی کہا تو۔" وقار صاحب انگلی اٹھا کر وارن کرتے ایک زہریلی نگاہ انا پر ڈال کر تیزی سے ولید اور ضیاء صاحب کے پاس سے گزرتے وہاں سے نکل گئے تھے۔
وہ لڑکی جسے کسی نے پھولوں کی چھڑی سے بھی نہیں چھوا تھا جسے انتہائی ناز و نعم سے پالا تھا وہ اس وقت اس حال میں تھی۔ ضیاء صاحب کے دل میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی اس سے پہلے کہ وہ گرتے ولید فوراً چونکا تھا۔
"بابا......" ولید نے فوراً ضیاء صاحب کو تھاما تھا۔ ولید کی آواز میں ایسی تیزی اور سراسیمگی تھی کہ روشنی انا کو چھوڑ کر فوراً باپ کی طرف لپکی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

ذراسی بات
عتیقہ ملک

ہمیشہ حلقہ نا مہرباں میں رہتے ہیں
جو حق پہ ہوتے ہیں ہمیشہ امتحاں میں رہتے ہیں
حسد کی آگ سے کس کس کا گھر جلاؤ گے
کہ اہلِ عشق تو سارے جہاں میں رہتے ہیں

مہندی لگے گی تیرے ہاتھ
ڈھولک بجے گی ساری رات
جا کر تم ساجن کے ساتھ
بھول نہ جانا یہ دن رات

کھنکتی آوازوں، شوخ فقروں اور چنچل قہقہوں، خوشبوؤں میں بسے ماحول میں علیزے کو نیچے اسٹیج پر لے جانے کا مرحلہ درپیش تھا۔

"ہائے سبز دوپٹہ کدھر ہے؟" کسی چنچل آواز نے شور مچایا اور سبز دوپٹے کی ڈھونڈیا مچ گئی مگر سبز دوپٹہ جو سسرال والوں کی طرف سے آنا تھا خارد تھا۔

دلہا والے کتنے نکمے نکلے ایک دوپٹہ لانا بھول گئے پہلے ہی امتحان میں فیل ہوگئے۔ دلہن کی سہیلیوں نے دہائی دی۔ چلو باہر چلتے ہیں دلہا والوں میں سے جس کے پاس سبز دوپٹہ ہوگا لے اڑیں گے ہنستی کھلکھلاتی ہم جولیوں کو نیا مذاق سوجھا مگر وائے ری قسمت کہ سبز دوپٹہ کسی کے پاس نہ تھا۔ البتہ دلہا کی والدہ گولڈن سوٹ کے اوپر گرین اور گولڈن سٹیفن کا دوپٹہ لیے ہوئے تھیں۔ ان سے مستعار لینے کی کوشش کی گئی۔ انہوں نے بخوشی دوپٹہ عنایت کیا اور کندھوں پر ڈالی ہوئی خوب صورت شال سر پر اوڑھ لی تھی۔

ڈھولک کی تھاپ پر بنی سنوری ماہیوں کی دلہن زرتار دوپٹے میں سج سج قدم اٹھاتی ہم جولیوں کے جھرمٹ میں اسٹیج پر پہنچی اور اسٹیج پر بیٹھتے ہوئے ذرا سی نظر اٹھانے پر اس کی نظر تمام تر محفل کا سرسری جائزہ لے چکی تھی۔ اس ایک نظر نے اسے چونکا دیا تھا۔ مہندی لے کر آنے والوں کے ساتھ آیا وہ لڑکا جواب مووی میکر کے ساتھ کھڑا اسے ہدایت دے رہا تھا۔ وہ کون تھا؟ دلہن کے ذہن میں کچھ کلک ہوا مگر کیا؟ وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

❁......❁......❁

"مونی تمہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ میرا بھائی تھوڑے سے انتظار پر جان کو آ جاتا ہے اور تم ابھی تک یہ میلا ہوتا لے کر بیٹھی ہو۔" علیزے نے اندر داخل ہوتے ہی اپنا پرس صوفے پر پھینکا اور اس کی کلاس لینے لگی۔

"آرام سے نخرا کا طوفان مت بنو میں مونی سے کہتی ہوں اندر آ کر بیٹھے اور میری تیاری کون سا زیادہ وقت لینے والی ہے بس چینج کرنا ہے۔" منزہ نے فریج سے پیپسی کی بوتل اور گلاس لیا اور ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئی۔ جبکہ علیزے اپنا دوپٹہ اتار کر سامنے لگے مرر میں اپنا جائزہ لینے لگی تھی۔

"واؤ کیا زبردست فٹنگ ہے۔ تم تو کتنے اچھے کپڑے سلائی کرنے لگی ہو آئندہ میں بھی تم سے سلائی کرواؤں گی۔" منزہ رونی کو ڈرائنگ روم میں بٹھا کر اندر آئی تو بغیر دوپٹے کے اس کا دلکش سراپا دیکھتے ہوئے ستائشی انداز میں بولی۔

"میں اتنی سگھڑ کب سے ہونے لگی یہ تو زرنگار ٹیلر کا کمال ہے۔" علیزے اس کی بات پر مسکرا کر دوبارہ اپنا عکس دیکھنے لگی۔

"چلو اب نکلو....." منزہ نے ایک چھوٹی پرچی پر لکھا

نمبر اپنے موبائل میں سیو کرتے ہوئے کہا۔
"یہ کس کا نمبر ہے جو اتنی احتیاط سے سیو کیا جارہا ہے۔"
"یہ بہت اسپیشل لوگوں کا نمبر ہے۔" منزہ نے قدرے اٹھلا کر کہتے ہوئے بیگ اٹھایا۔ علیزے کا تجسس کے مارے برا حال تھا۔
"آخر بتاؤ تو سہی کس کا نمبر ہے یہ؟" گاڑی سے اتر کر بیگ گھسیٹتے ہوئے اس نے منزہ کا سر کھایا۔
"میں نہیں بتاتی مجھے شرم آتی ہے۔" منزہ نے انگلی دانتوں میں دبا کر ایکٹنگ کی۔
"کیوں؟ تمہارا ہونے والا دلہا ہے، جو بتاتے ہوئے شرم آتی ہے۔"
"ہائے تجھے کیسے پتا چلا؟" منزہ نے آنکھیں پٹپٹا کر سوال کیا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ بیگ کو بھی گھسیٹ رہی تھیں جس میں پہلے علیزے کا سامان کم نہیں تھا اور بعد میں گویا منزہ نے تو پتھر ہی ٹھونس دیئے تھے۔ چند قدم اٹھا کر چلنا محال ہو رہا تھا۔ انہوں نے رک کر ایک دیوار کے نیچے سستانے کی کوشش کی تھی تب ہی قریبی دروازے سے ایک عورت باہر نکلی۔
"ہائے ہائے بچیوں ادھر رک کر کس کا انتظار کر رہی ہو؟ یوں سڑک کنارے کھڑا ہونا برا لگتا ہے۔ اندر آکر بیٹھ جاؤ۔" علیزے نے اس کی پیشکش پر منہ بنایا جبکہ منزہ خوش اخلاقی سے مسکرا کر کہنے لگی۔
"نہیں آنٹی ہمیں سامنے ہاسٹل تک جانا ہے۔ بیگ بھاری ہونے کی وجہ سے رک گئے تھے' چلو علیزے۔" اس نے وضاحت دیتے ہوئے علیزے کو بیگ اٹھانے کا اشارہ کیا اور اپنی طرف سے بھاری بھرکم بیگ اسٹریپ تھاما۔
"اٹھاتی ہو یا نہیں؟ تمہیں اور اسے ادھر پھینک کر میں اکیلی ہاسٹل دفعان ہو جاؤں۔ ویسے بھی یہ بیگ تمہارا ہے کیا ہوا جو تھوڑا بہت سامان میں نے بھی رکھ لیا۔" منزہ کی دھمکی پر اس نے دوسری طرف سے بیگ کا اسٹریپ تھام لیا۔

☆☆☆......

"یہ کاشی کا نمبر ہے......" منزہ نے بیڈ پر چت لیٹی حالت میں ٹانگیں جھلاتے ہوئے بتایا تھا۔
"وہ کون ہے تمہیں کہاں ملا اور نمبر موبائل میں رکھنے کی وجہ؟"
"تم نے میرے بھائی کا کتا دیکھا ہے؟"
"وہ منحوس کتا جس نے ایک دن بھونکتے ہوئے میرے پاؤں پر پنجا مارا تھا۔"
"ہاں وہی......" منزہ کو اس کا حوالہ شناخت فراہم کرنے پر غصہ تو آیا مگر ضبط کر گئی۔
"وہ بھی بھلا کوئی کتا ہے اگر ڈھنگ کا کتا ہوتا تو تلاش کرتا کوئی اپنے جیسی یا پھر تم جیسی۔"
"کیا شاندار پرسنالٹی ہے یار اس کی؟" منزہ نے اس کی بے تکی کو نظر انداز کیا۔
"کہاں شاندار ہے اتنا چھوٹا سا تو ہے چوہے جیسا...... کمال ہے تمہیں اٹیر چلانے کے لیے ایک کتا......" جواباً اسے منزہ نے ایسی نظروں سے دیکھا کہ وہ سٹپٹا کر رہ گئی۔
"کاشی کے پاس ایسی ہی اعلیٰ نسل کی کتیا ہے وہ اس کے لیے پارٹنر تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ میرے بھائی کے پاس ایسا کتا ہے تو وہ اسے دیکھنے کے لیے ہمارے گھر چلا آیا تھا' تبھی میری اس سے ملاقات ہوئی بلکہ میں تو ایک نظر میں اسے دیکھ کر سحر زدہ ہو گئی تھی۔" منزہ بتاتے ہوئے جیسے کھو سی گئی تھی۔

❀......❀......❀

دو دن سے اسائنمنٹ بنانے کے چکر میں علیزے نے اپنی نیند حرام کر رکھی تھی اور اسائنمنٹ جمع کروانے کے بعد اس کا ارادہ لمبی نیند سونے کا تھا۔ اس نیت سے اس نے کالج سے واپس آکر معتدل موسم کے باوجود کمبل اوڑھا اور گھر رگھر کرتا پنکھا چلا کر سو گئی تا کہ پنکھے کی آواز میں باہر سے آنے والی آوازیں اسے ڈسٹرب نہ کر سکیں۔

منزہ فرحان اور شازیہ نے اپنی پسند کی مووی دیکھنے کا پروگرام بنا رکھا تھا۔ مگر نہ جانے اسے سونے میں دیر ہوگئی تھی یا پھر انہوں نے مووی فارورڈ کرتے ہوئے دیکھی تھی۔ اسے یوں لگا گویا اس کی آنکھ لگتے ہی دھاڑ سے دروازہ کھلا اور چند لمحوں بعد فین آف کردیا گیا تھا۔

"علیزے.... "فرحان کی آواز آئی۔

"میڈم علیزے۔" شازیہ نے پکارا۔

"علیزے ڈیئر" منزہ کی منحوس آواز اسے تپا گئی مگر اس نے کوئی جواب نہ دینے کا تہیہ کررکھا تھا۔

"یار لگتا ہے یہ ایکسپائر ہوگئی ہے۔" منزہ نے چند لمحوں کے سکوت کے بعد خیال ظاہر کیا۔

"کنفرم ہے یا ڈاکٹر کو بلائیں؟" فرحان نے سوال کیا۔

"کنفرم ہے مجھے تو لگتا ہے اب خاصی دیر ہوچکی۔"

"چلو اس کے اوپر سے کمبل اٹھاؤ اور چادر اوڑھادو اب تو یہ مادی ضروریات سے بے نیاز ہوچکی ہے۔" فرحان کی شرارت بھری آواز اسے تپا گئی۔

"بے نہیں نہیں..... ملک عدم چلے جانے والے لوگوں کا ذکر بصد احترام کیا جاتا ہے۔" شازیہ نے مسکراتے ہوئے فرحان کو ٹوکا۔

"چلو کمبل اٹھاؤ اس کے اوپر سے۔" اگلے پل ان چاروں نے اس کے کمبل کا ایک ایک کونا پکڑ کر اٹھایا اور علیزے بجلی کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھی اتنی ہی تیز رفتاری سے وہ تینوں کمرے کے کونے میں ہوئیں اور اب مسکین اور خوف زدہ شکلیں بنا کر اسے یوں دیکھ رہی تھیں جیسے وہ سچ مچ.....

"کیا مصیبت ہے اب بندہ تھوڑی دیر کے لیے سکون سے سو بھی نہیں سکتا۔" وہ انتہائی کوفت بھرے انداز میں بولی۔

"اچھا بھئی زیادہ غصہ ہونے کی ضرورت نہیں، سو جاؤ تم پھر ہم سے نہ کہنا....." منزہ نے رکھائی سے کہا۔

"کیا نہ کہنا؟"

"وہ ایکچوئیلی بات یہ ہے علیزے کہ ہمارا پارک جانے کا پروگرام ہے تو ہم نے سوچا اگر اکیلے چلے گئے تو پھر تم ناراض نہ ہوجاؤ۔" فرحان نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے معصومیت سے کہا۔

"آں..... آں..... آں....." علیزے نے بغیر آنسوؤں کے دھواں دھار رونا شروع کردیا..... "اس فضول بات کے لیے تم لوگوں نے مجھے جگا دیا؟"

"تو کون سی قیامت آ گئی؟" منزہ نے ناک چڑھا کر سوال کیا۔

❁.....❁.....❁

"آپ لوگوں نے میڈم ساجدہ کو کون سا تربوز پیش کیا ہے جو انہوں نے اس ٹائم باہر نکلنے کی اجازت دے دی۔" ہاسٹل گیٹ کراس کرتے ہوئے علیزے نے ان تینوں سے استفسار کیا۔

"وہی تربوز جس کا رنگ کالا اور اندر سے سرخ ہوتا ہے۔" فرحان کی نشان دہی پر علیزے ٹھٹکی۔

"کیا وہ تربوز آپ لوگوں نے کاٹ دیا اور مجھے خبر تک نہیں۔" علیزے غصے سے بولی۔

"تو ہم کیا کرتے اس وقت تم سو رہی تھیں اور تم نے سنا نہیں جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے اور پھر وہ تربوز تھا ہی کتنا ایک حصہ ہم تینوں نے مووی دیکھتے ہوئے کھایا اور ایک میڈم ساجدہ کو دے دیا۔" شازیہ کے بتانے پر علیزے نے بے دلی سے قدم بڑھائے۔

❁.....❁.....❁

"ہائے یہ لوگ آج پھر ہمارے پیچھے آرہے ہیں۔" شازیہ نے کہا، تو فرحان سے تو مگر علیزے اور منزہ کی سماعتوں نے چونک کر سنا تھا۔

"کون لوگ کیا مسئلہ ہے؟" منزہ نے پوچھا۔

"یہ جو تین لڑکے بائیک پر کبھی آگے کبھی پیچھے آرہے ہیں یہ لڑکیوں کا پیچھا کرتے ہیں۔" فرحان اور شازیہ فورتھ ایئر میں تھیں ان کا کالج لاسٹ تھا جبکہ علیزے اور منزہ ماس کام فائنل ایئر کی اسٹوڈنٹ تھیں۔

"آپ لوگوں کو ان کے بارے میں کیسے پتا ہے کہ یہ......؟" علیزے نے قدم اٹھاتے ہوئے توجہ ان دونوں کی طرف مبذول کی۔

"یہ کالج سے واپسی پر روز......" شازیہ بتاتے بتاتے رکی۔

"سبحان اللہ یہ سلسلہ کب سے چل رہا ہے۔" منزہ نے پوچھا۔

"کافی دنوں سے صرف ہمیں ہی نہیں کالج کی اور لڑکیوں کو بھی شکایت ہے۔"

"اچھا...... میرا خیال ہے واپس چلیں۔" علیزے ایک بک اسٹال پر کتاب اٹھا کر دیکھتے ہوئے ان تینوں سے پوچھنے لگی۔ پارک کی سیر کا پروگرام کینسل کردیا گیا۔ البتہ علیزے نے ذرا سا رخ موڑ کر بائیک کا نمبر ذہن نشین کرلیا تھا۔

❁......❁......❁

"آج میں نے کاشی کو کال کی تھی۔" منزہ تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ دھپ سے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بتا رہی تھی۔

"کیا کہا۔ کس نے کس کو کال کی؟" علیزے اپنے خیال سے چونکی۔

"کہاں گم ہو یار...... علیزے؟" منزہ خفا سے انداز میں پوچھنے لگی۔

"یار میں سوچ رہی ہوں یہ جن لڑکوں نے بائیک پر لڑکیوں کا پیچھا کرنے کا مشغلہ اپنا رکھا ہے ان کو ایسا سبق ملنا چاہیے کہ یاد رکھیں زندگی بھر...... خیر تم بتاؤ تم کیا کہہ رہی تھیں۔"

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ میں نے کاشی سے بات کی ہے۔"

"واقعی...... کیا بات کی تم نے؟"

"یار ان کا لوکل نیوز پیپر ہے نا اس میں خبر تھی کہ پبلک سروس کمیشن کی لیڈی نے والی ہے میں نے فون کرکے کنفرم کیا کہ کب تک آئے گا اور کیا یہ خبر ٹھیک ہے؟"

"پھر اس نے کیا کہا؟"

"اس نے کیا کہنا تھا یہ تو مجھے پہلے ہی پتا تھا کہ نیوز پیپر اس کے فادر کا ہے ظاہری بات ہے اس نے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے یہی بات دہرائی کہ اس نے بھی نیوز پیپر میں خبر پڑھی ہے۔"

"یہ کون سی بڑی بات ہے؟" علیزے بےزار ہوئی۔

"ارے واہ...... میں نے انتہائی معصومیت سے اسے کہا کہ چیف ایڈیٹر کا نمبر نہیں مل رہا تھا لہٰذا مجھے کنفرم کرکے بتائیں۔"

"پھر......؟" علیزے کو مزید کوفت ہوئی۔

"پھر اس نے وعدہ کیا کہ وہ مجھے کنفرم کرکے بتادے گا۔"

❁......❁......❁

"یہ DPO آفس کا نمبر ہے؟" دوسری طرف لائن ملنے پر اس نے استفسار کیا۔

"یس میڈم!" دوسری طرف مستعد آپریٹر کی آواز آئی۔

"مجھے DPO صاحب سے بات کرنی ہے۔"

"میڈم وہ تو اس وقت میٹنگ میں بزی ہیں۔ آپ کام بتائیں؟" علیزے کا دل چاہا پوچھے اتوار کے دن کون سی میٹنگ میں بزی ہیں؟ مگر بہرحال اسے کام سے مطلب تھا سو تفصیل بتانے لگی۔

"آپ کس ایریے سے بات کررہی ہیں۔ آئی مین یہ کالج کس ایریے میں ہے؟" آپریٹر نے پوری توجہ سے اس کی بات سننے کے بعد پوچھا تھا۔

"یہ سٹی کا مین ایریا ہے۔"

"ٹھیک ہے میڈم ایسا ہے کہ میں آپ کو ایس ڈی پی صاحب کا نمبر دے رہا ہوں اے ایس پی طارق صاحب آپ ان کو تفصیل بتائیں وہ اس معاملے پر کوئیک اینڈ پراپر ایکشن لیں گے۔" علیزے نے زمین پر پڑا تنکا اٹھایا اور آپریٹر کا بتایا نمبر بھی زمین پر لکھنے لگی۔

❁......❁......❁

"اچھا اتنا تو بتادیں کہ آپ کو میرا نمبر کہاں سے ملا؟" منزہ چمکتے چہرے کے ساتھ محو گفتگو تھی۔ خبر کی تصدیق تو ایک بہانہ تھی ایک دو دفعہ مزید کال کرنے پر کاشی صاحب اتنا تو جان ہی گئے لہٰذا اب گفتگو کا رخ ذاتیات کی طرف مڑ چکا تھا۔

"ڈھونڈنے سے تو خدا بھی مل جاتا ہے یہ تو پھر ایک نمبر تھا۔" منزہ نے اپنے خود پر ہوشیاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اپنے متعلق کچھ بھی بتانے سے گریزاں تھی۔ سونال منول سے کام لے رہی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے اب آپ مجھے کال مت کیجیے گا جب تک آپ مجھے یہ نہ بتادیں کہ آپ کو میرا نمبر کہاں سے ملا؟ او کے بائے۔" دوسری طرف کال منقطع ہو چکی تھی۔

"آج میں نے کاشی سے......"

"یار یہ کیا فرسٹ ایئر فول والی اسٹوپڈ حرکتیں ہیں تمہاری......" اس سے پہلے کہ وہ خوشی خوشی آج کی گفتگو سناتی ملیحہ نے اس کی بات کاٹ کر غصے سے جھاڑتی ہوئی واش روم میں گھس گئی۔

✿......✿......✿

"آپ میرے آفس ایک درخواست لکھ کر بھجوا دیں جس پر سارا مسئلہ سمیت بائیک نمبر درج ہو۔" اے ایس پی صاحب قدرے تحمل سے اس کی پوری بات سن کر غنودگی سے بھرپور آواز میں کہہ رہے تھے۔ "ہم پوری کوشش کریں گے کہ......"

"ایکسکیوزمی سر آپ ہوش میں تو ہیں یا پھر آج ہی یورپ سے تشریف لائے ہیں۔ درخواست کے اوپر نام پتہ لکھنا ضروری ہوتا ہے اور ہماری سوسائٹی ابھی اتنی فارورڈ نہیں ہوئی کہ لڑکیاں یوں کھلم کھلا ان تھرڈ کلاس لوگوں کی خاطر خود کو انشو بنانا پسند کریں یوں بھی یہ جونیئر اسٹوڈنٹس کا پرابلم تھا میں نے مناسب سمجھا کہ یہ تھرڈ ریٹ ہیرو آپ کی ناک کے نیچے جو کچھ کرتے پھر رہے ہیں اس سے متعلق آپ کو انفارم کردوں۔"

"وہ بات تو ٹھیک ہے لیکن ہر چیز کا پروسیجر......"

"بھاڑ میں گیا آپ کا پروسیجر......کمال ہے آپ نے مجھے یہ مشورہ کیوں نہیں دیا کہ آپ کے آفس کے سامنے ایک میڈیا کانفرنس کروں اس طرح یہ مسئلہ بہترین طریقے سے ہائی لائٹ ہو جائے گا اور میری تصویریں بھی بغیر کسی خرچ کے اخبار میں لگ جائیں گی۔" بھنا کر کہتے ہوئے اس نے موبائل بند کر کے بستر پر پٹخ دیا۔

✿......✿......✿

"یا خدا......آپ لڑکی ہیں یا کوئی جن؟ آپ کو میرے بارے میں اتنی انفارمیشن کہاں سے ملتی ہیں؟"

"جو چاہے آپ سمجھ لیں لیکن ایک بات تو آپ مانیں گے کہ میری معلومات سو فیصد درست ہیں۔" منزہ نے داد چاہی۔

"ہاں بھئی واقعی ورنہ میں اپنے بچپن کے اس عشق کو کب کا بھول چکا ہوں اور اس لڑکی کے تو بچے بھی جوان ہوں گے۔"

"ویسے آپ بڑے فلرٹ انسان ہیں! آپ باغ میں اس سے ملنے جایا کرتے تھے اور جب اس نے آپ کو کہا کہ آپ اپنے پیرنٹس کو رشتے کے لیے بھیجیں تو اس کے بعد آپ کبھی نہیں گئے۔" منزہ کی بات پر کاشی کا بلند و بانگ قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"ہاں تو اب ناتھ کلاس کا اسٹوڈنٹ پیرنٹس سے رشتے کی بات کر کے جوتے کھاتا کیا؟" اپنا قہقہہ بمشکل روک کر اس نے جواب دیا۔

"آپ میری نبض سے بھی واقف ہو میرے بچپن سے بھی واقف ہو آپ ہو کون؟" وہ محظوظ ہوتے ہوئے عاجز ہو کر پوچھ رہا تھا۔

"آپ اس بات کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں؟"

"بالکل بھی میں اس بات کے پیچھے نہیں پڑا میں نے کبھی سیریس کوشش نہیں کی ورنہ آپ کو ٹریس کرنا میرے لیے مشکل نہیں۔" ملیحہ کی فرمائش پر منزہ نے کاشی کے ساتھ بات کرتے ہوئے ریکارڈ کا بٹن دبا دیا تھا اور اب اس ریکارڈ کو ملیحہ نے فرصت کے ساتھ سن رہی تھی۔

"ویسے بندہ ہے ڈیسنٹ' کہیں کوئی عامیانہ یا اخلاق سے گری ہوئی بات نہیں کرتا۔" علیزے نے تبصرہ کیا۔

❁......❁......❁

علیزے نے موبائل کی اسکرین پر لینڈ لائن سے آنے والا نمبر چمکتے ہوئے دیکھا تو کچھ سوچ کر یس کا بٹن دبا دیا۔

"میڈم میں ایس ڈی پی او آفس سے اے ایس پی صاحب کا ریڈر بات کر رہا ہوں۔"

"جی ..... علیزے ہمہ تن گوش ہوئی۔

"میڈم آپ نے اے ایس پی صاحب سے کمپلین کی تھی آپ مجھے بائیک کا نمبر نوٹ کروا دیں۔" علیزے نے ذہن میں نمبر دہراتے ہوئے نوٹ کر دیا۔

❁......❁......❁

"السلام علیکم! میں اے ایس پی طارق بات کر رہا ہوں۔"

"جی کہیے اے ایس پی صاحب۔"

"ہم نے ان کو دو دن تھانے میں مہمان بنا کر رکھا ہے اور خاصی خاطر تواضع کے بعد چھوڑا ہے ان کے پیرنٹس کی معافی تلافی اور یقین دہانی کے بعد کہ آئندہ ایسی کوئی حرکت سامنے نہیں آئے گی۔"

"بہت بہت شکریہ سر۔" وہ حقیقتاً اس کے تعاون پر مشکور ہوئی۔

"ایکچوئلی میں نے یہ معلوم کرنے کے لیے فون کیا تھا کہ دوبارہ تو ایسی کوئی بات سامنے نہیں آئی۔"

"نہیں سر مجھے کالج کی اسٹوڈنٹس نے بتایا ہے کہ وہ تین دن سے وہ حضرات غائب ہیں۔"

"میں اس معاملے میں آپ کی سینسبلیٹی سے بہت متاثر ہوا ہوں' اپنا پرسنل پرابلم نہ ہونے کے باوجود آپ نے اس مسئلے کو بہت اچھی طرح حل کیا' اور بہت سی اسٹوڈنٹس کی مشکل کو دور کیا۔ بہت سی لڑکیوں کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہوگا کہ اس قسم کے حالات میں انہیں کہاں سے مدد مل سکتی ہے۔"

"نہیں سر یہ مسئلہ بہرحال آپ کی مدد کے بغیر حل نہیں ہو سکتا تھا۔" اس نے مشکور لہجے میں سارا کریڈٹ اسے دیا۔

"خیر پبلک کی مدد کرنا ہماری تو ڈیوٹی ہے۔ بائے دا وے آپ خود بھی کالج میں پڑھتی ہیں۔" طارق صاحب نے بات بدلی تو وہ کچھ کانشس ہوئی۔

"نہیں سر یونیورسٹی میں۔"

"میں آپ کا گڈ نیم جان سکتا ہوں۔" ان کے اگلے سوال نے اسے خاصہ مشکل میں ڈال دیا۔

"م......م...... علیجہ۔" اس نے پرسوچ انداز میں اٹک اٹک کر کہا' تو دوسری طرف طارق صاحب کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"او کے علیجہ میں فون بند کرتا ہوں کوئی بھی پرابلم ہو آپ ہمیں ضرور انفارم کیجیے گا۔"

❁......❁......❁

اے ایس پی طارق نے ریوالونگ چیئر پر پرسوچ انداز میں جھومتے ہوئے ایک نمبر ڈائل کیا۔

"زہے نصیب...... آج تھانے دار بادشاہ کو ہماری یاد کیسے آگئی۔" دوسری طرف اس کا کلاس فیلو اور دوست حساس ادارے کا انسپکٹر الیاس تھا' جو بغیر سلام دعا کے شروع ہو گیا تھا۔

"بکو مت' تھانے دار ہوگی تمہاری گھر والی' میں تو اے ایس پی ہوں' سی ایس پی آفیسر......" طارق نے جتے ہوئے اکڑ کر جواب دیا۔

"ایک ضروری کام آن پڑا ہے......"

"جی...... جی وہی تو' ہم غریبوں کو بغیر کام کے بھلا کب یاد کیا جاتا ہے۔"

"اچھا اب زیادہ مت بنو یہ بتاؤ آج کل کہاں ڈیوٹی کر رہے ہو۔"

"اسلام آباد کے علاوہ کہاں جا سکتا ہوں۔"

"ویری گڈ ایسا کرو کہ میں ایک نمبر سینڈ کر رہا ہوں اس کا بائیو ڈیٹا اور لوکیشن پتا کر کے دو۔"

"تو یہ کام تم باضابطہ طور پر محکمانہ توسط سے بھی

کر سکتے ہو۔"
"بھئی یہ کسی مجرم کا معاملہ نہیں ہے۔"
"تو پھر......" الیاس نے خاصا شوخ ہو کر اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے پوچھا۔
"تو پھر تمہارا سر...... کس وقت تک پتا کرو گے اور ہاں لوکیشن سے میری مراد ریزیڈنسی کے بارے میں اندازہ لگانا ہے۔"
"پھر تو کل شام تک ہی ڈی ٹیل فراہم کر سکوں گا۔" الیاس نے پرسوچ انداز میں کہا۔

☆☆☆......

"علیزے آپ کے گیسٹ آئے ہیں۔" اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔
"کون ہیں؟"
"پتہ نہیں، کوئی خواتین ہیں وزیٹنگ روم میں بیٹھی ہیں۔" وہ حیران ہوتی ہوئی وزیٹنگ روم کی طرف آئی۔
"السلام علیکم۔" وہ اجنبی خواتین کو روبرو پا کر اور زیادہ حیران ہوئی۔
"وعلیکم السلام علیزے بیٹا؟" سلام کا جواب دیتے ہوئے ایک نے استفسار کر ڈالا تھا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی ہنوز حیران کھڑی تھی۔
"آؤ بیٹا بیٹھو۔" وہ ناچار ان کے سامنے چیئر پر ٹک گئی۔ خاتون کے ساتھ موجود لڑکی جس کی گود میں تقریباً ایک سال کا بچہ انگوٹھا چوس رہا تھا۔ خاموش مسکراتی نظروں سے اس کا جائزہ لے رہی تھی۔
"میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔" اس نے الجھ کر استفسار کیا۔
"ہم پہلی بار آپ سے مل رہے ہیں تو آپ پہچانیں گی کیسے؟" جواب لڑکی نے دیا۔
"بیٹا! دراصل ہم آپ کے والدین سے ملنا چاہتے ہیں تو سوچا آپ سے مل لیں اور کنفرم بھی کر لیں کیا آپ کہیں انگیجڈ تو نہیں؟" علیزے خاتون کی بات پر کنفیوژ ہو کر نظر کا زاویہ بدل گئی۔
"آپ مجھے کیسے جانتی ہیں؟"
"جاننے والوں کے توسط سے ہی سنا تھا آپ کے بارے میں...." لڑکی نے قدرے ٹالنے والے انداز میں کہا۔ وہ کنفیوژ ہوتی ان کے سوالوں کے جواب دیتی رہی۔
"چلیں آپ گیٹ تک تو ہمیں چھوڑ آئیں۔" آخر میں لڑکی کی فرمائش اسے عجیب تو لگی ناچار وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
بلڈنگ سے باہر گراؤنڈ میں انہیں سی آف کرتے ہوئے اس کی نظر پولیس یونیفارم میں ملبوس شخص پر پڑی جو گاڑی سے ٹیک لگائے پرشوق نظروں سے اسے دیکھ رہا۔
"یہ ہمارے بھائی ہیں طارق...... پولیس ڈیپارٹمنٹ میں آفیسر ہیں۔" لڑکی نے شوخ انداز میں قدرے فاصلے پر کھڑے اس پولیس مین کی طرف اشارہ کیا۔
علیزے اتنی حیران ہوئی کہ ان کے الوداعی کلمات کا جواب بھی نہ دے سکی۔

✿......✿......✿

اس شام کو اے ایس پی طارق کی کال آ گئی۔
وہ یقین اور بے یقینی کے درمیان ذہنی پریشان و متضاد سوچوں میں گم تھی۔ بھلا اے ایس پی طارق کو اس کے خاندان اور برادری میں کس حیثیت سے دیکھا جائے گا اس کا اسٹیٹس اور کیریئر شاندار تھا یہ تو کوئی بھی جان سکتا تھا۔ مگر ان کے ہاں ابھی تک برادری سے باہر شادیاں کرنے کا رواج کم تھا۔ خاص طور پر لڑکیاں تو چند ایک ہی بیاہی گئی تھیں مگر وہ بھی والدین کی مرضی سے۔ جن کے رشتے خاندان یا برادری میں نہ مل سکے تھے۔ بال کی کھال نکال کر برادری والوں نے گویا کڑوا گھونٹ بھر کر اس نئی ریت کو بمشکل ہضم کیا تھا۔ اب اس شہر سے کوئی رشتہ جانا جہاں وہ پچھلے کئی سال سے تعلیم کی خاطر ہاسٹل میں رہائش پذیر تھی کسی سے چھپ نہیں سکتا تھا ایسے میں اس کے کردار پر اٹھنے والی انگلیاں...... ان سوچوں میں پریشان قدرے بے دھیانی سے وہ اس کی کال اٹینڈ کر گئی۔

"کیا حال ہیں منیحہ صاحبہ کیسا لگا میرا سرپرائز؟" دوسری طرف وہ محظوظ ہوکر پوچھ رہا تھا۔ چند سیکنڈ خاموش رہنے کے بعد اسے کچھ نہ سوجھا تو اس نے کال ڈسکنکٹ کردی۔ موبائل فوراً دوبارہ سے بجنے لگا اور بج بج کر خاموش ہوگیا۔ تبھی فوراً ہی اس کا میسج آ گیا۔

"پلیز..... پلیز میری کال اٹینڈ کریں۔ میں بہت پریشان ہو رہا ہوں کیا آپ نے میرے اس اسٹیپ کو مائنڈ کیا ہے؟" ابھی وہ میسج پڑھ ہی رہی تھی کہ دوبارہ موبائل بجنے لگا۔

"آج ہماری علیزے بی بی کو کون بار بار فون کر رہا ہے؟" ڈائجسٹ پڑھتی شازیہ نے رخ موڑ کر کھلکھلاتے ہوئے پوچھا تو علیزے نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر موبائل اٹھا کر باہر نکل گئی یہ دیکھے بغیر کہ شازیہ نے اس کے حواس باختہ تاثرات حیرت سے ملاحظہ کیے تھے۔

❁......❁......❁

منزہ باتھ لینے کے لیے واش روم میں گھسی تھی اور اس کا موبائل تا ہنوز کرتا علیزے کی نیند خراب کر رہا تھا۔ کوئی ایسی منحوس نیون سیٹ کر رکھی تھی کہ سر پر ہتھوڑے کی طرح بج رہی تھی۔ تنگ آ کر اس نے تکیے سے سر اٹھا کر کوفت بھری نظر موبائل پر ڈال کر ہاتھ میں لیا اور فرینڈ کا نمبر چمکتا ہوا دیکھنے لگی منزہ کی کسی دوست کا سوچ کر اس نے کال اٹینڈ کی۔

"فرزانہ میں کتنی دیر سے تمہیں کال کر رہا ہوں۔ کہاں تھیں تم؟"

"یہ فرزانہ کا نمبر نہیں ہے۔" علیزے نے سوئی ہوئی آواز میں تردید کی۔

"آپ..... آپ کون بات کر رہی ہیں؟"

"اس بات کو رہنے دیں کہ میں کون بات کر رہی ہوں بہر حال یہ فرزانہ کا نمبر نہیں ہے۔"

"محترمہ یہ فرزانہ کا نمبر ہے میں کئی دنوں سے اس نمبر پر بات کر رہا ہوں۔" دوسری طرف اپنی بات پر اصرار کیا جا رہا تھا۔ علیزے موبائل آف کر کے بیڈ پر پھینکتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے کمبل دوبارہ اوڑھنے لگی تھی۔

"کس کو کوس رہی ہو؟" منزہ واش روم سے نکل کر گیلے بال جھٹکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"تمہارے نمبر پر کوئی موصوف فرزانہ سے بات کرنے پر اصرار کیے جا رہے تھے۔ بتایا بھی ہے کہ یہ کسی فرزانہ کا نمبر نہیں......"

"ہیں' علیزے کی بچی..... وہ کاشی کی کال ہوگی۔" منزہ نے اس کی بات کاٹ کر تیزی سے موبائل اٹھا کر آن کیا۔

"میں نے اپنا اصل نام اسے تھوڑی بتایا ہوا ہے۔ فرزانہ کے نام سے ہی بات کرتی ہوں۔"

"یہ کیسی فضول حرکتیں ہیں تمہاری؟ فیک نام سے بات کرنے کا مطلب؟"

"پہلے میں اس کے انٹرسٹ کو اور اس کی سنجیدگی کو جج کروں گی اس کے بعد اسے اپنا ریفرنس دوں گی۔" وہ نمبر ڈائل کر کے موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ہیلو..... ہاں کاشی وہ میری دوست ہے نا علیزے اس نے کال اٹینڈ کی تھی۔" علیزے کا دل چاہا منزہ کا سر پھاڑ دے اپنا فیک نام بتا کر اس کا تعارف ایسے کروا رہی تھی جیسے وہ اس کا بچھڑا ہوا ماما ہو اور اتفاق سے آن ملا ہو۔ بے وقوف لڑکی۔ اس نے دانت پیس کر سوچا۔

❁......❁......❁

ویک اینڈ پر گھر آئی تو پتہ چلا طارق صاحب نے کچھ زیادہ ہی کوئیک سروس کا مظاہرہ کر ڈالا تھا۔ ان کی بہنیں اور بڑے بھائی دو چکر لگا چکے تھے۔ علیزے کے پاپا ممتاز خان دوبئی میں ٹرانسپورٹ کا بزنس کرتے تھے۔ تین ماہ بعد چکر لگتا مگر صبرینہ بیگم نے علیزے کی رائے لیتے ہوئے انہیں جلدی بلوانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

"ماما ابھی اتنی جلدی کیا ہے۔ میرے ایگزام ہو جانے دیں اس کے بعد میں اس بارے میں سوچوں گی اور پاپا کو بھی ایمرجنسی میں بلوانے کی ضرورت نہیں۔" اس نے نہ جانے کیوں انہیں روک دیا تھا۔ حالانکہ ایک طرف نہ

صرف وہ لوگ اتنی چاہ سے اس کا ہاتھ مانگ رہے تھے اور دوسری طرف طارق کا پولیس فورس میں ہونا اس کے لیے بہت اٹریکشن لیے ہوئے تھا۔ وہ بہت دفعہ دوستوں سے اس بات کا اظہار کرتی تھی کہ اسے فورسز میں جاب کرنا بہت اٹریکٹ کرتا ہے اگر وہ "خان" فیملی سے بی لانگ نہ کرتی تو خود بھی کسی ایسی ہی فیلڈ کا انتخاب کرتی۔

✿......✿......✿

آخر ایسا کیا ہے اس شخص میں جو تم اتنے چیپ انداز میں اس کے پیچھے پڑ گئی ہو؟ عملیزے نے بیزاری سے موبائل چارجنگ کے لیے پریشان ہوتی منزہ کو دیکھا۔

"میں اس کی پرسنالٹی سے بہت امپریس ہوئی ہوں۔" منزہ نے اطمینان سے جواب دیا۔

کردار اخلاق، تعلیم خاندان سے کوئی مطلب نہیں اور پرسنالٹی سے متاثر ہو کیسی سطحی لڑکی ہو تم۔" عملیزے کو اور بھی برا لگا تھا۔

"ارے واہ...... چھپر پھاڑ کر اللہ نے نوازا ہے اسے۔" منزہ نے بڑواڈ سے انداز میں بتایا۔

"ہاں جبھی تو بنٹی (کتیا) کے لیے پارٹنر تلاش کرتا پھر رہا تھا۔" منزہ کو ہنسی آ گئی۔

"وہ تو اس کا شوق ہے۔ تم اسے دیکھو تو تم بھی متاثر ہو جاؤ۔" منزہ کو شاید الہام ہوا تھا جیسے۔

"اللہ بچائے۔" عملیزے نے پناہ مانگی۔

اور منزہ ان دنوں کاشی کے پیچھے پڑی تھی کہ وہ اسے اپنی پکس ایم ایم ایس کرے۔

"فرزانہ آپ نے مجھے دیکھا ہوا ہے میرے بارے میں سب جانتی ہیں پھر میری پکس کو لے کر کیا کریں گی۔" وہ مسلسل ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا۔

"میں نے اپنی فرینڈ کو دکھانی ہے۔" منزہ اپنی فرمائش پوری کروانے پر مصر تھی۔

"اچھا ایسی کون سی فرینڈ ہے جسے آپ نے میری تصویر دکھا کر داد وصول کرنی ہے۔" اس نے بے پروائی سے استفسار کیا۔

"عملیزے..... وہی جس نے..... جو ہمارے نبی سے بی لانگ کرتی ہے اور......"

"آئے ہائے..... " منزہ کی کمر پر پڑنے والا دھموکا اتنا زوردار تھا کہ اس کی دھمک دوسری طرف کاشی کو بھی سنائی دے گئی تھی۔

......☆☆☆......

"یہ دیکھو اور بتاؤ بھلا میں کیوں اس شخص سے انسپائر نہ ہوں یہ ہے ہی اتنا شاندار۔" اگلے دن منزہ موبائل ہاتھ میں لیے اس کی تصاویر دکھا رہی تھی۔

"ارے..... اس کو تو میں نے پہلے بھی دیکھا ہے کہاں..... ؟" عملیزے نے ذہن پر زور دیا۔

"نبیہ عمر کے فادر نے اس کے ایصال ثواب کے لیے تین روزہ میڈیکل کیمپ لگوایا تھا۔ تو ہمیں انہوں نے فی میل اسٹاف کی ہیلپ کے لیے سینٹر بھجوایا تھا۔ وہاں پر..... پتہ ہے جب میں نے اس بندے کو دیکھا تو میرے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ یہ بندہ کتنا ہینڈسم ہے لیکن تھوڑی ڈینجرس لک دیتا ہے۔ نکلتے ہوئے قد کے ساتھ گندمی چہرے پر سب سے نمایاں اس کی سیاہ گھنی مونچھیں تھیں اور یہ بات اس کی ڈیسنٹ پرسنالٹی سے کچھ متضاد سی لگتی تھی۔" عملیزے نے اس کی تصویر پر نظر جمائے ہوئے باآواز بلند تبصرہ کیا البتہ آخری بات صرف دل میں سوچی تھی۔

اور اس کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ منزہ شام کو اس سے بات کرتے ہوئے عملیزے کا بے لاگ تبصرہ کاشی کے گوش گزار کردے گی۔ جواباً کاشی کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"ہاں..... میں..... اس فری کیمپ میں بابا کے کہنے پر عملے کو سپورٹ کرنے کے لیے وہاں موجود رہا تھا۔" اس نے یاد کرتے ہوئے کہا۔

✿......✿......✿

واپس آنے پر اے ایس پی طارق نے اسے کال کرکے نہ صرف پروپوزل کا جواب مانگا بلکہ اس کے گھر والوں کی طرف سے تاخیر کا سبب بھی جاننا چاہا۔ جواباً

علیزے نے سوچا اگر اس کی براہ راست بات ہو رہی ہے تو کیوں نہ وہ اسے اپنے خدشات سے آگاہ کر دے۔ اور اے ایس پی صاحب نے پوری توجہ سے اس کی بات سننے کے بعد اس کے خدشات کا سدباب بھی فراہم کر دیا تھا۔

"آپ پر کوئی الزام نہ آئے یا آپ کی فیملی پر کوئی انگلیاں نہ اٹھیں میں بہت جلد یہاں سے اپنی ٹرانسفر کروا لیتا ہوں یوں بھی ہماری فیلڈ کے آفیسرز کو تعیناتی کے اسٹیشن سے مینشن کیا جاتا ہے۔ ان کا آگاہ پیچھا نہیں دیکھا جاتا" اور واقعی اس نے ایسا ہی کیا۔ صرف پندرہ دن میں اس کی ٹرانسفر کے آرڈر آچکے تھے۔ مگر جانے سے پہلے وہ کوئی ایسی فرمائش کر دے گا یہ تو علیزے کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ وہ اس شہر میں اپنی آخری شام علیزے کے ساتھ سلیبریٹ کرنا چاہتا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ یہ کیسے ممکن ہے؟" اس کو تو گویا کرنٹ ہی لگ گیا تھا۔

"کیوں ممکن نہیں علیزے میں آپ کو ڈیڑھ دو گھنٹے کے لیے ہاسٹل سے پک کر لوں گا۔"

"میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی میں آپ کے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں۔"

"بھئی میں آپ کو اپنے گھر نہیں لے کر جاؤں گا جب تک آپ کو باضابطہ طور پر اپنا نہیں لیتا۔ فی الحال کسی ریسٹورنٹ میں ڈنر کے بعد آپ کو ہاسٹل ڈراپ کر دوں گا۔"

"آپ میری بات سمجھ نہیں رہے میں بابا یا بھائی کے ساتھ باہر جاتی ہوں وہ بھی کبھی کبھار یوں کسی تھرڈ پرسن کے ساتھ باہر نہیں جا سکتی۔" کچھ غصے اور کچھ ٹینشن میں اس کے منہ سے نکلا تھا۔

"واٹ؟ میں آپ کے لیے تھرڈ پرسن ہوں؟" اے ایس پی طارق کو گویا کرنٹ لگا تھا۔ غلطی اس کی بھی نہیں تھی۔ وہ جس ماحول سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں لڑکے اور لڑکیوں کا دوستی میں ٹائم گزارنا بھی کوئی معیوب بات نہیں سمجھی جاتی تھی جبکہ یہاں تو معاملہ بھی اس سے آگے کا تھا۔ "تو کیا حیثیت ہے میری آپ کے کمپینشن کی۔"

"حیثیت بھی بن جائے گی میں اس کے لیے قدم اٹھا تو چکا ہوں۔"

"وہ بات ٹھیک ہے مگر آپ میری بات سمجھ نہیں....."

"بات تو آپ میری نہیں سمجھ رہیں علیزے...... میری بہت دل سے خواہش ہے کہ جانے سے پہلے کل کی خوب صورت سی شام کا تھوڑا وقت آپ کے ساتھ گزاروں پھر تو ان شاء اللہ ہم کسی اور حیثیت سے ملیں گے بہرحال میں کل شام آپ کو ہاسٹل سے پک کر لوں گا۔"

"نہیں پلیز آپ ہاسٹل مت آیئے گا میں......"

"ٹھیک ہے اگر آپ سمجھتی ہیں کہ میرے ہاسٹل آنے سے آپ کی ریپوٹیشن خراب ہوگی تو کل شام چھ بجے میں P.C میں آپ کا ویٹ کروں گا۔" علیزے اسے منع کرنے جا رہی تھی مگر طارق نے تیزی سے پروگرام فائنل کرتے ہوئے خدا حافظ کہہ کر کال کاٹ دی تو وہ ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی۔

P.C میں ریزروڈ ٹیبل پر انتظار کرتے ہوئے اے ایس پی طارق کا انتظار اتنا طویل ہو جائے گا کہ کبھی ختم نہ ہوگا یہ اسے قطعی اندازہ نہ تھا۔ علیزے سر شام فون بند کر چکی تھی۔ اگلے روز وہ اسے خدا حافظ کہے بغیر یہ شہر چھوڑ کر جا چکا تھا کبھی واپس نہ آنے کے لیے۔ اس کی بے بسی کی کوئی انتہا نہ تھی یا پھر وہ علیزے کو آزمانا چاہتا تھا وقت دینا چاہتا تھا۔

✿......✿......✿

منزہ ان دنوں چٹختی پھر رہی تھی۔ علیزے کی زندگی میں شروع ہونے والے نئے سلسلے نے اس کی طبیعت پر خلاف معمول ایک کدورت سی طاری کر دی تھی۔ کوئی اس کا اس قدر منتظر تھا کہ کسی بھی لگاوٹ کو خاطر میں نہ لائے...... دنوں میں کوچ کر گیا تھا۔ یہ احساس جہاں اس کے لیے دل گداز تھا وہیں ایک چھوٹی سی بات کو انا کا مسئلہ بنا کر اس کی خاموشی نے اس کو قدرے حیران کر ڈالا تھا۔ ایسے میں اس نے منزہ کی چڑچڑاہٹ کا سبب جاننے کی کوشش نہ کی تا وقتیکہ خود ہی اس نے اگل دیا۔

"علیزے ایک اسپیشل بات بتاؤں؟ کاشی مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔"

"تو پھر؟" وہ نا سمجھی سے منزہ کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"پھر کیا! وہ میری خاطر اتنی دور سے آئے گا تو اس کا مطلب ہے وہ میرے ساتھ سینسئر ہے۔"

"کیا شمالی اور جنوبی افریقہ کے صحرا اور جنگلات پار کرکے آ رہا ہے؟" علیزے نے طنز سے استفسار کیا۔

"اچھا اس بات کو چھوڑو تم میرے ساتھ چلو گی؟"

"منزہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں تمہیں کس طرح سمجھاؤں کہ تم کتنی فضول حرکتیں کر رہی ہو۔ ہماری طرح بہت سی خان زادیاں اپنے گھروں سے نکل کر دوسرے شہروں میں جا کر تعلیم حاصل کرتی ہیں بلکہ اپنے ملک میں ہی نہیں انگلینڈ اور امریکہ میں ہو کر آئی ہیں مگر اپنی روایات اور حدود و قیود کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتیں...... ہماری زندگی کسی فلم یا ڈرامے کا سین نہیں ہے جہاں جب چاہے ہیرو کا ہاتھ تھام لو جب دل چاہے سائیڈ ہیرو کے ساتھ چل پڑو۔ پتا نہیں ہمارے مقدر میں کیا لکھا ہو۔ ہمیں دوسری ریاستوں کے شہزادے لینے نہیں آئیں گے۔ کل کلاں کو یہی روایتی مرد ہمارا مقدر بنیں گے جو اپنی عورتوں کے ماضی پر کسی دوسرے مرد کی پرچھائیں بھی گوارہ نہیں کرتے جو اپنی عورت کا دوسرے مرد کے ساتھ نام بن کر مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔ غلطی ہمیشہ چھوٹی ہوتی ہے اس کا خمیازہ بڑا بھگتنا پڑتا ہے۔ کسی لڑکی کی ذرا سی لغزش اس کی زندگی کا امتحان بن جاتی ہے اور تم ہو کہ...... !"

"خدا کے لیے علیزے بس کرو مجھے اتنے لیکچر مت دو۔"

"میں خان زادی ہوں تو تم کسی کمی کمین یا فلم میکر کی فارورڈ اولاد ہو کیا؟" علیزے کو تاؤ آ گیا۔

"میں......" منزہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ "میرے ابو خان ہیں ای ملک فیملی سے۔ سو میں ذرا درمیانی مخلوق ہوں۔ پھر ہماری فیملی تم لوگوں کی طرح بیک ورڈ نہیں ہے۔ میرے لیے اس ذرا سی بات کی گنجائش نکلتی ہے۔"

"منزہ تم تو بالکل چکنا گھڑا ہو۔" اس کے بے پروائی سے کہنے پر علیزے نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"چلو تم جو کہو میرے ساتھ چل رہی ہو نا؟ اس سے پہلے میں اکیلی ہاسٹل سے نکلی نہیں ہوں۔ میڈم ساجدہ کانشس ہو جائیں گی ورنہ میں اکیلی ہی چلی جاتی۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تمہارے ساتھ جانے کا۔" علیزے نے دوٹوک الفاظ میں انکار کر دیا۔

......☆☆☆......

"علیزے تمہارا ریڈ لیمن ایمبرائیڈری والا سوٹ کہاں ہے۔" منزہ اس کی الماری میں سر گھسیڑے ہوئے تھی۔

"کون سا؟" بےدھیانی میں اس نے دریافت کیا۔

"وہی جو تمہارے پاپا نے برتھ ڈے پر تمہیں گفٹ کیا تھا۔"

"ارے...... ہاں...... یاد آیا...... وہ...... ارفع لے کر گئی تھی کہ ویسا ہی ڈیزائن بنوانا ہے پھر اس نے واپس نہیں کیا......" علیزے نے یاد آنے پر بتایا۔

"میں لے کر آتی ہوں۔" منزہ باہر نکل گئی۔

❀......❀......❀

"کیسا لگ رہا ہے؟" منزہ اس کا وہی سوٹ شام میں پہن کر بار بار روم میٹس سے پوچھ رہی تھی۔

"اچھا لگ رہا ہے مگر کہیں جا رہی ہو۔" شازیہ نے تعریف کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں میرا ایسا ہی بنوانے کا ارادہ تھا سوچا پہن کر ٹرائی کر لوں۔ یار میرا بی پی لو ہو رہا ہے۔" تھوڑی دیر بعد اس نے منہ بسورنا شروع کیا تو واقعی اس کی طبیعت خراب معلوم ہونے لگی۔

"پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔ کوئی انڈہ وغیرہ بوائل کر دوں۔" فرمان متوجہ ہو کر مشورہ دے رہی تھی۔

"ایک دو بار گھر پر ہوا تھا پھر انجکشن لگوائی تھی تو......"

"سامنے روڈ پر جو ڈاکٹر بیٹھتا ہے اس سے جا کر انجکشن لگوا لو۔" علیزے نے مشورہ دیا۔

"ذرا میڈم سے پوچھ آؤ نا اور میرے ساتھ بھی چلو اور تو

کوئی فارغ نہیں ہے۔"

"انہیں ہاسٹل سے نکل کر ہاسٹل پہنچنے میں چند منٹ لگے تھے مگر منزہ نے ہاسٹل کے بجائے ملحق ہوٹل کی انٹرنس میں قدم رکھتے ہوئے علیزے کو چونکا دیا تھا۔ منزہ اس کے حیران نظروں سے دیکھنے پر ڈھٹائی سے مسکرانے لگی۔

"مجھے یہاں ایک چھوٹا سا کام ہے اندر تو چلو۔" منزہ نے ایک طائرانہ نظر ہال پر ڈال کر کونے میں ٹیبل پر بیٹھے کاشی کو دیکھا اور اسے وہیں رکنے کا کہہ کر اس کی طرف بڑھ گئی۔ مجبوراً وہ قدرے فاصلے پر ایک ٹیبل پر ہونقوں کی طرح جا بیٹھی۔ اور منزہ اور کاشی کو بات چیت کرتے ہوئے دیکھنے لگی۔ ایک دو بار کاشی نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور اگلے پل منزہ اس کے پاس چلی آئی۔

"کاشی کہہ رہا ہے کہ تمہاری فرینڈ سے کوئی بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے کیا بات کرنی ہے اور...... پلیز...... منزہ جلدی کرو...... چلو یہاں سے۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ تمہیں پتا ہے شام کو لڑکیاں گھومنے کچھ کھانے کے لیے نکلتی ہیں۔ ایسے میں کوئی تو کر ادھر آ گیا تو......"

"علیزے تم اتنی بحث کرنے کے بجائے مختصر سی بات اس کی سن لو تو...... جتنی بحث ہوگی اتنا ہی ٹائم ضائع ہوگا۔" منزہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا تو ناچار وہ اس کی ٹیبل پر چلی آئی۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام۔" کاشی نے کھڑے ہوتے ہوئے سلام کا جواب دے کر اسے بیٹھنے کا اشارہ دیا تو وہ ٹک گئی مگر ایسے جیسے ابھی اٹھ کر بھاگ جائے گی۔

"آپ نے جو بات کہنی ہے پلیز ذرا جلدی کہیں۔" وہ خاصے گھبرائے ہوئے انداز میں بعجلت بولی۔

"ایکچوئیلی میں آپ کی دوست کو سمجھا رہا تھا کہ مجھے کال مت کیا کریں یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ آپ بھی انہیں سمجھائیں۔"

نظم

ذرا اداس ہوں
لیکن
ذرا مسرور بھی ہوں
تمہارے پاس ہوں شاید
شاید......
دور بھی ہوں
یوں پتھریلے رستوں پر چلنا شوق نہیں میرا
کچھ معاملہ چاہت کا ہے
کچھ مجبور بھی ہوں
محبت ہو گئی تم سے بس یہی خطا ہے میری
چلو مانا کہ مجبور ہوں میں
مگر......
بے قصور بھی ہوں

عروشہ شہوار رفیع...... کالا گوجراں

"میں اسے سمجھاؤں گی مگر آپ بھی اس چیز کا احساس کر لیں کہ تالی کبھی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔"

"چلیں منزہ۔" وہ ایک بار پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔ تبھی ویٹر ان کی ٹیبل پر کھڑا ہو کر آرڈر سرو کرنے لگا تھا۔

"آپ لوگ کچھ کھائیں پھر اس کے بعد چلے جایئے گا۔"

"نہیں ٹھیک ہے۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" کاشی کی براہ راست مخاطب وہی تھی۔ لہٰذا معذرت کرتے ہوئے منزہ کو چلنے کا اشارہ کیا۔

"اب انہوں نے اتنا کچھ منگوایا ہے تو برا لگے گا......"

"منزہ تم چل رہی ہو یا میں اکیلی چلی جاؤں ہاسٹل۔" اب کے اس نے ساری شائستگی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انتہائی کڑے تیوروں کے ساتھ منزہ سے پوچھا۔

"چلیں میں آپ لوگوں کو چھوڑ آتا ہوں۔" اس سے پہلے کہ منزہ مزید اصرار کرتی کاشی فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کاؤنٹر پہ پے منٹ کرنے کے لیے بڑھ گیا۔ وہ دونوں باہر آ گئیں۔ علیزے نے سامنے سے گزرتی

ٹیکسی کو روکا اور تیزی سے گھس گئی ناچار منزہ کو بھی اس کی تقلید کرنا پڑی تھی۔

"میں نے تم جیسی گھٹیا لڑکی آج تک نہیں دیکھی۔ کہنے کو تو میں نے کہہ دیا تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ مگر اس تالی میں تمہاری جیسی لڑکی کا ہاتھ ہو تو بج ہی جاتی ہے یا اپنے منہ پر یا دوسرے کے منہ پر۔" ہاسٹل میں آکر اس نے منزہ کو کتنی جھلوائیں سنائی تھیں مگر منزہ کو صرف اس بات کی ٹینشن تھی کیا تھا اگر وہ کاشی کی گاڑی میں آجاتی 'بھلا کیا سوچ رہا ہوگا کتنی بیک ورڈ لڑکیاں ہیں۔

اور اس کو تب جاکر اطمینان ہوا جب کاشی نے کال کرکے ان کے خیریت سے ہاسٹل پہنچنے کی بابت دریافت کیا۔

"بھئی عجیب دوست ہے آپ کی جیسے میں اسے کھا ہی جاؤں گا۔" کاشی نے برا ماننے والے انداز میں کہا۔

"ارے نہیں...... کاشی...... میں نے اسے بتایا نہیں تھا میں تو اسے ڈاکٹر کے پاس جانے کا بہانہ کرکے لے آئی تھی۔ یہ ایسی ہی ہے دراصل خاصی بیک ورڈ فیملی سے بی لانگ کرتی ہے نا۔" منزہ نے اس کی صفائی دیتے ہوئے وضاحت کی۔

"اچھا...... کس فیملی سے تعلق ہے؟"

"تمہیں کچھ اندازہ ہے کاشی نے تمہاری اس حرکت کو کتنا مائنڈ کیا ہے۔" منزہ سوجھے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کے پاس چلی آئی۔

"کاشی جائے بھاڑ میں...... تم نے میرے ساتھ کتنا دھوکہ کیا ہے لعنت ہے تمہاری دوستی پر۔" علیزے پہلے ہی خار کھائے ہوئے بیٹھی تھی۔ نتیجتاً دونوں کے درمیان خاصی جھڑپ چھڑ گئی تھی۔

اس روز کے بعد ان دونوں میں شدید کھنچاؤ پیدا ہوگیا تھا یوں بھی ڈیٹ شیٹ آچکی تھی۔ اسٹوڈنٹس ہاسٹل کے کونے کھدروں میں سر گھسیڑے رہتیں' آخری پیپر سے ایک روز پہلے منزہ اسے گراؤنڈ کے اندھیرے گوشے میں سسکتی ہوئی ملی تھی۔

"کیا ہوا ہے منزہ کیوں رو رہی ہو؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ پوچھ بیٹھی۔

"کاشی مجھ سے جان چھڑانے کے چکروں میں ہے۔ میری کال اٹینڈ نہیں کرتا' کبھی میسج کا جواب نہیں دیتا' اور آج تو خاصے روڈلی انداز میں کہہ دیا آپ کب تک یوں وقت بے وقت میرا اور اپنا ٹائم ضائع کرتی رہیں گی۔"

"تو اس بے چارے نے کیا غلط کیا ہے؟" علیزے نے انتہائی سنجیدگی سے سوال کیا۔

❀......❀......❀

ڈھولک کی تھاپ اور سکھیوں کے سنگیت میں اسے خود بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کے ہاتھوں پر شوکت نیازی کے نام کی مہندی رچ چکی ہے۔ اے ایس پی طارق ان کے آنگن کی بیری پر پڑنے والا وہ پہلا پتھر تھا جس کو اس کی ماما نے سنجیدگی سے لیا تھا کیونکہ اب اس کی تعلیم مکمل ہونے والی تھی اور اس کے ساتھ چند ایک پرپوزل جو حلقہ احباب سے موجود تھے ان میں سے ایک کو استخارے کے بعد فائنل کردیا تھا۔ اے ایس پی طارق کے گھر والوں کی خاموشی اگرچہ چند ہفتے علیزے کو ڈسٹرب کرتی رہی۔ مگر ماما کو اس کی کوئی خاص پروا نہ تھی کیونکہ اس طرح علیزے کو دوسرے شہر جانا پڑتا' بلکہ بقول ان کے شہر شہر دربدر ہونا پڑتا' شوکت نیازی بینک آفیسر تھا اور انہی کے شہر سے تعلق رکھتا تھا۔ علیزے کو بھی والدین کے انتخاب پر کوئی اعتراض نہ تھا مگر اس کا مسئلہ کچھ کرتے اپنا مقام بنانے اور زندگی میں خود کو منوانے کا تھا جس کے لیے اس نے تعلیم پر بھرپور توجہ دی تھی۔ مگر ماما نے اس کے اعتراض پر ڈپٹ دیا بھلا وہاں کیا پابندی ہوگی۔ بہت اچھے اور سلجھے ہوئے لوگ ہیں۔ وہاں اپنے سارے شوق پورے کرنا۔" اور علیزے بے دلی سے خاموش ہوگئی تھی۔

سیج کے وسط میں بیٹھی وہ مطمئن کمرے کی ڈیکوریشن اور سیٹنگ کو سراہ رہی تھی جو موصوف کی پسند کے عین مطابق کی گئی تھی۔ ذوق تو اچھا ہے پتہ نہیں محترم خود کیسے ہوں گے۔

چونکہ شادی ایگزامز کے بعد ایک ماہ کے نوٹس پر رکھی گئی تھی۔ لہٰذا صرف رسم کے طور پر اس کی ساس نے انگوٹھی اور چند ہزار روپے دے کر علیزے کو بیٹے کے نام کرالیا تھا۔ اس کے بعد بھی کوئی ایسا خوش گوار اتفاق نہیں ہوا کہ وہ اسے دیکھ لیتی۔ سونی سنائی تک ہی تک بندی کی تھی۔

دروازے پر کھٹکا ہوا تو اعتماد سے بیٹھی دلہن کی نظریں خود بخود جھک گئیں مگر سلام کا جواب دیتے ہوئے اس نے ذرا سا بے ساختہ نظریں اٹھائیں تو جھٹکنے سے انکاری ہوگئیں۔

شوکت نیازی کے چہرے پر محظوظ کردینے والی مسکراہٹ تھی اور علیزے وہ بھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکی تھی کہ اس کا سامنا زندگی میں اس شخص سے کسی ایسی حیثیت میں ہوجائے گا۔

"اب اس طرح تو مت دیکھیں! مانا کہ میں تھوڑی ڈینجرس لک دیتا ہوں لیکن تھوڑا ہینڈسم بھی تو ہوں۔" اپنے انجوائنگ ایکسپریشن کے ساتھ وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

دوسری طرف علیزے کے چہرے پر کیا کچھ نہیں تھا۔ صدمہ، پریشانی، حیرت یا پھر کوئی ایسا تاثر جس کی وضاحت کے لیے کوئی لفظ ایجاد نہ ہوا ہو۔ وہ ساکت بیٹھی سوچ رہی تھی۔ کتنا اچھا ہوتا اگر وہ ماما کی بات مان لیتی، جنہوں نے اسے بار بار کہا تھا کہ وہ شوکت کو کھانے پر بلالیں گی اگر وہ دیکھنا یا ملنا چاہے، مگر ماما کے سامنے اسے عجیب سی ہچکچاہٹ گھیر لیتی تھی۔ ویسے بھی جب فیصلہ والدین پر چھوڑ دیا تو نصیب......

اسے مہندی کی رات جس لڑکے کو دیکھ کر بار بار کچھ کلک کررہا تھا وہ کیا تھا؟ آج اسے سمجھ آیا تھا اپنی کزن سے پوچھنے پر پتہ چلا تھا وہ شوکت کا چھوٹا بھائی اشفاق نیازی تھا۔ اس کی شکل شوکت سے ملتی تھی۔ بس اس کالج بوائے کی صورت میں معصومیت تھی اور...... اسے اس روز یوں لگ رہا تھا جیسے کچھ یاد آتے آتے یاد نہیں آ رہا......!

"آپ تو یوں بیٹھی ہیں جیسے خدانخواستہ آپ کا بہت بڑا نقصان ہوگیا ہو۔" وہ چینج کرکے فریش ہوکر واپس آیا تو

> **ڈائری**
>
> کل رات
> کھوئی تھیں اس کی
> یادیں نظروں میں
> پھر
> محبت......
> ڈائری میں زینت قرطاس کردی......!
>
> علمہ اشمشاد حسین...... کورنگی، کراچی

وہ ہنوز اسی پوزیشن میں براجمان تھی۔

"کیا ہوا علیزے بی ریلیکس......" شوکت نے اس کے دونوں ہاتھ گرم جوشی سے دبا کر تسلی دی۔

"آپ...... آپ تو کاشی......؟" اس کی صورت روہانسی دیکھ کر ایک بار پھر شوکت کو ہنسی آئی مگر وہ ضبط کرگیا۔

اگر میں کاشی ہوں تو اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے؟" علیزے کو سمجھ نہ آیا وہ اس بات کا کیا جواب دے، چینج کرتے ہوئے وہ مختلف وسوسوں میں گھری تھی۔

منزہ کتنی فضول حرکتیں کرتی رہی اور میں اس کی دوست ہوں۔ ہوٹل میں بھی اس کے ساتھ تھی۔ اتنے روایتی خاندان کا یہ شخص؟ میرا امپریشن اس پر کیا ہوگا؟ وہ واپس کمرے میں آئی تو شوکت صوفے پر بیٹھا اطمینان سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے نیم دراز تھا۔ وہ بیڈ کے کونے پر ٹک گئی تو وہ اس کے پاس آن بیٹھا تھا۔

"علیزے میں آپ کی پریشانی کی وجہ جان سکتا ہوں؟" اس کے سوال پر علیزے سر جھکا کر کچھ دیر سوچتی رہی، اس کے انداز سے اس کا حوصلہ بحال ہورہا تھا۔

"آپ مجھے کیسا سمجھتے ہیں؟"

"اچھا سوال ہے جسے ہم اچھا نہ سمجھتے ہوں اسے اپنے گھر میں ملازمہ بھی نہیں رکھتے۔ ویسے میں آپ کو کیسا سمجھتا ہوں اس کا جواب ذرا فرصت طلب ہے۔" استحقاق سے فاصلے مٹاتے ہوئے وہ گمبھیر انداز میں کہہ رہا تھا۔

اس کے تمام تر خدشات شوکت نیازی کے بے باکانہ جذبوں اور والہانہ شدتوں کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئے تھے۔ وہ واقعی بہت ڈیسنٹ عادات کا مالک تھا۔ سوائے اس کے کہ اس نے ایک کتیا پال رکھی تھی اور شکار کا خاصا شوقین تھا۔ اس نے یہ بتا کر علیزے کو معتبر کردیا تھا کہ کچھ منزہ سے کرید لگا کر اور بقیہ معلومات اس کے بارے میں حاصل کرکے اس نے خود اپنے بابا مکرم نیازی سے بات کی تھی اور بندوق ان کے کندھوں پر رکھ کر بری الذمہ ہوگیا تھا۔ اس کی تمام فیملی یہی سمجھتی تھی کہ علیزے کو مکرم نیازی نے بطور بہو منتخب کیا تھا۔ جہاں تک منزہ کا تعلق تھا اس کے بارے میں شوکت نے صرف ایک دفعہ بات کی تھی اگر وہ میرے نزدیک ذرا بھی اہمیت رکھتی تو تمہاری جگہ موجود ہوتی۔ شروع میں جس طرح وہ میرے بارے میں ایک ایک بات جانتی تھی میں یہ سوچ کر حیران ہوتا کہ آخر میرے خاندان کی کون سی لڑکی ہے جو اتنی گری ہوئی حرکتیں کررہی تھی اور بعد میں اس امید پر اسے ملنے گیا تھا کہ شاید تم نظر آجاؤ ایسا نہ ہو بعد میں تمہارے دھوکے میں کسی اور کو گھر لے آؤں۔"

"مجھے آپ کی بات پر قطعاً یقین نہیں ہے الو نہ بنائیں۔" علیزے نے اٹھلا کر کہا مگر اسے شوکت کے حرف حرف پر یقین آگیا تھا۔

ایگزامز سے فارغ ہوتے ہی اس نے دو تین جگہوں پر جاب کے لیے اپلائی کردیا تھا۔ شادی کے دو ماہ بعد اسے ایک کمپنی کی جانب سے میڈیا ایڈوائزر کی جاب کے لیے انٹرویو کا لیٹر ملا جو ماما نے اس کے گھر بھجوادیا تھا۔ وہ خاصی ایکسائٹمنٹ سے ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی۔

"کیا ہے؟" شوکت آفس سے واپس آیا اور اس کے ہاتھ سے لیٹر لے کر دیکھنے لگا تھا۔

"یہ بہت اچھی کمپنی ہے اور اس کی....." اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے شوکت نے لیٹر پھاڑ کر اس کے تین چار پرزے کیے اور یہ کہتے ہوئے واش روم میں چلا گیا۔

"چائے لادیں بہت تھک گیا ہوں۔" وہ فریش ہو کر نکلا تو وہ ساکت بیٹھی تھی۔

"آپ نے لیٹر کیوں پھاڑا؟"

"اب تم اس طرح کی کمپنیوں میں جاب کے نام پر دھکے کھاؤ گی۔"

"آپ کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔" وہ چبا چبا کر کہہ رہی تھی۔ جس خاندان سے اس کا تعلق تھا وہاں ہر بات اور ہر قدم گھر کے مردوں کی رضامندی سے اٹھایا جاتا تھا اور ایسے ماحول میں پرورش پانے والی علیزے جانتی تھی کہ اس کا جاب کرنا شوکت کے حسب منشا قطعاً نہیں ہے مگر اس کے بلند مقاصد اسے بغاوت اور ضد پر اکسا رہے تھے۔ اس نے سرتوڑ کوشش کر ڈالی۔ وہ لڑ جھگڑ کر بیگ اٹھا کر میکے چلی آئی تھی۔ ماما کو اس کی ضد سراسر بے وقوفی لگ رہی تھی سا گلے ہی ہفتے اسے مکرم نیازی لینے آگئے۔

"بیٹے یہ کیا طریقہ ہے جو بھی ایشو ہے اس کو گھر میں نمٹائیں چلیں جلدی سے واپس گھر۔" وہ کچھ عجلت میں تھے یا پھر خواہ مخواہ اسے اٹھانے کے لیے شو کررہے تھے۔ وہ کئی بزنس میں شیئر ہولڈر تھے۔ سو بزی تو رہتے تھے۔ ماما کے آنکھیں دکھانے پر وہ ان کے ساتھ چل دی۔

"بابا اپنے لاڈلے کو بتا دیجیے گا میں نے ہر صورت جاب کرنی ہے۔" اس نے راستے میں بابا سے کہا۔

"بھئی یہ تو آپ کا اور اس کا پرسنل میٹر ہے۔ میں اس میں کس طرح انٹرفیئر کرسکتا ہوں۔" انہوں نے لاچارگی ظاہر کی صرف یہی نہیں بلکہ اس کی ساس کا بھی یہی موقف تھا اور ماما نے تو پہلے ہی دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا تھا جو شوہر کہے وہی کرو اس سے پنگا لے کر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

"آپ نے تو کہا تھا جاب پر پابندی نہیں ہوگی اتنے اچھے لوگ ہیں؟" اس نے ان کی بات یاد دلائی۔

"میری بات کون سی پتھر کی لکیر ہے اور ویسے بھی مجھے اب یاد نہیں کیا کہا تھا۔" انہوں نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لی تھیں۔

شوکت کا بینک کافی دور تھا وہ لنچ پر گھر نہیں آتا تھا مگر بابا

سے علیزے کی واپسی کا سن کر لنچ پر گھر چلا آیا تھا۔ "اتنے اچھے لوگ اتنے دنوں بعد لوٹے ہیں اس لیے میں بھاگا چلا آیا۔" سوچ ہوئے چہرے کے ساتھ ٹیبل پر ڈشز رکھتی علیزے کو سکر لگاتے ہوئے وہ ماں کو بتا رہا تھا۔

"بابا نے مجھے اجازت دی ہے کہ میں جاب کر سکتی ہوں۔ جبھی واپسی آئی ہوں یہ یاد رکھیے گا۔" علیزے نے کمرے میں آ کر کہا تو وہ پریشان نظر آنے لگا۔ اگرچہ وہ جانتا تھا بابا اس معاملے سے لاتعلق ہیں مگر پریشانی اس بات کی تھی کہ علیزے اپنی ضد پر قائم تھی۔

"بابا تمہیں اجازت کیوں دیں گے؟ اپنی بیوی کو دینی امیدوں غیروں کے ساتھ جاب کرنے کی۔" وہ خود پر مصنوعی بشاشت پیدا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ "میری بیوی کو کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ جو باہر جا کر خوار ہوتی پھرے۔"

"ہر کام زندگی میں مادی ضروریات کے لیے نہیں کیا جاتا۔" وہ بیگ سے کپڑے نکالتے ہوئے مڑ کر اس سے مخاطب ہوئی۔ میرے کچھ خواب ہیں جن کو اچیو کرنے کے لیے میں چھ سال گھر سے باہر ہاسٹل میں خوار ہوئی اس لیے کہ ایک بہترین کالج میں پڑھ سکوں۔ آپ اپنی فضول ضد کی وجہ سے ان میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔" اس کی بحث لاحاصل رہی۔ اس کا جھگڑنا روٹھنا سب بے کار جاتا رہا۔ وہ پریشان ہوتا ہوا بے بسی سے اسے دیکھتا۔ اس کا موڈ آف ہونے پر اداس ہو جاتا۔ اسے بہلاتا' مگر پھر سے سمجھانے لگ جاتا۔ وہ اپنی بات پر اتنی سختی سے قائم تھا کہ علیزے حیران ہونے لگی۔ "آپ ایسا اس لیے کر رہے ہیں کہ میں منزہ کے ساتھ ہوٹل گئی تھی۔ بہت غور و فکر کے بعد اس نے ایک روز سوال کر ڈالا تھا۔ جواباً وہ کچھ تذبذب کی کیفیت میں اسے دیکھتا رہا۔

"ہاں..." اس کے یک لفظی جواب نے علیزے پر حیرت کا پہاڑ توڑ دیا تھا۔

"اس کا مطلب ہوا آپ مجھے خراب کردار کا سمجھتے ہیں۔ جبکہ آپ خود..... خود کیسے ہیں مسٹر شوکت نیازی؟ میں سب کو آپ کی حقیقت بتاؤں گی یہ تو میں ہوں کہ وہ

جنم دن مبارک ہو

دعاؤں کے جزیروں سے
عطاؤں کی عنایت تک
ہوا کو ہم گواہ رکھ کر
یہ دعا کرتے ہیں
تیری پاکیزگی ہر دم
تیرے بختوں میں ڈھل جائے
دیے روشن امیدوں کے
ہمیشہ چاند سے چمکیں
تمہیں سورج کی کرنوں میں
طلوع صبح مبارک ہو
نیا ہر دن مبارک ہو
اور سب سے بڑھ کر اے آنچل
جنم دن مبارک ہو

فریحہ شبیر..... شاہ نکدر

سب برداشت کرلیا' کوئی اور لڑکی ہوتی تو آپ کا جینا حرام کردیتی۔" وہ ہسٹریک ہونے لگی تھی۔

شوکت نے لب بھینچتے ہوئے سختی سے اس کا بازو پکڑا۔

"کیا بتاؤ گی اور تم کیا بتاؤ گی؟ میں خود سب کچھ بتادوں گا۔ مجھے یہ بتانے میں کوئی پرابلم نہیں کہ وہ لڑکی مجھے فون کرتی تھی۔ میرے بارے میں ساری انفارمیشن مجھے دیتی تھی۔ کیا تم یہ بتانا گوارہ کرو گی کہ تم ہوٹل میں اس کے ساتھ مجھے ملنے آئی تھیں۔" اس کی آخری بات نے علیزے کا حوصلہ پست کر ڈالا تھا۔ اگر ممی کی ساس نندوں کو پتہ چلے تو کیا سوچیں گی ہوٹلوں میں پھر سے اڑا کر وہ شوکت کی زندگی میں داخل ہوئی تھی بات سے بتنگڑ بننے میں بھلا فاصلہ ہی کتنا ہوتا ہے۔ اس کے پست انداز کو محسوس کرکے وہ خود بھی نارمل ہو گیا۔

"تم ہی دیکھو علیزے نہ رات گھر سے باہر گزار آؤں تو بس دیر ہوگئی تھی اور تم گھر سے باہر گزار لو تو تم برباد ہو گئیں۔" اس کی خاموشی پر وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

"آپ مجھے غلط تو سمجھتے ہیں نا؟" اس نے

تصدیق چاہی۔

"یہ بات نہیں ہے بے وقوف لڑکی۔ ہم اپنی ملازماؤں کو دیکھ کر نظریں جھکا لیتے ہیں۔ رخ موڑ لیتے ہیں۔ ایسی لڑکی کو زندگی میں کیسے شامل کر سکتے ہیں' جسے غلط سمجھیں۔ مگر اس واقعے سے ایک بات مجھے سمجھ آئی ضروری نہیں کہ ہم غلط ہوں تو غلط کریں۔ بعض اوقات لوگ انجانے میں ہمیں غلط استعمال کر لیتے ہیں' جیسے میں نے تمہیں اس لیے نہیں بلوایا تھا کہ تمہاری دوست کے بارے میں بات کرنی ہے میں تمہیں دیکھنا چاہتا تھا تم ایکسپلائٹ ہوئیں کچھ میری طرف سے کچھ اپنی دوست کے ہاتھوں۔"

"ایسا کرو تم کوئی ایجوکیشنل انسٹیٹیوٹ کھول لو۔" کچھ سوچ کر اس نے مشورہ دیا۔

"جی نہیں مجھے بزنس نہیں کرنا جاب کرنی ہے۔"

"اچھا..... پھر کچھ اور سوچتے ہیں....." اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھرنے لگی۔

"میں ایجوکیشنل انسٹیٹیوٹ اوپن کرتا ہوں تم وہاں جاب کر لینا۔"

"لعنت بھیجتی ہوں میں آپ کی جاب پر......" وہ غصے سے کہتے ہوئے باہر نکلی تو اپنے پیچھے اسے شوکت کا قہقہہ سنائی دیا۔

انہی دنوں جب وہ اپنے اصرار سے تھکنے لگی تھی' ڈاکٹر نے اسے ایک ہدایت نامہ تھما دیا اور شوکت کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اس کو یوں لگ رہا تھا شاید وہ اس لیے بھی خوش ہے کہ اب اس کا جاب کا پروگرام کینسل ہو سکے گا۔

مگر شوکت کے کچھ کہنے سے پہلے ہی مسز مکرم نیازی بیچ میں تشریف لے آئیں' جن سے علیزے کو اس دشمنی کی قطعی امید نہیں تھی۔

"بیٹا جی کچھ عرصے کے لیے یہ جاب وغیرہ کی ٹینشن تو بالکل نہیں لینی فی الحال تو یہ ممکن نہیں' چلو بعد میں کوئی اچھی جاب پتہ چلی تو میں کاشی سے کہہ کر آپ کو اجازت دلوانے کی کوشش کروں گی۔" انہوں نے اسے بہلاتے ہوئے شوکت کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ "اس وقت تو آپ کا اچھی خوراک کے ساتھ ٹینشن فری ہونا بھی ضروری ہے۔ ہمارے گھر میں رونق ہو جائے اللہ کے فضل سے پھر یہ جاب وغیرہ بھی دیکھ لیں گے۔"

ننھے اکرام نیازی کی آمد کے ساتھ ہی علیزے خان مر گئی یا یوں کہنا چاہیے اس کے خواب' آئیڈیلز جو اپنی ذات کے بارے میں تھے دفن ہو گئے' بس ایک ماں پیدا ہو گئی' ننھے وجود سے جڑے ہزاروں توجہ طلب امور اس کی پیاری سی آواز میں چہک کر ماما کہنا اس کا ننھے ننھے قدم اٹھا کر چلنا پھر گرنا اور پھر دوڑنے لگ جانا تو علیزے کے قابو میں نہ آنا' اس کو گھنٹی کا ناچ نچا کر رکھ دیتا' وہ فیڈر کے ساتھ وائپر اٹھا کر اس کے پیچھے ہوتی اور وہ دادا کے پیچھے چھپ کر کھلکھلاتا ماں کی بے بسی کا گویا مذاق اڑاتا' جب اس کا نرسری اسکول میں ایڈمیشن ہوا تو ان ڈھائی سالوں میں وہ ٹیپیکل ہاؤس وائف کا روپ دھار چکی تھی۔ مسز مکرم نیازی نے بہت سے معاملات اس کے سپرد کر دیے تھے۔ اب کچھ وقت کی گنجائش نکل سکتی تھی' مگر علیزے نے رونے سے چپ لگی جانی۔

زندگی میں کوئی کمی نہ تھی۔ روپے پیسے کی فراوانی کے ساتھ اسے ایک بے حد چاہنے والا شریک سفر ملا تھا۔ مگر بھی کبھار کوئی کسک جاگ اٹھتی' جب وہ کسی پروفیشنل خاتون کو بہترین لائف گزارتے ہوئے دیکھتی' کسی فیس پروفیشنل لیڈی کا انٹرویو پڑھتی یا کسی فورم پر بولتے ہوئے کسی پریڈ میں فورسز کی خواتین کو دیکھتی۔

جیسے کچھ نہ ہوتے ہوئے کچھ ہو
یا سب کچھ ہوتے ہوئے کوئی کمی ہو

جس نے تیری آنکھوں میں شرارت نہیں دیکھی
وہ لاکھ کہے اس نے محبت نہیں دیکھی
آئینہ تجھے دیکھ کر گلزار ہوا تھا
شاید تیری آنکھوں نے وہ رنگت نہیں دیکھی

وہ چھ برس کی تھی نیلوفر خالہ اپنے شوہر اور بیٹے کے ساتھ ان کے گھر آئی تھیں۔ وہ انہیں بہت پیاری لگی تھیں؛ امی جی کے برعکس وہ زیادہ حسین اور ہنس مکھ تھیں اسے گود میں لیے چٹاچٹ پیار کرتے ہوئے اپنے بیگ میں سے ڈھیروں چاکلیٹس نکال کر اسے دی تھیں۔ اس کے اور ماریہ کے لیے بہت سارے گفٹس بھی لائی تھیں۔ انہی تحائف میں ایک سبز آنکھوں والی خوب صورت سی گڑیا بھی تھی۔ اسے سارے گفٹس میں یہی گڑیا سب سے زیادہ پسند آئی تھی جو وہ ہمیشہ اپنے پاس رکھنے کی عادی تھی۔ دوسری بار نیلی خالہ تب آئیں جب وہ آٹھ سال کی تھی۔ تب زیدی انکل ان کے ساتھ نہیں تھے۔ صرف عبداللہ تھا۔ اس نے نوٹ کیا کہ نیلی آنٹی پہلے کی طرح ہنس بول نہیں رہی تھیں۔ وہ کمزور لگ رہی تھیں اور ان کی آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے بھی تھے۔ عبداللہ بہت شرارتی اور باتونی بچہ تھا مگر وہ بھی چپ چاپ سا لگ رہا تھا۔ نیلی آنٹی کی باتوں سے اسے پتہ چلا کہ زیدی انکل اب دنیا میں نہیں رہے تھے۔ اسے عجیب سا لگا تھا۔ کسی کے دنیا سے چلے جانے کا غم کیا ہوتا ہے وہ اتنی چھوٹی تھی کہ محسوس نہیں کرسکتی تھی اور محسوس کر بھی لیتی تو بیان نہیں کرسکتی تھی۔ زیدی انکل اسے یاد تھے وہ بہت خوب صورت اونچے لمبے اور ہنس مکھ ہونے کے باوجود اسے ناپسند تھے اسے ان کے ساتھ اپنی پہلی ملاقات یاد آئی جب وہ پاپا جی کی انگلی تھامے پانی کی بوتل گلے میں لٹکائے لالی پاپ کھاتے ہوئے داخل ہوئی تھی۔ ماریا اس سے پہلے ہی بھاگتی دوڑتی اندر جاچکی تھی۔ وہ پاپا جی سے اپنے کسی من پسند کھلونے کو خریدنے کی فرمائش کررہی تھی اور نہ صرف فرمائش بلکہ وہ کھلونا دلوانے پر بضد تھی۔ پاپا جی اس سے وعدہ کررہے تھے۔

"تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے گھر میں......" وہ گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے بولے۔

"اچھا کیا...... کیا ٹیڈی؟" وہ اشتیاق سے پوچھنے لگی اور پھر خود ہی بوجھنے لگی۔

"نہیں...... اس سے بھی اچھا۔" فیضان علی مسکرائے۔

"اس سے بھی اچھا!" وہ سوچ میں پڑ گئی ٹیڈی سے اچھی تو ڈول ہوسکتی ہے۔ اس نے خود ہی اندازہ لگایا اور جب وہ لاؤنج میں آئی تو نیلی آنکھوں اور سیاہ گھنگھریالے بالوں والی گوری چٹی حسین سی جیتی جاگتی گڑیا کو دیکھا۔

"تمہاری نیلی خالہ۔" فیضان علی نے جھک کر اس کے کان میں کہا۔ نیلی خالہ کو وہ تصویروں میں دیکھ چکی تھی اور وہ اپنی خوب صورتی کی وجہ سے اسے بہت پسند تھیں۔ وہ انہیں دیکھ کر حیرت سے تکتی نیلوفر سمیہ اور فاطمہ کے ساتھ ہنس ہنس کر گپیں ماررہی تھیں۔ ہنستے ہوئے ان کے انار کے دانوں کی طرح سفید دانت موتیوں کی طرح جگمگا رہے تھے۔ ان کی نیلی آنکھوں کی وجہ سے شاید نانی نے ان کا نام نیلوفر رکھا تھا۔ ان کے برابر ہی صوفے پر بے حد حسین مرد بیٹھا تھا۔ وہ اتنا خوب صورت تھا کہ نیلی خالہ کے ساتھ نہایت ہی ہم آہنگ لگ رہا تھا۔ دوسرے صوفے پر ایک صحت مند سرخ وسپید بچہ بیٹھا ہوا تھا جو کہ ماریہ کا ہم عمر لگ رہا تھا۔ یہ عبداللہ تھا نیلی خالہ اور زیدی

انکل کا اکلوتا بیٹا اور جتنا خوب صورت یہ کپل تھا اتنا ہی حسین ان کا بیٹا بھی۔ وہ وہیں ٹھٹک کر تینوں کو دیکھنے لگی۔

"ارے..... حور..... یہ حوریہ ہے نا؟" نیلی خالہ کی نظر اس پر پڑی تو چونکیں۔

"جی آپا! آؤ حور! اپنی نیلی خالہ سے ملو۔" سمیہ نے ہاتھ کے اشارے سے بیٹی کو بلایا۔ اس نے پاپا کی طرف دیکھا۔ انہوں نے مسکرا کر اسے جانے کا اشارہ کیا' حوریہ جھجکتی شرماتی نیلوفر کی طرف بڑھی۔

"مائی گڈنیس' سمی! یہ تو جیتی جاگتی گڑیا ہے۔ جو تصویریں تم نے میل کی تھیں وہ تو کچھ بھی نہیں۔ ادھر آؤ حور جانی! اپنی خالہ کے پاس آؤ۔" انہوں نے اپنی باہیں پھیلا دیں۔ وہ ان کی باہوں کی شفقت میں سما گئی۔ نیلی خالہ بہت حسن پرست تھیں اور حوریہ تو حسن کا جیتا جاگتا شاہکار تھی۔ اس کے نین نقش نیلوفر کی طرح تھے مگر بال اور بالوں کی رنگت نانی کی طرح تھی۔ وہ بھوری آنکھوں پر گھنی پلکوں کی جھالر' موتی کی طرح رنگت' بے حد تیکھے نین نقوش' ریشمی سرخی مائل سنہری بال' اس پر سمیہ جو ڈریسنگ اسے کراتی تھیں وہ نہایت خوب صورت لگتی تھی۔

"ممّا! شی از لائیک اے ڈول۔" عبداللہ نے ماں کو مخاطب کیا مگر دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"یس مائی ڈارلنگ! شی از....." وہ محبت سے بولیں۔

"ممّا! ڈارلنگ آپ نے کس کو کہا مجھے یا حور کو.....؟" عبداللہ نے شرارتی انداز میں پوچھا۔ وہ بے حد خود اعتماد اور بولڈ بچہ تھا سبھی مسکرا دیے۔

"ماشاء اللہ! عبداللہ بہت حاضر دماغ ہے۔" سمیہ نے محبت سے بھانجے کو دیکھا۔

"یہاں آؤ ہمارے پاس گڑیا....." انکل زیدی نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا تھا۔ اسے ان کا لمس اچھا نہیں لگا تھا۔ وہ کسمسائی اور خود کو چھڑانے کی کوشش کی۔ انکل زیدی نے اس کے گال کو چوم کر اسے چھوڑ دیا۔ وہ ناگواری سے اپنے گال صاف کرتے ہوئے پاپا جی کی گود میں چھپ گئی۔ اسے نجانے کیوں زیدی انکل کا لمس' ان کی نظر ان کا پیار' سب بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔ نیلوفر' سمیہ سے چار پانچ سال بڑی تھیں۔ ان کی شادی لندن میں ہوئی تھی۔ حسن زیدی لندن ہی میں رہتے تھے وہاں ان کی بہت اچھی جاب تھی' عبداللہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ وہ لوگ شادی کے بعد پہلی مرتبہ پاکستان آئے تھے۔ زیدی انکل کی لاہور میں بہن کی بیٹی کی شادی تھی انہوں نے ایک دن رک کر لاہور چلے جانا تھا۔

"حور! جاؤ بیٹا یونی فارم چینج کرو۔" سمیہ نے کہا اور ساتھ ہی سب کو کولڈ ڈرنکس سرو کرتی ملازمہ کو اشارہ کیا۔

"پینو! جاؤ حور کے کپڑے نکال دو۔" حوریہ پینو کے ساتھ اپنے بیڈروم کی طرف بڑھ گئی۔

"سمیہ! آپ کی بیٹی بہت پریٹی ہے۔" حسن زیدی نے ایک نظر جاتی ہوئی حوریہ کی پشت پر ڈالی اور کہا۔

"تھینکس زیدی بھائی! بس اللہ نصیب اچھے کرے۔" وہ مسکرا کر ممتا بھرے انداز میں بولیں۔

"ہاں جی! شکل اچھی ہونے سے کیا ہوتا ہے نصیب اچھے ہونے چاہیے۔ نصیب اچھے ہوں تو بڑی بڑی عام شکل وصورت کی لڑکیاں شہزادیوں جیسی زندگی گزارتی ہیں' ورنہ تو پری چہرے بھی حالات کی دھول مٹی میں اٹ کر پھیکے پڑ جاتے ہیں۔" نیلوفر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"لیکن آپ کیوں ایسا کہہ رہی ہیں؟ آپ تو پری چہرہ بھی ہیں اور اچھے مقدر والی بھی' آپ کو ہم جو ملے۔" حسن زیدی نے مزاحیہ انداز میں کہتے ہوئے بیوی کو گہری نظروں سے دیکھا۔

"جنرل بات کررہی ہوں' آپ پرسنل مت ہوجایئے۔" نیلوفر مسکرائیں۔

"بھائی صاحب آپ کی فیملی کچھ زیادہ مختصر نہیں ہے؟ میرا مطلب ہے کہ عبداللہ اکیلا بور نہیں ہوتا ہوگا؟" سمیہ نے موضوع بدلا۔

"بھئی.....ہم تو چاہتے ہیں کہ فیملی میں کچھ اضافہ ہو' کم از کم کرکٹ ٹیم تو بننی چاہیے مگر آپ کی بہن صاحبہ کو اپنی بیوٹی کا اتنا خیال ہے' کہتی ہیں کہ بچوں کی پیدائش کی وجہ

سے فکر خراب ہوجاتا ہے۔ بھئی ہم تو وہی کرتے ہیں جو یہ کہتی ہیں' کیوں نیلو؟" حسن زیدی نے نیلوفر کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔

"جی ہاں' دراصل ہم دونوں ہی جاب کرتے ہیں' بے بی کے لیے ٹائم نکالنا خاصا وقت طلب کام ہے' سوچ رہی ہوں ایک آدھ سال بعد اپلائی کیا جائے۔" نیلوفر نے سر ہلاتے ہوئے نپے تلے انداز میں جواب دیا۔

"ہاں' بھئی' یہ تو عبداللہ کے ساتھ زیادتی ہوئی ناں' ایک اور بھائی یا بہن تو ہونا چاہیے۔" فاطمہ نے گفتگو میں حصہ لیا۔

"اور تمہیں ضرورت بھی کیا پڑی ہے نوکری کرنے کی؟ بھئی ماشاءاللہ تین ہی تو لوگ ہو' زیدی کی اچھی خاصی ملازمت ہے' گھر کرائے پر اٹھا رکھا ہے پھر سائیڈ بزنس بھی ہے' تم گھر اور بچے کو وقت دو۔ اللہ نے اتنا کچھ دے رکھا ہے' کیا اس میں پورا نہیں پڑتا؟" فاطمہ نے بیٹی سے پوچھا اور دیکھا داماد کی طرف۔

"یہ سو فیصد ان کا اپنا فیصلہ ہے۔ میری طرف سے تو یہ اپنے ہر فیصلے اور عمل کے لیے آزاد ہیں۔" حسن زیدی نے پہلی فرصت میں خود کو کلیئر کرتے ہوئے سارا وزن بیوی پر ڈال دیا۔ نیلوفر نے ایک نظر ان کی طرف دیکھا۔

"پیسوں کی بات نہیں ہے اماں جان! دراصل زیدی سارا دن کام میں بزی ہوتے ہیں' عبداللہ کی بھی اسکولنگ اور اس کے بعد مختلف کلاسز ہوتی ہیں۔ میں سارا دن اکیلی بور ہوجاتی تھی' سوچا کہ جاب کرسکتی ہوں' کچھ وقت گزر جائے گا اور یوں بھی عبداللہ کے اسکول میں ہی جاب کرتی ہوں۔ اس کے ساتھ جاتی ہوں' واپسی اسی کے ساتھ آجاتی ہوں۔ مشکل تو کوئی نہیں ہوتی۔ اب جاب صرف ضرورت کے تحت ہی تو نہیں کی جاتی ہے ناں...... میں نے اپنی ڈگری کو کام میں لانا ضروری سمجھا اور وہاں تو ہر کوئی ہی جاب کرتا ہے' سب آزاد ہیں' وہاں کی لائف اسٹائل اور یہاں کے لائف اسٹائل میں بہت فرق ہے۔" نیلوفر نے ماں کی تسلی کرانا مناسب سمجھا تھا۔

"اچھا سسٹم ہے ناں' پاکستان اور انڈیا میں تو کمانے والے کے ساتھ کولہو کے بیل سے بھی زیادہ برا سلوک کیا جاتا ہے' ایک کمانے والا اور بے شمار لوگ کھانے والے۔ بہت بوجھ ہوتا ہے کمانے والے فرد پر۔" حسن زیدی نے کہا۔

"بھئی ہمیں تو اسی نظام میں تحفظ اور راحت کا احساس ملتا ہے۔ کم از کم ایک اپنائیت' ایک خاندان ہونے کا احساس تو ہوتا ہے۔ اس سسٹم میں یہ تو نہیں لگتا کہ بندہ اپنے ہی گھر اور خاندان میں پے انگ گیسٹ کے طور پر رہ رہا ہے یا سروائیو کررہا ہے۔ فارن کنٹریز میں' انفیکٹ اب تو انڈیا جیسے ملک میں بھی یہی ٹرینڈ چل پڑا ہے۔ فیملی سسٹم کا رواج تو ختم ہی ہوتا جارہا ہے۔" فیضان علی بولے۔

"ہاں اور اس کا نقصان کس قدر ہورہا ہے' خود ہی دیکھ لو۔ گھر ٹوٹتے ہی چلے جارہے ہیں' بچے اپنے کلچر' اپنی ہسٹری سے ناواقف ہیں' یہی رسم و رواج یہی مل جل کر رہنا یہی تو خاندان بناتے ہیں۔ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شمولیت سے ہی جذبے زندگی پاتے ہیں۔ جب سب اپنا اپنا کمائیں اور اپنا اپنا کھائیں کے اصولوں پر چلیں گے تو نہ خاندان رہے گا نہ روایات۔" فاطمہ نے کہا۔

"مگر یہ بھی تو زیادتی ہے ناں کہ ایک اکیلے بندے پر زمانے بھر کا بوجھ ڈال دیا جائے۔" حسن زیدی نے ان کی بات سے اختلاف نہیں کیا مگر اتفاق بھی ظاہر نہیں کیا۔

"ہاں یہ غلط ہے...... حسب توفیق اور حسب ضرورت جو جو کمائی کی راہ پر نکلنا چاہے اسے روکنا نہیں چاہیے۔ بس یہ ضرور دیکھ لینا چاہیے کہ راستہ کون سا ہے اور کس منزل پر پہنچاتا ہے اور اس سے ہمارا خاندان اور گھرانہ بکھرے نہیں۔ کچھ اصول بنا لینے چاہئیں اور ان کو فالو کرنا چاہیے۔" فاطمہ نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"اور جب مرد کمانے کو موجود ہو تو عورتوں کو گھروں میں ہی اپنی مصروفیت ڈھونڈنی چاہیے تاکہ محض وقت گزاری کے لیے کمانے کے راستے پر باہر نکلیں۔" فاطمہ نے نیلوفر کو دیکھا۔

"مگر اماں جان! جب اتنی پڑھائی کرلینے کے بعد اس سے فائدہ نہ اٹھائیں تو ڈگریوں کا فائدہ کیا؟"

نیلوفر نے پوچھا۔

"مرد ڈگری لیتا ہے کہ اچھی ذرائع آمدنی ڈھونڈ پائے اور عورت ڈگری لیتی ہے کہ مستقبل کے لیے بہترین معمار کی تربیت کرکے انہیں معاشرے میں پیش کرے۔ مرد کا علم بھی صرف آمدنی کے حصول کو لے کر محدود نہیں ہونا چاہیے۔ مرد کو اپنی تعلیم سے سیکھنا چاہیے۔"

"مگر بیٹی! عورت کو تو معاشرے کے لیے بہترین انسان کی تراش خراش کرنی ہوتی ہے۔ اچھی تعلیم یافتہ عورت اپنی اولادوں کی بہترین تربیت کرکے ان کے سانچے کو مضبوط بنا سکتی ہے ہمارے معاشرے میں اسی لیے تو اتنے بگاڑ آ گئے ہیں کہ اب بچے کی پہلی درس گاہ ماں کی گود نہیں ملازمہ یا آیا کی گود ہوتی ہے جو کہ ظاہری بات ہے بچے کی کیا تربیت کرے گی کہ وہ خود تربیت کے پیچھے بھی نہیں جاتی۔ اسے تو خود تربیت کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ آپ کے بچے کو کیا سکھا پائے گی۔" فاطمہ نے اپنے تجربات اور سمجھداری کو لفظوں کی شکل دی۔ حسن زیدی ان کی بات پر ماضی کی کھائی میں جا گرے تھے۔

ان کی والدہ ایک پڑھی لکھی خاتون تھیں۔ وہ بزنس وومین تھیں' حسن زیدی اپنے بہن بھائیوں میں سب سے آخری نمبر پر تھے۔ بہن بھائی سب اپنی زندگیوں میں مگن تھے۔ باپ اور ماں کی اپنی مصروفیات تھیں۔ ماں نے پیدائش کے بعد انہیں آیا کی گود میں ڈال دیا اور آیا نے انہیں ماں بن کر نہیں بلکہ آیا بن کر ہی پالا تھا۔ وہ گھنٹوں بھوک سے بلکتے رہتے اور آیا موبائل پر اپنے میل دوستوں کے ساتھ گپوں پر مصروف رہتی۔ جب چھوٹے تھے تو وہ منہ میں فیڈر کی بوتل ٹھونس دیا کرتی تھی۔ ذرا بڑے ہوئے تو ہاتھ میں بسکٹ یا روٹی کا ٹکڑا تھما دیتی تھی۔ سات سال کی عمر میں انہوں نے اپنے بیڈروم میں آیا اور اس کے بوائے فرینڈ کو نہایت قابل اعتراض حالت میں دیکھا تھا۔ ننھا ذہن تھا' غلط عمر میں غلط چیز کو غلط انداز کے ساتھ دیکھا تھا۔ بارہ سال کی عمر میں ان کی اسی آیا نے ان کے ہی بیڈروم میں ان کے ساتھ جنسی تعلقات بنائے تھے اور ان کی ماں کو ہوش ہی نہیں تھا۔ پندرہ سال کی عمر سے وہ باقاعدہ گرل فرینڈز بنانے لگے تھے جن کے ساتھ ان کے ہر طرح کے تعلقات تھے اور انہیں اس بات کی قطعاً کوئی پروا نہیں تھی کہ ان کے گھر والے اس بات کو جان لینے کے بعد کیا اور کس قسم کا ردعمل ظاہر کریں گے۔ ان کی ماں نے نیلوفر کو پاکستان میں کسی فنکشن میں دیکھا تھا۔ انہیں وہ پہلی نظر میں اپنے بیٹے کے لیے پسند آ گئی تھیں۔ لندن میں رہتے ہوئے وہ اپنے بیٹے کے کرتوتوں سے واقف تھیں۔ انہیں اپنے بیٹے کے لیے نیلوفر جیسی مشرقی لڑکی کی ہی ضرورت تھی جو کہ ان کے عیاش بیٹے کا گھر اور نسل سنبھال سکے۔ نہ صرف سنبھالے بلکہ ان کی نسل کی بہترین تربیت کرے۔ نیلوفر بے حد حسین عورت تھیں اور حسن زیدی حسن پرست۔ بظاہر رشتہ بہت اچھا تھا' فاطمہ نے چھان پھٹک کروا کر بڑی بیٹی کے ہاتھ پیلے کر دیے اور نیلوفر حسن زیدی کے ساتھ لندن چلی گئیں۔ یہاں آ کر پہلی رات ہی ان پر حسن زیدی کا پول کھل گیا تھا۔ مگر انہوں نے جھگڑا بڑھانے اور رشتہ توڑنے کے بجائے صبر اور ہمت سے حالات کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔ انہوں نے خود کو ضائع نہیں ہونے دیا اور نہ ہی خود کو تماشہ بنوایا انہوں نے عبداللہ کی پیدائش سے پہلے تک زیدی کو سدھارنے اور سمجھانے کی کوششیں کیں' دو سال بعد جب عبداللہ پیدا ہوا تب انہوں نے حسن زیدی کو سدھارنے کا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا اور پوری توجہ بیٹے کی جانب مبذول کرلی۔ حسن زیدی کو بیٹے سے فطری محبت تھی اور وہ کبھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ عبداللہ کا بچپن ان کی طرح گزرے۔ نیلوفر نے عبداللہ کے لیے کوئی آیا وغیرہ نہیں رکھی تھی' البتہ حسن زیدی نے اس کی سہولت کے لیے ایک ملازمہ کا انتظام کر دیا تھا جو کہ تین گھنٹوں کے لیے آتی تھی' تین گھنٹوں بعد اگر اسے کسی کام کے لیے روکا جاتا تو وہ اس کے ایکسٹرا پیسے چارج کرتی تھی۔ اپنی بہت ساری خامیوں کے باوجود حسن زیدی کو وہ نہیں چھوڑ سکتی تھیں کیونکہ وہ ان کی زندگی میں آنے والا پہلا اور آخری مرد تھا جس سے انہوں نے محبت کی تھی۔ گزرتے وقت کے ساتھ نیلوفر پر ان کی

ذات کی پرتیں کھلتی چلی جارہی تھیں۔ انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ حسن زیدی کونفسیاتی مسائل درپیش ہیں جو کہ بچپن سے تعلق رکھتے ہیں۔ دل کے کسی گوشے میں حسن زیدی کے لیے ہمدردی بھی موجود تھی باوجود ان کی اتنی ساری خرابیوں اور خامیوں کے۔ حسن زیدی کی سب سے بڑی کمزوری شراب نوشی تھی' وہ صرف رات کے وقت ہی ڈرنک کرتے تھے اور جب وہ ڈرنک کے زیراثر ہوتے تو اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھتے تھے۔

"تعلیم یافتہ ہونا تو اچھی بات ہے ہمارے مذہب میں حصول علم کو عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ لیکن اس علم کا صحیح استعمال ہی اس علم کو کارآمد بنا سکتا ہے۔" حسن زیدی چونک کر سوچ سے باہر نکلے۔ انہوں نے اپنی پڑھی لکھی روشن خیال باوقار ساس کو دیکھا۔

"آپ نے بھی تو جاب کی تھی اماں جان۔" وہ بے ساختہ بول پڑے۔

"جی بیٹا مگر وہ مجبوری تھی۔ نیلو کے ابا جی مجھے اور ان دونوں بچیوں کو تنہا چھوڑ کر خالق حقیقی سے جاملے تھے۔ میں نے باپردہ حالت میں کالج میں لیکچررشپ کی تھی۔ کیونکہ مجھے اپنی اور اپنی بیٹیوں کی کفالت باعزت طریقے سے کرنی تھی۔ وہ جاب میری ضرورت تھی' شوق نہیں۔" بہت ہی سلجھے ہوئے انداز میں فاطمہ نے جواب دیا تھا۔

حسن زیدی کو اپنی بے حد ماڈرن ممی کا خیال آگیا۔ وہ بھی بیوہ تھیں مگر وہ فاطمہ کی طرح نہیں تھیں۔ وہ لندن میں اسکرٹ بلاؤز پہنتی تھیں' پارٹیز وغیرہ میں سلیولیس اور بیک لیس ڈریسز کا انتخاب کرتی تھیں۔ فل ٹائم گٹ میں رہتی تھیں ان کے لیے حسن زیدی کے والد نے بہت جائیداد چھوڑی تھی کہ باقی کی زندگی وہ صرف کھاتی رہتیں تو کم نہ پڑتا مگر پھر بھی وہ آفس جاتی تھیں۔ بہت سوشل تھیں' ان کے بہت سارے مردوں سے تعلقات بھی تھے یہ تعلقات کس نوعیت کے تھے حسن زیدی کو اس سے دلچسپی نہیں تھی' کیونکہ انہیں اپنی ماں میں دلچسپی نہیں تھی۔ نیلوفر کی ماں کو دیکھ کر وہ عجیب سے کومپلیکس میں مبتلا ہوجاتے تھے۔ انہیں وہ خاتون بہت متاثر کرتی تھیں مگر وہ انہیں ایک عجیب سے احساس محرومی اور احساس کمتری میں بھی مبتلا کردیتی تھیں' یہ سب ان کی خودساختہ سوچیں تھیں۔

"عورت تو گھر کی سجاوٹ کی چیز ہے' باہر کی دنیا سے اس کا کیا واسطہ؟ گھر بیٹھے بھی وہ معاشرے اور ملک کی ترقی کی حصہ دار بن سکتی ہے' پردے میں رہ کر بھی حکومت کرسکتی ہے۔" بحث کی ابتداء کہاں سے ہوئی تھی اور بات کہاں آ پہنچی تھی۔

"میرے خیال میں کھانا لگا دیا جائے۔ بچوں کو بھی بھوک لگ رہی ہوگی۔" فیضان علی نے زیدی کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ لیے تھے۔ انہوں نے سلیقے سے بحث سمیٹی۔

✿......✿✿✿......✿

حسن زیدی لاہور کے لیے روانہ ہوچکے تھے۔ نیلوفر اور عبداللہ کو ایک ہفتے بعد جانا تھا۔ وہ ایک ہفتے اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارنا چاہتی تھیں۔ ویسے بھی شادی میں ابھی پورے نو دن باقی تھے۔ بچوں کی گرمیوں کی چھٹیاں شروع ہوچکی تھیں' لہٰذا ملیہ اور حوریہ بھی گھر پر تھیں۔ عبداللہ ان کے ساتھ کھیل رہا تھا' فیضان علی آفس چلے گئے تھے۔ فاطمہ' سمیہ اور نیلوفر لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔

"سمی! گھر بہت اچھا ڈیکوریٹ کیا ہے تم نے اور لان تو بہت ہی اچھا ہے۔ گراس مجھے انگلش معلوم ہوتی ہے۔ اچھی خاصی محنت کی ہے تم نے لان پر۔" نیلوفر آم کے کٹے ہوئے ٹکڑے کانٹے سے کھاتے ہوئے تعریف کررہی تھیں۔

"فیضان نے اور میں نے مل کر اس گھر کو سجایا سنوارا ہے۔ یہ میرا گھر نہیں جنت ہے۔ کونہ کونہ میں نے اپنے ہاتھوں سے سجایا ہے اور جہاں تک لان کا تعلق ہے تو یہ ڈیپارٹمنٹ اماں جان نے سنبھال رکھا ہے' آپ تو جانتی ہیں کہ اماں جان کو گارڈننگ کا کتنا شوق ہے۔" سمیہ کے چہرے پر نیک تمناؤں اور محبت کا نور چمک رہا تھا۔ نیلوفر نے اپنی بہن کی طرف غور سے دیکھا۔ سیاہ آنکھیں' گندمی

مگر پرکشش چہرہ خوب صورت سلونے سے نقوش' بھرا بھرا جسم' سمیہ نیلوفر جتنی حسین نہیں تھی مگر اس کے باوجود ان کے چہرے پر جو ٹھہراؤ اور آنکھوں میں جو سکون تھا وہ انہیں منفرد و ممتاز بنا رہا تھا۔ وہ یقیناً اپنی گھر ہستی سے بہت مطمئن تھیں اور یہی اطمینان ان کے گھر کے گوشے گوشے سے جھلک رہا تھا۔ نیلوفر نے دل ہی دل میں بہن کو ماشاءاللہ کہا۔

"تم پورا دن گھر میں ہی مصروف رہتی ہو!" انہوں نے پوچھا۔

"گھر ہستی تو فل ٹائم جاب ہے آپا۔ یہی میری مصروفیت ہے اور میں اس میں بہت خوش ہوں۔" سمیہ نے جواب دیا۔

"تم بھی ملازمت چھوڑو اور فیملی کو کچھ بڑھاؤ نیلو' صرف ایک ہی بچہ...... عبداللہ بھی تو تنہائی محسوس کرتا ہوگا۔" فاطمہ بہت دیر سے یہ بات کہنا چاہ رہی تھیں۔

"بچے تو ازدواجی زندگی کو مضبوطی سے جوڑے رکھنے کی کڑی ہوتے ہیں۔ یہی کڑیاں مل کر زنجیر بنا کرتی ہیں جو میاں بیوی کو باندھ کر رکھتی ہیں۔ خاندان اسی طرح سے مضبوط ہوتے ہیں بیٹی۔ عبداللہ اب خاصا بڑا ہوگیا ہے ماشاء اللہ سے' تم دونوں کو اگلے بچے کے لیے سوچنا چاہیے۔" فاطمہ نے سمجھایا۔

"اماں جان! زیدی نہیں مانتے۔ کہتے ہیں کہ ایک ہی کافی ہے۔ دوسرے بچے میں انٹرسٹڈ ہی نہیں ہیں۔" نیلوفر نے آہستگی سے کہا۔

"نیلی! بیٹا تم دونوں کے درمیان سب ٹھیک تو چل رہا ہے ناں۔" فاطمہ نے گہری نظروں سے بیٹی کو دیکھا' جیسے ان کے اندر کچھ پڑھنے کی کوشش کررہی ہوں۔

"سب ٹھیک ہے اماں جان آپ وہم نہ کریں۔ بس ہر شخص کا اپنا مزاج ہوتا ہے۔ زیدی کو بچے پسند نہیں۔ ان کی توجہ واحد مرکز عبداللہ ہے وہ اس مرکز سے اپنی توجہ ہٹانے پر راضی نہیں ہیں۔ کہتے ہیں ایک بچے کو ہی ہم ٹھیک طرح سے توجہ دے کر پال لیں یہی بہت ہے۔" نیلوفر نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"لو...... بھلا یہ کیا بات ہوئی' عجیب ہیں یہ زیدی بھی۔" انہیں خاصا برا لگا۔

"چھوڑیں ناں اماں جان' زیدی بھائی کو وہ بہتر سمجھتے ہوں گے۔ یوں بھی ہر انسان کا اپنا مزاج اور اپنا انداز فکر ہوتا ہے۔ یہ اچھی بات ہے کہ وہ اپنے بیٹے سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ کسی دوسرے بچے کو اس میں شریک نہیں کررہے۔" سمیہ نے ماں کو درمیان میں ٹوکا اور جیسے غیر ارادی طور پر بہن کی مشکل آسان کردی۔ نیلوفر نے شکریے کی ایک نظر ان پر ڈالی۔

"تم بتاؤ سمی آج کیا پکا کر کھلا رہی ہو! تمہارے ہاتھ کے پکوان میں وہاں بہت یاد کرتی تھی اور اماں جان! آپ کے ہاتھوں کا پکا اسٹو تو بہت ہی مس کرتی ہوں۔ اب آپ مجھے اسٹو پکا کر کھلائیں گی۔" نیلوفر نے موضوع بدلا۔

"بالکل! اپنی بچی کے لیے پکاؤں گی۔ بلکہ ایسا کرتے ہیں کہ دوپہر میں اسٹو پکا لیتے ہیں' رات کو کچھ اور پکا لینا۔" فاطمہ نے سمیہ کی طرف تائید بھری نظروں سے دیکھا۔

"ٹھیک ہے' جیسا آپ کہیں۔" سمیہ نے تابعداری سے سر ہلایا۔

✿......✿✿✿......✿

فاطمہ بی بی ایک پڑھے لکھے' روشن خیال' رکھ رکھاؤ والے متمول خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے والد بہت اچھی پوسٹ پر سرکاری ملازم تھے اور ہمیشہ حلال کی کمائی سے ہی گھر چلاتے تھے۔ میز کے نیچے کی کمائی کی طرف دیکھنا بھی گناہ سمجھتے تھے۔ فاطمہ بی بی چار بھائیوں کی اکلوتی اور سب سے چھوٹی بہن تھیں۔ سرور علی ان کے فرسٹ کزن تھے۔ ان کی فیملی بہت مختصر تھی۔ ماں باپ اور تین بھائی' بیٹی کوئی نہیں تھی۔ خوش قسمتی سے یہ لوگ بھی بہت اچھے تھے۔ دولت زیادہ نہیں تھی مگر شرافت و عزت بہت تھی۔ فاطمہ بی بی کے سسر اور ساس کی شہر میں بڑی عزت تھی۔ ان کے سسر کا اپنا کاروبار تھا جو کہ ان کے بڑے دونوں بیٹے چلا رہے تھے۔ فاطمہ بی بی کے شوہر سرور علی گورنمنٹ میں اچھے عہدے پر فائز تھے۔ انہیں شروع ہی

سے بزنس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ ان کی اپنی دلچسپیاں اور ترجیحات تھیں۔ فاطمہ بی بی کو ان کا ہم مزاج شوہر مل گیا تھا۔ ساس مزاج کی ذرا سخت تھیں مگر باقی لوگ بہت اچھے تھے۔ فاطمہ سے سب محبت سے ہی پیش آتے تھے۔ فاطمہ بی بی نے اپنے مزاج کی نرمی اور خدمت سے ان سب کے دل جیتے تھے۔ فاطمہ اور سرور علی کی صرف دو ہی بیٹیاں تھیں۔ نیلوفر اور سمیہ۔ دو بیٹیوں کے بعد ایک مس کیرج ہوا تھا جس کے بعد سرور علی نے مزید اولاد کی خواہش ختم ہی کردی۔ فاطمہ بی بی کو بیٹے کی خواہش ہوئی تو سرور علی نے صاف صاف کہہ دیا۔

"مجھے بیٹے سے زیادہ تمہاری زندگی کی چاہ اور خواہش ہے۔ میری یہ دو بیٹیاں ہی میرے بیٹے ہیں۔ تم ان کی تربیت میں کوئی کسر مت چھوڑنا۔ مجھے یہ بیٹیاں بیٹوں سے زیادہ پیاری ہیں۔" سرور علی کی باتوں نے فاطمہ کے دل میں شوہر کی عزت و مرتبہ بڑھا دیا تھا۔ انہوں نے جاہل مردوں کی طرح بیٹوں کے شوق میں بیوی کو تختہ مشق نہیں بنایا تھا بلکہ الٹا فاطمہ بی بی کو مورل اور سائیکولوجیکل سپورٹ دی تھی۔ فاطمہ بی بی کو ساس سے خطرہ تھا کہ وہ لوگوں کی باتوں میں آ کر کچھ ایسا نہ کر بیٹھیں جو ان کی گرہستی کے لیے خطرہ اور ان کے شوہر کے درمیان میں دیوار بن جائے مگر خاموشی کی زبان میں ہی سہی ان کا یہ خوف سرور علی کی والدہ تک پہنچ گیا تھا۔ ایک دو مرتبہ خاندان کی خواتین اور ملنے جلنے والیوں نے ان سے سرور علی کی دوسری شادی کے بارے میں کہا بھی مگر ان کا یہی جواب ہوتا تھا۔

"بیٹا اور بیٹی اللہ کی دین ہیں' کیا فرق ہے کہ بیٹا ہو یا بیٹی۔ ہیں تو دونوں اللہ کی نعمتیں۔ ہم کفران نعمت کریں اور بیٹے کی چاہ میں بیٹیوں کی بھی قدر نہ کریں۔ اللہ کو ناراض کرنے والی بات ہوئی یہ تو۔ جب ہمارے نبی سرکار ﷺ نے بیٹیوں کو اتنی چاہ اور عزت بخشی تو ہماری کیا اوقات۔ جب آپ ﷺ نے خنداں پیشانی سے بیٹی کا استقبال فرمایا تو ہماری کیا مجال ہے۔ رحمت کی آمد پر سوگ طاری کریں۔ اللہ نے رحمت بھیجی ہے اور دو دو...... ہم کفران نعمت نہیں کر سکتے۔ سرور کو بیٹا ہونا ہوا تو فاطمہ سے ہی ہو جائے گا ورنہ ہمیں بیٹے کی چاہ میں اپنی بہو کی بددعا لینے کا شوق نہیں۔" وہ ٹکا سا جواب دے دیتیں اور جو کہنے والے پوچھتے کہ سرور علی کی نسل آگے کیسے بڑھے گی؟ تو بھی بڑا نپا تلا جواب تھا۔ اللہ نے سرور کے نام کو بڑھانا ہوگا تو اپنی بیٹیوں کو ذریعہ بنا دے گا ورنہ ہم نے تو دیکھا ہے کہ لوگوں کی نسل بیٹوں کے ہونے کے باوجود بھی آگے نہیں بڑھتی۔" غرض کہ جتنے منہ ہوتے ہیں اتنی ہی باتیں بھی ہوتی ہیں۔ فاطمہ اپنی ساس کی دل و جان سے گرویدہ ہو گئی تھیں۔ فاطمہ بی بی کو ان سے سیکھنے کو بہت کچھ ملا تھا۔ وہ اپنی ساس کی پہلے سے زیادہ خدمت کرنے لگی تھیں۔ بس ان کے ایک اشارے کی منتظر ہوتی تھیں۔ انہوں نے اپنی بچیوں کی تربیت میں اپنی ساس کے علم کو بھی شامل کیا تھا۔ وہ جو جو کچھ اپنی ساس سے سیکھتی گئیں اپنی دونوں بیٹیوں میں بھی وہی انڈیلتی گئیں۔ دونوں بیٹیاں زرخیز زمین تھیں' گیلی مٹی کی طرح سارا سکھایا پڑھایا اپنے اندر جذب کرتی رہیں۔ وقت آخر فاطمہ نے اپنی ساس کی بے حد خدمت کی تھی۔ وہ ان سے دعاؤں کے اس خزانے کی طلب گار تھیں جو آگے ان کی اولاد کی زندگیاں سنوارنے کے کام آتا اور وہ خزانہ انہیں ملا۔

❁ ❁❁ ❁

نیلوفر اور سمیہ کے مزاج میں بہت فرق تھا۔ نیلوفر شکل وصورت' عادات واطوار میں بالکل اپنی دادی کی طرح تھیں۔ وہی شکل وصورت ویسا ہی رکھ رکھاؤ اور انداز۔ وہ بہت شوخ' ہنس مکھ اور چنچل تھیں۔ جس محفل میں جاتیں' سب کی نظریں انہی پر ٹک جاتیں۔ جبکہ سمیہ میں اپنے ماں اور باپ کی جھلک تھی۔ وہ بھی خوب صورت تھی مگر نیلوفر جتنی نہیں۔ ان کے مزاج میں ٹھہراؤ اور سادگی تھی۔ وہ خاموش طبع اور حساس طبیعت تھیں۔ ان کے شوق اور ان کی دنیا مختصر تھی۔ دونوں بہنوں کے طور طریقوں میں بھی فرق تھا اور قسمتوں میں بھی۔ نیلوفر کے حصے میں حسن زیدی آئے اور سمیہ کے نصیب فیضان علی سے جڑ گئے۔ حسن زیدی

ایک کامیاب انسان تو تھے مگر ایک شکستہ اور کمزور شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی اس شخصیت پر ایک بے حد کامیاب اور قابل آدمی کا نقاب چڑھا ہوا تھا۔ وہ اپنے پیرنٹس اور فیملی کے ساتھ لندن میں رہتے تھے عرصہ دراز سے ان کا گھرانا وہیں سیٹل تھا۔ لندن میں حسن زیدی کی پیدائش ہوئی تھی مگر مقدر ان کا نیلوفر کے ساتھ لکھا ہوا تھا' جو انہیں پاکستان لے آیا۔

فیضان علی' سمیہ کے تایازاد تھے۔ سمیہ شروع ہی سے فیضان علی کو پسند تھیں۔ وہ اپنی اس پسند کا اظہار اپنی ماں سے بہت پہلے کرچکے تھے۔ وہ سیدھے سادے بے حد شریف اور مناسب شکل وصورت کے مالک تھے۔ انہیں اپنے والد کے کاروبار میں انٹرسٹ نہیں تھا' ان کا شوق سرور علی کی طرح اعلیٰ سرکاری آفیسر بننے کا تھا جو کہ انہوں نے پورا کرکے ہی دم لیا۔ نیلوفر اور سمیہ کی شادیاں اکٹھی ہی کردی گئی تھیں۔ ایک بیاہ کر دیار غیر چلی گئی' دوسری سمندر کنارے آ گئی۔

فاطمہ بی بی کو داماد کے گھر رہنا گوارا نا تھا تب فیضان علی نے بہت منت سماجت کے بعد انہیں سمجھا بجھا کر راضی کرلیا۔ وہ بھی اس شرط پر راضی ہوئیں کہ ان کے شوہر کا گھر کرائے پر اٹھا دیا جائے کیونکہ وہ اس عمر میں کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی تھیں' اس گھر کو چھوڑنا ان کے لیے بہت مشکل تھا جہاں ان کی زندگی کے قیمتی دن اور انمول یادیں تھیں۔ مگر وقت کے ساتھ بہت کچھ بدل جاتا ہے' وہ دل کے عارضے میں مبتلا تھیں' تنہا نہیں رہ سکتی تھیں' کوئی ایماندار' قابل بھروسہ ملازم یا ملازمہ مل نہیں رہی تھی' جو کل وقتی ان کے ساتھ رہتی' بیٹی اور داماد کے آگے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور ان دونوں کے ساتھ آ کر رہنے لگیں۔ شادی کے دوسرے سال سمیہ کے یہاں ماریا کی پیدائش ہوئی اور ابھی دنوں عبداللہ کی پیدائش کی خوش خبری بھی آ گئی۔ ماریا کے بعد حوریہ بھی آ گئی۔

فیضان علی نے چاہت کے باوجود کبھی سمیہ سے بیٹے کی خواہش ظاہر نہ کی تھی مگر سمیہ کے اندر یہ خواہش شدید ہوتی جارہی تھی۔ وہ کبھی شوہر سے اس خواہش کا اظہار کرتیں تو وہ جواب دیتے۔

"ہمارے یہاں بیٹا پیدا ہونا ہوا تو ہوجائے گا ورنہ ہمارے داماد ہی ہمارے بیٹے ہوں گے۔" وہ بات ہی ختم کردیتے تھے مگر سمیہ یہ خواہش اپنے اندر سے نہ نکال پاتیں اور حوریہ کی پیدائش کے بعد تو یہ خواہش بڑھتی ہی گئی مگر قسمت کو منظور نہیں تھا اور قسمت پر کوئی زور چلا نہیں سکتا۔

سمیہ کی سب ہی کزنز اور سہیلیوں کے بھائی تھے اور خاصی وافر مقدار میں۔ تین سے کم کی تو تعداد کسی کی نہیں تھی' وہ اکثر ان لڑکیوں کو ان کے بھائیوں سے لڑتے' مذاق کرتے' ہنستے اور اکڑتے دیکھتی تھی۔ ان کی صرف ایک بہن تھی جو انہی کی طرح لڑکی تھی۔ مگر انہیں بھائی چاہیے تھا۔ وہ بہت چھوٹی سی تھیں جب فاطمہ نے سامنے والے کریانہ اسٹور پر انہیں کچھ سامان لانے بھیجا تھا۔ وہ سامان لے کر واپس جارہی تھی کہ ایک اونچے لمبے سے مرد نے اسے آگے بڑھ کر گود میں اٹھالیا۔ وہ بچی ہی تو تھی' بے حد گھبرا کر چیخ پڑی' سامان کے تھیلے اس کے ہاتھ سے گر چکے تھے اور سارا سودا سڑک پر بکھر چکا تھا۔ وہ سمجھی تھیں کہ وہ آدمی اسے اغوا کرنے لگا ہے۔ انہوں نے چیخ وپکار مچادی۔ اسی پل انہیں اپنے ابا نظر آئے جو اس آدمی کے ساتھ ہی کھڑے تھے۔ وہ چیخ مار کر ان کی طرف لپکی تھیں۔

"سوری یار میں نے تمہاری بیٹی کو ڈرا دیا۔ آئم ویری سوری۔" وہ مرد شرمندگی سے سمیہ کو نیچے اتارتے ہوئے سرور علی سے کہہ رہا تھا۔

"اٹس او کے! سمی نے تمہیں پہچانا نہیں ہے شاید۔" سرور علی نے سمیہ کو گود میں اٹھالیا۔

"سمی بیٹا! یہ آپ کے فراز چاچو ہیں۔ بھول گئیں؟ کچھ دن پہلے ان کے بیٹے کی برتھ ڈے میں ہم آپ کو اور آپا کو لے گئے تھے۔" سرور علی نے ان کی پشت تھپتھپاتے ہوئے نرمی سے کہا تھا۔ مگر وہ اتنی خوف زدہ تھیں کہ اپنے ابا کے گلے میں بانہیں ڈال کر ان کے سینے میں منہ چھپالیا تھا۔ یہ اس خوف کی شروعات تھی جو جیج کی صورت اس نرم

زمین میں دب گیا تھا۔ پھر اس خوف کو سمیہ بجائے اپنے اندر سے نکالنے کے اسے پینچتی گئیں۔ رفتہ رفتہ وہ خوف ان کے اندر جڑیں پھیلاتا گیا۔ انہیں بارہا ایسا لگتا تھا کہ اگر ان کا کوئی جوان مضبوط لمبا چوڑا بھائی ہوتا تو وہ بالکل محفوظ ہو جاتیں۔ ان کے ابا درمیانے قد کے منحنی سے جسم والے عام سے انسان تھے جن کے چہرے سے شرافت کی آبشاریں بہتی تھیں۔ وہ ابا سے بے حد محبت کرنے کے باوجود ان پر بھروسہ نہیں کر سکی تھیں' بھروسا اس بات کا کہ اس کے ابا سے مشکل وقت پڑنے پر بچا لیں گے عدم تحفظ کا یہ احساس ان کی عمر کے ساتھ بڑھتا گیا تھا' دوسرا واقعہ جس نے اس احساس کو مزید ہوا دی تھی' وہ اس کے بعد سے اپنے آپ کو نفسیاتی طور پر سنبھال نہ سکی تھیں۔ وہ دسویں کلاس میں پڑھتی تھیں ان کا اسکول پانچ منٹ کی واک پر تھا۔ وہ روزانہ اپنی سہیلی کے ساتھ اسکول آتی جاتی تھیں۔ ان کی سہیلی صفیہ خاصی بولڈ اور بہادر تھی۔ امتحان قریب تھے جب ان کے راستے میں ایک لفنگا ٹائپ لڑکے نے آنا شروع کر دیا۔ وہ کمبخت روزانہ چھٹی کے وقت کہیں سے نمودار ہو جاتا اور اسکول سے لے کر سڑک کے دوسرے کونے تک ان کے پیچھے سایہ بن کر چلتا رہتا۔ کبھی سیٹی بجاتا' کبھی فلمی گانے گنگناتا' صفیہ تو اس کی پٹائی کرنے والی تھی مگر سمیہ ہر بار اسے روک لیتی تھی۔

"تمہاری یہ بزدلی کسی دن کوئی رنگ دکھائے گی' مگر وہ رنگ بہت بدرنگ ہوگا۔ ابھی دو جوتے لگا دیتی تو منحوس پھر شکل نہ دکھاتا۔" صفیہ اس روز بھی کڑھ رہی تھی۔ اس روز تو وہ لفنگا ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

"دفع کرو' دیکھتی نہیں اسے' ہم لڑکیاں بھلا اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں؟" سمیہ نے سہیلی کا ہاتھ دبایا۔

"ہاں بس تم ڈر ڈر کر مرو' یہ اور اس طرح کے جتنے بھی ہیں کمبخت اسی لیے تو شیر بنے دندناتے رہتے ہیں۔" صفیہ ان سے ناراض ہو گئی تھی۔ ایک دوپہر تو اس لڑکے نے حد ہی کر دی تھی۔ سڑک پر سمیہ کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ صفیہ نے تو اپنا جوتا اتار ہی لیا تھا' مگر سمیہ کا چہرہ دہشت سے زرد ہو گیا تھا جیسے اب بے ہوش ہو کر گر جائے گی۔ وہ تو غنیمت ہوا کہ صفیہ کا اونچا لمبا سا مضبوط قد کاٹھ کا بھائی وہاں معجزاتی طور پر آ گیا۔ اس نے اس لڑکے کی حرکت دیکھ لی تھی۔ اس نے اس لڑکے کو پکڑ کر خوب مرمت کی' اس روز کے بعد سے صفیہ کا بھائی چھٹی کے وقت ان دونوں کو اسکول لینے آتا تھا اور صبح کے وقت سرور علی ان دونوں کو اسکول چھوڑ دیتے تھے۔ وہ لڑکا تو پھر نظر نہ آیا مگر سمیہ اب اپنے اندر سے اس خوف کو کم نہ کر پائی تھیں۔ وہ کافی عرصے بعد نارمل ہوئی تھیں۔ حالانکہ نیلوفر انہیں بہت سمجھاتی تھی' وہ نیلوفر کو حسرت سے دیکھتی تھی' وہ بہت بے خوف نڈر اور بولڈ تھی۔ ان جیسی دبو اور ڈرپوک نہ تھی۔ اس سے ملتا جلتا حادثہ شادی کے بعد ان کے ساتھ ہوا تھا۔ جب وہ فیضان علی کے ساتھ ہنی مون منانے مری گئی تھیں۔ وہاں مال روڈ پر چند لڑکوں نے انہیں چھیڑا تھا۔ وہ کالج کے ان شرارتی لڑکوں کا ٹولہ تھا جو محض فقرے بازی تک اپنی چھیڑ خانی کو محدود رکھتے ہیں۔ مگر وہ فیضان علی کی خاموشی کو ان کی بزدلی سمجھی تھیں' انہوں نے سوچا کہ وہ چار پانچ لڑکے ہیں اور فیضان علی اکیلے...... وہ ان کا مقابلہ کر بھی کیسے کر سکتے ہیں اگر فیضان علی بہادر ہوتے تو یقیناً ان لڑکوں کو جواب دیتے' ایک شکوہ سا ان کے اندر ابھرا تھا جبکہ ان کے برعکس فیضان علی سوچ کر مسکرا رہے تھے کہ بچے ہی تو موج مستی کی عمر ہے' وہ ان لڑکوں کو بچہ سمجھ کر ان کی باتوں سے محظوظ ہو رہے تھے کیونکہ ان کی ذہنی اپروچ سمیہ سے زیادہ میچور تھی۔ جس کی ایک وجہ ان دونوں کی عمروں میں آٹھ سال کا فرق تھا۔ اس خوف کے ساتھ ہی ان کے اندر یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش ان کا کوئی بیٹا ہو مگر بیٹیوں کی پیدائش نے ان کے خوف کو کہر کی طرح ان کے اندر باہر لپیٹ لیا تھا اور حور یہ کی پیدائش کے بعد جو حادثہ ہوا تھا' نہ صرف ان کی بلکہ ان کی بچی کی شخصیت کو بھی بری طرح متاثر کیا تھا۔

"حور! بیٹا قاری صاحب آئے ہیں! اچھی طرح سے دوپٹہ اوڑھ کر جاؤ بیٹی! جاؤ تم بھی ساتھ جا کر بیٹھو۔ کام بعد میں کر لینا۔" سمیہ نے کرتے کی ترپائی کرتے ہوئے بیٹی

سے کہا اور ساتھ ہی ڈسٹنگ کرتی چچو کو بھی ہدایت دی۔ ننھی منی سی حوریہ نے اپنے قد سے بھی بڑا دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔

"ارے میرے پاس آؤ جانو خالہ ٹھیک سے اوڑھا دیں دوپٹہ۔" نیلوفر نے اس گڑیا کو دیکھا جو فیروزی لباس میں دوپٹے سے نبرد آزما ہو رہی تھی۔ نیلوفر نے اسے نماز کی طرح دوپٹہ اوڑھا کر پیار کیا اور جانے کا اشارہ کیا۔

"سمی! تم حوریہ کے لیے کچھ اوور پوزیسو نہیں ہو؟ میں جب سے آئی ہوں نوٹ کر رہی ہوں' اچھی لی ماریہ کے لیے بھی ہو مگر حور کے لیے زیادہ کچھ ہی ہو گیا میں نے صحیح آبزرو کیا؟" انہوں نے بہن سے پوچھا۔ بائی فوکل گلاسز لگائے سمیہ اپنے کرتے کی تر پائی کرتے کرتے یک دم ٹھٹکیں مگر پھر سر جھٹک کر اپنا کام شروع کر دیا۔

"نہیں آپا! آپ نے صحیح آبزرو کیا ہے۔ میں حور کے لیے زیادہ پوزیسو ہوں۔" انہوں نے بہن سے جھوٹ نہیں بولا۔

"کیوں؟" وہ حیران ہوئیں۔

"آپ کو پتہ تو ہے آپا.....' انہوں نے بہن کی طرف ایک نظر دیکھا اور پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔

"ڈونٹ ٹیل می سمی! تم ابھی تک اس حصار سے باہر نہیں آئی ہو؟" انہیں جیسے صدمہ ہوا۔ سمیہ خاموش رہیں۔ تر پائی ختم ہو چکی تھی۔ انہوں نے سوئی کو دھاگے میں اٹکا کر ڈبے میں رکھا اور قمیص کو تہہ لگانے لگیں۔

"تم جانتی ہو تم حوریہ کے ساتھ کیا کر رہی ہو؟ تم اسے بھی اپنے ساتھ اسی حصار میں قید کر رہی ہو۔" وہ ناراضگی سے بولیں۔ سمیہ چپ رہیں۔ "ماریہ کا مزاج حوریہ کے برعکس ہے۔ اس پر تمہاری باتوں اور اس نفسیاتی کیفیت کا اثر نہیں ہوتا جو حوریہ پر ہو چکا ہے۔ میری بات سمجھ رہی ہو نا تم؟" وہ اب انہیں ڈانٹنے والے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"دنیا کمزوروں کی نہیں ہے' دنیا میں جینا ہے تو بہادر بن کر رہنا پڑتا ہے۔ تم اسے کمزور بنا رہی ہو۔" نیلوفر نے خاصی ناراضگی سے کہا۔

"میں کیا کروں آپا؟ مجھ سے اب کچھ نہیں ہوتا۔" وہ دبے دبے لہجے میں بولیں۔ ان کے ادھورے فقرے میں پوشیدہ معنی نیلوفر جانتی تھیں۔

"سمی! بچی کے ساتھ دشمنی مت کرو۔ اسے مضبوط بناؤ' دنیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینا سکھاؤ۔" نیلوفر اٹھ کر بہن کے پاس چلی آئی۔ یہ ایک بے اختیاری کی سی کیفیت تھی' جو بلا ارادہ ان سے سرزد ہوئی تھی۔ وہ جذباتی طور پر بہن کو سہارا دے رہی تھیں۔

"آپا! میرے پاس جو تھا وہ میں نے اپنی اولاد کو دے دیا۔" سمیہ نے ایسی نظروں سے انہیں دیکھا کہ دکھ سے ان کا دل کٹنے لگا۔

"تم بہت اچھی ہو سمی! تم نے اپنی اولاد کو بہت کچھ اچھا دیا ہے مگر اس اچھے کے ساتھ انجانے میں جو دشمنی تم حوریہ سے کر بیٹھی ہو lam realy seared میں نے ایک دن میں جو اس کے اندر دیکھ لیا' کمال ہے تم ماں ہو کر نہیں دیکھ سکیں۔" نیلوفر دھیمے اور نرمی سے سمجھا رہی تھیں۔ اسی وقت عبداللہ وہاں آ گیا۔

"مام! لک ایٹ دس آئی میڈ اٹ بائی مائی سیلف۔" عبداللہ نے کاغذ سے بنا ہوا روبوٹ اسے دکھایا۔ دونوں بہنیں اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"اچھا..... شوی۔" نیلوفر نے ہاتھ آگے بڑھا لیا۔ عبداللہ نے مختلف کاغذوں کے ٹکڑوں کو جوڑ کر چھوٹا سا ایک روبوٹ نما کھلونا بنایا تھا۔

"ویری نائس' یہ تو بہت اچھا ہے۔" نیلوفر نے محبت سے اس کا رخسار چھوا۔

"آپ ہمارے پاس آئیں جناب اور بتائیں کہ آپ کو پاکستان آ کر کیسا لگا؟" سمیہ نے صحت مند سے عبداللہ کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور گود میں بٹھا لیا۔

"ابھی میں نے پاکستان دیکھا ہی کب ہے۔" وہ بڑی سنجیدگی و متانت سے بولا تو نیلوفر مسکرا دیں اور سمیہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

"ہم آپ کو آج باہر لے چلیں گے اور کراچی کی سیر کروائیں گے۔ ہوپ سو یو ول انجوائے۔" سمیہ نے کہا۔

"یہ تو سیر کرنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔" عبداللہ نے بولڈلی جواب دیا۔

"اچھا یہ بتاؤ لندن میں قرآن پاک کون پڑھاتا ہے کیا قاری صاحب آتے ہیں گھر؟" سمیہ کو اس سے باتیں کرکے بڑا مزہ آ رہا تھا۔ وہ اردو بہت اچھی بول لیتا تھا جو کہ نیلوفر کی تربیت کا حصہ تھا مگر اس کا لہجہ غیر ملکیوں جیسا ہی تھا جو کہ یقیناً وہاں کے ماحول کا اثر تھا۔

"وہاں قاری صاحب نہیں آتے' ہماری پے انگ گیسٹ ہیں آنٹی فہمیدہ وہ مجھے نماز اور قرآن پاک پڑھاتی ہیں اور سمی آنٹی! مجھے عربی بولنا بھی آتی ہے۔" عبداللہ نے بڑے فخر سے بتایا۔

"اچھا..... ایکسلنٹ اور کون کون سی لینگویج بولنا آتی ہے؟" وہ شوق سے اس سے باتیں کررہی تھیں اور نیلوفر صوفے سے ٹیک لگائے بہن کو دیکھ رہی تھی۔ سمیہ کی آنکھوں میں جو چمک عبداللہ کو دیکھ کر آتی تھی وہ اس چمک کو سمجھتی تھیں اور جانتی بھی تھیں مگر وہ بے بس تھیں' وہ اپنی بہن کے لیے وہ نہیں کرسکتی تھیں جو اس کے اندر کے اس حصار کو توڑ سکے۔

"فرنچ اور تھوڑا تھوڑا چائنیز بھی۔ میرا ایک فرینڈ ہے چائنیز......" عبداللہ کی بیٹری چارج ہوگئی تھی۔

"تھوڑا تھوڑا نہیں' تھوڑی تھوڑی۔" سمیہ نے اس کی تصحیح کی۔

"ابھی بھی گرامیٹیکل مسٹیکس نکلتی ہیں۔" نیلوفر نے ٹکڑا جوڑا۔

"آنٹی! آپ کی بیٹی ہیں' بیٹا نہیں ہے؟" اس نے یک دم پوچھا۔ سمیہ لحہ بھر کو چپ ہوگئی۔

"تم جو ہو میرے بیٹے۔" وہ بولیں۔

"میں تو آپ کا Nephew (بھانجا) ہوں۔ آئی مین تو سے حوریا ز برادر؟" اس نے بڑوں کی طرح انہیں سمجھانا چاہا۔

"تو بی ڈیئر۔" سمیہ نوں آہستگی سے بولیں جیسے کسی جرم کا اعتراف کررہی ہوں۔ "تم میرے بیٹے بن جاؤ۔"

"اٹس ناٹ پاسبل...... میری مام تو یہ ہیں۔" اس نے نیلوفر کی طرف اشارہ کیا۔

"آپا! آپ کا بیٹا امیزنگ ہے' ماشاءاللہ...... اللہ اسے اپنی امان میں رکھے۔" وہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔ عبداللہ سے باتوں کے دوران انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ بہت حاضر دماغ بچہ ہے اور بہت ذہین بھی۔

اتنے میں حوریہ اور ماریہ ڈرائنگ روم سے باہر آ گئیں۔ عبداللہ ان کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"جاؤ بہنوں کے ساتھ کھیلو۔" سمیہ نے عبداللہ سے کہا۔

"یہ میری بہن نہیں کزنز ہیں۔" عبداللہ سمیہ کی گود سے اترتا ہوا بولا۔

"بہنیں اور کزنز ایک جیسی ہی ہوتی ہیں بیٹا۔" وہ اس کی بات کا جواب دے رہی تھیں مگر نیلوفر کو دیکھ رہی تھیں۔ نیلوفر کی نظریں بہن پر ہی مرکوز تھیں مگر انہوں نے ان سے نگاہیں چرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"مام نے تو کہا تھا کہ الگ ہوتی ہیں۔" وہ حیران سا کچھ الجھ کر بولا۔ سمیہ نے اس بار الجھ کر نیلوفر کو دیکھا۔

"جاؤ عبداللہ' حور اور ماریہ کے ساتھ کھیلو اور دیکھو حور تم سے چھوٹی ہے اس کا خیال رکھنا۔" وہ انگریزی میں اس سے مخاطب تھیں' عبداللہ ان دونوں بہنوں کے ساتھ ذرا پرے ہٹ کر کھیلنے لگا تو سمیہ نے نیلوفر کی طرف دیکھا۔

"جانتی ہوں تم کیا پوچھنا چاہتی ہو۔" ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی نیلوفر بولیں۔ سمیہ چپ رہیں۔

"ہمیں اپنے بچوں کو حقیقت اور سچائی کے ساتھ ہر بات کی آگاہی دینی چاہیے' انہیں دوغلے پن سے جینا تو ہم خود ہی سکھاتے ہیں۔ یہ تمہاری کزن' تمہاری بہن ہے یہ تمہاری ساس تمہاری ماں جیسی ہے' یہ فلاں تمہارے بھائی جیسا ہے' ماموں' چچا تمہارے باپ جیسا ہے' فلاں فلاں اور فلاں..... رَبش...... یہ ساری باتیں بل شٹ بریا کرتی ہیں۔ رشتوں کو ان کے اصل سے ہٹا کر ہم ملاوٹ زدہ بنا کر پیش کرتے ہیں اور اپنے بچوں کی ذہنی اور نفسیاتی

حالتوں کا بیڑہ غرق کر کے رکھ دیتے ہیں۔ بچپن سے جس کو بھائی یا آپا پایا بہن کہتے کہتے بچہ جوان ہوجاتا ہے اس کی اسی سے شادی کروی جاتی ہے پھر رشتہ کیا اور اس کا تقدس کیا اور اس کا بھرم کیا.... ؟"

"سمی! میں یہ باتیں تمہیں سنا نہیں رہی ہوں۔ تم میری بہن ہو میری ماں جائی ہو یہ سب سے بڑی حقیقت ہے اور مضبوط ترین رشتہ ہے۔" وہ بولتی ہوئی سمیہ کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے ہلکے سے ان کے ہاتھ کو دبا کر جیسے اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلا رہی تھیں۔

"سمی! ہمیں اپنے بچوں کے یقین مضبوط بنانے ہیں۔ ہمیں ان کے ذہنوں کی اتنی مضبوط نشوونما کرنی ہے کہ بھائی اور بہن کے ناموں کی جو باؤنڈریز ہم ان کے گرد بنا دیتے ہیں اور وہ کبھی بھی ان حدود کے اندر ہی رہ کر نکل جاتے ہیں...... وہ ایسا نہ کرسکیں...... انہیں حقیقت بتا کر سب کچھ اچھے طریقے سے سمجھا کر ان کو فیصلہ کرنے کا اختیار دینا چاہیے۔ ہم لوگ لاشعوری طور پر اپنے بچوں کے ذہنوں میں اپنی مرضی کے خاکے بنانا شروع کردیتے ہیں۔ ہم اپنے بچوں کے ساتھ جو دوغلی چالیں اور جھوٹی حکمت عملیاں چلتے ہیں اس کا رزلٹ بگاڑ اور دوہری ذہنیت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ حور یہ اور ماریہ عبداللہ کی خالہ زاد ہیں تو یہی ان کا پہلا تعارف ہونا چاہیے۔ وہ خالہ زاد بہنیں ہیں یہ تعارف دوسرا ہوگا۔ سوچ کا فرق انہی دو باتوں سے آجاتا ہے جب بچہ باشعور انسان بنتا ہے۔ امید ہے تمہیں میری باتیں بری لگنے کے باوجود اچھی لگی ہوں گی۔" نیلوفر نے آخری جملہ مسکرا کر کہا۔

"ہاں آپا تھوڑی کڑوی ضرور ہیں مگر آپ کی باتیں سچی ہیں۔" وہ مسکرادی۔ "میں کوشش کروں گی کہ بچوں کو آپ کی طرح مضبوط اور مثبت سوچ دے سکوں۔" نیلوفر نجانے کس سوچ میں ڈوب گئی تھیں انہوں نے بہن کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔

☆......☆......☆

وہ آٹھ سال کی تھی جب اس نے ایک بار پھر نیلوفر خالہ اور عبداللہ بھائی کو دیکھا تھا۔ مگر اس بار دونوں میں ہی خاصی تبدیلی دیکھنے کو ملی۔ اس کی خوب صورت سی صحت مند گوری چٹی سرخ سرخ گالوں والی نیلی خالہ بہت ہی کمزور ہوگئی تھیں۔ ان کی گوری رنگت میں زردیاں گھلی ہوئی تھیں اور خوب صورت آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے کوئی زیور بھی نہیں پہنا تھا اور نہ ہی میک اپ کر رکھا تھا۔ ان کا لباس قیمتی مگر بہت سادہ تھا۔ وہ مسکرا بھی نہیں رہی تھیں۔ عبداللہ اب بڑا ہوگیا تھا اس کا قد خاصا لمبا تھا اور اس نے اپنا ہیئر اسٹائل بھی بدل لیا تھا۔ وہ بہت سنجیدہ لگ رہا تھا اور بہت چپ چپ سا بھی۔ وہ اس سے سنجیدگی سے ملا تھا البتہ نیلوفر نے اسے گلے سے لگا کر پیار کیا تھا۔ اس نے امی جی اور نانی جان کی آنکھیں بھیگی دیکھی تھیں۔ پاپا جی بھی بہت خاموش اور افسردہ سے تھے۔

"حور! عبداللہ کو روم میں لے جاؤ۔ گیمز وغیرہ لگالو کمپیوٹر پر۔" سمی جیسے بچوں کو وہاں سے ہٹانا چاہ رہی تھیں۔ ماریہ ان لوگوں کے لیے فروٹ چارٹ بنا کر لائی تھی۔ سمیہ کے کہنے پر وہ فروٹ چارٹ روم میں ہی لے گئی باقی سب کو چاٹ چچو نے سرو کی۔

"جاؤ چچو! تم رات کے کھانے کی تیاری کرو۔" فاطمہ نے اسے بھی ٹالا۔

"اب کیا سوچا ہے تم نے؟" کچھ دیر کے توقف کے بعد فاطمہ بی بی کی آواز نے ماحول کے سناٹے کو توڑا۔

"سوچنا کیا ہے اماں جان! فون پر تو سب حال بیان کر ہی دیا تھا میں نے......" نیلوفر تھکے تھکے انداز میں بولیں۔ "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ زیدی اتنا انتہائی قدم اٹھا لیں گے۔ ایک ذرا سا جھگڑا ہی تو ہوا تھا اماں جان...... میں نے انہیں کتنی بار کہا تھا کہ شراب نوشی چھوڑ دیں مگر وہ مانتے ہی نہیں تھے نشے میں انسان اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھتا ہے۔" ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے انہیں آئے ابھی چند گھنٹے ہی گزرے تھے کہ لندن سے حسن زیدی کی ماں کا فون آگیا تھا۔ انہوں نے جو لرزا دینے والی خبر سنائی تھی سب کے پیروں تلے سے زمین ہی نکل گئی تھی۔

"بھائی صاحب! آپ نے میری ٹکٹ کروادی؟" انہوں نے پوچھا۔

"ہاں تمہاری فلائٹ کنفرم ہے۔ مگر عبداللہ کو کیا جواب دوگی..... کیا کہوگی اسے؟" انہوں نے پوچھا۔

"وہ میرا بیٹا ہے بھائی صاحب، بہت سمجھدار ہے وہ اپنی عمر سے بھی زیادہ' سنبھالوں گی اسے۔" انہوں نے آنسو صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔ انہوں نے خود کو سنبھال لیا تھا آج..... اس پل نہیں..... بہت پہلے۔ حسن زیدی نے خود کو شوٹ کرلیا تھا اور یہ تب ہوا جب وہ پاکستان آرہی تھیں۔ ان کے سیل پر کالز کی گئیں مگر ظاہر ہے جہاز میں ہونے کی وجہ سے سیل آف تھا۔ حسن زیدی کی ماں نے فیضان علی کے گھر پر اطلاع کردی تھی اور تاکید بھی کہ نیلوفر کو واپس لندن بھیجا جائے' وہاں حسن زیدی کی خودکشی والے معاملے کی تحقیق چل رہی تھی۔ اس حادثے سے پہلے ایک حادثہ اور اسی گھر کی چار دیواری میں ہو چکا تھا۔ نیلوفر عبداللہ کو اچھی طرح سے سمجھا کر واپس جاچکی تھیں۔ سب گھر والے اس واقعے کی وجہ سے بہت پریشان تھے' سوائے ایک ہستی کے.....

"نانی جان! عبداللہ بھائی اب ہمارے ساتھ رہیں گے؟" وہ نانی کے پیروں پر زیتون کے تیل کا مساج کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں بیٹا..... شاید۔" فاطمہ نے سوچ میں ڈوبے ہوئے جواب دیا۔

"شاید کیوں! ڈیفی نیٹلی کیوں نہیں نانی جان؟ میں بھائی کو اب جانے نہیں دوں گی۔" وہ ان کے مبہم سے جواب پر ننھی سی ناک چڑھا کر بولی۔

"اس کا فیصلہ تو نیلوفر نے کرنا ہے ناں۔" وہ دھیرے سے بولیں۔

"عبداللہ بھائی میرے بھائی ہیں ناں؟" اس نے پھر سوال کیا اور ساتھ ساتھ ننھے ننھے نازک ہاتھوں سے ان کے پیر دبانے لگی۔

"ہوں..... " فاطمہ کا دھیان کہیں اور تھا۔ "ہوں" پر ہی ٹرخا دیا۔ "تو پھر امی جی اور ماریہ لوگ یہ کیوں کہتے ہیں کہ عبداللہ بھائی میرے کزن برادر ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"کیونکہ وہ تمہارا کزن برادر ہی ہے' بھائی نہیں ہے۔ ریئل برادر وہ ہوتا ہے جو ایک ماں سے پیدا ہو۔ تم اپنے ذہن سے یہ خیال نکال دو حوریہ کہ وہ تمہارا سگا بھائی ہے۔" وہ نیلوفر کی وجہ سے بے حد پریشان تھیں۔ حوریہ کے سوال در سوال نے انہیں غصہ دلا دیا۔ حوریہ دم بخود سی ہوگئی۔ فاطمہ نے اسے یک دم سے چپ ہوتے دیکھا تو انہیں اپنے آپ پر غصہ آیا۔ انہوں نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر قریب کیا اور گلے سے لگالیا۔

"سوری بیٹا! نانی کچھ پریشان ہیں۔ جاؤ جا کر عبداللہ کے ساتھ کھیلو۔ وہ loneliness فیل کررہا ہوگا۔" انہوں نے اسے پچکار کر باہر بھیجا اور خود تسبیح پر دانے گھمانے لگیں۔ "یا اللہ میری بچی کی مشکل آسان فرما۔" ان کے دل سے دعا نکلی۔

جب ہی نیلوفر کا فون آیا تھا۔ وہ فاطمہ بی بی سے تفصیلاً بات کررہی تھیں۔ تقریباً ایک' سوا ایک گھنٹہ دونوں کے درمیان بات چیت ہوتی رہی۔ فاطمہ بی بی نے جب فون بند کیا تو ان کے چہرے پر تفکرات کا جال بچھا ہوا تھا۔ وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے وہیں کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔ غنیمت تھا کہ گھر پر فیضان علی اور سمیہ دونوں نہیں تھے۔ نیلوفر نے انہیں جس راز کا شریک بنایا تھا وہ بوجھ بہت زیادہ تھا' مگر انہیں اٹھانا تھا۔

✿......✿✿✿......✿

"عبداللہ بھائی! چلیں سائیکل چلاتے ہیں۔" حوریہ اس سے ضد کررہی تھی۔

"میرا موڈ نہیں ہے۔ تم ماریہ کے ساتھ چلی جاؤ۔" اس نے انکار کردیا۔

"دیکھیں ناں امی جی! عبداللہ بھائی جب سے آئے ہیں بس اسی طرح چپ چاپ ہیں۔ نہ کھیلتے ہیں نہ بولتے ہیں۔ ان سے کہیں ناں کہ میرے ساتھ چلیں۔" وہ ماں سے ضد کرنے لگی۔

"بیٹا! اس کا موڈ نہیں ہے تو تنگ مت کرو۔ تم چلی جاؤ۔" انہوں نے نرمی سے کہا۔ فیضان علی نے بغور اس چھوٹے سے بچے کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کے بے حد حسین چہرے پر برف کی سی سرد مہری جمی ہوئی تھی۔ انہیں عجیب قسم کا احساس گھیرنے لگا تھا۔ جس میں ہمدردی بھی تھی دکھ بھی اور تیسری کیفیت وہ تھی جس کو وہ کوئی نام نہیں دے سکتے تھے۔

"تمہیں ناں عبداللہ بھائی۔" وہ اب اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ رہی تھی۔

"چلو عبداللہ! ہم لانگ ڈرائیو پر چلتے ہیں۔ حور! جاؤ آپی کو بھی بلا لاؤ۔" فیضان علی نے اٹھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی چھوٹو کو کار کی چابی لانے کو کہا۔ حوریہ خوشی خوشی اندر بھاگی۔ عبداللہ چپ چاپ اٹھ کر جوتے پہننے کے لیے باہر کی طرف چلا گیا۔

"نیلوفر کی آج رات چار بجے کی فلائٹ ہے۔ میں اسے پک کرلوں گا۔ تم ساتھ چلی چلنا۔ آپ بچوں کے پاس رک جایئے گا۔" فیضان علی آہستگی سے بیوی اور ساس سے مخاطب ہوئے۔

"میں نے ابھی عبداللہ سے ذکر نہیں کیا ہے۔ نیلوفر نہیں چاہتی تھی کہ عبداللہ کو ابھی پتہ چلے ورنہ وہ ائرپورٹ جانے کی ضد کرتا۔" فیضان علی مزید گویا ہوئے۔

"میں ان بچوں کو باہر گھما کر لاتا ہوں' بعد میں باقی باتیں ہوں گی۔" وہ خدا حافظ کہہ کر باہر نکل گئے۔ گھر میں اب دونوں ماں بیٹی اور چھوٹو رہ گئے تھے۔

"میری بچی کس مشکل میں پڑ گئی ہے یہ...؟ نیلو میری سب سے پیاری بچی۔ اتنی ہمت اور صبر والی ہے وہ' جتنی حسین صورت ہے اس کی اتنی بری قسمت۔" فاطمہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں' سمیہ بھی رونے لگیں۔ عبداللہ کی وجہ سے ان دونوں نے اپنے اوپر برداشت کے پہرے بٹھا رکھے تھے عبداللہ کے جاتے ہی وہ برداشت بھی ختم ہوگئی تھی۔

❁......❁❁❁❁......❁

نیلوفر عدت میں بیٹھ چکی تھیں۔ وہ جب سے آئی تھیں کسی نے نسان سے کچھ پوچھا تھا نہ ہی انہوں نے خود سے کچھ بتایا تھا۔ وہ وہاں تقریباً ایک ماہ رہیں تھیں' نہ انہیں عدت کا ہوش تھا اور نہ ہی مستقبل کا پتہ۔ وہ تقریباً روزانہ ہی عبداللہ سے اسکائپ پر بات کرتی تھیں' یا پھر ای میلو بھیجتی تھیں نیلوفر کے کہنے پر ہی فیضان علی نے عبداللہ کا ایڈمیشن ایک بہت اچھے کانونٹ اسکول میں کروا دیا تھا۔ نیلوفر نے اس کے پرانے اسکول کی T.C اور تمام اکیڈمک ریکارڈ اسکول کی انتظامیہ کو میل کردیے تھے۔ عبداللہ ایک آؤٹ اسٹینڈنگ اسٹوڈنٹ تھا۔ عبداللہ کی اسکولنگ شروع ہوگئی تھی۔ ان حالات میں اس کا مصروف ہوجانا بہت ضروری تھا۔ اس کا اسکول حوریہ اور ماریہ کے اسکول کے راستے میں آتا تھا۔ نیلوفر لندن کے معاملات نمٹا رہی تھیں۔ اس بنگلے میں ہونے والے پے در پے حادثات نے بہت سارے سوالات کھڑے کردیے تھے۔ نیلوفر نے ان تمام حادثات سے لاعلمی ظاہر کی تھی اور ان کی لاعلمی ثابت ہوگئی تھی۔ نیلوفر کسی الزام کی زد میں نہیں تھیں۔ انہوں نے پہلی فرصت میں اس بنگلے کو فروخت کیا پھر انہوں نے لندن میں موجود باقی کی پراپرٹی بھی بیچ دی۔ حسن زیدی کے تمام اکاؤنٹس اور اپنے اکاؤنٹس کی تمام رقم وہ پاکستان میں موجود اپنے بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروا چکی تھیں۔ تمام جیولری انہوں نے ساتھ رکھ لی تھی اور بھی جو جو ضروری کاغذات و دستاویزات تھے اور جو ضروری سامان تھا انہوں نے وہ پیک کرلیا۔ وہ آخری رات جو انہوں نے ائرپورٹ پر گزاری تھی' اس تمام رات وہ ویٹنگ لاؤنج میں بیٹھی روتی رہی تھیں۔ ان کی فلائٹ اگلی صبح کی تھی اور بنگلہ بیچنے کے بعد ان کے پاس رات گزارنے کے لیے کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ حسن زیدی کی ماں نے بیٹے کی موت کی ذمہ داری ان کے کاندھوں پر ڈال دی تھی۔ وہ ان کی اور عبداللہ کی صورت دیکھنے کی بھی روادار نہ تھیں۔ اس شہر میں وہ بہت سارے خوب صورت خواب اپنی حسین آنکھوں میں سجا کے آئی تھیں مگر وقت کے بے رحم ہتھکنڈے کے بعد وہ اس کی آنکھوں سے خواب نوچتے گئے

اور ان کی آنکھوں میں کرچیاں بھر دیں..... فاطمہ بی بی کی باتیں انہیں یاد آ رہی تھیں۔

"بہت کٹھن وقت ہے بیٹی...... اگر حوصلہ کرنا ہوگا میرا خدا تمہارے ساتھ ہے۔ تم باہمت اور باحوصلہ بچی ہو..... میرا فخر ہو میرا غرور ہو۔ بس حوصلوں کو پست مت کرنا۔" اور اتنی پریشانیوں میں ماں کی دعاؤں نے ہی ان کے حوصلے بلند رکھے تھے۔ انہیں عبداللہ کی خاطر خود کو پھر سے زندہ کرنا پڑا تھا..... عبداللہ..... جو ان کی واحد اولاد تھا ان کی تمناؤں کا واحد مرکز..... ان کا سب کچھ..... ان کی ساری عمر کی جمع پونجی' وہ اب اسے لندن میں نہیں رکھ سکتی تھیں۔ وہ اس کے ساتھ تنہا بھی نہیں رہ سکتی تھیں' انہیں اب ایک عجیب سے خوف نے آن گھیرا تھا۔ عبداللہ ابھی بہت چھوٹا تھا' اس کے جوان ہونے تک انہیں اس کی ڈھال بننا تھا۔ زندگی میں پہلی بار انہیں اپنے بے پناہ حسن سے خوف محسوس ہوا تھا۔ زندگی میں پہلی بار انہیں مرد ذات سے خوف محسوس ہوا تھا اور یہ ساری باتیں ان پر اس رات ائرپورٹ کے ویٹنگ لاؤنج میں کھل رہی تھیں۔ وہیں بیٹھے بیٹھے انہوں نے بہت ساری باتوں پر غور کیا اور کچھ فیصلے کیے۔ پھر وہ نشست سے ٹیک لگا کر جہاز کے فلائنگ آورز گننے لگیں۔

❁......❁❁❁......❁

"حوریہ کو تم نے پھر عبداللہ کے ساتھ بائیک پر بھیج دیا۔ میں نے تمہیں کتنی بار منع کیا ہے کہ کار کی بات اور ہے مگر اسے عبداللہ کے ساتھ بائیک پر مت بھیجا کرو۔" فاطمہ بی بی ان پر ناراض ہو رہی تھیں۔

"اماں جان! آج کالج وین مس ہوگئی تھی۔ یہ جلدی ہی چلے گئے تھے۔ عبداللہ روز اسی راستے سے یونیورسٹی جاتا ہے اب میں اس کے لیے اسپیشلی کار منگواتی' ان سے ڈانٹ سنتی اور پھر اس میں حرج ہی کیا ہے۔" سمیہ ماں کے سامنے ناشتہ لگاتے ہوئے وضاحت کر رہی تھیں۔

"سمجھنے کی کوشش کرو سمی! بچے اب بچے نہیں رہے۔" فاطمہ بی بی نے جھنجلا کر کہا۔

"اچھا اماں جان! آئندہ خیال رکھوں گی۔ آپ ناشتہ تو کرلیں۔" انہوں نے کہا اور ساتھ ہی اپنے لیے چائے کپ میں نکال کر بیٹھ گئیں۔

"نیلی آپا کے اسکول میں آج کوئی فنکشن ہے کہہ رہی تھیں کہ دیر ہو جائے گی' تو چھو سے کہہ کر عبداللہ کے کمرے کی صفائی کروائی ہے۔ آپ کو تو پتہ ہے کہ عبداللہ کو گندگی کتنی بری لگتی ہے۔" انہوں نے موضوع بدلا۔

"ہاں تو ساتھ میں ماریہ یا حور کو بھیج دیتا کہ ٹھیک سے صفائی کرتے بلکہ باقی کا کام بھی کروا لینا۔"

"اماں جان! کل کی بات لگتی ہے جب نیلی آپا عبداللہ کو لے کر آئی تھیں۔ کیا قیامت کی گھڑیاں تھیں' کیا طوفان تھے' لگتا تھا کہ بس سب کچھ ختم ہی ہو گیا ہے مگر خدا نے نیلی آپا کو بہت حوصلہ دیا ہے۔ انہوں نے یہاں آ کر بھی حوصلہ نہیں ہارا۔ گھر خرید لیا' چھتا ہوا پارلر اور اسکول خرید لیا' پھر دن رات جیسے مشین کی طرح کام کرنے میں جت گئیں۔ آج ماشاءاللہ سے ان کے اسکول اور پارلر کی کئی برانچز اس شہر میں بھی ہیں اور دوسرے شہروں میں بھی۔ اللہ نے ان کا بہت ساتھ دیا اور آج ان کا نام پاکستان اور پاکستان سے باہر بھی پہچانا جاتا ہے۔" سمیہ بولیں۔

"ہاں... میری بچی نے بہت ہمت دکھائی مگر یہ بھی سچ ہے کہ فیضان علی اور تم نے بھی اس کا بہت ساتھ دیا ہے۔ اسے کمزور پڑتے دیکھ کر سہارا دینے کے لیے آگے آ جاتے تھے ورنہ جیسے کیسے الزام تراشیوں سے میری پھول سی بچی کو لوگوں نے زخمی کیا تھا۔" فاطمہ بی بی کی بوڑھی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

"وقت کیسا بھی ہو اماں جان گزر ہی جاتا ہے۔ زندگی نے بہت کچھ سکھا دیا ہے۔" سمیہ سنجیدگی سے بولیں۔

"اب تو ماضی' بھولی بسری یاد بن گیا..... بس اب تو پرانی زمینوں پر نئی عمارتوں کی بنیاد ڈالنی ہے۔ تعمیر نو کا سلسلہ تو شروع ہو چکا ہے' بس اسے تمام کرنا ہے۔" فاطمہ بی بی معنی خیز انداز میں بولیں تو سمیہ چونکیں۔

"اماں جان کس بات کی طرف اشارہ ہے آپ کا؟"

انہوں نے پوچھا۔

"ماریہ کا رشتہ تو تم دونوں میاں بیوی نے کردیا۔ فواد بہت اچھا لڑکا ہے دیکھا بھالا خاندان ہے فیضان میاں کے قریبی رشتے دار ہیں۔ برسوں سے جانتے ہیں انہیں۔ شکر الحمدللہ یہ بھول سا وزن ہلکا ہوا بس اب حوریہ کی فکر کرو۔" وہ مدے پہ آ گئیں۔

اماں جان! مگر کوئی اچھا لڑکا بھی تو ہو جو اپنی حور کے قابل ہو آپ کی نظر میں کوئی ہے تو بتائیں۔" وہ انہیں دیکھنے لگیں۔

"ہے تو...... مگر پتہ نہیں فیضان علی مانے یا نہ مانے۔" انہوں نے جھجکتے ہوئے بیٹی کو دیکھا۔

"کون...... کس کی بات کررہی ہیں اماں؟" انہوں نے حیرت اور کچھ الجھے ہوئے انداز میں ماں سے سوال کیا۔

"عبداللہ...... مجھے شروع سے ہی حوریہ کے لیے یہ بچہ بہت پسند ہے۔" انہوں نے عبداللہ کا نام لیا تو سمیہ چپ سی ہوگئیں۔

"سمی! کیا ہوا بیٹی...... چپ کیوں ہوگئی ہو...... کیا عبداللہ تمہیں پسند نہیں؟" انہوں نے بغور بیٹی کا چہرہ دیکھا جیسے ان کے ذہن پر لکھی تحریر پڑھ رہی ہوں۔

"عبداللہ مجھے بے حد پسند ہے اماں جان! وہ اس عمر میں بھی اتنا سلجھا ہوا سمجھدار اور متوازن شخصیت کا مالک ہے کہ میرا جی چاہتا تھا ہمیشہ سے کہ حوریہ کا رشتہ اسی سے ہو مگر......" وہ کہتے کہتے رکیں جیسے سوچ رہی ہوں کہ کہیں کہ نہ کہیں۔

"مگر کیا؟"

"اپنے منہ سے رشتے کی بات کرنا اچھا نہیں لگتا آپ سے اگر آپ نیلو کوئی بات کریں تو پھر بات آگے بڑھائی جاسکتی ہے اور پھر عبداللہ کی رائے بھی تو معنی رکھتی ہے۔" انہوں نے کہا۔

"میں موقع دیکھ کر نیلو سے بات کرلوں گی۔ تم اس کی فکر مت کرو۔" فاطمہ نے تسلی دی۔

"مگر حوریہ کا کیا کریں اماں؟ وہ تو صاف کہتی ہے کہ عبداللہ اس کا بھائی ہے احمق کہیں کی۔" سمیہ نے کوفت بھرے انداز میں کہا۔

"اسی دن کے لیے تمہیں کہتی تھی کہ بھائی بھائی کی پٹی اسے نہ پڑھاؤ' بچے کا دماغ کچا ہوتا ہے جو نقش وہ ساری عمر کے لیے رہ جاتا ہے۔ جب میں اسے سمجھاتی تھی تب تمہیں برا لگتا تھا۔ میرے سمجھانے کا مقصد عبداللہ سے رشتے والی بات نہیں تھا اس وقت تو کوئی واضح بات ذہن میں نہیں تھی مگر بیٹی! وہ عمر بنیاد ڈالنے کی ہوتی ہے۔ عبداللہ کی بنیاد مضبوط ہے ماریہ بھی سمجھدار ہے مگر حوریہ کی بنیاد تم نے کمزور کردی۔ اس کی نفسیات جانے بغیر اس کو سمجھے بغیر یہ تو ننھے ذہنوں سے کھیلنے والی بات ہوگئی۔ اس طرح کی تربیت میں والدین خود ہی بچوں کے اندر بھول بو دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ بچہ خود بھی زخمی ہوتا ہے اور اس کے ساتھ چلنے والا بھی لہولہان ہوتا ہے۔" فاطمہ بی بی نے ٹھہرے ٹھہرے سے انداز میں بیٹی کو اس کی کوتاہی یاد دلائی۔

"اماں جان! میں ڈری ہوئی تھی۔"

"اور تم نے اپنے اس ڈر کی وجہ سے حوریہ کو کانچ کا سامان بنادیا۔ اس کی غیر ضروری احتیاط شروع کردی۔" فاطمہ نے ان کی بات کاٹی۔

"میں اس حادثے سے خوف زدہ ہوگئی اماں جان۔" ان کی آواز اتنی آہستہ تھی کہ جیسے سرگوشی کررہی ہوں۔

"حادثے ہو کر گزر جاتے ہیں بیٹی! انہیں بھول جانا چاہیے ورنہ زندگی کا روگ بن جاتے ہیں اور پھر آج کل کا تو زمانہ ایسا ہے کہ لڑکیاں خود اپنے لیے بر ڈھونڈ لیتی ہیں۔ زمانہ بہت آگے نکل چکا ہے بس ہمیں صرف بچوں کی سوچ کے زاویے کو مثبت رکھنا چاہیے۔ تم نے شروع سے ہی مردوں کو ہوا بنا رکھا تھا۔ وہی چیز تم نے بچی کے ذہن میں ڈال دی۔" فاطمہ بی بی کی باتیں تلخ تھیں مگر سچ تھیں۔ وہ اپنا احتساب کرنے بیٹھ گئیں۔

✿......✿✿✿......✿

"چھٹی میں بھی آپ مجھے پک کرلیجیے گا۔" وہ بائیک

سے اترتے ہوئے بولی۔

"تمہاری وین آئی تو ہے۔" عبداللہ نے ایک طرف کھڑی کالج وین کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے وین میں نہیں جانا' آپ امی جی سے کہہ کر یہ وین کا جھنجٹ ختم کرائیں۔" اس نے بیگ شولڈر پر ڈالتے ہوئے کہا' اور دوپٹہ ٹھیک طرح سے سر پر جمایا۔ عبداللہ نے سن گلاسز اتارتے ہوئے گہری نظر اس پر ڈالی اور پھر ایک نظر بغور وین ڈرائیور پر ڈالی۔ موٹا تازہ ڈرائیور وین سے ٹیک لگائے ہوئے دوسری وین ڈرائیور سے باتیں کر رہا تھا مگر درمیان میں اچٹتی سی نگاہ حوریہ اور دوسری لڑکیوں پر بھی ڈال لیتا تھا۔

"تم نے وین جان بوجھ کر مس کی تھی آج؟" عبداللہ نے سنجیدگی سے سوال کیا۔ حوریہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر گردن ہلادی۔

"ہائے حوریہ......" حوریہ کی کوئی کلاس فیلو تھی۔

"تم چلو میں آتی ہوں۔" حوریہ نے لڑکی کو وہاں سے ٹالا جو بڑی دلچسپی سے عبداللہ کو دیکھ رہی تھی۔ نہ صرف وہ بلکہ اردگرد کالج کے گیٹ سے داخل ہوتی ہوئی لڑکیاں بھی اشتیاق بھری نظریں عبداللہ پر ڈالتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے میں آجاؤں گا تم اندر جاؤ۔" اس نے سن گلاسز لگاتے ہوئے کہا اور جب تک حوریہ کالج گیٹ سے اندر نہ چلی گئی وہ اسے دیکھتا رہا۔ اس کے اندر جانے کے بعد عبداللہ نے اطمینان سے وین ڈرائیور پر ایک نظر ڈالتے ہوئے بائیک ذن سے آگے بڑھادی۔

✿ ...... ✿✿✿ ...... ✿

"کون تھا وہ ہینڈسم ہیرو؟" زرقا نے قلم کھینچتی ہوئی حوریہ سے پوچھا۔ ادھر انگلش کی مس لیکچر دے رہی تھیں۔ اوپر سے حوریہ کا پین اچانک لکھتے لکھتے رک گیا تھا۔ اس پر زرقا نے یہ سوال پوچھ کر اس کی جان کھائی تھی۔

"پین دو جلدی سے۔" اس نے دانت کچکچا کر پین مانگا۔

"لو مرو...... مگر اب تو بتادو۔" زرقا نے دوسرا پین نکال کر اس کے رجسٹر پر پٹخا۔ "اب تو بکو۔"

"بھائی ہے۔" وہ عجلت میں بولی۔

"جھوٹ...... میں جانتی ہوں تم صرف دو بہنیں ہو۔" زرقا نے اس کے منہ پر اسے جھوٹا کہا تھا۔

"کزن برادر ہے اسٹوپڈ۔ اب بک بک بند کرو ورنہ میڈم روبی نے دونوں کو کلاس سے آؤٹ کردینا ہے۔" وہ اسے گھورتی ہوئی سرگوشی میں بولی۔

"اچھا ہے ان کے بورنگ لیکچر سے اچھا ہے کہ بندہ باہر کی ہوا کھائے۔" وہ بھلا کب چپ بیٹھنے والی تھی۔

"تم اسے پسند کرتی ہو؟" زرقا نے اس سے پوچھا۔

"تو...... میں اسے پیار کرتی ہوں کیونکہ وہ میرا اچھا بھائی ہے۔" وہ محبت سے بولی۔

"ہم آں...... کس کو بے وقوف بنارہی ہو تم؟ بھائی وائی کوئی نہیں ہوتا۔" زرقا نے ہاتھ مکھی اڑانے کے سے انداز میں ہلایا۔

"شٹ اپ زرقا! سگے نہیں ہیں تو کیا ہوا میں انہیں بھائی ہی سمجھتی ہوں۔" وہ برامان گئی۔

"سمجھنے سے کیا ہوتا ہے۔ سمجھنے کو تو میں بھی نجانے کیا کیا سمجھ لوں۔" زرقا پر مطلق اثر نہ ہوا تھا یوں بھی وہ اپنی رائے کا اظہار کرنے کی عادی تھی۔

"شادی سے پہلے سبھی بھائی ہوتے ہیں یار۔" زرقا ہنسی تو باقی سہیلیاں بھی ہنس پڑیں۔ ان کے اس گروپ میں ایک دو لڑکیاں اس کی اسکول کے زمانے کی دوستیں تھیں۔ زرقا سے اس کی دوستی کالج میں آکر ہوئی تھی۔

"نہیں یار شی از رائٹ...... عبداللہ بھائی کو یہ بھائی ہی سمجھتی ہے۔" اس کی بھرائی ہوئی آنکھیں دیکھ کر اس کی پرانی دوست مینا جلدی سے بولی۔

"اوکے...... پھر آج سے ہم سب بھی اپنے اپنے کزنز کو صرف "بھائی" سمجھیں گی مگر شادی سے پہلے والا بھائی۔" زرقا پھر بولی اور خود ہی ہنسنے لگی باقی لڑکیاں زیرلب مسکرانے لگیں۔ صرف مینا تھی جو حوریہ کے احساسات سمجھ

رہی تھی۔

"شٹ اپ! مجھ سے اب کبھی بات مت کرنا۔" حوریہ یک دم ہونے تنی اور روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

❀ ...... ❀❀❀ ...... ❀

چھٹی کے وقت حسب وعدہ عبداللہ آ چکا تھا مگر زرقا نے اسے دیکھ کر بھی منہ سے کوئی کمنٹس پاس نہ کیے بلکہ حوریہ کو دیکھ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں مسکراتی ہوئی اپنی وین کی طرف بڑھ گئی۔ بینا بھی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھی۔ عبداللہ سے اس کی علیک سلیک تھی۔ اس نے دور سے ہی سر کے اشارے سے عبداللہ کو سلام کیا۔ عبداللہ نے بھی اسے سر کے اشارے سے جواب دیا۔ حوریہ نے بائیک پر اسٹائل سے بیٹھے عبداللہ کو دیکھا۔ سفید شرٹ اور بلیک جینز میں ملبوس بلیک سن گلاسز لگائے قدرے آگے کی طرف جھک کر بیٹھا ہوا تھا۔ دراز قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا مضبوط کسرتی جسم اور بے حد حسین نین نقش وہ پہلی نظر میں قادر لگتا تھا مگر فارزرا اتنے پر کشش نہیں ہوتے۔ وہ بے حد پرکشش بھی تھا۔ دیکھنے والی نظریں بار بار اس کا طواف کرنے پر مجبور ہو جاتی تھیں۔ بلاشبہ وہ بے حد خوب صورت مرد تھا۔ حوریہ اس کے قریب پہنچ کر مسکرائی۔

"بہت ڈیشنگ لگ رہے ہیں۔ سب لڑکیاں آپ کو دیکھ رہی ہیں۔" وہ شوخی سے بولی۔ "اپنی نظر اتار لیجیے گا گھر جا کر۔" اس نے پھر چھیڑا۔ حوریہ کو بہت اچھا لگتا تھا جب صنف نازک مڑ مڑ کر عبداللہ کو دیکھتی تھیں۔ اس کے لیے جیسے یہ ایک دلچسپ کھیل تھا۔ عبداللہ نے بائیک کو کک لگائی اور ایک جھٹکے سے بائیک کو مصروف شاہراہ پر ڈال دیا۔

"مجھے میک کھانا ہے۔" اس نے جھٹ فرمائش کی۔

"بالکل نہیں، دیر ہو جائے گی اور تائی جان سے ڈانٹ مجھے سننی پڑے گی۔" عبداللہ نے صاف منع کر دیا۔

"پلیز پلیز، مجھے بھوک لگی ہے، بریک میں نے لنچ بھی نہیں کیا اور میک تو وہ سامنے رہا۔" اس نے دائیں جانب بنے میک ڈونلڈ کے آؤٹ لٹ کی طرف مدیدے پن سے اشارہ کیا۔ "گھر کا راستہ بیس منٹ کا اور میک ہم بیس سکنڈز میں پہنچ جائیں گے۔" اس نے اپنا منہ عبداللہ کے کان کے قریب کرتے ہوئے تقریباً چلا کر کہا۔

"کان مت کھاؤ میرے، بلی اگر تائی کو پتہ چل گیا ناں کہ ان کی لاڈلی کو بھری دوپہر میں برگر کھلوانے لے گیا ہوں تو کورٹ مارشل کر دیں گی۔" عبداللہ اسے تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔

"کچھ نہیں ہوتا، میں بتاؤں گی نہیں اور ظاہر ہے آپ بھی خود اپنی شکایت نہیں کریں گے۔"

"تم بہت چالاک ہوتی جا رہی ہو۔" عبداللہ نے بائیک میکڈونلڈ کی طرف موڑی۔

"اور پیسے کون دے گا؟" اس نے پارکنگ میں بائیک کھڑی کی۔

"میرے پیارے سے بھائی کی جیب میں خاصا مال جمع رہتا ہے وہ کس دن کام آئے گا۔" وہ شوخی سے بولی۔

"تمہارا بھائی بے چارہ جاب لیس ہے ابھی۔" اس نے یاد دہانی کرائی۔

"مگر امیر کبیر ہے۔" اس نے درمیان میں ہی عبداللہ کا جملہ اچک لیا۔ اندر جا کر اس نے اپنے لیے برگر آرڈر کیا۔ عبداللہ نے صرف ملک شیک آرڈر کیا تھا۔ "تم نے لنچ کیوں نہیں کیا؟" عبداللہ نے اس سے پوچھا۔

"زرقا سے لڑائی ہو گئی تھی میری، غصے میں لنچ بھی نہیں کیا۔"

"کس بات پر جھگڑا ہوا؟" اس نے پوچھا۔

"یونہی اسٹوپڈ سی بات تھی۔" اسے زرقا کی بات یاد آ گئی، اس نے عبداللہ سے نظریں چراتے ہوئے برگر کا بائٹ لیا۔

"آپ میری وین والا پرابلم حل کریں، میرا پک اینڈ ڈراپ آپ اپنے ذمہ لے لیں۔" اس نے صبح والی بات کو دہرایا۔

"کیوں...... اس وین میں کیا پرابلم ہے اور مجھے کیا تم پک اینڈ ڈراپ کی فیس دو گی؟" وہ بے رخی سے بولا۔

"عبداللہ بھائی! کیا بہن سے بھی فیس مانگیں گے؟"

اس نے منہ پھلا لیا۔

"تم میری بہن نہیں ہو صرف دوست ہو۔" عبداللہ نے ہمیشہ کی طرح ٹکا سا جواب دیا۔

"اور یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔ وین کیوں چھوڑنا چاہتی ہو؟" وہ مدعے پر آیا۔

"وہ جو ہمارا موٹا وین ڈرائیور ہے ناں..... وہ مجھے پسند نہیں ہے گھورتا رہتا ہے۔" اس نے دانت کچکچا کر کہا۔

"تو تم اس کی شکل نہ دیکھو۔" عبداللہ نے اس کی بات کا کوئی رسپانس نہ دیا۔

"میں کب دیکھتی ہوں اس کی شکل۔ وہ گھورتا ہے۔"

"اس نے کبھی کوئی نازیبا حرکت کی یا کبھی تم سے بدتمیزی سے پیش آیا؟" عبداللہ نے سنجیدگی سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "صرف تمہیں دیکھتا ہے یا سبھی لڑکیوں کو؟" عبداللہ نے وکیلوں کی طرح جرح شروع کردی۔

"سبھی کو دیکھتا ہے۔" اس نے سوچ کر جواب دیا۔

"بس تو پھر کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، بھئی یہ اس کی عادت ہے۔ بے چارہ گھورنے والی عادت کے ہاتھوں مجبور ہے۔ میں نے صبح اسے دیکھا تھا ایسی ویسی کوئی بات مجھے اس میں نظر نہیں آئی، تمہیں وہم کرنے کی عادت ہے۔" عبداللہ نے اسے سمجھایا۔

"آپ کو کیا پتہ؟" وہ برا مان گئی ایک واحد عبداللہ ہی تھا جس سے وہ مان بھی جاتی تھی اور بات بے بات روٹھتی بھی تھی۔

"اس لیے کہ میں تمہیں آج سے نہیں تب سے جانتا ہوں جب تم اتنی سی تھیں۔" عبداللہ نے ہاتھ کے اشارے سے کہا۔ "تم کچھ دن چینج کرلو میں نانی سے بات کرلوں گا۔" اس کے منہ پر بارہ بجتے ہوئے دیکھ کر وہ بولا۔

"سچ۔" وہ یک دم کھل گئی۔

"اب چلو..... آل ریڈی اتنے لیٹ ہوگئے ہیں۔" وہ کھڑا ہوگیا۔

"آپ نے کچھ کھایا نہیں۔"

"گھر جا کر جو کھانا تمہیں کھانا تھا وہ بھی میں نے ہی کھانا ہے۔ تین تین افراد کا کھانا نہیں کھا سکتا میں۔" وہ تیز تیز قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے باہر بھاگی۔

ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ جب سے عبداللہ نے بائیک لی تھی اس کے مزے ہوگئے تھے۔ ضد کرکے بائیک پر اس کے ساتھ بیٹھ جاتی۔ اسے لانگ ڈرائیو کا کریز تھا پھر نانی سے خوب ڈانٹ کھانے کو ملتی مگر وہ باز نہ آتی۔ عبداللہ اس کے نخرے شروع سے اٹھاتا رہا تھا۔ عبداللہ سے اسے ڈانٹ بھی پڑتی تھی مگر وہ مانتی بھی صرف اسی کی تھی۔

وہ گھر پہنچے تو کھانے کی میز سجی ہوئی تھی مگر سمیہ فاطمہ اور ماریہ کھانا کھا چکی تھیں۔ لیٹ آنے پر استفسار کیا گیا تو ٹریفک کا بہانہ بنایا گیا۔ تھوڑی سی ڈانٹ فاطمہ سے کھانے کے بعد دونوں ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گئے۔ سمیہ گرم روٹی اور سالن لانے کا کہہ کر اندر کچن میں چلی گئی تھیں۔ اس نے عبداللہ کو اشارہ کیا تو اس نے صبر سے بیٹھے رہنے کا جوابی اشارہ کیا۔

"آنٹی! جلدی سے کھانا لائیں ورنہ آپ کی بیٹی مجھے کھا جائے گی۔" عبداللہ نے وہیں بیٹھے بیٹھے ہانک لگائی۔

"میں جان سے ماردوں گی آپ کو۔ میرا نام کیوں لیا؟ اتنا پیٹ بھر گیا ہے اب تو گھونٹ پانی کی بھی گنجائش نہیں۔" وہ دانت بھینچ کر دبے دبے لہجے میں بولی۔

"اچھا ہے ناں زیادہ کھاؤ گی تو جان بنے گی اس موٹے وین ڈرائیور کی طرح۔ پھر کسی سے بھی نہیں ڈرو گی۔" وہ اس کی جان جلاتے ہوئے اطمینان سے بولا اور گاجر کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھا۔ چچو گرم سالن اور گرم روٹی لاکر میز پر رکھ رہی تھی۔ ان کی نوک جھونک پر مسکرائی اور کچن کی طرف مڑ گئی۔ عبداللہ نے اس کی پلیٹ میں چاول اور اپنی پلیٹ میں ذرا سا سالن نکالا وہ بس اس کی حرکتیں دیکھ رہی تھی۔ عبداللہ نے جلدی جلدی اس کی پلیٹ سے چاولوں کے چمچ بھر بھر کر منہ میں رکھنے شروع کردیے۔ اسے ہنسی آ گئی۔

"ہنس لو ہنس لو۔ یہ ہنسی بھی میری وجہ سے ہے ورنہ ابھی ڈانٹ سے پیٹ بھر رہی ہوتی۔" عبداللہ نے احسان جتایا۔ اس کی پلیٹ صاف کرکے جب وہ اپنی پلیٹ کی طرف متوجہ ہوا تو ماریہ نمودار ہوگئی۔

"یہ کیا ڈرامہ چل رہا تھا؟ بلکہ چل رہا ہے تم پھر باہر سے کھانا کھا کر آئی ہو؟" ماریہ بیٹھتے ہوئی بولی تو اسی پل سمیہ کچن سے نمودار ہوئیں۔ حوریہ نے ان سے نگاہ بچا کر ہاتھ جوڑ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"اوکے مگر میرا حصہ....." اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کیا بھتہ خوروں میں پھنس گیا' مل جائے گا چنوری۔" عبداللہ نے اس کی لمبی سی چوٹی پکڑ کر کھینچی تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"تمہارے فواد میاں کو لگاؤں گا تمہاری شکایتیں۔" اس نے ماریہ کو اس کے منگیتر کے نام سے چھیڑا۔

"ارے یاد آیا' بھئی وہ فواد کے گھر والے آرہے ہیں آج شادی کی تاریخ لینے۔ تم گھر پر رہنا اور نیلو آپا کو تو میں نے صبح بتا دیا تھا مگر تم انہیں یاد دہانی کرا دینا۔" سمیہ کو اچانک فواد کے نام سے یاد آیا۔

"جی بہتر' کوئی کام ہے ابھی تو بتا دیں۔ ورنہ شام کو تو میں ہوں گا ہی۔" اس نے مؤدبانہ پوچھا۔

"ڈنر وہ لوگ یہیں کریں گے' سوچ رہی ہوں کیٹرنگ آرڈر کردوں۔ ایک دو ڈشز گھر پر بنا لوں' آٹھ دس افراد ہیں مرد اور عورتیں ملا کر۔" انہوں نے کہا۔

"اب کیا کہہ سکتا ہوں آپ بہتر سمجھتی ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"آپا سے بھی مشورہ کرلوں گی۔ تم ایسا کرنا ان سے کہنا کہ آج وہ جلدی آجائیں۔" وہ ذہنی طور پر کچھ اپ سیٹ لگ رہی تھیں یا پھر گھر کی پہلی شادی تھی اس لیے نروس تھیں۔

❁.....❁❁❁.....❁

ماریہ کو پڑھائی وغیرہ کا اتنا شوق نہیں تھا۔ انٹر کرنے کے بعد اس نے مختلف کورسز کیے تھے اور گھر پر ہی وقت گزار رہی تھی۔ منگنی تو اس کی تب ہوگئی تھی جب وہ نویں کلاس میں تھی۔ اس کا منگیتر فواد اس کا رشتے کا کزن تھا اور اسے پسند بھی تھا۔

نیلوفر تو دوپہر تین بجے ہی ان کے گھر آگئی تھیں۔ ان کا گھر بالکل برابر میں ہی تھا۔ صرف ایک دیوار کا فاصلہ تھا۔ وہ بھی نماز ادا کرنے کے بعد کالج کا ہوم ورک کرکے فارغ ہوگئی تھی اور بجائے ماں اور خالہ کا ہاتھ بٹانے کے وہ خود کو سجانے سنوارنے میں لگ گئی۔ وہائٹ کلر کی لانگ فراک' فیروزی کلر کے پائنچے اور وہائٹ کلر کے بڑے سے دوپٹے (جس کے پلوؤں پر فیروزی رنگ کی نازک سی بیل بنی تھی) کھول کر گلے میں ڈالے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ چھوٹے چھوٹے سے ڈائمنڈ کے ٹاپس اس کے کانوں میں جگمگا رہے تھے۔ ریشمی گھنے بالوں کی اس نے بنی پونی ٹیل بنائی ہوئی تھی اور میک اپ کے نام پر صرف آئی لائنر اور پنک کلر کی لپ گلوز استعمال کیے تھے۔ وہ تیار ہوکر باہر نکلی تو نیلوفر کی نظر اس پر پڑی۔

"ارے واہ! یہ باربی ڈول کہاں سے آگئی... ماشاء اللہ" انہوں نے اپنی آنکھ کے کاجل کو انگلی پر لگا کر اس کے رخسار پر لگا دیا۔ وہ جھینپ گئی۔

"خالہ! اچھی لگ رہی ہوں؟" اس نے اپنی نئی فراک گول گھوم کر انہیں دکھائی۔

"بالکل پری لگ رہی ہو۔" وہ انہیں ہمیشہ سے بہت عزیز تھی۔ "اچھا گڑیا! اب میرا ایک کام کردو۔ عبداللہ کو جا کر بولو کہ کیٹرنگ والے کو فون کردے۔ میں عبداللہ کا سیل ٹرائی کررہی ہوں مگر آف جا رہا ہے۔" نیلوفر نے کہا۔ وہ خراماں خراماں لان کی طرف چلی آئی۔ نیلوفر کی سہولت کی خاطر فیضان علی نے دونوں گھروں کی وہ دیوار جو لان کے بیچوں بیچ تھی اسی میں ایک لکڑی کا دروازہ بنوالیا تھا۔ اس طرح دونوں فیملیز میں سے جس کو بھی ایک دوسرے کے گھر آنا ہوتا یہی دروازہ استعمال کرتے تھے جو کہ آسان راستہ تھا اور محفوظ بھی۔ وہ خراماں خراماں نیلوفر کے گھر چلی آئی عبداللہ کا بیڈ روم فسٹ فلور پر تھا' نیلوفر کا بیڈ روم گراؤنڈ فلور پر جو کہ انہوں نے اپنی سہولت کی وجہ سے رکھا تھا۔ عبداللہ کے کمرے کا دروازہ

بھرا ہوا تھا وہ بے تکلفی سے اندر آ گئی مگر ٹھٹک کر وہیں رک گئی۔ عبداللہ کے ساتھ کمرے میں کوئی اور بھی تھا۔ دونوں کمپیوٹر کے سامنے کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ شاید کسی پروجیکٹ پر کام کررہے تھے۔ ان کی ڈسکشن حوریہ کی اچانک آمد کی وجہ سے کچھ دیر کے لیے رک گئی تھی۔ حوریہ کی نظریں پہلے اجنبی پر اور پھر عبداللہ پر آ کر رک گئی تھیں جبکہ اجنبی کی نظریں صرف اسی پر ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ بہت دلچسپی سے بجی سنوری حوریہ کو دیکھ رہا تھا۔

"وہ...... سوری...... مجھے پتہ نہیں تھا کہ آپ بزی ہیں۔" وہ کچھ شرمندہ سی ہوگئی۔

"کوئی بات نہیں بولو کچھ کام ہے؟" عبداللہ نے اس کے بنے سنورے کول سے روپ پر ایک تفصیلی نظر ڈالی اور دوسری نگاہ اپنے دوست پر جو کہ اب بھی حوریہ کو دیکھ رہا تھا۔ عبداللہ بات کرتے کرتے شعوری طور پر اس طرح سے حوریہ اور اپنے دوست کے درمیان آ کر کھڑا ہو گیا تھا کہ اس کی نگاہ حوریہ پر نہ پڑ سکے۔

"آپ کا سیل فون آف ہے؟" اس نے پوچھا۔

"او... ہاں... بیٹری کی چارجنگ ختم ہوگئی تھی میں نے چارجنگ پر لگایا ہے۔ ابھی آن کرتا ہوں۔" عبداللہ کو یک دم خیال آیا کہ آج تو گھر میں مہمانوں کو آنا تھا اور کوئی ضروری کام پڑ سکتا تھا۔ حوریہ نے نیلوفر کا پیغام اسے دیا۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ...... میں کرلوں گا فون۔ ان لوگوں نے تو سات بجے تک ہی آنا ہے ناں۔" انداز میں اتنی عجلت تھی کہ جیسے چاہتا ہو کہ وہ جلد سے جلد یہاں سے چلی جائے۔ وہ دروازے سے ہی پلٹ گئی۔

"یہ محترمہ کون تھیں؟" محب نے اشتیاق سے پوچھا۔

"کزن ہے...... تم بتاؤ کیا کہہ رہے تھے؟" عبداللہ کا انداز ٹھہا ہوا تھا۔ گویا اسے حوریہ کے تعارف کرانے میں کوئی بھی اشتیاق نہ ہو۔ اس نے محب کو باتوں میں الجھا لیا تھا۔

❁......❁❁❁......❁

ماریہ اور فواد کی شادی کی ڈیٹ فکس ہوگئی تھی۔ وہ خوشی خوشی کچن میں خالہ کے ساتھ مصروف تھی۔

"بس...... سب ریڈی ہے۔ اب صرف چولہے کو کہہ کر سرو کروا لینا۔ میں ذرا مہمانوں کے پاس بیٹھوں۔" نیلوفر اسے سمجھا کر کچن سے نکل گئیں۔ وہ برتنوں کا جائزہ لینے لگی۔

"تم ناک کرکے نہیں آسکتی تھیں؟" عبداللہ کی آواز سن کر وہ ہڑبڑا گئی۔ گلاس ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا تھا۔

"کیا ہے...... ڈرا ہی دیا! مجھے کیا پتہ تھا کہ موصوف کے کمرے میں اور بھی کوئی ہے۔" وہ خفت مٹانے کو بولی۔

"اور تمہیں ڈنر سب کے ساتھ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم ماریہ کے ساتھ کھانا کھالینا۔" عبداللہ کی بات پر وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیوں...... سب کے ساتھ کھانے میں کیا مضائقہ ہے؟"

"تم سوال بہت کرتی ہو چپ چاپ بات کیوں نہیں مان لیتی؟" وہ جھلا کر بولا اور باہر نکل گیا۔ وہ اسے یہ نہیں بتا سکا تھا کہ فواد کا بھائی آیا ہوا تھا اس کی نظریں حوریہ سے ہٹ نہیں پارہی تھیں اور اس کا حوریہ کو اس طرح سے دیکھنا عبداللہ کو سخت ناگوار گزر رہا تھا۔

"پہلے محب اور اب جواد...... عبداللہ کو پتہ نہیں آج کیوں عجیب سی کوفت ہورہی تھی۔ ڈنر کے وقت اس نے حوریہ کو غائب پایا اور بڑے اطمینان سے کھانا کھایا۔

❁......❁❁❁......❁

فاطمہ نے فیضان علی سے مشورہ کرنے کے بعد اور ان کی رضامندی کے بعد نیلوفر سے عبداللہ اور حوریہ کے رشتے کی بات کی تھی۔ وہ بہت خوش تھیں۔

"مگر بیٹا پہلے عبداللہ سے پوچھ لو شادی تو لڑکے اور لڑکی کی باہمی رضامندی سے ہی طے پائی جائے گی۔" فاطمہ کے لیے بیٹی کی خوشی کے ساتھ عبداللہ کی رضامندی بھی ضروری تھی۔ نیلوفر کو یقین تھا کہ عبداللہ اس شادی کے لیے حامی بھرلے گا۔

وہ لیپ ٹاپ لیے بیڈ پر نیم دراز تھا۔ اس کی انگلیاں تیزی سے لیپ ٹاپ کی بورڈ پر تھرک رہی تھیں۔ وہ بے حد

منہمک تھا جب ہلکی سی دستک کے ساتھ نیلوفر نے آدھ کھلے دروازے سے اندر قدم رکھا۔ اس نے سر نہیں اٹھایا بس نگاہوں کو تھوڑا سا اونچا کیا۔

"ہائے مام! آج اس غریب کے کمرے میں کیسے آنا ہوا؟" وہ کام کرتے کرتے ذرا سا سیدھا ہو کر بیٹھا اور مسکرا کر جیسے ماں کو چھیڑا۔ یہ سچ تھا کہ کتنے کتنے دن وہ عبداللہ کے کمرے میں نہیں آتی تھیں اور اس کی واحد وجہ ان کی حد سے بڑھی ہوئی مصروفیات تھیں۔

"ماں پر طنز نہیں کرتے۔" وہ بیڈ کی طرف بڑھیں اور مسکرائیں۔

"طنز نہیں، مذاق۔" اس نے تصحیح کرتے ہوئے اپنے پاس ان کے لیے جگہ بنائی۔

"مصروفیات ہی اتنی ہوتی ہیں بیٹا! تمہیں پتہ تو ہے اسکول، پارلرز ان سب میں کتنا وقت نکل جاتا ہے۔ پھر آئے دن کے کوئی نہ کوئی فنکشنز کی انویٹیشنز۔" انہوں نے مختصراً جواب دیا۔

"تو آپ یہ سلسلہ وائنڈ اپ کریں نا۔ ایٹ لیسٹ پارلر والا سلسلہ ختم کریں۔ مجھے یوں بھی یہ فیلڈ پسند نہیں ہے۔ اسکولز تک ٹھیک ہے۔" وہ کام روک کر ان سے مخاطب ہوا۔

"اچھا...... سوچتے ہیں اس بارے میں بھی۔ میں بھی اب اتنی بھاگ دوڑ نہیں کرسکتی۔ تمہیں بالکل وقت نہیں دیتی۔" وہ محبت سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اعتراف کرنے لگیں۔ اس نے فٹ رضامندی ظاہر کی۔

"کیا کام کررہے تھے؟" نیلوفر نے پوچھا۔

"بس یہ پروجیکٹ ہے نیکسٹ فرائیڈے تک پریزنٹیشن دینی ہے۔ آپ بتائیں کیسے آنا ہوا؟"

"ہاں کام میرا نہیں تمہارا ہے۔" وہ ذومعنی انداز میں بولیں۔ عبداللہ نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا مگر کچھ بولا نہیں۔ "یہ بتاؤ کہ ایگزیمز کے بعد کیا کرنا ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"مام! میں نے کچھ پلان کیا ہے۔ اسٹڈیز تو بس ختم ہی ہونے والی ہیں۔ میں اپنا کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ کھولنا چاہتا ہوں۔ اس کی بہت ویلیو ہے آج کل۔ میری پلاننگ اتنی لمبی چوڑی نہیں ہے۔" اس نے مختصراً بتایا۔

"گڈ...... یہ ٹھیک ہے۔ کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ کا جو بھی بجٹ ہوگا وہ تم مجھے بتا دینا اور دراصل میں ایک خاص کام کے لیے آئی ہوں۔" اب وہ اصل بات کی طرف آرہی تھیں۔

"حور کیسی لگتی ہے تمہیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"کیا مطلب کیسی لگتی ہے؟ اچھی لگتی ہے...... بہت اچھی لگتی ہے۔" وہ نا سمجھنے والے انداز میں ہنس پڑا۔

"میں اسے ہمیشہ کے لیے اس گھر میں لانا چاہتی ہوں۔" نیلوفر نے کہا۔

"کیا...... مام! آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ ہاؤ اٹ از پاسبل؟" وہ تقریباً اچھل ہی پڑا۔ اس کے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ نیلوفر اس سے یہ بات کرنے والی ہیں۔

"کیوں امپاسبل بات کیا ہے؟ کزن ہے وہ تمہاری، تم پسند کرتے ہو اسے پھر اتنا ری ایکٹ کرنے کی کیا بات ہے؟" وہ سنجیدگی سے بولیں۔

"ری ایکٹ نہیں مام...... شاکڈ ہوں میں۔ میں نے کبھی اس کے بارے میں ایسا سوچا ہی نہیں۔"

"تم کسی اور میں انٹرسٹڈ ہو؟" نیلوفر نے گہری نظروں سے بیٹے کے چہرے کو پڑھنے کی کوشش کی۔

"آف کورس ناٹ مام۔ یو نو ویری ویل اباؤٹ می، حوریہ کو میں نے ہمیشہ دوست کی حیثیت سے پسند کیا ہے۔ شادی کے بارے میں کبھی گمان تک نہیں آیا۔" وہ سنجیدہ ہوا۔ چہرے کی مسکراہٹ غائب ہوگئی تھی۔

"تو اب سوچ لو۔ وہ شروع ہی سے مجھے تمہارے لیے بہت پسند رہی ہے۔ میں کون سا ابھی جواب مانگ رہی ہوں، تم ٹائم لے لو۔ میں انتظار کرسکتی ہوں۔"

"مام! مجھے ابھی اپنی اسٹڈیز کمپلیٹ کرنی ہیں، بزنس سیٹ کرنا ہے دو سال تک تو میں شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔" اس نے صاف لفظوں میں کہا۔

"تو میں کون سا ابھی شادی کرنے کا کہہ رہی ہوں، تم

دو کیا تین سال لے لو۔ ہم ابھی صرف منگنی کر دیتے ہیں۔ حوریہ اتنی اچھی ہے کہ اس کا رشتہ کہیں بھی ہو سکتا ہے کسی بھی اچھی اور اونچی فیملی میں۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتی۔ وہ میرا خون ہے گھر آئے گی تو میرا گھر اور بیٹا دونوں محفوظ رہیں گے۔ کسی دوسری لڑکی کا پتہ نہیں کیسی ہو؟ تم میرے اکلوتے بیٹے ہو عبداللہ! شادی کے بعد اچھے اچھوں کو بدلتا دیکھا ہے میں نے۔ حور جیسی لڑکی ہی میری آئیڈیل ہے۔ وہ تمہیں مجھ سے کبھی الگ نہیں کرے گی۔ اس سے اچھی کوئی لڑکی ہو ہی نہیں سکتی۔ یوں سمجھ لو کہ یہ میری زندگی کی سب سے بڑی اور اہم خواہش ہے۔ میری خوشی ہے۔ انکار مت کرنا عبداللہ!'' نیلوفر اس کا مضبوط ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ یہ وہ عورت تھی جس نے بیٹے کی خاطر ساری زندگی تنہا کاٹ دی تھی۔ جس نے اپنی ہر خوشی.... آرام سکھ سب کچھ بیٹے پر قربان کر دیا تھا۔ عبداللہ کی ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اس عظیم اور دکھی عورت کو منع کر کے ناراض کر دے۔

''ٹھیک ہے۔ ہم جیسا آپ چاہیں۔'' اس نے اپنا دوسرا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھا۔

''تھینکس اے لوٹ مائی ڈیئر۔'' نیلوفر نے محبت سے اس کی کشادہ پیشانی پر بوسہ دیا۔ وہ تو جا چکی تھیں مگر عبداللہ ڈسٹرب ہو گیا تھا۔ اس نے دوبارہ اپنا کام شروع کیا مگر ذہنی طور پر وہ اتنا منتشر تھا کہ اپنا کام جاری نہ رکھ سکا۔

❁ ...... ❁❁❁ ...... ❁

وہ شاکڈ سی ماریہ کی شکل دیکھ رہی تھی۔

''امپاسبل.....'' حوریہ کے منہ سے بس یہی نکلا تھا۔

''تمہاری منگنی ہے سنڈے کو پاگل۔'' ماریہ خوشی سے سرخ چہرہ لیے اسے گلے سے لگاتے ہوئے بول رہی تھی اور اس کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔

''عبداللہ کے ساتھ منگنی..... اس نے ہامی کیسے بھرلی؟ وہ تو..... وہ تو.....'' وہ آگے نہ سوچ سکی۔ اس کو اتنا جھٹکا لگا کہ فی الوقت سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج ہو گئی تھیں۔ اس نے کئی بار عبداللہ سے ملنے کی بات کرنے کی کوشش کی مگر اس کی ہمت ہی نہیں پڑی۔ اس شش و پنج میں ایک سادہ سی تقریب میں عبداللہ کے نام کی انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنا دی گئی اور وہ بت بنی رہ گئی۔

❁ ...... ❁❁❁ ...... ❁

اسے عبداللہ پر بے حد غصہ تھا اور دکھ بھی۔ وہ اس سے اتنی ناراض تھی کہ اس کی صورت بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اس کی منگنی کی خبر اس نے اپنی دوستوں کو بھی نہیں دی تھی۔ اس خیال نے اس کی زبان پکڑ لی تھی کہ عبداللہ سے منگنی کی خبر سن کر وہ کیسا ری ایکٹ کریں گی' کتنا مذاق اڑائیں گی وہ..... اس نے نیلوفر کے گھر جانا بالکل ہی ترک کر دیا تھا۔ اب وہ عبداللہ سے بھی نہیں ملتی تھی۔ اس نے وین میں جانا پھر سے شروع کر دیا تھا۔ اسی موٹے ڈرائیور والی وین میں۔ وہ خاموش طبع تو پہلے بھی تھی اب تو گم صم ہو گئی تھی۔ وہ جیسے سب سے ہی شاکی ہو گئی تھی۔

عبداللہ کو اس نے آج تک جس نظر سے دیکھا تھا اب یک دم ہی کسی اور رشتے میں ڈھلا دیکھنا اور محسوس کرنا بہت تکلیف دہ لگ رہا تھا۔ سمیہ اور نیلوفر اس روز ماریہ کے ساتھ بازار گئی تھیں۔ اس کی شادی کے کپڑے لے کر درزی کو دینے تھے فاطمہ بی بی پڑوس میں ہونے والی قرآن خوانی میں شرکت کرنے گئی تھیں۔ چینو حسب معمول اپنے کاموں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔ وہ اکنامکس کی بک ہاتھ میں لیے لان میں آ گئی۔ موسم بہت اچھا ہو رہا تھا۔ اسے اپنے ٹیسٹ کی تیاری کرنی تھی مگر دل پڑھنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ کتاب گود میں رکھ کر خالی خالی نظروں سے گھاس کو دیکھنے لگی۔ اولین بہار کے دن تھے۔ گہرے سرمئی بادلوں سے آسمان ڈھکا ہوا تھا۔ لان میں لہلہاتے رنگ برنگے پھولوں کی مہک ہر جھونکے کے ساتھ اٹھتی اور.... جاں کو معطر کر جاتی' ساحل سمندر ان کے گھر سے صاف نظر آتا تھا' وہاں سے آنے والی ہواؤں کے جھونکے بار بار اس کے کھلے ہوئے گیسوؤں کو بکھیر دیتے مگر وہ اپنی بکھری زلفوں کو سمیٹنے کی تکلیف نہیں کر رہی تھی۔ آسمان سے چند موتی گرے اور اس کی گھنیری زلفوں اور صبیح چہرے پر شبنم کی

طرح اٹک گئے۔ عبداللہ اسے لان کے بیچوں بیچ بیٹھا ہوا دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ بڑا ہی دل فریب منظر تھا۔ سبزے اور پھولوں کے درمیان گہرے رنگوں کے پھول دار لباس میں اپنی کھلی ہوئی حسین اڑتی لہراتی زلفوں کے ساتھ وہ اتنی حسین اور مکمل تصویر لگی جس میں "زندگی" ہو..... وہ نجانے کن سوچوں میں گم تھی۔ منگنی کے بعد سے وہ اسے آج دیکھ رہا تھا۔ رشتہ بدلا تو دیکھنے اور سوچنے کا انداز بھی بدل گیا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر دلکشی سے مسکرایا۔

"کیا گراس پر ریسرچ ہو رہی ہے؟" وہ قریب پہنچ کر اچانک بولا تو وہ اچھل ہی پڑی تھی۔ عبداللہ کو مسکراتے ہوئے دیکھ کر اس نے نظریں چرائیں۔ "ناراض ہو؟" وہ نرمی سے بولا۔

"میں اندر جا رہی ہوں۔" وہ کتاب اٹھا کر کھڑی ہوگئی۔

"شرما رہی ہو؟" اب اس نے چھیڑا۔

"میں کبھی آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی نہ ہی آپ کی شکل دیکھنا چاہتی ہوں۔ آپ نے یہ کیا کر دیا؟" وہ جیسے پھٹ پڑی۔ آنسو ایک روانی سے پلکوں کی باڑ توڑ کر بہہ نکلے تھے۔ وہ اندر بھاگتی ہوئی چلی گئی اور عبداللہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس کی سماعتوں میں حوریہ کے الفاظ سیسہ بن کر اترے تھے۔ وہ لب بستہ رہ گیا تھا۔

✿.....✿✿✿.....✿

"حوریہ! تم نے عبداللہ سے کیا کہا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ جب تک حوریہ دل سے اس رشتے کے لیے راضی نہیں ہوگی وہ شادی نہیں کرے گا۔" سمیہ بہت غصے میں تھیں۔ انہوں نے سب کے سامنے ہی اس سے پوچھ لیا تھا۔ حوریہ نے کچھ نہ کہا، بس لب کاٹتی رہ گئی۔

"بولو ناں..... کیا بکواس کی تم نے اس سے؟" سمیہ غصے میں اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھی تھیں۔

"آرام سے بات کرو سمیہ۔" فیضان علی نے بیوی سے کہا۔

"اتنا اچھا لڑکا اور اچھا رشتہ ملا ہے اور یہ مہارانی ہیں..... ساتویں آسمان پر اس کا دماغ رہتا ہے اور وجہ صرف اور صرف آپ ہیں۔ آپ کی شہہ پر یہ اتنا اکڑتی ہے۔" سمیہ بے حد ناراض تھیں۔ عبداللہ نے نیلوفر کی زبانی صاف صاف کہلوا دیا تھا کہ اگر حوریہ اس رشتے پر راضی نہیں تو وہ کبھی بھی زبردستی یہ شادی نہیں کرے گا۔ سمیہ کا غصہ اور ناراضگی بجا تھے۔

"کیا تم کسی اور....." سمیہ نے یکلخت کسی خیال کے تحت پوچھا۔

"اسٹاپ اٹ امی جی..... بس چپ ہو جائیں میں کسی اور میں انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔" اس کی حسیات اتنی شارپ ہو چکی تھیں کہ ماں کی بات درمیان ہی میں اچک لی تھی۔

"آپ جاننا چاہتی ہیں ناں کہ میں اس رشتے پر کیوں راضی نہیں ہوں تو اس کی وجہ آپ ہیں۔" وہ گویا پھٹ پڑی۔

"میں..... میں کس طرح؟" سمیہ شاکڈ سی اس کی شکل دیکھ رہی تھیں۔

"آپ نے ہی بچپن سے میرے دماغ میں ڈالا اور وظیفہ کی طرح پھر دہراتی ہی رہیں کہ عبداللہ تمہارا بھائی ہے۔ میرے ذہن نے انہیں صرف اسی روپ..... اسی رشتے کے حوالے سے قبول کیا آپ کہتیں کہ عبداللہ میرا بھائی ہے نانی، ماریہ پاپا حتیٰ کہ میری فرینڈز وہ سب کہتیں کہ عبداللہ میرا سگا بھائی نہیں ہے صرف خالہ زاد بھائی ہے۔ میں بھائی اور خالہ زاد بھائی کی چکی میں پستی گئی۔ مجھے کبھی یہ سمجھ ہی نہیں آیا کہ بھائی اور خالہ زاد بھائی میں کیا فرق ہے۔ بس اسی وجہ سے میرا ذہن انہیں اس رشتے اس حیثیت سے قبول نہیں کر پا رہا۔" وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔ آنسوؤں سے تر چہرے کے ساتھ وہ بولتی ہی چلی گئی۔

"آپ لوگوں کی دوغلی اور ریا کی، ری ہوئی سوچ کی بھینٹ میں چڑھ گئی امی جی..... میں کسی بھی مرد کسی بھی لڑکے میں انٹرسٹڈ ہو بھی کیسے سکتی تھی میں، میں تو....." مزید اس سے نہ بولا گیا۔ وہ روتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ لاؤنج میں موجود نفوس پر گویا جمود طاری ہوگیا تھا۔ سب ایک

دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے جو پتھر حوریان کو مار کر گئی تھی اس کی چوٹ دل تک پہنچی تھی۔ اس کے کرب اور ذہنی تکلیف کا اندازہ اب سب کر سکتے تھے جو بات ان سب کے لیے آسان تھی وہ اس کے لیے پل صراط پار کرنے کے مترادف تھی۔

اس دن کسی نے اسے کچھ نہ کہا' اس کا کھانا بھی ماریہ نے اسے کمرے میں ہی پہنچا دیا تھا کیونکہ وہ باہر آنے پر راضی نہ تھی۔ مگر اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ دن سے رات ہوگئی اور اس نے پانی کا ایک گھونٹ تک نہ پیا...... بس روتی ہی رہی تھی۔ باری باری سب گھر والے اسے منانے آ رہے تھے اور تھک کر چلے جاتے' رات کے وقت اس کے کمرے کے دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی وہ رو رو کر نڈھال ہو چکی تھی۔ اس نے دروازے کی سمت دیکھا مگر پھر اندر آنے والے وجود کو دیکھ کر منہ موڑ لیا۔

''بھئی کھانے سے کیسی ناراضگی۔ اب تک تو پیٹ میں ہاتھی اور چوہے کی ریس شروع ہو کر ختم ہو چکی ہوگی۔ ماریہ نے بتایا کہ تم آج بھوک ہڑتال پر ہو'' عبداللہ اس کے قریب آتے ہوئے لہجے میں بشاشت پیدا کرتے ہوئے بولا۔

''جائیں یہاں سے' مجھے کسی سے بات نہیں کرنی۔'' وہ یک دم پھر رو پڑی۔

عبداللہ اس کے پاس بیٹھ گیا' مسلسل رونے اور بھوکا رہنے کی وجہ سے چند گھنٹوں میں ہی اس کا پھول سا چہرہ کملا گیا تھا۔ آنکھیں سوجی ہوئی اور متورم تھیں۔ ناک سرخ ہو رہی تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ عبداللہ کو اسے اس طرح بے ترتیب دیکھ کر بہت دکھ ہو رہا تھا۔

''چلو ڈرائیو پر چلتے ہیں' میں نے نئی کار لی ہے اور تم نے مجھے مبارک باد تک نہیں دی۔'' عبداللہ نے اصرار کیا۔

''نہیں جانا ہے مجھے۔'' وہ ہاتھ چھڑاتی ہوئی بولی۔

''میں نے فیضی انکل سے اجازت لے لی ہے' پلیز کچھ دیر کے لیے چلو میرے ساتھ۔'' اس نے ملتجی لہجے میں کہا۔ عبداللہ کے سامنے وہ یوں بھی کمزور پڑ جاتی تھی۔

''منہ تو دھولو'' اس کو اٹھتے دیکھ کر وہ بولا تو حوریہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

''اچھا اچھا...... سمجھ گیا شیر منہ نہیں دھوتے' چلو ایسے ہی......'' اور وہ اسے گھورتی ہوئی باہر نکل گئی۔ عبداللہ نے اس کے پسندیدہ ریستوران کے پاس کار روک کر اس کا من پسند کھانا آرڈر کیا۔

''پہلے کھالو تاکہ لڑنے کی طاقت پیدا ہو۔ خالی پیٹ لڑائی کا مزہ نہیں آتا۔'' اسے منہ کھولتے ہوئے دیکھ کر وہ فوراً بولا۔ وہ آرڈر دے چکا تھا۔ عبداللہ نے کن انکھیوں سے اس کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی دیکھی۔ ڈائمنڈ کی انگوٹھی ہنوز موجود تھی۔ اس نے بات شروع کی۔

''تو پھر...... انکار کی وہی وجہ ہے جو تم نے خالہ کو بتائی یا کوئی اور بھی بات ہے؟'' اس نے گہری نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''اور کیا بات ہو سکتی ہے؟'' حوریہ نے نظر چرائی۔

''حور! میں تم کو آج ایک راز کی بات بتانا چاہتا ہوں۔'' اس نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔

''جب میں نے تمہیں بچپن میں دیکھا تھا تو تم مجھے ام مریم کی طرح لگی تھیں۔'' اس نے بات کا آغاز کیا۔

''ام مریم...... ہواز؟'' وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔

''میرا ماضی! جس سے انتہائی کربناک اور خوف ناک یادیں جڑی ہیں۔'' اس نے گہری سانس لی۔ حور پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''ام مریم میری دوست تھی' وہاں لندن میں...... اس دن جب میں نے تمہیں دوسری مرتبہ دیکھا تھا تو تم مجھے ام مریم کی طرح لگی تھیں۔ لندن میں ہمارا بہت بڑا بنگلہ تھا۔ جس کے دو حصے تھے' ایک حصے میں ہم مام اور ڈیڈ رہتے تھے اور دوسرے پورشن کو ہم نے کرائے پر دے رکھا تھا کیونکہ مام سے اتنا بڑا گھر اکیلے نہیں سنبھالا جاتا تھا اور وہ اکیلے ڈرتی بھی تھیں۔ وہ مصری فیملی تھی' میاں بیوی اور ایک بیٹی ام مریم' ہزبینڈ مصری تھے اور وائف عربی' ام مریم میری ہی ہم عمر تھی مگر بے چاری ذہنی طور پر ڈس ایبل تھی'

پاگل نہیں تھی صرف اس کا ذہن چار پانچ سال کے بچے کا ذہن تھا۔ فہمیدہ آنٹی بہت پیاری تھیں اور بے حد نیک اور باحیا خاتون تھیں۔ وہ لانگ ڈریس نما کچھ پہنتی تھیں اور سر پر ہمیشہ حجاب لیے رہتی تھیں' میں نے کبھی انہیں گھر کے اندر بھی بغیر حجاب کے نہیں دیکھا تھا۔ میں ان کے پاس قرآن اور نماز سیکھنے جاتا تھا' ام مریم سے میری دوستی وہیں ہوئی۔ وہ بے حد خوب صورت بچی تھی' فرشتوں کی طرح معصوم۔ انکل عبدالسلام ڈاکٹر تھے' فہمیدہ آنٹی ہاؤس وائف تھیں۔ مجھے یہ فیملی بہت پسند تھی۔ میں فری آورز میں ان کے پورشن میں کھیلنے چلا جاتا تھا۔ کبھی کبھی اسے میں اپنے گھر بھی لے آتا تھا۔ ہم اکثر اپنے بینگلو کے گارڈن میں کھیلتے تھے۔ ہمارا لان بہت بڑا اور بے حد حسین تھا۔ وہاں پر درخت بھی تھے۔" ویٹر کے آجانے کی وجہ سے وہ کچھ دیر کے لیے چپ ہوا۔

"کھاؤ......" اس نے اشارہ کیا' حوریہ نوڈلز کھانے لگی اور وہ ملک شیک پینے لگا۔

"ڈیڈ بہت کامیاب اور امیر آدمی تھے' بظاہر وہ بہت نائس لگتے تھے' مجھ سے بہت محبت کرتے تھے' مگر ان کی ایک بہت خراب عادت تھی' کہ وہ ڈرنک بہت کرتے تھے اور جب وہ ڈرنک کرتے تو آؤٹ آف کنٹرول ہوجاتے تھے۔ آنٹی فہمیدہ سے سنا تھا' کسی حدیث کی تفسیر بتاتے ہوئے انہوں نے سمجھایا تھا کہ شراب نوشی کرنے والے پر شیطان حاوی ہوجاتا ہے اور یہ تمام نشوں میں سب سے زیادہ خطرناک نشہ ہے۔ وہ مجھے دین سے متعلق کافی باتیں سمجھاتی تھیں۔ وہ باتیں آج بھی میرے لیے مشعل راہ بنی ہوئی ہیں۔" وہ کہتے کہتے رکا۔ حوریہ کھانے کے دوران پوری توجہ سے اسے سن اور دیکھ رہی تھی۔ عبداللہ کے چہرے پر ناقابل فہم تاثرات تھے۔ آنٹی فہمیدہ کی فیملی سے پہلے بھی ہمارے اس پورشن میں کچھ فیملیز آکر ٹھہری تھیں مگر یہ فیملی مجھے بہت زیادہ پسند تھی۔ کبھی کبھار مام ان لوگوں کو اپنی طرف انوائیٹ کرلیتی تھیں' کبھی لنچ' کبھی بریک فاسٹ پر' کبھی وہ ہمیں انوائیٹ کرلیتے تھے' مام نے

آج تو لیبر ڈے ہے ناں......!
بھٹی سے اٹھتے سیاہ دھوئیں میں
ان بچوں کی
ڈھیروں ڈھیر ہی خواہشیں جلتی ہوں گی
ہمارے گھر کی اک اک اینٹ میں جن کے
ننھے ہاتھوں کی محنت ہے
گم صم سی وہ چھت پر بیٹھی
سیاہ دھوئیں کو دیکھ رہی تھی
سوچ رہی تھی
بچوں کو جب پیار سے اس نے
صبح جگایا
تو انہوں نے یاد دلایا
بھول گئیں ناں......
آج اسکول میں چھٹی ہے ماں
آج تو لیبر ڈے ہے ناں......!

دعائے سحر...... فیصل آباد

کبھی ان لوگوں کو ڈنر پر انوائیٹ نہیں کیا تھا۔ وہ پتہ نہیں کیوں ڈرتی تھیں' ڈیڈ کو ڈنر کے بعد ڈرنک کرنے کی عادت تھی اور ڈرنک کے بعد وہ اکثر آپے سے باہر ہوجاتے تھے۔ دوسری بری عادت ڈیڈ کی یہ تھی کہ وہ کینہ پرور تھے' دل میں جس کے لیے جو ٹھان لیتے وہ پوری کرکے دم لیتے' مجھے ٹھیک سے یاد تو نہیں کہ ہوا کیا تھا مگر اتنا یاد ہے کہ اس رات ہم انکل عبدالسلام اور فہمیدہ آنٹی کے یہاں ڈنر پر مدعو تھے' میں اور ام مریم لاؤنج میں کھیل رہے تھے' مام اور آنٹی کچن میں کھانا کا دیکھ رہی تھیں جب ڈیڈ اور انکل کے جھگڑنے کی آوازیں آئیں۔ مام اور آنٹی بھاگ کر لاؤنج میں آئی تھیں اور ڈیڈ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کررہی تھیں۔ انکل اور ڈیڈ ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے۔

"حرام زادے......" انکل عبدالسلام کے منہ سے نکلنے والی گالی پر ڈیڈ آپے سے باہر ہوگئے۔

"میں تمہیں حرام زادے کا مطلب عملاً سمجھاؤں گا۔" ڈیڈ نے جاتے جاتے انہیں دھمکی دی تھی۔ مام بمشکل انہیں

لے کر باہر نکل گئی تھیں اور میں اور ام مریم بہت خوف زدہ تھے۔ میرے پوچھنے پر بھی مام نے مجھے کچھ نہ بتایا تھا۔ اگلے روز ڈیڈ کے چلے جانے کے بعد مام نے فہمیدہ آنٹی کو فون کیا تھا تاکہ معاملے کا پتہ چلا سکیں۔ میں ان کے پاس ہی کھڑا تھا۔ مام کے چہرے کے تاثرات آج بھی مجھے یاد ہیں حوریہ..... میری ماں نے میرے باپ جیسے آدمی کے ساتھ اپنی زندگی کے بدترین دن گزارے تھے۔" وہ کہتے کہتے رکا حوریہ کھانا کھانا بھول چکی تھی۔ "مجھے وہ بھیانک رات آج بھی یاد ہے مام نے اس رات زندگی میں پہلی بار خود سے ڈیڈ سے لڑائی کی تھی۔ بات کا پتہ نہیں مگر موضوع وہی تھا' اس رات ان کا عبدالسلام انکل سے جھگڑا مام غصے میں روتی ہوئی کار کی چابی لے کر باہر نکل گئیں تھیں۔ ڈیڈ نے مجھے ڈانٹ کر کمرے میں بھگا دیا تھا خود ڈرنک کرنے لگے تھے اور میں روتے روتے سو گیا تھا۔ رات کا جانے کون سا پہر تھا جب میری آنکھ کسی آواز سے کھلی تھی۔ پتہ نہیں کون سا پہر تھا رات کا' میں گھبرا کر اٹھا۔ لندن کی سردی جما دینے والی ہوتی ہے میں نے صرف ایک گرم ہوئیٹر پہنا ہوا تھا اور ننگے پیر میں کمرے سے نکل کر باہر آ گیا۔ رات کے مہیب سائے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھے۔ اتنا سناٹا اور اس قدر جمود سا محسوس ہو رہا تھا فضا میں کہ میں لمحہ بھر کو ٹھٹک سا گیا۔ مجھے بچپن سے ہی ایسی ٹریننگ ملی تھی کہ میں کسی چیز سے نہیں ڈرتا تھا' مگر اس رات اس سناٹے میں ایک چیخ نے مجھے دہلا دیا تھا۔ میں نے غور کیا تو چیخ کی آواز فہمیدہ آنٹی کے گھر سے آئی تھی۔ میں ٹیرس میں کھڑا تھا۔ ان لوگوں کے گھر کا دروازہ بند نہیں تھا کیونکہ اتنے اندھیرے میں گھر کے اندر کی روشنی اس دروازے کی جھری سے باہر آ رہی تھی۔ میں نے چیخ کی آواز پھر سنی..... مگر اس بار ایک ننھی سی چیخ بھی اس چیخ میں مدغم تھی۔ میں سمجھا کہ ان کے گھر کوئی ڈاکو گھس آیا ہے۔ چوری کی وارداتیں اس علاقے میں بہت کم ہوتی تھیں مگر ہوا کرتی تھیں۔ میں ڈیڈ کے روم کی طرف بھاگا' ڈیڈ کے کمرے کا دروازہ پٹ کھلا ہوا تھا۔ میں نے کمرے کی ہلکی نیلی روشنی میں بیڈ کی طرف دیکھا۔ وہاں مام سو رہی تھیں' میں ان کی طرف بھاگا مگر بستر پر صرف کمبل تھا' مام نہیں تھیں..... نہ ہی ڈیڈ تھے۔ میں بدحواس ہو گیا تھا تو میں تو دس سال کا بچہ ہی..... میرے اعصاب چیخ سے گئے۔ اتنے میں دل خراش چیخ نے مجھے پھر ہلا دیا۔ میں تیزی سے فہمیدہ آنٹی کے پورشن کی طرف بھاگا۔ میں ننگے پاؤں تھا..... میں ابھی فہمیدہ آنٹی کے گھر سے کچھ ہی قدم کے فاصلے پر تھا کہ میں نے ان کے گھر کا دروازہ کھلتے اور اس کے اندر سے ایک شخص کو نکلتے دیکھا۔ میں خوف زدہ ہو کر وہیں ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ وہ مرد جھوم رہا تھا' اور ڈور لائٹ کے نیچے کھڑے اس مرد کو دیکھ کر میں جیسے سکتے میں آ گیا تھا وہ اور کوئی نہیں..... ڈیڈ تھے۔ وہ شراب کے نشے میں جھوم رہے تھے۔ ان کی شرٹ کے تمام بٹن کھلے تھے اور ان کے چہرے پر وحشت چھائی تھی۔ وہ مجھے آدمی نہیں خون آشام درندہ نظر آ رہے تھے۔ وہ ہمارے پورشن کی طرف بڑھ گئے تھے۔ میں اندھیرے میں اور درخت کی اوٹ لینے کی وجہ سے ان کو نظر نہیں آیا تھا۔ ڈیڈ گھر کے اندر جا چکے تھے۔ میں لرزتے کانپتے وجود کے ساتھ دہشت زدہ سا یہ سوچتا ہوا فہمیدہ آنٹی کے گھر کی طرف بڑھنے لگا کہ وہ چیخیں کس کی تھیں اور ڈیڈ اتنی رات کو یہاں کیا کرنے آئے تھے۔ دروازہ پٹ کھلا ہوا تھا مگر میرے اندر دہلیز عبور کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ اندر کا منظر اتنا خوف زدہ کر دینے والا تھا کہ میرے پیروں سے جان ہی نکل گئی تھی۔ اس روز میں نے خوف کے اصل معنی جانے تھے۔ ام مریم بے لباس کارپٹ پر بے سدھ پڑی تھی' پتہ نہیں اس کا لباس کہاں تھا؟ وہ زندہ بھی تھی یا نہیں؟ اس سے کچھ فاصلے پر فہمیدہ آنٹی نیم جان حالت میں گری ہوئی تھیں' ان کے سر پر حجاب نہیں تھا' ان کا لباس بھی غائب تھا..... ان کی دونوں کلائیاں اور پیر رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ نیم بے ہوشی میں تھیں۔ میری آنکھوں سے وہ منظر نہیں جاتا ہے حوریہ..... میں نے اس باپردہ اور باحیا عورت کو جس حالت میں دیکھا تھا میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں ڈیڈ کا سر دور کر دوں' اللہ نے اس رات اس

بچے کو ایک بڑے مرد جتنی طاقت اور حوصلہ دیا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر ام مریم پروہی حجاب کھول کر ڈالا جو اس کی ممی اپنے سر کے بالوں کو ڈھانپنے کے لیے استعمال کرتی تھیں۔ پھر میں نے آنٹی فہمیدہ کے ہاتھوں کی رسیاں کھولنے کی کوشش کی مگر مجھ سے نہ کھل سکیں۔ مجھے خیال آیا کہ پہلے فہمیدہ آنٹی پر چادر ڈالنی چاہیے میں نے ادھر ادھر سے ڈھونڈ کر چادر نما کپڑا ان پر ڈالا اور ان کے ہاتھوں اور پیروں کی رسیوں کو چھری کی مدد سے کاٹا۔ فہمیدہ آنٹی نے ادھ کھلی آنکھوں سے مجھے دیکھا تھا۔ میں ان آنکھوں کا تاثر آج بھی یاد رکھے ہوئے ہوں...... میں رو رہا تھا۔ فہمیدہ آنٹی ہاتھوں کے آزاد ہوتے ہی اپنے چہرے کو ڈھانپ کر رونے لگیں۔ ان کی چیخوں سے دہل کر میں الٹے قدموں واپس باہر بھاگا اور پھر سیدھا اپنے بیڈروم میں بستر پر ہی آ کر گرا تھا۔ اس رات خوف و دہشت سے میری چیخیں اندر ہی گھٹ گئی تھیں، مجھے نہیں پتہ تھا کہ مام کہاں چلی گئی تھیں...... بس میری آنکھیں بند ہوتی گئی اور میں مام کو چیخ چیخ کر پکارنا چاہتا تھا مگر میری آواز گھٹ کر رہ گئی تھی۔ مجھے جب ہوش آیا تھا تو میں ہاسپٹل کے کمرے میں تھا۔ مجھے شدید نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔ میں تقریباً ایک ماہ تک ہاسپٹل میں رہا جہاں میرا ذہنی اور نفسیاتی دونوں علاج چل رہے تھے۔" وہ کچھ لمحہ ٹھہرا اور حودیہ نے زندگی میں پہلی بار اس کی آنکھیں میں نم دیکھی تھیں۔

"وہ حادثہ میری زندگی کا بدترین حادثہ تھا۔ مام کی زبانی پتہ چلا تھا کہ اس رات کسی نے ام مریم اور اس کی مما کا ریپ کر دیا تھا اور یہ صرف میں جانتا تھا کہ انہوں نے خودکشی کی اور ام مریم کی جان لی تھی۔ اس ذلت کو وہ برداشت بھی کیسے کر سکتی تھیں۔ انکل عبدالسلام اس رات ہاسپٹل میں نائٹ ڈیوٹی پر تھے انہیں پتہ چلا تو انہیں برین ہیمبرج ہو گیا۔ وہ تین لاشیں ایک ہی گھر سے نکلی تھیں...... مما اس رات ڈسٹرب تھیں اور اپنی ایک فرینڈ کے گھر چلی گئی تھیں۔ صبح جب وہ آئی تو ڈیڈ مجھے ہاسپٹل لے جا چکے تھے۔ مام کو کچھ باتوں پر شک تھا انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں کچھ نہ چھپا سکا۔ میں نے انہیں آنکھوں دیکھا سارا حال بیان کر دیا۔ مام نے اس وقت خود کو کیسے سنبھالا تھا؟ مجھے یاد نہیں...... مگر وہ دن ہمارا اس گھر میں آخری دن تھا۔ مام اور میں گھر چھوڑ کر مام کی ایک فرینڈ کے خالی اپارٹمنٹ میں آ گئے تھے، جو کہ ان دنوں شہر سے باہر تھیں، مام نے ڈیڈ سے ڈائیورس مانگی تھی۔ وہ اب ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں، ڈیڈ نے پانچ زندگیوں کا خون کیا تھا، تین جسم قبر کی مٹی میں اترے تھے اور دو چلتی پھرتی لاشیں۔ مجھے اس شخص سے گھن آتی ہے جسے میں اپنا باپ کہنے پر مجبور ہوں۔ اس رات میں نے جانا تھا کہ جب آدمی شیطانیت پر اترتا ہے تو پھر شیطان بھی اس سے پناہ مانگنے لگتا ہے۔ شاید فرشتوں نے اسی خوف کے سبب خدا سے پوچھا تھا کہ تو انسان کو پیدا کرے گا تو وہ زمین پر فساد برپا کرے گا۔ خون و انتشار پھیلائے گا۔ مام اور میرے درمیان ایک خاموش معاہدہ ہو گیا تھا کہ اس واقعے کا ذکر ہم اپنے آپ سے بھی نہیں کریں گے، پھر مام نے لبوں کو سی لیا۔ بہت سارے الزام اپنے اوپر برداشت کیے کہ کبھی جو بھی اس حادثے کی "اصل" سے ناواقف تھے وہ مام کو ڈیڈ کی موت کا ذمہ دار

کباڑ خانہ

کباڑ خانے میں
رنگ برنگی اشیا
دھول میں اٹی ہوئیں
جو کبھی کسی وقت
بڑی آن بان سے
توجہ کا مرکز ہوا کرتی تھیں
عہد گم گشتہ کی مانند
بے حس و بے رنگ
اوپر تلے یوں پڑی تھیں
جیسے......
کسی تباہ حال بستی کا ڈھیر
عروج و زوال کی زندہ مثال

سمیرا بتول مغل...... شاہ کوٹ

سمجھتے تھے۔ جس روز ہم نے پاکستان کے لیے فلائی کرنا تھا ماموڈیڈ سے ملی تھیں اور انہیں بتایا تھا کہ ان کے بیٹے نے ان کی وحشت و درندگی کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ پھر ہم پاکستان آ گئے باقی کے حالات تمہارے سامنے ہیں...... میں نے تمہاری آنکھوں میں مردوں کے لیے وہ خوف دیکھ لیا تھا جو آنٹی فہمیدہ کی ان نیم وا آنکھوں میں تھا..... جب ڈیڈ تمہیں گود میں لینے گئے تھے تب تمہارے چہرے پر وہی خوف تھا مگر تب مجھے اس کا مطلب معلوم نہیں تھا پھر جب ہم ہمیشہ کے لیے پاکستان آ گئے تب مجھے تمہارے اندر کے خوف کے مطلب و معنی اچھی طرح معلوم ہو گئے تھے جو حادثہ ام مریم کے ساتھ ہوا تھا وہی حادثہ تمہارے ساتھ ہوا تھا۔" عبداللہ نے اس کی طرف دیکھا وہ سخت جھٹکے میں تھی عبداللہ کی بات پردہ جیسے رکی ہوئی سانس کے ساتھ اس کو دیکھتی چلی گئی۔ "جب تمہاری امی جی اور ماما باتیں کر رہی تھیں اس رات میں سویا ہوا نہیں تھا صرف لیٹا ہوا تھا، آنکھیں بند کرکے دونوں بہنیں ایک دوسرے کی سامنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہی تھیں۔ میں اس رات سے ان کے اس راز میں شریک بن گیا تھا۔ یہ بات آج صرف تمہیں بتا رہا ہوں......" عبداللہ نے اس کی بھیگی آنکھوں کو دیکھا اور اس کا ننھا سا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے لیا۔

"حالات میں فرق سہی مگر ایک جیسے کرب سے گزرے ہیں ہم دونوں۔ شکلیں مختلف سہی مگر سچ ہے کہ آگ کے دریا کو ہم دونوں نے ہی پار کیا ہے۔ نوعیت الگ الگ سہی... مگر تکلیف کی کیفیت ایک ہی تھی۔ میں تمہاری نفسیات اس لیے سمجھتا تھا اور ہوں کہ میں نے وہ عذاب خود پر جھیلا ہے جس عذاب نے تمہاری زندگی میں تبدیلیاں پیدا کیں ہم دونوں ایک دوسرے کے کیا لگتے ہیں.... ہمارا رشتہ کیا ہے؟ دنیا کو پہنانے دو معنی، جو نہیں لگتے ہے لگنے دو۔ میں اور تم جانتے ہیں کہ ہم 'ایک' ہیں دو نہیں، ہمارا تعلق کسی لفظ کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ بھائی اور کزن کیا ہوتے ہیں؟ رشتے جو اللہ نے بنا کر اتارے وہی ہوتے ہیں۔ ہم زنگ کھائے ہوئے ادھوری سوچ رکھنے والے نامکمل انسان...... ہم رب کے اتارے ہوئے احکامات سے ہٹ کر اپنی لاجک پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بھائی اور بہن وہی ہوتے ہیں جن کی تصدیق قرآن پاک میں وضاحت کے ساتھ کر دی گئی ہے۔ ہم اس حکم اور علم کے اندر ترمیم کرکے اپنے ناقص اور نامکمل علم کو درمیان میں لے آتے ہیں۔ بگاڑ وہیں سے پیدا ہوتا ہے جہاں سے ہم اپنے اصل کو چھوڑ کر دوسری سمتوں میں دوڑنے لگتے ہیں اصل کیا ہے؟ وہی تو ہے..... صراط مستقیم کا راستہ..... حکم آ تو گیا ہے وضاحت کے ساتھ۔ قرآن کی واضح تشریح 'حدیث' کی صورت...... پھر بھی ہم جان بوجھ کر راستہ بھٹکنا چاہتے ہیں۔" وہ کرب سے کہہ رہا تھا۔

"ڈیڈ فہمیدہ آنٹی کو 'بہن' کہتے تھے...... اس رشتے کے تقدس کا انہیں احساس تک نہیں تھا۔ مقام شکر ہے حور! تم بھی راہ بھٹک رہی تھیں حالانکہ میں نے بے شمار مرتبہ تمہیں باور کرایا۔" وہ لمحہ بھر کو چپ ہوا۔

"تو کیا آپ کے ذہن میں......؟" اس نے جملہ ادھورا چھوڑا۔

"نہیں...... تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں نے تم سے وہ والی محبت نہیں کی تھی۔ میں نے تم سے صرف محبت کی ہے اور اسے کوئی نام دینے کی کوشش نہیں جبکہ تم نے اپنی محبت کو نام دینے کی کوشش میں اس کی شکل ہی بدل ڈالی۔ ایک بار خود سے سچ بولو...... سوچو اور جان جاؤ گی کہ تم کیا چاہتی ہو کسی کی سوچ کے دباؤ سے اپنے آپ کو آزاد کر کے فیصلہ کرو۔" عبداللہ نے نرمی سے کہا۔ "اور یقین رکھو کہ میں تمہارے ہر فیصلے کا احترام کروں گا۔" عبداللہ نے نرمی سے کہا اور ویٹر کو بل ادا کرنے لگا۔ حوریہ کو فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ عبداللہ اس کی کشتی کا ایسا جفاکش ملاح تھا جو اس کی نیا پار لگانے کی اہلیت رکھتا تھا۔ حوریہ نے مطمئن ہو کر عبداللہ کے مضبوط ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

ختم شد

سباس گل
محبت دل کا سجدہ ہے
Scanned By Amir

حصہ سوم

جس کو معلوم نہیں منزل مقصود اپنی
کتنا بے کار ہے اس شخص کا چلتے رہنا
ہم نئے خواب بنیں گے نئے منظر لے کر
نئے سورج سے کہو روز نکلتے رہنا

(حصہ دوم کا خلاصہ)

رائیل تمکین کے ساتھ یونیورسٹی جاتی ہے جہاں تمکین کی دوست زریں رائیل کو جاوید کی حقیقت سے آگاہ کرتی ہے۔ ساتھ ہی رائیل اور زریں جاوید کو اس کے انجام تک پہنچانے کا منصوبہ بھی بناتی ہیں۔ وہاب احمد تمکین کو یونیورسٹی جانے سے منع کرتے ہوئے اس پر جاوید کی حقیقت بھی آشکار کرتے ہیں جسے سن کر وہ ششدر رہ جاتی ہے۔ نوفل رائیل سے اپنے گستاخانہ رویہ کی معافی مانگتا ہے۔ رائیل کی بدولت اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ کرن ذوالنون کے محتاط رویے کو دیکھ کر اپنی چاہت پر بند باندھ لیتی ہے اور ذوالنون کے اپنی طرف لوٹ آنے کی منتظر رہتی ہے۔ تمکین اس دن کے بعد سے اپنے کمرے میں بند ہو کر رہ جاتی ہے اسے رہ رہ کر اپنی کم عقلی پر غصہ آ رہا ہوتا ہے ایک فلرٹ شخص کے لیے اپنے جذبات اس شخص پر آشکار کیے اور اپنے گھر والوں کی عزت داؤ پر لگانے کا احساس اسے ندامت میں مبتلا کرتا ہے۔ علی چند دن کے لیے اپنے گھر جاتا ہے رائیل اس کے جانے سے اداس ہو گئی ہے کیونکہ "وہاب لاج" میں ایک علی ہے جس سے وہ بات کرتی ہے۔ وہاب احمد ایک دن کے لیے کراچی جاتے ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں نوشین بیگم گھر میں پارٹی رکھتی ہیں جس میں مرد و خواتین دونوں شامل ہوتے ہیں۔ وہاب احمد کی آمد رات میں کسی وقت متوقع ہے اور نوشین احمد کو اندازہ ہے کہ وہاب احمد عموماً رات کے سفر کو ملتوی کر کے اگلی صبح کی فلائٹ لیتے ہیں۔ نوشین پارٹی کی وجہ سے رائیل کو علی کے کمرے میں سونے بھیج دیتی ہیں۔ علی فون پر ان کو اپنی واپسی کا بتا چکا ہوتا ہے مگر نوشین بیگم رائیل کو بدنام کرنا چاہتی ہیں۔ اس لیے علی کی آمد کی بات چھپا جاتی ہیں۔ علی جب واپس آتا ہے تو اپنے کمرے میں رائیل کو دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے۔ نوشین بیگم علی کے کمرے میں رائیل کی موجودگی پر واویلا مچا دیتی ہیں مگر وہاب احمد ان کا یقین نہیں کرتے۔ وہاب احمد کو معلوم ہے کہ نوشین بیگم اس طرح کی حرکت ضرور کریں گی۔ اس لیے وہاب احمد علی سے مشورہ کر کے رائیل اور علی کا نکاح کر دیتے ہیں۔ ذوالنون گھر جانے کی تیاری کر رہا ہوتا ہے اس نے تمکین اور نوفل کے ساتھ رائیل کے لیے بھی گفٹ خریدے ہوتے ہیں۔ وہاب لاج میں بہت عرصے بعد اتنی پر رونق اور خوش گوار عید منائی جا رہی تھی۔

(اب آگے پڑھیے)

❁❁……❁……❁❁

"ہاں ہاں میں عشق! ساری خطائیں میری
مجھے نبھانے والو! تم تو سب فرشتے ہو"

کرن کا بھیجا ہوا شعر پڑھ کر وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ ذوالنون نے بھی جواب میں شعر ٹائپ کیا۔

ذرا آنکھوں سے اوجھل ہونا اے عشق!
مجھے کچھ دیر سونا ہے……!!

کرن نے ایس ایم ایس پڑھا اور سیل آف کر کے

تکیے میں منہ چھپا کر رونے لگی۔

ذوالنون نہیں چاہتا تھا کہ کرن یا خود اس کے ماں باپ کو ان کی طرف سے کوئی الٹی سیدھی خبر ملے۔ وہ گھر سے دور تعلیم حاصل کر کے اپنا مستقبل بنانے سنوارنے گیا تھا نہ کہ عشق کے چکروں میں پڑنے کے لیے۔ ذوالنون کو جذبات سے زیادہ حالات اور دوسروں کے خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر قدم بہت سوچ سمجھ کر اٹھانے کی عادت تھی۔

ادھر علی بھی بے کلی اور بے قراری کے عالم میں اپنے بیڈ روم میں ٹہل رہا تھا۔ عید کا پہلا دن گزر گیا تھا شب دھیرے دھیرے بیت رہی تھی۔ مگر وہ ابھی تک جاگ رہا تھا اس کی عید کچھ اچھی نہیں گزری تھی کیونکہ ایک تو امینہ نے علی کو رابیل سے نکاح کے معاملے میں بہت کچھ سنایا تھا اور اسے صاف الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ وہ فوراً اسے طلاق دے ورنہ وہ ساری زندگی اس کی شکل نہیں دیکھیں گی۔ نوشین نے جانے کس انداز میں امینہ کو رابیل کے خلاف کر دیا تھا کہ وہ علی کی کوئی بات سننے کو ہی آمادہ نہیں تھیں۔

علی کے والد عثمان عزیز نے صرف اتنا کہا تھا کہ......

"مجھے علی پر مکمل بھروسہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ علی جو بھی فیصلہ کرے گا بہت سوچ سمجھ کر اور دل سے کرے گا میرا بیٹا کبھی کچھ غلط کر ہی نہیں سکتا۔"

اور امینہ کو شوہر کی اس بات پر خاموش ہونا ہی پڑا تھا مگر علی کے لیے ایک بہت بڑی مشکل کھڑی ہو گئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی ماں اب اتنی آسانی سے رابیل کو قبول نہیں کریں گی۔

رابیل صرف اس کی منکوحہ نہیں تھی بلکہ اب اس کی محبت بھی تھی پہلی بار دل کے دروازے پہ پیار کی دستک کو پیار کی خوش بو کو اس نے روح کی گہرائیوں تک محسوس کیا تھا وہ اس انوکھے اور دلنشیں احساس سے واقف ہوا تو زندگی ایک دم سے ہی اسے بہت حسین لگنے لگی تھی۔ وہ کیسے اپنے ہاتھوں سے اپنی محبت کو اپنی زندگی سے بے دخل کر دیتا؟ اس نے اپنی ڈائری کھولی تو اس میں رکھا ہوا سفید گلاب علی کی توجہ کا مرکز بن گیا اسے وہ حسین صبح یاد آ گئی جب وہ رابیل سے پہلی بار ملا تھا اور اس نے تازہ سفید گلاب اسے تحفتاً دیا تھا اور وہ اس ہی لمحے میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ جانے کیسا طلسم تھا ان لمحوں میں کہ رابیل کی معصومیت اور خوب صورتی نے علی کا دل موہ لیا تھا۔ ایک بجلی سی کوندی تھی دل کے ایوانوں میں ایک رنگ سا اترا تھا روح کے گلستانوں میں ایک جلترنگ سا بج اٹھا تھا اس کے وجود کے ریگستانوں میں ہر طرف پھول ہی پھول کھل اٹھے اس لمحے اور وہ اس خوب صورت احساس کو اس نے خود سے سب سے چھپائے ہوئے تھا اب تک اور تقدیر نے اس کی محبت خود بخود اس کے ہاتھ میں تھما دی تھی۔ اب محبت بھری نعمت کی حفاظت اور قدر تو اسی کو کرنا تھی جو اسے اتنی آسانی سے مل گئی تھی وہ اسے اگر جان جوکھوں میں ڈال کر بھی بچانی پڑے تو وہ دریغ نہیں کرے گا۔ وہ اسے کسی قیمت پر نہیں گنوا سکتا یہ اس نے سوچ لیا تھا اور خود سے عہد بھی کر لیا تھا۔ یہ جاننا بھی اس کے لیے بہت ضروری اور بے حد اہم تھا۔

عید کا دوسرا دن بھی مصروف رہا وہ چاہ کر بھی رابیل سے فون پر بات نہ کر سکا اس کا سیل نمبر بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ دن بھر سوچتا رہا تھا کہ موقع ملتے ہی وہاب لاج کال کرے گا رابیل سے بات کرے گا مگر......!

دن بھر سوچا کہ
عید مبارک کہنا ہے
ڈیوٹی کرتے عید گزر گئی
"عید مبارک"
وہی روایتی انداز
وہی روٹین کا جملہ
دن بھر اپنے آپ سے الجھتا رہا
نہ الفاظ ملے اور نہ پھر سوچوں سے
عید کے لیے کوئی جملہ تراش پایا
یہاں تک کہ رات نے دھرتی پر
اپنے تنبو تان لیے......!

علی سوکھے ہوئے سفید گلاب کو دیکھتا رہا سونگھتا رہا اس میں رابیل کی خوش بو کو محسوس کرتا رہا اور عید کی شب کا

لمحہ لمحہ گزرتا رہا۔

❀ ✿ ❀......❀......❀ ✿ ❀

ذوالنون کو نوفل کی زبانی گھر کے تمام حالات و واقعات کا علم ہو چکا تھا' نوشین کی زیادتیوں پر وہ بہت شرمندہ تھا' رابیل سے اور نگین کی بے وقوفی نے بھی اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ علی سے رابیل کے نکاح کا جواز ضرور برا لگا تھا مگر وہ خوش کہ رابیل کا نکاح علی جیسے نفیس اور سلجھے ہوئے شخص سے ہوا ہے اور اب اس کی شدید خواہش تھی کہ نگین کی شادی بھی جلد از جلد ہو جائے وہ سب لاؤنج میں بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے۔

"نگی! بس اب تم امور خانہ داری میں دلچسپی لو کوکنگ سیکھ لو تا کہ یونیورسٹی سے فارغ ہوتے ہی تمہاری شادی کر دی جائے۔" ذوالنون نے نگین کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے فی الحال شادی نہیں کرنی۔" نگین نے کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے افسردگی سے کہا۔

"ڈونٹ وری اللہ نے تمہارے لیے بہت اچھا رائٹ مین منتخب کر رکھا ہوگا وہ ضرور تمہیں ملے گا' گزری غلطیاں بھلا کر آنے والی زندگی کو خوش گوار گزارنے کے لیے خود کو تیار کرو مایوس کبھی نہ ہونا ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ذوالنون نے اس کا ہاتھ تھام کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"رابیل آئی ایم سوری فار یو علی بھائی بہت نائس آدمی ہیں کسی کی بات پر کان مت دھرنا' انہیں اپنا بنا کے ہی رکھنا سمجھیں۔" ذوالنون نے رابیل سے رازدارانہ لہجے میں کہا تو وہ ہنس کر بولی۔

"علی کی مرضی کے بنا تو نہیں نا۔"

"علی بھائی سے مجھے کسی بے وقوفی کی توقع تو نہیں ہے پھر بھی اگر وہ مام کی باتوں میں آ کر یہ نکاح ختم کرنے کی بات کریں تو مجھے بتانا میں انہیں سمجھاؤں گا کہ میری بہن کوئی معمولی لڑکی نہیں ہے اگر اسے آپ نے گنوا دیا تو ساری زندگی پچھتاؤ گے اور اگر میری بہن کو کوئی دکھ دیا تو میرے ہاتھوں سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟" ذوالنون نے برادرانہ شفقت و محبت سے پر لہجے میں بڑے اسٹائل سے کہا تو وہ ہنستی چلی گئی۔ وہاب احمد کو ذوالنون پر بے تحاشہ پیار آیا جو رابیل کو بھی اتنی ہی محبت اور اہمیت دے رہا تھا اس کے لیے بھی اتنا ہی فکر مند تھا جتنا کہ نگین کے لیے فکر مند تھا۔

عید کے تیسرے دن وہ سب زاہد اور عابد ماموں کے گھر ماجد ہاؤس گئے' واپسی شام تک ہوئی تھی' ان سب کی اور رات کو ذوالنون خوش گوار یادوں کے ساتھ کوچ میں سوار ہو گیا تھا اس کی چھٹی بس تین دن کی ہی تھی اسے واپس اسلام آباد پہنچنا تھا۔

❀ ✿ ❀......❀......❀ ✿ ❀

علی صبح فلائیٹ سے لاہور پہنچ گیا تھا۔ وہاب لاج میں خاموشی چھائی تھی۔ اس کی نگاہیں رابیل کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ بوا جی کی زبانی معلوم ہوا کہ رابیل' نگین کے ساتھ اس کی سہیلی ذرین کے گھر عید ملن پارٹی میں گئی ہے۔ نوفل کالج میں تھا۔ نوشین اپنے کمرے میں سو رہی تھیں۔ وہاب احمد فیکٹری گئے تھے۔ وہ اپنا سامان گیسٹ روم میں رکھنے کے بعد باہر لان میں آ بیٹھا۔ وہ کافی پریشان اور بے چین تھا آتے وقت امینہ بیگم نے اسے رابیل کو طلاق دینے کا حکم دیا تھا۔ وہ بھی نوشین کی زبان پر یقین کر کے انہی کی زبان بول رہی تھیں۔

"علی تم نے جس خاموشی سے رابیل سے نکاح کیا تھا' اسی خاموشی سے اسے طلاق دے کر یہ رشتہ ختم کر دینا ورنہ میں تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی اور میری حکم عدولی کر کے تم مجھے اپنی شکل مت دکھانا۔" امینہ کے کہے ہوئے الفاظ کسی لاوے کی طرح اس کی روح میں سرایت کر گئے تھے اور بار بار ان الفاظ کی بازگشت اسے انگاروں پر گھسیٹ رہی تھی۔ وہ بے چینی کے عالم میں کبھی بیٹھ جاتا اور کبھی پھر سے اٹھ کر ٹہلنے لگتا۔ اس کا وجود آگ کی طرح دہک رہا تھا۔ علی نے خود کو کبھی اتنا بے بس اور مجبور محسوس نہیں کیا تھا۔ جتنا بے بس اور مجبور وہ آج محسوس کر رہا تھا۔ ایک طرف اس کے دل کی خوشی' اس کی محبت' اس کی رابیل تھی۔

اور دوسری طرف اس کی ماں تھی' جس کے قدموں تلے

اس کی جنت تھی وہ ماں کا ایسا حکم کیسے مان سکتا تھا جو اس کے دل کی دنیا اور ایک لڑکی کی زندگی تباہ کردے۔ وہ دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں کھونا چاہتا تھا اور نہ ہی وہ ان دونوں میں سے کسی کو دکھ پہنچانا چاہتا تھا۔ اسے اپنے اللہ پر بھروسہ تھا کہ وہ ضرور ان کا دل رابیل کی طرف سے صاف کردے گا اور بھائی کو ہدایت کی راہ دکھائے گا ان شاء اللہ۔

رابیل اور نگین جلد ہی آگئی تھیں۔ رابیل نے علی کو دور سے ہی دیکھ لیا تھا اس کے دل کی دھڑکنیں ایک دم تیز ہوگئی تھیں علی اسے بہت غم زدہ دکھائی دے رہا تھا۔ نوالجی نے اسے بتایا کہ وہ جب سے آیا ہے اسی طرح گم صم اور پریشان سا بیٹھا ہے۔ رابیل بے قرار ہو کر ان کی طرف چلی آئی۔ وہ تھوڑی کو ہاتھ سے پکڑے کسی سوچ میں گم بیٹھا تھا۔

"آئیں آپ اندر چلیں۔" وہ تیزی سے بولی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کوئی دیکھ لے گا تو کیا کہے گا کہ اتنے بڑے مرد ہو کر آپ رو رہے ہیں۔"

"مجھے اکیلا چھوڑ دو رابیل۔"

"ہرگز نہیں، میں آپ کو کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑوں گی۔" رابیل اس کے قریب ہی کرسی پر بیٹھ گئی اس نے ابھی تک علی کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور اس پر اب گرفت اور مضبوط کرلی تھی۔

"کیا کرو گی میرے ساتھ رہنے کے لیے؟"

"میں آپ سے محبت کرتی ہوں اور آپ کو اتنا پیار دوں گی کہ آپ مجھے کبھی کہیں گے ہی نہیں کہ مجھے اکیلا چھوڑ دو اور آپ مجھے کبھی بھی خود سے جدا کر ہی نہیں پائیں گے بولیں کریں گے مجھے خود سے الگ؟" وہ اپنی سادگی اور معصومیت میں اپنے پیار کا اظہار کرتی مان بھرے انداز میں اس سے پوچھتی اسے بے خود کررہی تھی دیوانہ بنا رہی تھی۔

"تمہیں پتا ہے تمہاری خالہ نے یہ رشتہ کس طرح ہونے دیا اور کب تک وہ اس رشتے کو برقرار رکھنے کے حق میں ہیں؟"

"سب پتا ہے۔" وہ اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے بولی۔

"مجھے آپ کی بات کی پروا ہے خالہ کی نہیں آپ کی رائے میرے لیے اہمیت رکھتی ہے آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ چھوڑ دیں گے مجھے...... یہ نکاح ختم کردیں گے؟ خود سے جدا کردیں گے مجھے...... یہ رشتہ ختم کردیں گے کیا؟ آپ طلاق دے دیں گے مجھے؟" رابیل نے بے چینی سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"نہیں رابیل یہ لفظ سوچ کر میری روح کانپ اٹھتی ہے تم بیوی ہو میری بے شک یہ رشتہ جیسے بھی حالات میں ہوا ہے میں اس رشتے کو رسوا نہیں ہونے دوں گا دیکھتا ہوں کون تمہیں مجھ سے جدا کر کے لے جاتا ہے۔" وہ بولتے بولتے کھڑا ہوگیا۔

"میں آپ کو چھوڑ کے کہیں نہیں جاؤں گی۔" اس نے خوشی اور محبت سے بھیگتے لہجے میں کہا۔

رابیل بھی اس سے پیار کرتی ہے اور اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے اس رشتے کو قائم رکھنا چاہتی ہے یہ احساس علی کے لیے بہت مسرور کن اور اطمینان بخش تھا اب وہ اپنے اور رابیل کے لیے اپنی محبت کے لیے پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ حالات اور مخالفتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔

❀❀❀......❀......❀❀❀

"آگئے ہو خیر سے چھٹیاں گزار کے۔" کرن نے ذوالنون کو صبح کالج میں دیکھتے ہی مسکرا کے کہا۔

"جی الحمدللہ۔" اس کے انداز میں بے پروائی تھی۔

"میری چاہت نے تمہیں خاص بنایا ہے ورنہ تم میں تو کوئی بات نہیں۔" کرن نے بھی اس کی بے پروائی اور بے نیازی کا منہ توڑ جواب دیا۔

"بس یہی تو میں چاہتا ہوں کہ تم ایسا ہی سوچو اور پڑھو لکھو آگے بڑھو اس عشق محبت کے لیے تو عمر پڑی ہے۔"

"میں تمہیں ڈاکٹر بن کے دکھاؤں گی دیکھ لینا تم۔"

"دیکھ تو رہا ہوں۔" وہ گہری شوخ نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ تو وہ تیزی سے اپنی کلاس کی طرف بڑھ گئی۔

ذوالنون نے خود بھی اپنی کلاس روم کی جانب قدم بڑھادیے۔

❁❁......❁......❁❁

صبح کے نو بج رہے تھے۔ رائیل تیار ہو کر اپنے کمرے سے باہر نکلی تو عمیر، اویس، مسز ہمدانی، مسز بیگ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ یہ لوگ اتنی صبح کیسے آ گئے۔ ان کی تو صبح ہی دس بجے ہوتی تھیں۔

"السلام علیکم!" رائیل نے ان سب کو دیکھتے ہوئے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہو رائیل؟" مسز بیگ نے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا تو اس نے اخلاقیات نبھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"جی میں ٹھیک ہوں آپ سب کیسے ہیں؟"

"ہم بھی ٹھیک ہیں آپ کے آنے سے اور بھی ٹھیک ہوگئے ہیں۔ آپ تو ہماری کمپنی سے دور بھاگتی ہیں اور ہم آپ کو اپنی کمپنی کا حصہ بنانا چاہتے ہیں۔" عمیر نے اٹھ کر اس کے پاس کھڑے ہو کر اس کے دلکش سراپے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ایک دم سے اس سے دو قدم دور ہٹ گئی۔

"رائیل! مجھے تو تم بہت پسند آئی ہو میں نے نوشی سے کہا ہے کہ وہ تمہیں لے کر آئے میرے گھر میرے بیٹے سے بھی تم مل لینا۔ بھئی اگر تم میرے بیٹے کو پسند آ گئیں تو میں تمہیں اپنی بہو بنالوں گی۔" مسز بیگ نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اویس نے کمینگی سے کہا۔

"ہائے مسز بیگ، پھر ہمارا کیا بنے گا' ہم تو انہیں دیکھتے ہی رہ جائیں گے بس۔"

"تم کھڑی کیوں ہو ڈارلنگ آؤ ہمارے پاس بیٹھو نا۔" عمیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بٹھانے کی کوشش کی تو اس نے غصے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"ڈونٹ ٹچ می۔" وہ غصے سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"ارے دیکھو ذرا لندن پلٹ لڑکی کا یہ حال ہے' یہاں تو ہر لڑکی آسانی سے کسی بھی مرد کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ تھما دیتی ہے اور یہ نیک پروین ہونے کا ڈرامہ کررہی ہے۔" عمیر نے ہنستے ہوئے کہا تو رائیل بہت ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"آپ ہر لڑکی کو برا اور بکاؤ مال سمجھنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ لڑکیاں اپنی عزت کروانا جانتی ہیں آپ نجانے آج تک کن لڑکیوں سے ملتے رہے ہیں' میں رائیل تیمور حسن ہوں کوئی ٹشو پیپر نہیں ہوں کہ جسے آپ استعمال کرکے پھینک دیں۔" رائیل غصے سے کہتی کچن میں چلی آئی۔

"بوا جی! یہ مہمان آج اتنی صبح کیسے آ گئے؟"

"بیٹا! یہ عید ملن پارٹی کا ہی حصہ سمجھو یہ لوگ ناشتے کی دعوت پر آئے ہیں۔"

"یہ ویسے تو اتنے ماڈرن بنتے ہیں اور اب اتنے دیسی ناشتے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔" سنجیدگی سے کہتے وہ علی کے روم میں آ گئی۔

علی واش روم میں نہا رہا تھا' رائیل کو پانی گرنے کی آواز سے اندازہ ہوگیا تھا وہ کچھ دیر تو بیٹھی ان تینوں کی باتوں پر سلگتی رہی' پھر خود کو ٹھنڈا کیا اور اٹھ کر علی کی چیزیں دیکھنے لگی۔ واش روم کا دروازہ کھلنے اور علی کے باہر آنے کی آہٹ پا کر رائیل نے پلٹ کر دیکھا تو مارے شرمندگی کے فوراً ہی رخ پھیر لیا' علی نے شرٹ نہیں پہنی تھی۔ وہ تولیے سے بال خشک کرتا اسے اپنے کمرے میں اس وقت دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

"کیوں میں یہاں نہیں آ سکتی کیا؟" رائیل نے اس کی طرف دیکھے بنا اس کی آئی پیڈ کو اٹھا کر دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"ہوں' آ سکتی ہو تم' مالک ہو اس گھر کی' تمہارا جہاں دل چاہے تم آ جا سکتی ہو۔" وہ تولیے کو اپنے بالوں میں رگڑتے ہوئے نرمی سے بولا۔

"آپ کو برا لگا کیا میں آپ کے کمرے میں آئی؟" اس نے ذرا سی نگاہ اٹھا کر پوچھا تو وہ اس کے قریب آتے ہوئے بولا۔

"ارے نہیں مجھے کیوں برا لگے گا بھلا؟ مجھے تو بہت

اچھا لگ رہا ہے کہ تم میرے کمرے میں آئی ہو میرے تو بھاگ جاگ گئے آج۔"

"واٹ بھاگ؟" رائبل نے نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

"بھاگ' مطلب نصیب' قسمت۔" وہ ہنس کر ڈریسنگ ٹیبل کی طرف جاتے ہوئے مطلب سمجھا رہا تھا۔

"اوہ اچھا!" رائبل نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس کے سیل فون کو چیک کرنے لگی وہ بالوں میں برش پھیرتے ہوئے اسے ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں واضح دیکھ رہا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟"

"کچھ نہیں۔" رائبل نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کسی نے کچھ کہا ہے؟" علی بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں۔" وہی جواب تھا اس کا۔

"میں تمہارا کیا لگتا ہوں؟" سوال بہت تیزی سے کیا تھا اور جواب بھی اسی روانی سے آیا تھا۔

"کچھ نہیں..... مگر..... سب کچھ۔"

"تو وہ سب کچھ بتادو مجھے جو تمہیں پریشان اور خوف زدہ کیے ہوئے ہے۔"

"کیا مجھے سب کچھ علی کو بتا دینا چاہیے اگر انہیں غصہ آ گیا تو؟ پتا نہیں یہ میری بات کا یقین کریں گے بھی کہ نہیں..... اگر غصے میں آ کر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا تو؟"

"نہیں....." یہ نہیں اس کی زبان سے باآواز پھسلا تھا۔

"نہیں چھوڑوں گا" تمہیں کبھی نہیں چھوڑوں گا اور تم پہ کبھی غصہ بھی نہیں کروں گا اور یقین رکھو مجھے رب کے بعد اگر کسی پر یقین ہے تو وہ تم ہو رائبل صرف تم۔" علی نے اس کے چہرے سے اس کی پریشانی اس کے دل کا خوف پڑھتے ہوئے بہت محبت سے کہا تو فرط مسرت و تشکر سے وہ اس کے گلے سے لگ گئی۔ اس کے یہ معصوم اور بے ساختہ انداز ہی تو علی کو پل پل اس کا اسیر کر رہے تھے۔ یکا یک رائبل کو اپنی اس حرکت کا احساس ہوا تو ایک دم سے اس سے الگ ہوئی علی نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"سوری....." وہ نظریں جھکا کر اپنی اس حرکت پر معذرت کر رہی تھی وہ ہنس کر اسے اپنی باہنوں کے حصار میں لیتے ہوئے بولا۔

"سوری تو کسی غیر سے کی جاتی ہے ہسبنڈ سے تو نہیں۔"

"آپ بہت اچھے ہیں۔" وہ علی کے گلے میں چمکتا لاکٹ جس پر علی کے نام کا اے کندہ تھا ہاتھ میں پکڑ کر دیکھنے لگی۔ جب کہ وہ بس اسے دیکھ رہا تھا محسوس کر رہا تھا اس کے مہکتے وجود کی نرمی اور گرمی اسے مدہوش بنا رہی تھی۔

"اچھا لگ رہا ہے یہ لاکٹ۔" علی نے اس سے پوچھا۔

"ہوں....." وہ شرماتے ہوئے بولی۔

"تو تمہیں پہنا دوں۔"

"نہیں... بس آپ نے پہنا ہوا ہے تب ہی تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

"تم پہنو گی تو اور زیادہ اچھا لگے گا تمہاری خوب صورت گردن میں تو جچ جائے گا۔" علی نے مسکراتے ہوئے کہا اور اپنے گلے سے لاکٹ اتار لیا۔

"مگر....." رائبل جھجک رہی تھی اور علی نے اپنا لاکٹ اس کی گردن میں پہنا دیا۔ رائبل چھوئی موئی کی طرح سمٹ گئی۔ چہرے پر حیا کے' مسرت و انبساط کے سارے رنگ اتر آئے تھے۔ نظریں جھکی جھکی سی' گال دہکتے ہوئے' ہاتھوں میں کپکپاہٹ اور کومل وجود کی سندرتا' خوب صورتی اور حسن' معصومیت اور سادگی میں بھی قیامت کا نظارہ پیش کر رہی تھی وہ..... علی کو بے خود کر رہی تھی' علی کو اس پر اپنے حق کا احساس دلا رہی تھی۔

"علی....." لب خود بخود اس کا نام لے اٹھے۔

"جان علی بتاؤ نا کیا بات ہے جو تمہیں پریشان کر رہی ہے..... کسی سے خوف زدہ ہو تم..... بتاؤ مجھے میں ہوں نا اب تمہارا محرم' تمہارا محافظ۔" علی نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر نرمی سے پوچھا تو اس نے عمیر' اویس اور مسز

بیگ کی تمام باتیں اس کے گوش گزار کردیں۔

"بس اسی لیے میں آپ کے کمرے میں چلی آئی کہ وہ یہاں تو نہیں آئیں گے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"اچھا کیا جو یہاں چلی آئیں تمہاری جگہ دھری ہے میرے کمرے میں۔" علی نے سنجیدگی سے کہا اویس اور عمیر کی بے باکی پر وہ سلگ اٹھا تھا۔

"اور اویس اور عمیر کو تو میں دیکھ لوں گا ان کی جرأت کیسے ہوئی تمہارے ساتھ بدتمیزی کرنے کی۔"

"تم اب یہاں اکیلی نہیں ہو میں ہوں تمہارے ساتھ تمہارا شوہر۔" علی نے اس کے شانوں کو تھام کر اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے شوہر ہیں مگر میرے ساتھ نہیں ہیں' ساتھ ہوتے تو میرے ساتھ یہ سب نہ ہورہا ہوتا۔"

"ہوں...... میں سمجھ رہا ہوں تمہاری بات' جب تک سب کے سامنے ہماری شادی ڈکلیئر نہیں ہوجاتی ایسا کچھ تو ہوگا...... یہ رشتہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔" علی نے اٹل لہجے میں کہا۔

"کھیل سمجھا ہے انہوں نے نکاح کو' ہماری زندگی کو جب ان کا دل چاہا ایک ڈرامہ رچا کر ہمارا نکاح کروادیا اور جب چاہیں گی ختم کرادیں گی۔" رانیل اس کا احساس' اس کی سوچ اور رویہ ہی جانچنا چاہتی تھی اپنے حوالے سے اس رشتے کے حوالے سے سو اس کی باتیں سن کر مطمئن ہوگئی تھی اور سکون سے بیٹھ گئی۔

❁ ✿ ...... ❁ ...... ✿ ❁

جاوید کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی۔ یہ خبر اخبار کے ذریعے نگین تک پہنچی تو ایک بار پھر اسے اپنی سنگین غلطی اور بے وقوفی پر رونا آگیا۔ وہ اپنے آپ پر شدید برہم تھی۔ آخر وہ کیوں اس بے ایمان آدمی کی چکنی چپڑی باتوں میں آگئی تھی اور رانیل نے کب' کیسے جاوید کی حقیقت کو سمجھا اور اسے بے نقاب کردیا۔ اسے گرفتار کروادیا اس کی وجہ سے وہ اپنے انجام کو پہنچ گیا اور خود نگین ایک اندھے کنویں میں گرنے سے بچ گئی۔ وہ تہہ دل سے رانیل کی شکر گزار تھی اور اب تو وہ نماز بھی باقاعدگی سے پڑھنے لگی تھی۔ رانیل نے نگین کو افسردہ دیکھا تو کہنے لگی۔

"نگی آپی! اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے آپ کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھا اور محفوظ رکھا۔ برے کام کا انجام تو برا ہی ہوتا ہے نا' کتنی لڑکیوں کی زندگی خراب ہونے سے بچ گئی۔"

"ہاں ٹھیک کہا تم نے اس کی منگیتر کے گھر والوں نے اسے معاف نہیں کیا اور وہ اپنے انجام کو پہنچ جائے گا چند روز تک۔"

"وہ کیا کہتے ہیں خس کم جہاں پاک۔"

"آپ کو پتا ہے مما پاپا ایک ہفتے تک واپس آجائیں گے۔" رانیل نے فوراً ہی موضوع بدل دیا۔

"رئیلی! پھر تو بہت مزا آئے گا کتنے برسوں بعد ہم سب ملیں گے ان سے' ساتھ کتنے دن بتائیں گے' گپ شپ کریں گے۔" نگین نے بھی خوشی سے پرجوش لہجے میں کہا۔

"آنے دو ذرا اپنے مما پاپا کو بہت خوش خوش آرہے ہوں گے حج کی سعادت حاصل کرلی اور اب اپنوں سے اپنے وطن میں ملنے کی دوہری خوشی کا احساس انہیں ہواؤں میں اڑا رہا ہوگا ان کی خوشی کے غبارے سے تو میں ایسی ہوا نکالوں گی کہ ساری زندگی یاد کریں گے مجھے۔" نوشین کے کان میں رانیل کی بات جو پڑی تھی تو غصے سے دل میں سوچا۔ بچی نے وہ اب کیا کرنے والی تھی۔

رانیل کو بھی صرف نوشین کے عزائم سے خطرہ تھا' وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کے مما پاپا کو علی سے اس کے نکاح کی کیا کہانی سنائیں گی۔ وہاب احمد اور علی کی اسے سنی سے اور ان کے ساتھ سے کافی ڈھارس ہوئی تھی مگر دل کے کسی کونے میں ایک بے کلی سی اب بھی موجود تھی۔

"رانیل۔" علی نے اسے لان میں پھولوں' پودوں کو پانی دیتے دیکھ کر آواز دی۔ تو اس کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

"جی......" اس نے پانی کا پائپ کیاری میں چھوڑتے ہوئے کہا۔

"میں کل یہاں سے اپنے نئے بنگلے میں شفٹ ہو رہا ہوں۔" وہ اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

"آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔"

"شکریہ ہنی! لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

"مگر میں ایسے کیسے آپ کے ساتھ جاسکتی ہوں؟"

"میری بیوی کی حیثیت سے اور کیسے؟"

"لیکن فی الحال یہ مناسب نہیں ہوگا کیونکہ مما پاپا کو ہمارے ریلیشن شپ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم اور آپ کے مما بابا بھی پتا نہیں کیا سمجھیں کیا چاہیں؟ بنا ان سب کی مرضی کے میں آپ کے ساتھ آپ کے گھر نہیں جاسکتی آئی ہوپ آپ سمجھ رہے ہیں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں؟" رائنل نے سنجیدگی سے کہا۔

"سمجھ رہا ہوں میری سمجھدار منکوحہ میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں کہ تم سب کی خوشی، مرضی اور دعاؤں میں رخصت ہوکر میرے گھر آؤ۔ مجھے فخر ہے کہ تم میری شریک زندگی ہو۔ میں تو صرف یہ چاہ رہا تھا کہ تم میرے ساتھ میرے نئے گھر کو دیکھنے چلو جہاں ان شاء اللہ تعالیٰ تم بہت جلد رخصت ہوکر آؤ گی۔ میری خواہش ہے کہ اس گھر میں پہلا قدم تم رکھو۔" علی نے مسکراتے ہوئے سنجیدہ مگر نرم لہجے میں کہا۔

"آپ کی خواہش سر آنکھوں پر مگر میرا جواب اب بھی وہی ہے میں نوشین آنٹی کو کوئی موقع نہیں دینا چاہتی کہ وہ میرے بارے میں پھر سے کوئی نئی کہانی گھڑ لیں' پلیز مائنڈ مت کیجیے گا۔" رائنل نے فکرمند اور محتاط لہجے میں کہا۔

"ڈونٹ وری ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا' کچھ بھی ہوجائے یہ یقین رکھنا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔" علی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوص دل سے کہا۔

اگلے دن علی اپنے نئے بنگلے میں شفٹ ہوگیا۔ اس نے ان سب کو بھی اپنے نئے گھر کی خوشی میں دعوت دی تھی۔ رائنل کو ذاتی طور سے پتہ تھا کہ وہ ان سب کے ساتھ اس کے گھر ضرور آئے نہیں تو وہ اس سے ناراض ہوجائے گا اور رائنل اسے کسی صورت ناراض نہیں کرسکتی تھی۔ سو وہ بھی ان سب کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ آج اس نے تمکین کی پسند کا ڈریس پہنا تھا' ہلکے سرمئی رنگ کے چوڑی دار پاجامے پر بڑا سا کامدار فراک جس پر سلور کلر کا بہترین کام کیا گیا تھا اور سلور گرے کلر کے ہی ہیل والی جوتی پہنی تھی۔ کانوں میں ڈائمنڈ کے ٹاپس اور کلائی میں بریسلیٹ پہنے بالوں کا خوب صورت اسٹائل بنائے خوشبوؤں سے مہکتی رائنل اپنے بے پناہ حسن کے ساتھ نگاہوں کو خیرہ کررہی تھی' جاتے ہوئے تو رائنل نے خود کو بڑی سی چادر میں ڈھانپ لیا مگر جونہی وہ گلشن علی میں داخل ہونے کے بعد گاڑی سے باہر نکلی اپنی چادر اتار کر تہہ لگانے لگی تو نوشین کو اس کی تیاری دیکھ کر پتنگے لگ گئے۔ اسے خون خوار نظروں سے دیکھتے ہوئے تیز لہجے میں بولی۔

"علی نے ہمیں کھانے کی دعوت دی ہے شادی پر نہیں بلایا تھا۔ تم اتنی سج دھج کے یہاں آئی ہو۔"

"تو کیا ہوا مام! شادی کے بعد پہلی بار دلہن اپنے دلہا کے گھر آئی ہے تو سج دھج سے ہی آنا چاہیے تھا نا۔" تمکین نے رائنل کے شانوں کے گرد اپنا بازو حمائل کرکے مسکراتے ہوئے کہا تو رائنل شرم سے آب آب ہوگئی جب کہ نوشین کو مزید آگ لگ گئی۔

"السلام علیکم' خوش آمدید۔"

علی نے رائنل کو دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے پیار بھرا سلام کیا' کتنا مسرور تھا وہ رائنل کے آنے سے اس کے چہرے پر بکھری تازگی' روشنی اور ہنسی سے ظاہر ہو رہا تھا اس کے اظہار محبت اور علی کے اپنے لیے خاص جذبات کا ادراک رائنل کو شرمانے پر مائل کیے ہوئے تھا۔

"علی سے تو ایسے شرما رہی ہے جیسے نئی نویلی دلہن ہو۔" نوشین نے طنزیہ لہجے میں کہا تو رائنل کی بجائے تمکین نے فٹ سے جواب دیا۔

"اس میں کیا شک ہے نئی نویلی دلہن تو ہے ہی بلکہ نو زائیدہ دلہن' کیونکہ ابھی تو صرف نکاح ہوا ہے' ان شاء اللہ جلد ہی رائنل رخصت ہوکر دلہن بن کر اس گھر میں

آ جائے گی۔"

"نگی... پاگل ہوئی ہو تم ادھر آؤ۔" نوشین اس کی بات پر غصے سے اس کا بازو پکڑ کر ایک طرف لے گئی۔

"کیا ہوا ماما؟"

"تم پاگل تو نہیں ہو گئیں، میں علی کے ساتھ تمہاری شادی کی پلاننگ کر رہی ہوں اور تم ان دونوں کی شادی کی باتیں کر رہی ہو۔ تم علی کو اپنی طرف متوجہ کرو۔"

"ماما پلیز، مجھ سے یہ سب نہیں ہوگا میں نے توبہ کر لی ہے مزید حماقتوں حسد اور بغض سے آپ بھی کر لیجیے اور جینے دیں رائبل اور علی کو ایک دوسرے کے ساتھ پلیز۔" نگین نے نہایت سنجیدگی سے اس کی بات کاٹ کر کہا اور اندر چلی گئی۔

"بے وقوف بھی میری لٹیا ڈبونے پر کمر بستہ ہیں دیکھ لوں گی میں سب کو ہوگا وہی جو میں چاہتی ہوں افشین اور تیمور حسن کی بیٹی علی کے دل اور اس کے گھر پر راج کرے ایسا تو میں ہونے نہیں دوں گی۔" نوشین نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے دل ہی دل میں کہا اور علی کے ساتھ ہو لی وہ سب کو اپنا گھر دکھا رہا تھا، سب بہت خوش تھے۔ رائبل تو بہت زیادہ حیران بھی تھی کہ ایسا گھر تو اس نے سپنوں میں بھی دیکھا تھا اور آج وہ گھر سپنوں کا محل اس کے سامنے تھا، اس خوب صورت محل میں وہ کھڑی تھی شہزادے کی امراہی میں اس محل کا جائزہ لے رہی تھی۔

"ہیلو نگی۔" زاہد ماموں کے بیٹے خرم نے نگین کو لان میں ٹہلتے دیکھا تو وہیں چلا آیا۔ اسے علی نے ہی فون کر کے بلایا تھا۔ علی سے اس کی دوستی اور بے تکلفی تھی، خرم ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہا تھا۔

"ارے خرم بھائی آپ یہاں آپ کو بھی علی بھائی نے انوائیٹ کیا ہے؟" نگین نے اسے دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں انہوں نے مجھے فون کیا تھا کہ آپ لوگ آ گئے ہیں تو میں بھی چلا آیا ویسے میں دعوت کھانے نہیں آیا۔"

"تو گھر دیکھنے آئے ہیں؟"

"نہیں میں تمہیں دیکھنے آیا ہوں۔" خرم نے اس کے دلکش چہرے پر نگاہیں مرکوز رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"مم... مجھے کیا ہوا ہے؟ اچھی بھلی تو ہوں۔" وہ گھبرائی۔

"اسی لیے تو دیکھنے آیا ہوں کہ تم اچھی بھلی تو ہو اور کیا چاہیے؟" وہ معنی خیز بات اور لہجے سے اسے کنفیوز کر رہا تھا۔

"کسے کیا چاہیے؟"

"مجھے ایک لڑکی پسند آ گئی ہے میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میں اس قابل ہوں کہ کوئی تم جیسی پیاری لڑکی مجھے اپنا جیون ساتھی بنانے کے لیے ہاں کر دے۔" خرم نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا تو وہ دھیرے سے ہنس کر پوچھنے لگی۔

"آپ کو اپنی قابلیت پر شک کیوں ہے؟"

"شک تو نہیں ہے پھر بھی تم ایک لڑکی ہو، لڑکوں کے ساتھ پڑھتی بھی ہو تمہیں زیادہ پتا ہوگا نا کہ ایک لڑکی کیسے لڑکے کو پسند کرتی ہے۔ کیا خوبیاں ہونی چاہئیں ایک لڑکے میں، کہ اسے کوئی لڑکی اپنا جیون ساتھی چن لے؟"

"ہوں تو یہ بات ہے۔" نگین ہنس پڑی۔

"ہاں بتاؤ نا میں کیسا ہوں؟" نگین نے اس کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا، گندمی رنگت، اونچا لمبا قد، دلکش تیکھے نقش کا مالک تھا خرم، مونچھوں کے ساتھ تو اس کی شخصیت خاصی سوبر اور بارعب دکھتی تھی۔

"آپ خاصے ہینڈسم اور گڈ لکنگ ہیں بظاہر تو آپ کو ریجیکٹ کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ہاں اگر بات خوبیوں کی ہو تو ایک مرد میں شوہر میں اتنی جرأت، طاقت ہونی چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کو تحفظ دے سکے، کسی دوسری لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھے ورنہ....." وہ کہتے کہتے رک گئی، خرم جو اسے بڑی محبت سے دیکھ اور سن رہا تھا اس کے خاموش ہونے پر چونک کر بولا۔

"ورنہ کیا؟"

"اگر میرا شوہر ایسی حرکت کرے گا تو میں تو اس کی

آنکھیں پھوڑ دوں گی۔" نگین نے تیزی سے جواب دیا۔

"اور اگر تمہارا شوہر صرف تمہاری طرف ہی دیکھتا رہے تو پھر۔"

"پھر تو میں اللہ کا شکر ادا کروں گی کہ اس نے مجھے اتنا لونگ ہسبنڈ دیا۔ آپ بتائیں کون ہے وہ لڑکی کیسی ہے؟ کیا میں اسے جانتی ہوں؟" نگین نے مسکراتے ہوئے پوچھا وہ دونوں چلتے ہوئے اندر کوریڈور میں آ گئے تھے۔

"ہاں تم اسے جانتی بھی ہو پہچانتی بھی ہو اور وہ لڑکی بہت اچھی ہے مجھے تو بہت خوب صورت لگتی ہے۔"

"لگتی ہے کیا مطلب؟ وہ خوب صورت ہے نہیں مگر چونکہ آپ اس لڑکی کو پسند کرتے ہیں اس سے محبت کرتے ہیں اس لیے وہ آپ کو خوب صورت لگتی ہے؟" نگین نے اسی تیزی سے کہا تو وہ ہنس پڑا۔ وہ اب کوریڈور کے اینڈ پر لگے وال مرر کے سامنے کھڑے تھے۔

"نہیں وہ خوب صورت ہے میرا انتخاب کوئی ایسا ویسا تو نہیں ہو سکتا نا۔" وہ اتراتے ہوئے بولا تو نگین ہنستی ہوئی۔

"اوہو..... تو اتنا اعتماد ہے اپنے انتخاب پر تو ہمیں بھی دکھائیں ناں، ہم بھی تو دیکھیں وہ کون سی حور پری ہے جس نے آپ کا دل چرایا ہے۔"

"میں جانتا تو ہوں پھر بھی چاہتا ہوں کہ.....

تم آئینہ دیکھ کے بتاؤ میرا انتخاب کیسا ہے؟"

خرم نے اسے دیکھتے ہوئے آئینے کی طرف اس کا رخ کر کے یہ شعر پڑھا تو اس پر جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ وہ آئینے میں کبھی اپنی صورت دیکھ رہی تھی اور کبھی خرم کی شکل کو تک رہی تھی۔ کیا کوئی شخص اسے یوں بھی چاہ سکتا ہے؟ کیا وہ اس قابل تھی کہ اسے یوں چاہا جاتا، اتنا مان دیا جاتا؟ وہ سوچوں میں گم تھی جب ہی خرم نے دوبارہ پوچھا۔

"بتاؤ میرا انتخاب کیسا ہے؟"

"لاجواب..... زبردست..... خوب صورت ہے آپ کا انتخاب۔" رانیل اور نوفل کی آواز ایک ساتھ ان دونوں کے کانوں میں پڑی تو وہ دونوں ہی ٹھٹھک گئے تھے۔

"اف..... ٹھہر جاؤ تم دونوں، ڈرا کے رکھ دیا مجھے۔"

نگین نے انہیں جھانکتا دیکھ کر کہا خرم کو نگین کے ڈرنے اور دل تھام کر اس طرح انہیں ڈپٹنے پر ہنسی آ گئی۔ وہ دونوں بھی ہنس دیے۔

"بتاؤ نا نگی پلیز، ٹرسٹ می، میں تمہیں کبھی دھوکہ نہیں دوں گا کسی دوسری لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھوں گا۔ جب بھی دیکھوں گا تمہاری اجازت سے دیکھوں گا پاس۔" خرم نے پھر سے اسے دیکھتے ہوئے ملتجی اور محبت بھرے لہجے میں کہا تو نگین کا دل اس کی باتوں پر یقین کر لینے کو چاہا اس کے آخری جملے پر تو وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"تو پھر میں تمہاری طرف سے ہاں سمجھوں۔"

"کس سلسلے میں؟" نگین نے ہنسی روکتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں تمہارے ساتھ اپنی ساری زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے شادی کرو گی؟"

"اس کا فیصلہ ڈیڈی کریں گے، آپ ان سے بات کریں۔" نگین نے مشرقی لڑکیوں کی طرح نظریں جھکا کر کہا۔

"ان سے تو امی ابو بات کریں گے ہی، میں تمہاری مرضی جاننا چاہتا ہوں۔" خرم نے سنجیدگی سے کہا۔

"میری مرضی وہی ہوگی جو میرے ڈیڈی کی مرضی ہوگی۔" نگین نے بہت صاف گوئی اور سنجیدگی سے اسے جواب دیا اور رانیل کی طرف بڑھ گئی۔

"فیصلہ تو نگی جی میں کر چکا ہوں شادی ہوگی اور تم ہی سے ہوگی۔" خرم نے اسے جاتے دیکھ کر دل میں کہا۔ اسے نگین کا یہ انداز بہت اچھا لگا تھا کہ اس نے اپنے ڈیڈی سے بات کرنے کا کہہ کر اپنی مشرقیت کا ثبوت دیا تھا۔ وہ وہاب احمد سے مل کر واپس چلا گیا۔

"ہمارے گھر میں ہم سے ہی پردہ اس ناٹ فیئر مائی ڈیئر۔" علی نے رانیل کو اسٹڈی روم میں اکیلے دیکھتے ہی گلہ کیا۔

"وہ میں آپ کا گھر دیکھ رہی تھی، ماشاء اللہ بہت پیارا

ہے۔" رائنل نے اسے دیکھتے ہوئے قدرے جھجکتے اور شرمیلے لہجے میں کہا۔

"یہ گھر میرا نہیں تمہارا ہے، میں نے اس گھر کے پیپرز تیار کروالیے ہیں یہ گھر قانونی طور پر تمہارے نام کردیا ہے، وکیل آنے والا ہے تم پیپرز پر سائن کردینا۔" علی نے اسے تفصیل بتائی تو وہ اتنی محبت پذیرائی مان اور احترام و اہمیت ملنے پر رب کے حضور شکر بجالائی۔

"میرے نام کیوں کیا؟"

"تمہیں اپنا بنالیا ہے، اپنے نام کرلیا ہے شرعاً و قانوناً تو اپنا سب کچھ تمہارے نام کیوں نہ کروں؟ رائنل جان! میرا جو کچھ بھی ہے اب تمہارا ہے۔" وہ محبت سے بولا۔

"علی......" رائنل نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے ہالے میں لیا اور پھر اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر سر اس کے کشادہ اور محبت بھرے سینے پر رکھ کر خوشی سے رو دی۔

"تمہارا یہ بے اختیارانہ معصوم اور پیار بھرا انداز مجھے پاگل اور بے خود کردیتا ہے رائنل! لو یو سو مچ...... سویٹ ہارٹ۔"

"آپ اتنے اچھے کیوں ہیں، مجھ سے اتنا پیار کیوں کرتے ہیں؟ مجھ پر اتنا اعتبار کیوں کرتے ہیں؟"

"اچھا اس لیے ہوں کہ تم سے پیار کرتا ہوں، تم پہ اعتبار کرتا ہوں یہ جو تمہارا خوب صورت پیارا سا چہرہ ہے نا اس میں بلا کی معصومیت ہے، یہ خود بخود انسان کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اس چہرے کی پاکیزگی اور معصومیت میں جو کشش ہے یہ آپ ہی آپ تمہارا اعتبار قائم کرنے لگتی ہے۔ تمہاری آنکھوں میں جب بھی دیکھتا ہوں ڈوبنے لگتا ہوں۔" علی نے اس کی آنکھوں کو چوم لیا، رائنل کے روم روم میں آگ سی سرایت کررہی تھی۔ دل پورے بدن میں دھڑکتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔

"اف......! آپ تو بہت رومینٹک ہیں۔ میں تو سمجھتی تھی کہ آپ بہت غصے والے اور خشک مزاج اَن رومینٹک پرسن ہیں مگر آپ تو......" وہ شرماتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ کر ہنس دی وہ بھی ہنس دیا۔

"مجھ پر بھی یہ انکشاف تم سے مل کر ہی ہوا ہے کہ میرے اندر اتنا پیار بھرا ہے اور میں اتنا رومینٹک بھی ہوسکتا ہوں، یہ تو مجھے خود کو بھی نہیں معلوم تھا تمہارے ساتھ ہوتا ہوں تو میں ساری دنیا کو بھول جاتا ہوں۔" وہ اس کے چہرے کو نرمی سے چھوتے ہوئے شہد آگئیں لہجے میں بولا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ کچھ برا ہونے والا ہے۔" وہ ایک دم سے افسردہ ہوکر بولی۔

"برا کس کے ساتھ؟"

"شاید میرے ساتھ۔" رائنل نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا تو علی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے اپنے وجود میں سمو لیا جیسے وہ اسے ہر آفت سے بچانا چاہتا ہو، ہر طوفان سے محفوظ رکھنے کی کوشش کررہا ہو شاید...... مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ جو طوفان آنا ہو آکے رہتا ہے پھر کوئی بند کوئی آڑ کوئی رکاوٹ اس طوفان کا راستہ نہیں روک سکتی۔

❁❁......❁......❁❁

"افشین اور تیمور حسن آرہے ہیں بہتر ہے کہ علی اور رائنل کی جو زبردستی کی پیپر میرج ہوئی تھی وہ ختم کردی جائے۔" نوشین نے وہاب احمد کو لاؤنج میں اکیلے بیٹھے دیکھ کر بات شروع کی۔ نوفل، نگین اور رائنل لان میں بیڈمنٹن کھیل رہے تھے۔

"یہ شادی ختم نہیں ہوگی۔" وہاب احمد نے ٹی وی چینل پہ نظر دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ان کا اطمینان بلا کا تھا۔

"کیا مطلب، ختم نہیں ہوگی؟" وہ شادی وہ نکاح وقتی اور عارضی تھا۔ زبردستی اس رائنل کو آپ نے علی کے سر منڈھ دیا تھا اور مجبوراً علی نے یہ نکاح کرلیا تھا آپ کی عزت کے لیے۔" نوشین نے تیز اور سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ اسی اطمینان سے بولے۔

"علی اور رائنل یہ رشتہ ختم کرنا نہیں چاہتے۔ علی کو رائنل سے علیحدگی نہیں چاہیے، میں نے دیکھا ہے وہ رائنل کے ساتھ بہت خوش رہتا ہے۔"

"علی بے چارہ تو مروت میں مارا گیا وہ رائنل کے

ساتھ خوش نہیں رہ سکتا وہ اسے اچھی طرح جانتا ہے۔"

"یہی تو! وہ رابیل کو اچھی طرح جانتا ہے اسی لیے وہ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔" وہاب احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیسے نہیں چھوڑے گا؟ میری شروع سے ہی خواہش تھی کہ علی میرا داماد بنے' میری نگی اس کی دلہن بنے۔"

"علی تمہارا داماد بن گیا ہے اگر سمجھو تو رابیل بھی تمہاری ہی بیٹی ہے اور نگی کے لیے ایک دو بہت اچھے رشتے ہیں میری نظر میں اس کی تم فکر مت کرو۔"

"کیسے فکر نہ کروں؟" نوشین نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اور رابیل میری بیٹی نہیں ہے میں کیوں سمجھوں' ہاں بہو ضرور بنالوں گی' علی اسے طلاق دے گا تو اپنے بیٹے ذوالنون سے بیاہ لاؤں گی اسے اور اس پر تو افشین اور تیمور کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"سنو! مام ڈیڈی رابیل کی بات کر رہے ہیں۔" نوفل اندر پانی پینے آ رہا تھا ان کی گفتگو سن کر رابیل اور نگین کو بھی چپکے سے بلا لایا۔ رابیل کا تو دل گھبرا رہا تھا' یہ سوچ کر کہ اس کے بارے میں نوشین آنٹی کیا کرنے کا پلان بنا رہی ہیں؟

"مگر مجھے اعتراض ہے۔" وہاب احمد نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"اور یہ وقتی اور عارضی شادی کیا ہوتی ہے؟ یہ کوئی گڑیا گڈے کا کھیل نہیں ہے کہ آج گڑیا کسی ایک آدمی کے ہاتھ میں تھما دی تو کل کسی اور کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ شرعاً اور قانوناً رابیل اور علی آپس میں میاں بیوی ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ماشاء اللہ بہت خوش ہیں۔"

"مگر میں خوش نہیں ہوں اور مجھے یہ شادی' یہ نکاح ہر صورت ختم کرانا ہے۔" نوشین نے سپاٹ اور تیز لہجے میں کہا۔ رابیل کا دل کانپ گیا' نگین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے حوصلہ دیا۔

"یہ نکاح تم نے ہی زبردستی کروایا تھا ایک ڈرامہ ایک تماشا کری ایٹ کر کے یاد ہے۔" وہاب احمد نے اسے یاد دلایا۔

"مجھے سب یاد ہے۔"

"تو بس یہ بات اب یہیں ختم کردو' علی رابیل کو طلاق کبھی نہیں دے گا۔" وہاب احمد نے فیصلہ سنا دیا۔

"خدانخواستہ اگر ایسا ہوا بھی تو بھی تم ذوالنون سے رابیل کی شادی نہیں کر سکو گی' میں ایسا نہیں کرنے دوں گا تمہیں۔"

"مجھے آپ کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ چلا کر بولیں۔

"نوشین بیگم! بات میری اجازت کی نہیں ہے مذہب کی اجازت کی ہے' اور ہمارا مذہب ایک بھائی کی شادی اس کی بہن سے کردینے کی اجازت ہرگز نہیں دیتا۔" وہاب احمد کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ نوفل' نگین اور رابیل کے سر پہ ایٹم بم کی طرح پھٹے تھے' تینوں ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے جبکہ نوشین مزید تاؤ کھا رہی تھیں۔

"کیا..... کیا کہا آپ نے؟ رابیل اور ذوالنون بہن بھائی......"

"ہاں بہن بھائی۔" وہاب احمد نے ٹی وی ریموٹ کنٹرول سے آف کردیا۔

"وہ کزن ہیں خالہ زاد' بہن بھائی ہیں' سگے بہن بھائی نہیں ہیں' آپ کے دل میں تو رابیل کی محبت شروع سے ہی رہی ہے اور ہوگی بھی کیوں نہیں؟ آخر کو وہ اس افشین کی اولاد ہے جسے آپ اپنی بیوی بنانے کی خواہش پوری نہ کرسکے۔" نوشین نے بہت تلخ اور طنزیہ لہجے میں کہا تو وہاب احمد اپنا غصہ کنٹرول کرتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور نوشین کے غصے سے تپتے چہرے کو دیکھتے ہوئے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں بولے۔

"نوشین بیگم! آپ میں سننے کی تاب ہو تو کچھ عرض کروں؟" جواب میں نوشین کچھ بولی نہیں بلکہ الجھن آمیز اور استفہامیہ نظروں سے ان کا چہرہ تکنے لگی' چند لمحے وہ چھت کو دیکھتے رہے جیسے خود کو کمپوز کر رہے ہوں۔ وہ ماضی کی کتاب کھول کر کچھ اوراق پڑھ کر نوشین کو سنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے گہرا اور طویل سانس لبوں سے خارج کیا

اور پھر سے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہنے لگے۔

"تمہیں یاد ہے تم اپنی سگی بہن افشین سے کس قدر جیلس تھیں کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوب صورت تھی' ذہین' سگھڑ' سلیقہ مند اور بااخلاق بھی' خاندان بھر میں سب اس کی تعریف کرتے تھے اور اسے اپنے گھر کی بہو بنانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔"

"ہاں اور ایسا ہی ایک خواب آپ نے بھی دیکھا تھا۔" نوشین نے طنز کا نشتر چلایا تو وہ ایمان داری سے بولے۔

"ہاں دیکھا تھا مگر میں خوابوں کی دنیا میں رہنے کا قائل نہیں ہوں' حقیقت پسند آدمی ہوں اور راضی بہ رضا رہنے کی کوشش کرتا ہوں' اسی لیے جب امی ابو نے افشین کی بات تیمور سے طے ہوتے دیکھی تو میرے لیے انہوں نے تمہارا رشتہ مانگ لیا تھا کیونکہ ان کے خیال میں ان کی دونوں بھانجیاں ایک جیسی تھیں' انہیں تو اپنی بہن کے گھر بیٹے کا رشتہ کرنا تھا پھر وہ لڑکی افشین ہوتی یا نوشین انہیں اس سے کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا تھا' اور میں نے بھی ان کے اس فیصلے کو تسلیم کرلیا تھا۔ تقدیر کے لکھے کے سامنے سر جھکا دیا تھا اور تمہیں دل سے اپنی زندگی میں شامل کرلیا تھا مگر بہت جلد ہی تم نے مجھے اپنے رویے سے سمجھا دیا تھا کہ تم تیمور حسن سے شادی کرنا چاہتی تھیں بلکہ شاید تمہیں یاد ہو تم نے خود مجھے بتایا تھا کہ تمہیں افشین پر غصہ ہے کیونکہ اس نے تمہاری پسند اور محبت کو اپنا شریک سفر بنالیا تھا۔ حالانکہ اس میں افشین کا کوئی عمل دخل نہیں تھا بات بڑوں کے بیچ طے ہوئی تھی اور سب سے بڑھ کر اوپر والے نے ان دونوں کا جوڑا بنا رکھا تھا' پھر بھلا انہیں ایک ہونے سے کون روک سکتا تھا؟"

"مگر تمہاری سمجھ میں یہ بات آج تک نہیں آئی اور تم آج تک غصے بدلے' احساس محرومی اور انتقام وحسد کی آگ میں جل رہی ہو اور رابیل کی صورت میں تمہیں افشین اور تیمور کو دکھ دے کر ان سے انتقام لینے کا موقع مل گیا ہے...... یہ ہے اصل بات۔" وہاب احمد نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو انہوں نے نگاہیں پھیر لیں۔ وہاب احمد نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے اپنی محبت اور توجہ سے تمہیں اپنا بنانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ناکام رہا کیونکہ تم نے دل سے بھی مجھے شوہر کا درجہ ہی نہیں دیا تھا' شوہر کی حیثیت سے مجھے قبول ہی نہیں کیا تھا تو پھر بھلا تم مجھے محبت اور عزت کیسے دیتیں؟ تم نے اپنی توجہ گھر سے باہر مرکوز کرلی۔ مجھ پر توجہ دینے کی تمہیں کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی اور تم نے ایک شادی شدہ عورت ہونے کا' بیوی ہونے کا احساس بھی نہیں کیا اپنا فرض کبھی نہیں نبھایا' میں نے بھی صبر کرلیا تھا کہ میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں' رشتے تو دل سے نبھائے جاتے ہیں' بے دلی سے نہیں۔ یہ بھی قسمت کی مہربانی تھی کہ اس نے مجھے باپ بننے کا شرف بخشا اور یہ اولاد نہ ہوتی تو میں تو کب کا تنہائی کا زہر پیتے پیتے مر گیا ہوتا......

افشین کے ہاں پہلی اولاد بیٹا پیدا ہوا اور تمہیں اللہ نے نگین کی صورت میں خوب صورت سی بیٹی سے نوازا تھا' نگین نبیل سے دو ماہ چھوٹی ہے۔ اللہ نے بیٹی کی صورت میں ہمیں اپنی رحمت سے نوازا تھا اور تم نے اللہ کی اس رحمت پر خوش ہونے اور اللہ کا شکر بجا لانے کی بجائے گھر میں موت جیسا سوگ پھیلا دیا تھا۔ اپنی بچی کو ٹھیک سے دیکھا تک نہیں تھا' اسے فیڈ تک کرانے سے انکار کردیا تھا اور دوسری بار تمہیں چیک اپ اور ٹیسٹ وغیرہ کرانے پر معلوم ہوا کہ تم دوسری بار بھی بیٹی کو جنم دینے جارہی ہو تو تمہاری بے کلی اور بے بسی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اور تم نے ایک گھناؤنا کھیل کھیلنے کی پلاننگ کی......"

"کیسا کھیل کہنا کیا چاہ رہے ہیں آپ؟" نوشین نے سٹپٹا کر پوچھا ادھر وہ تینوں دم سادھے کھڑے سن رہے تھے کہ یہ کیسے کیسے انکشافات ہورہے تھے آج ان پر جو انہیں گہرے دکھ اور کرب میں مبتلا کررہے تھے۔

"سنتی جاؤ آج اگر تم نے مجھے مجبور کر ہی دیا ہے تو سب کچھ سننا پڑے گا تمہیں۔ آج تمہیں آئینہ دکھانے کا وقت آگیا ہے نوشین بیگم!" وہاب احمد نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ بے چینی سے پہلو بدلنے لگیں' ان کے

چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک رنگ جا رہا تھا۔

"تم نے اپنے گھناؤنے کھیل کے لیے ہاسپٹل کی ایک نرس کو اعتماد میں لیا اور اسے پچاس ہزار روپے دینے کا لالچ دے کر یہ طے کیا کہ جب تمہارے ہاں بچی پیدا ہو تو وہ بڑی ہوشیاری اور رازداری سے تمہاری بچی کو کسی کے نومولود بیٹے سے بدل دے۔"

"یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" نوشین غصے اور خوف سے چلائیں۔

"یہ بکواس نہیں ہے نوشین بیگم! یہ وہ حقیقت ہے جو پچھلے انیس سال سے میں نے سب سے چھپا رکھی تھی۔ تم اپنی بہن سے حسد میں اس حد تک چلی گئیں کہ تمہیں اس پر بھی غصہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹے سے کیوں نواز دیا؟ اور تم اتنی بے حس اور پتھر دل ہو گئیں کہ تمہیں یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ تم نے اپنی جنم دی ہوئی بچی جسے تم نے نو ماہ تک اپنی کوکھ میں رکھا' تکلیف جھیل کر اسے پیدا کیا' اسے تم بنا دیکھے کسی غیر کی جھولی میں ڈالنے جا رہی ہو' وہ بھی ہمیشہ کے لیے۔"

"اوہ مائی گاڈ......؟" تمکین نے سر پکڑ لیا۔

"ماما زوری گریٹ۔" نوفل نے صدمے سے کہا۔

"وہ بچی کون ہے؟" رائیل کی زبان سے پھسلا۔

"وہ تو قدرت کی مہربانی تھی کہ میں نے تمہاری باتیں سن لیں' تمہارے ارادے بھانپ گیا تھا اور میں نے اس نرس سے بھی سارا سچ اگلوا لیا تھا اور نرس کو تمہاری بات ماننے سے باز رکھا تھا پولیس کی دھمکی پر وہ ایسا کچھ نہیں کر سکی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے ذوالنون میرا بیٹا ہے اسے میں نے جنم دیا تھا۔" نوشین کو اپنی ساری پلاننگ یاد تھی اور اب یہ انکشاف اسے عجیب سی خوشی بھی دے رہا تھا کہ اس نے ہی ذوالنون کو جنم دیا ہوگا۔

"ہرگز نہیں۔" وہاب احمد نے اس کی بات کی نفی کرتے ہوئے مزید حیرت انگیز انکشافات کیا۔

"تمہاری اس بے حسی کے پیش نظر میں نے افشین اور تیمور بھائی سے مدد لی' خدا کا شکر ہوا کہ وہ دونوں ہی معاملے کی نزاکت اور سنگینی کو سمجھ گئے اور انہوں نے اپنا بیٹا جو اسی دن پیدا ہوا تھا یاد ہے نا ایک ہی دن تم دونوں بہنوں نے بچوں کو جنم دیا تھا۔ افشین نے اپنا بیٹا تمہاری جھولی میں ڈال دیا اور ہماری بیٹی کو انہوں نے اپنی آغوش محبت میں سمو لیا۔ وہ رائیل جسے تم نفرت سے دیکھتی ہو' جسے تم ذلیل کرنے اور دکھ پہنچانے کے منصوبے بناتی ہو وہ معصوم رائیل تمہاری سگی بیٹی ہے جسے تم نے جنم دیا تھا۔ نوشین بیگم! تم ہو اس معصوم بچی کی سگی ماں۔"

"یہ سب جھوٹ ہے' بکواس ہے میں نہیں مانتی ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟" نوشین کے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے پیروں تلے سے زمین بھی کھسک گئی تھی۔ وہاب احمد کے اس انکشاف کو ان کی بازی ہی پر کیسے پلٹ سکتی تھی۔ یہ وہ ماننے کو تیار نہیں تھیں۔

"یہی سچ ہے' تیمور اور افشین آئیں گے تو بے شک ان سے پوچھ لینا' چاہو تو رائیل کا اور اپنا ڈی این اے ٹیسٹ بھی کروا لینا اور بھی ثبوت ہیں ہمارے پاس جو اس حقیقت کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کر سکتے ہیں۔"

"نہیں...... میں اپنی مما کی بیٹی ہوں۔" رائیل پر تو ان انکشاف نے صدمات کے پہاڑ توڑ دیئے تھے وہ بے دم سی ہو کر گرنے لگی تھی۔ نوفل اور تمکین اسے پکڑ کر وہیں لے آئے۔ وہاب احمد انہیں دیکھ کر سمجھ گئے کہ وہ ساری باتیں سن چکے ہیں۔ انہوں نے دکھ سے رائیل کو دیکھا اور تمکین سے کہا۔

"بہن کو سنبھالو رائیل بیٹھ جاؤ۔" تمکین اور نوفل نے رائیل کو صوفے پر بٹھا دیا۔ نوفل اس کے لیے پانی لے آیا۔ رائیل نے بمشکل دو گھونٹ پیئے وہ دونوں بھی اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔

"نوشین بیگم! تم نے بے حسی اور بے نیازی کی انتہا کر دی' تمہیں اتنے برسوں میں کبھی یہ خیال بھی نہیں آیا کہ تم نے اپنی بچی کو کسی غیر کی جھولی میں ڈالنے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ کتنا غلط تھا۔ یا وہ بچی جو تمہارے وجود کا حصہ تھی کہاں ہے...... کس حال میں ہے...... کبھی بھی خیال نہیں آیا

تمہیں؟ احساس کا کوئی پل نہیں گزرا تمہاری زندگی کے ان انیس برسوں میں؟ ممتا کا مس نہیں جاگا کبھی اس معصوم بچی کے لیے تمہارے دل میں؟ تم نے تو کبھی یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی کہ وہ معصوم بچی کیسی زندگی گزار رہی ہوگی؟ وہ زندہ بھی ہوگی یا...... افسوس صد افسوس! تم اچھی بیوی بن سکیں اور نہ ہی اچھی ماں ثابت ہوئیں۔ تم تو عورت کہلائے جانے کے لائق بھی نہیں ہو۔ تمہاری بے پروائی، غیر ذمے داری اور عدم دلچسپی اور فضول ایکٹویٹیز کی وجہ سے ثمین اور نوفل بھی بگڑ گئے۔ غلط راستے پر چل نکلے، جس پر انہوں نے اپنی ماں کو چلتے دیکھا تھا۔ تم نے اپنی بہن سے حسد میں ایک معمولی سی بات کے پیچھے اپنی ہی زندگی بے سکون کرلی، اپنی ہی اولاد کو آوارہ اور گمراہ کردیا۔ اپنا ہی گھر خراب کرلیا۔ شکر ہے اللہ کا کہ اس بچی رائبل کی بدولت ہی آج تمہارے گھر کی عزت بچی ہوئی ہے۔ آج تمہاری بیٹی اور بیٹا راہ راست پر آگئے ہیں۔ صحیح غلط کا فرق سمجھ گئے ہیں۔ اپنی غلطیوں پر شرمسار ہیں اور اب صحیح سمت چل پڑے ہیں اور شکر الحمدللہ کے ذوالنون تمہارے نقش قدم پر نہیں چلا شاید اس لیے کہ وہ بچپن سے ہی افشین اور تیمور کے زیر سایہ بار ہا، ان کی تربیت کا محبت و شفقت کا اثر ہے ورنہ اگر وہ بگڑ جاتا تو میں افشین اور تیمور بھائی سے کبھی نظریں نہ ملا پاتا اور یہ بھی شکر ہے کہ میں نے رائبل کو افشین کی گود میں دے دیا تھا، آج ماشاء اللہ یہ ایک سلجھی ہوئی، سمجھدار اور نیک سیرت بچی کے روپ میں ڈھل کر ہمارے سامنے آئی ہے۔"

"او وہ اب سمجھی کہ آپ نے رائبل کو اتنا سر پہ کیوں چڑھایا؟ اور یہ آپ کو ڈیڈی کیوں کہتی ہے ہمیشہ سے؟" نوشین نے حیرت صدمے اور شرم سے چوری پکڑے جانے کے احساس و غصے سے کانپتی آواز میں کہا۔

"ہاں میں نہیں چاہتا تھا کہ میری بیٹی مجھے انکل کہے۔" وہاب احمد نے رائبل کے سر پہ دست شفقت رکھ کر جواب دیا۔ رائبل کا ضبط اور حوصلہ جواب دے گیا تھا۔ وہ ان سب کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی سو وہاں سے اٹھی اور تیزی سے بھاگتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف گئی۔

"رائبل!" ثمین اور نوفل بھی اس کے پیچھے دوڑے۔

"افسوس! تمہاری بے حسی کی وجہ سے آج مجھے اپنی بیٹی کو دکھی کرنا پڑا اسے کتنا شاک لگا ہوگا یہ جان کر کہ اس کی سگی ماں نے اسے انتقام کا نشانہ بنایا، اس کے کردار کو داغدار کرنے کی کوشش کی، میری بیٹی کے لیے یہ دکھ کم نہیں ہوگا۔ تمہاری خود غرضی اور بے حسی کی وجہ سے مجھے آج یہ سب کچھ بتانا پڑا تاکہ تم بہن بھائی کی شادی کا شوشہ چھوڑ دو، ذوالنون کے دل میں ایسا کوئی خیال ڈال کر گناہ کا ارتکاب نہ کر بیٹھو اور جس بیٹے پر تمہیں فخر ہے، ناز ہے وہ تمہاری اس بہن کی اولاد ہے جسے تم حسد، نفرت اور غصے کی نگاہ سے دیکھتی ہو۔ جس کے لیے تمہارے دل میں خوامخواہ کا حسد، بغض اور انتقام بھرا ہے۔ کبھی سوچا ہے تم نے، یہ سب کرکے تمہیں کیا ملا؟" وہاب احمد نے تاسف اور دکھ سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ وہ غصے میں ساڑھی کا پلو ہاتھ پر لپیٹ رہی تھیں۔

"بتاؤ نوشین بیگم! کون سے تمغے اور میڈل سجائے تم نے اپنے سینے پر؟ کامیابی کے کون سے جھنڈے گاڑے ہیں تم نے؟ خود ساختہ انا، بے جا حسد اور اندھے انتقام کی اس جنگ میں کہاں فتح نصیب ہوئی ہے تمہیں...... کیسی جنگ تھی یہ تمہاری کہ جس میں دوسرے فریق کو خبر ہی نہیں ہے کہ وہ تمہارا مقابلہ کرنے کی تیاری کرے کیونکہ تم اسے اپنا حریف اور دشمن سمجھتی ہو؟ کس کے ساتھ لڑتی رہیں تم؟ اپنی ہی بہن سے وہ بہن جو تمہارے لیے اپنے دل میں محبت اور خلوص کے خزانے رکھتی ہے اور اس شخص کو نہ پانے کا غصہ نکالتی رہیں تم، ہم سب پر جو کبھی تمہارا تھا ہی نہیں، جس نے کبھی تمہاری طرف دیکھا ہی نہیں تھا۔ وہ جسے چاہتا تھا جس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا تھا وہ تو ماشاء اللہ آج تک اس کے ساتھ خوش ہے اس کی ہمراہی میں ایک خوش گوار اور پرسکون کامیاب ازدواجی زندگی گزار رہا ہے۔ تمہاری دشمنی تو یک طرفہ تھی نوشین بیگم! انہوں نے تو تمہیں کبھی اپنا دشمن سمجھا ہی نہیں سوچو! جو محبت میں تمہاری

بیٹی کو اپنی بیٹی بنا کر رکھ سکتے ہیں اسے ہم سے زیادہ محبت اور اچھی تربیت دے سکتے ہیں سوچو ذرا کہ اگر وہ دشمنی نبھانے پر آ جائیں گے تو کیا کریں گے؟ رامیل کے ساتھ یہاں کیا ہوا انہیں یہاں آ کر سب پتا چل جائے گا پھر ان کا ردعمل دیکھنا تم اور اپنے اعمال دیکھنا۔ تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آیا' نوشین بیگم تمہارے ہاتھ آج بھی خالی ہیں اس سارے کھیل میں تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آیا' سوائے اکیلے پن اور پچھتاوے کے...... تم نے خود ہی یہ کھیل شروع کیا اور پھر خود ہی یہ کھیل تم ہار بھی گئیں اور اکیلی رہ بھی گئیں۔ اوپر والے کی پلاننگ نے تمہاری پلاننگ کو کیسا ناکام کیا ہے دیکھ لیا تم نے۔ تمہاری ناشکری اور حسد کی عادت نے ہمیں کیا دن دکھائے' مجھے بزنس میں نقصان ہوا' گھر بیچنا پڑ گیا' اللہ نے تو تمہیں خبردار کیا تھا کہ حسد اور غرور سے باز آ جاؤ' مگر تم نہیں مانیں' تمہیں سمجھ نہیں آئی' جس سے دشمنی اور نفرت ہے تمہیں پچھلے ڈھائی برس سے تم اسی کے گھر میں مہارانی بن کر رہ رہی ہو' یہ جو عیش ہو رہے ہیں یہ اسی افشین اور تیمور کی محبت اور مہربانی ہے کہ انہوں نے نہ صرف ہمیں اپنا گھر رہنے کو دیا بلکہ مجھے بزنس میں بھی سہارا دیا اور ایک پیسہ بھی واپس نہیں مانگا۔ نوشین بیگم وہ تمہارے دشمن نہیں تھے' تمہارے محسن ہیں' تم تو مر کے بھی ان کا قرض نہیں چکا سکتیں' تم تو اتنی بدنصیب ماں ہو کہ اپنی بیٹیوں کو اپنے دودھ کا واسطہ بھی نہیں دے سکتیں' یہ فرض بھی افشین نے ادا کروایا تھا اسی افشین نے جسے تم نے کبھی خوش دیکھنے کی تمنا نہیں کی ہوگی' ایک سراب کے پیچھے تم نے اپنی' ہم سب کی زندگی خراب کر دی اور اب تم عذاب جھیلو گی پچھتاوں کے عذاب' پچھتاوں کے اس عذاب سے اگر تم بچنا چاہتی ہو تو اللہ سے معافی مانگ لو پہلے تو تم نے کبھی کچھ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ میرا خیال ہے کہ اب تو تمہیں سمجھ آ جانی چاہیے۔ اس سے پہلے کہ معافی اور توبہ کا وقت بھی گزر جائے' تمہیں اپنا احتساب کر لینا چاہیے' گزرے وقت کی کہانی اور موجود حالات کو مدنظر رکھو اپنا احتساب اور تجزیہ ایمان داری سے کرو گی تو تمہیں اپنا قصور اپنی غلطی اور بے حسی صاف نظر آ جائے گی' معافی مانگ لو رب سے نوشین بیگم اور یہ حقیقت مان لو کہ رشتے آسمانوں پر بنتے ہیں' اللہ کی مرضی بھی کوئی چیز ہے اور اللہ کی رضا اور عطا پر راضی رہنا اس کی چاہ پر اپنا سر جھکا دینا ہی ایک انسان کی اللہ سے محبت اور فرماں برداری کا تقاضا ہے۔" وہاب احمد نے بہت سنجیدہ اور تھکے تھکے لہجے میں آج آخری بار اسے سمجھایا تھا اور اذان کی پکار سن کر نماز کی ادائیگی کے لیے اٹھ گئے تھے۔

میری عمر بھر کی جو خطائیں تھیں
میرے سامنے وہی آ گئیں
قدم بقدم پہ جو سازشوں کے
میں نے جال بنے تھے وہی جال
اب......!
میرے جسم و جاں سے لپٹ گئے
میری روح کیا' میرا جسم کیا'
میرے قلب و نظر میرے بال و پر
گناہ کی گرد میں اٹ گئے
میں خود پسندی کے خول میں
انا کے جھوٹے ڈول میں
بدگمانی کی راہ پر
سرکشی پہ یوں اتر گیا
کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا
میں گنوا کے اپنی محبتیں
میں لٹا کے اپنی چاہتیں
تہی داماں اب ہوں کھڑا ہوا
وہی نفرتیں' وہ حسد کی ساری بدنیاں
جو میں نے اپنے ہی آسمان پہ تان دی تھیں
وہی آج مجھ پہ برس پڑیں
میں اپنی جلائی آگ میں
خود ہی جل گیا
میرے ہاتھ کچھ بھی نہ آ سکا
بس ایک عمر رائیگاں کا ملال ہے
میں کس قدر خود غرض تھا' بے رحم تھا

بچا ہے جواب دہ اپنی ہی پستی و کم مائیگی کا خیال ہے!

میں اپنے سارے گناہ لے کر......
کہاں پہ جاؤں؟
میں کیسے ان پچھتاؤں کے زہریلے سانپوں سے
نجات پاؤں؟
میرے خدایا......!
تیرا ہی در ہے جہاں سے
بخشش ہے سب کو ملتی
میری خطائیں میری جفائیں
میرے عیب سارے معاف کردے
میری سازشیں میری نفرتیں
میرے جھوٹ جلن کے عذاب سارے
معاف کردے
تیرے در پا خر میں آ گیا ہوں
مجھے گناہوں سے پاک کردے
میرے آنسوؤں کو قبول کرلے
مجھ سی عاصی کو معاف کرنا
تیرے تو اختیار میں ہے
کیا مجھ پہ نظر کرم نہ ہوگی؟
تیری رحمتوں سے سوال ہے؟

ماضی کا ہر پل فلم کی طرح چل رہا تھا۔ وہ اس وقت ہارے ہوئے جواری کی طرح بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔ جس کے پاس ہارنے لٹانے کو مزید کچھ بھی نہیں بچا تھا، آنسو آنکھوں کے سوکھے چشموں کو سیراب کررہے تھے۔ وہ دل ہی دل میں رب کے حضور سجدہ ریز تھیں۔ رو رہی تھیں، گڑگڑا رہی تھیں، اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہی تھیں، وہ ایک اچھی ماں نہیں بن سکی تھیں، ماں کا رشتہ تو ہر رشتے کی جدائی اور دکھ بھلا دیتا ہے۔ ماں تو اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنی آغوش کی نرمی اور گرمی دے کر پروان چڑھاتی ہے، ماں تو ہر دکھ، ہر پریشانی سے موسم کے سرد گرم سے اپنے بچوں کو بچا کر اپنی ممتا کی آغوش میں رکھتی ہے...... میں خود کیسی ماں تھی؟ اپنے وجود کے حصے کو اپنے ہی خون کو خود سے الگ کردیا تھا، کسی انجان اور غیر آدمی کی گود میں ڈالنے کی منصوبہ بندی کرلی تھی اور اسے گنوا کر بھی کبھی دل میں یہ خیال نہیں ابھرا تھا کہ وہ معلوم تو کرے کہ اس کی بچی کہاں ہے۔ کس کے پاس ہے...... کس حال میں ہے؟ وہ بہت بے حس اور خود پسند، خود غرض عورت تھی، جس نے اپنی انا کے لیے اپنی خود ساختہ آن کے لیے اپنی ہی بیٹی قربان کردی تھی اور قدرت کیسے اسے اسی کے گھر میں اس کے سامنے لے آئی تھی اور وہ اس پر یہ سوچ کر ظلم کرتی رہی کہ وہ اس کی بہن کی بیٹی ہے۔ جس نے اس کی پسند اس کا پیار، تیمور حسن اس سے چھین لیا تھا، قدرت کے فیصلے کو اس نے افشین کی چالاکی اور خود غرضی سمجھ لیا اور اسے اپنا دشمن اول بنالیا۔ محض افشین کو اپنی بہن کو اس کے شوہر کو دکھ پہنچانے اور پریشان کرنے کے لیے ان کی بیٹی کو اپنے انتقام کا نشانہ بنائی رہی، وہ بیٹی جو درحقیقت اس کی اپنی بیٹی تھی اور آج اس انکشاف پر وہ خود ہی اپنی نظروں میں گرگئی تھی۔

وہ خود اب کسی سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہی تھی۔ خاص طور پر رابیل سے تو وہ خود کو بات کرنے کے قابل بھی نہیں پارہی تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ رابیل معصوم ہے اور وہ اسے اپنے انتقام کی خاطر بے کردار ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھیں، رابیل کا صبر اور حوصلہ اسے شرم سے زمین میں گاڑھ رہا تھا۔

"نوشین بیگم! تم کسی رشتے کے قابل نہیں ہو، نہ اچھی بیٹی بن سکیں، نہ تم اچھی بہن ثابت ہوئیں نہ اچھی بیوی ہونے کا حق ادا کیا اور نہ ہی تم نے ایک اچھی ماں ہونے کا فرض ادا کیا۔ وہ ماں، جس کے پیروں تلے جنت ہوتی ہے اور تم کیسی ماں ہو کہ تم اپنی ہی بیٹی کی زندگی جہنم بنائے رکھ دینا چاہتی ہو، وہ بیٹی جس نے تمہارے بگڑے بیٹے کو صحیح راہ دکھائی، تم تو رابیل کے احسانات تلے اتنی دبی ہوئی ہو کہ اس کی ساری زندگی بھی شکر گزار رہو محبتیں نچھاور کرتی رہو تب بھی اس کا حق ادا نہ کرپاؤ گی۔"

نوشین کے دل و دماغ اسے ہر طرح سے آئینہ دکھا رہے تھے۔ سب کی نظروں میں رسوا ہونے اور ان کی

آنکھوں میں اپنے لیے متوقع نفرت کے خیال سے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔ نوفل نے توشین کو اس طرح روتے دیکھا تو بہت ضبط سے بولا۔

"مام! ہم وہی ہے جو آپ نے ہمیں سکھایا' بتایا اب آپ وہ نہیں جو آپ کی ماں نے آپ کو سکھایا تھا' جس کی تربیت آپ کی ماں نے آپ کو دی تھی' وہ نہیں جو آپ بن گئیں بدل لیں خود کو مام اس سے پہلے کہ بہت دیر ہوجائے' خود کو بدل لیں...... جیسے میں نے اور تمکی آپی نے اپنی غلطیوں کو مانتے ہوئے خود کو بدل لیا ہے اور ہمیں خوشی ہے کہ ایسا کرنے میں ہمیں ہماری اپی' بہن رائبل نے مدد دی۔ اس نے ہمیں بے راہ روی کے اندھے کنویں اور بدنامی کے اندھیرے غار میں گرنے سے بچایا ہے۔ ہمیں اپنی بہن پر فخر ہے' ہم بہت لکی ہیں کہ رائبل ہماری اپی ہے۔ ہم رائبل کے بھائی' بہن ہیں' اس پر ہمیں ناز ہے۔ پتا ہے مام! گھپ اندھیرے اور شدید تاریکی میں روشنی کی ایک کرن بھی بہت ہوتی ہے جو ہمیں راستہ دکھاتی ہے اور منزل کی طرف لے جانے میں رہنما کا کام کرتی ہے۔ رائبل بھی ہمارے لیے روشنی کی وہ کرن ہے' جس نے ہمیں ہماری اصل منزل کا راستہ دکھایا اور ہمیں اندھیروں میں بھٹکنے سے بچایا ہے۔ ہمیں اس کی قدر کرنی چاہیے مام۔"

"نوفل ٹھیک کہہ رہا ہے مام۔" تمکین بھی اس کے ساتھ ہی کمزوری سی نوفل کی بات مکمل ہونے پر کہنے لگی۔

"دل تو نہیں چاہتا آپ کو مام کہنے کو کیونکہ آپ ماں بھی بنی ہی نہیں' بس آپ تو ہمیں جنم دینے کی خطاوار ہیں' شرم آرہی ہے ہمیں یہ سوچ کر کہ ہم آپ کی اولاد ہیں۔ آپ نے ایسا کیسے کرلیا مام؟ کیسا دل تھا آپ کے سینے میں کہ اپنی معصوم بچی تک کو بیچ دیا۔ خدا کا کرنا دیکھ لیا نا پھر آپ نے۔ رائبل نے ہی ہمیں معاف کرنا' صبر اور درگزر کرنا سکھایا ہے اس لیے مزید کچھ نہیں کہنا آپ سے ہاں اگر آج کے بعد رائبل کو کوئی نقصان پہنچا اور اس کی وجہ آپ ہوئیں تو آپ اپنی اس بچی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گی۔ ہم آپ کو بھی معاف نہیں کریں گے۔" تمکین توشین پر ایک تاسف بھری نگاہ ڈال کر چلی گئی اور توشین دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

❁ ❁ ...... ❁ ...... ❁ ❁

علی بہت مسرور تھا' اس خیال سے کہ وہ رائبل کو بہت جلد اپنی دلہن کے روپ میں اپنے گلشن علی میں دیکھے گا' اس کے ساتھ رہے گا' آج وہ مارکیٹ گیا تھا خاص طور پر رائبل کے لیے کچھ تحائف خریدنے' لیڈیز شاپنگ کا کوئی تجربہ نہیں تھا پھر بھی اس نے رائبل کے لیے کافی چیزیں خریدی تھیں۔ جن میں ایک ڈائمنڈ رنگ' گولڈ کا ایک لائٹ سیٹ' پرفیوم' ریڈی میڈ ڈریسز اور میچنگ چوڑیاں' ایک لیڈیز پرس اور شولڈر بیگ بھی خریدا اور جب گھر آکر اس نے ساری شاپنگ دیکھی تو اپنی بے خودی اور محبت پر خود ہی ہنس پڑا۔ اس کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ رائبل کو ابھی اپنے پاس لے آئے۔

علی کا سیل فون بجا تو وہ رائبل کے خیالوں سے باہر آیا اور کال اٹینڈ کی۔ امینہ کا فون تھا۔

"السلام علیکم! ای کیسی ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں بیٹا تم سیٹ ہوگئے اپنے

شعور کی دنیا

ابھی تو مجھے شعور کی دنیا میں آنا ہے
ابھی تو مجھے دنیا کو آزمانا ہے
ایک سنگ تراش کو ڈھونڈنا ہے جو میرے اندر کے
ولولے وحب الوطنی کو صحیح سمت لے آئے
ابھی تو منزلیں طے کرنی ہیں
ابھی کسی بندھن میں نہیں بندھنا
طائر لاہوتی کی طرح آزاد فضاؤں میں رہنا ہے
اپنے ملک سے وابستہ ہر برائی کو جڑ سے اکھاڑنا ہے
ابھی تو علم کے دریا سے پیاس بجھانی ہے
اساتذہ سے مل کر قائد کا پاکستان بنانا ہے
ہاں قائد کا پاکستان بنانا ہے
ابھی تو بہت دور جانا ہے' بہت دور...

انیلا ارشد...... جہلم

گھر میں۔“

”جی امی! ہو گیا سیٹ' ایک خانساماں رکھ لیا ہے' ملازم ہے جو گھر کے اندر باہر کے کام کر لیتا ہے۔ بس ایک خاتون خانہ کی کمی ہے۔“ علی نے مسکراتے ہوئے بتایا تو وہ کہنے لگیں۔

”خاتون خانہ بھی آ جائے گی' میں نے بہت اچھی' بہت ہی پیاری لڑکی پسند کی ہے تمہارے لیے۔“

”میرے لیے لڑکی' امی میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میں رابیل ہی کے ساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہوں' وہ بہت اچھی اور نیک سیرت لڑکی ہے' ممانی نے آپ کو اس کے بارے میں جو بھی بتایا ہے سب غلط ہے' جھوٹ ہے' ممانی کو تو اس سے خدا واسطے کا بیر ہے ناحق اس کی کردار کشی پر اتری ہوئی ہیں۔ وہ بہت اچھی نیچر کی مالک ہے امی۔“ علی نے سنجیدگی سے کہا تو وہ ناراض لہجے میں بولیں۔

”پتا نہیں کیا جادو کر دیا ہے اس جادوگرنی نے تم پر' لیکن میں کہے دے رہی ہوں علی میں اس کے جادو میں آنے والی نہیں ہوں۔“

”امی! آپ ایک بار اس سے مل تو لیں آپ خود بخود اس کی اسیر ہو جائیں گی' وہ ہے ہی اتنی پیاری۔“

”خاک پیاری ہے' جس نے تم جیسے مرد کو الو بنا لیا وہ بہت شاطر اور چالاک لڑکی ہی ہو سکتی ہے۔“ امینہ نے غصے سے کہا تو علی کو ان کا رابیل کے لیے شاطر اور چالاک جیسے لفظ استعمال کرنا بہت برا محسوس ہوا۔

”امی پلیز رابیل کے لیے ایسے الفاظ استعمال مت کریں' کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ آپ بھی ممانی کی ہی زبان بولنے لگیں' خدا کا واسطہ ہے رحم کریں اس معصوم لڑکی پر وہ کیا سوچتی ہوگی کہ برسوں بعد اپنوں میں لوٹی تو اپنوں نے غیروں سے بھی بدتر سلوک کیا اس کے ساتھ۔“ علی نے تڑپ کر کہا۔

”وہ اسی سلوک کی مستحق ہے' اسی برتاؤ کے قابل ہے اور تم کان کھول کر سن لو علی' تمہیں رابیل سے رشتہ ختم کرنا ہوگا' میں ایسی بے باک اور بدکردار لڑکی کو اپنی بہو ہرگز نہیں بناؤں گی۔“ علی نے بے بسی سے موبائل کو دیکھا۔

”یا اللہ! میری ماں اور ممانی کو نیکی کی ہدایت دے۔“ علی نے بآواز دعا مانگی' امینہ کی باتیں اسے پریشانی میں مبتلا کر رہی تھیں۔ اس نے وہاب احمد سے بات کرنے کا فیصلہ کیا۔

❀❀......❀......❀❀

رابیل اس جان گسل انکشاف پر صدمے سے ڈھے سی گئی تھی۔ رو رو کر بھی تھک چکی تھی۔ تکین اور نوفل بھی اسے چپ کراتے ہوئے روتے رہے تھے۔ انہیں کتنا شاک لگا تھا' اپنی ماں کی حقیقت جان کر' کتنی بھیانک تصویر سامنے آئی تھی ان کی ماں کی' اس پر ان کی ماں کا رابیل پر ظلم و ستم وہ تو شرمندہ اور بے بس محسوس کر رہے تھے خود کو۔ رابیل کے دکھ کا انہیں بخوبی احساس تھا تب سے رابیل نے کچھ نہیں کھایا تھا' بوا جی کو نوشین کے مزاج کا تو علم تھا' رابیل پر زیادتیوں سے بھی بخوبی واقف تھیں مگر اس نئے انکشاف پر تو وہ بھی اندر سے ہل کے رہ گئی تھیں۔

”میں نوشین آنٹی کی بیٹی نہیں ہوں' میں اپنے مما پاپا کی بیٹی ہوں۔ نبیل بھائی کی بہن ہوں' مجھے یہاں نہیں رہنا' مجھے واپس جانا ہے' ڈیڈی سے کہیں' میری ٹکٹ بک کرا دیں۔ مجھے لندن واپس جانا ہے۔“ بہت دیر بعد رابیل بولی تو یہ سن کر تکین' نوفل اور بوا جی پریشانی سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔

”میری بیٹی کہیں نہیں جائے گی' اپنے ڈیڈی کے پاس رہے گی۔“ وہاب احمد کی آواز سن کر چاروں نے دروازے کی سمت دیکھا۔ وہ نجانے کب آ گئے تھے' رابیل کی بات سن کر نرمی سے کہا۔

”مجھے لندن جانا ہے مما پاپا کے ساتھ رہنا ہے۔“ رابیل نے دل گیر لہجے میں کہا تو وہاب احمد اس کے پاس بیٹھ گئے۔

”میں بھی تو آپ کا ڈیڈی ہوں' بیٹی آپ اپنے ڈیڈی کے ساتھ نہیں رہو گی۔ میں جانتا ہوں آپ کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ ہے آپ کو بہت دکھ پہنچا ہے لیکن بیٹی میں

نے تو آپ کو کبھی بھی دکھ نہیں دیا۔ کیونکہ میں اپنی گڑیا کو کھونا نہیں چاہتا تھا بچانا چاہتا تھا اچھا ماحول اور تربیت دینا چاہتا تھا اسی لیے افشین اور تیمور کی گود میں دے دیا تھا آپ کو...... ورنہ تمہیں جنم دینے والی عورت سے تو ایسی کوئی توقع نہیں تھی مجھے کہ وہ تمہیں محبت اور ممتا کی آغوش دے گی۔ میں نے ہمیشہ آپ سے پیار کیا ہے بیٹا اس لیے کہ آپ میری بیٹی ہو میرے وجود کا حصہ ہو میں آپ کو کیسے کسی غیر کی جھولی میں ڈال دیتا‘ اگر آپ یہاں رہتیں تو آپ کو ماں کی ممتا اور محبت سے محروم ہونا پڑتا میں نے تو آپ کی بہتری کی خاطر آپ کو افشین اور تیمور کی سرپرستی میں دے دیا تھا اور میرا یہ فیصلہ غلط نہیں تھا بیٹی۔ انہوں نے آپ کو ہم سے زیادہ پیار دیا۔ بہت اعلیٰ تربیت دی ہے۔ مجھے افسوس ہے بیٹی کہ میں تمہیں تمہاری جنم دینے والی ماں کے ظلم سے نہیں بچا سکا میری بیٹی پہلی بار اپنے ڈیڈی کے گھر رہنے آئی اور...... مجھے معاف کردو بیٹی۔"

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں ہے ڈیڈی‘ پلیز آپ معافی مت مانگیں۔ بس مجھے واپس جانا ہے مجھے واپس بھیج دیں۔" رائبل نے ان کی باتیں سننے کے بعد پرنم لہجے میں دھیمی آواز میں کہا۔

"نہیں سسٹر اب آپ ہمارے گھر رہو گی‘ ہم آپ کو بہت محبت سے رکھیں گے۔" نوفل نے بے کل ہو کر کہا۔

"ہاں! رائبل ہم تمہیں کبھی دکھ نہیں دیں گے پر اس تم تو ہماری گڑیا ہو ہم تمہارے بغیر اداس ہو جائیں گے پلیز مت جانا۔" ثمین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوص دل سے کہا۔

"ممی پاپا اور نبیل بھائی بھی تو میرے بغیر اداس ہو جائیں گے میں نے ان کی بیٹی کی حیثیت سے ان کے ساتھ اتنی عمر گزاری ہے اور اب ایک دم سے انہیں چھوڑ دوں‘ ہرگز نہیں میں انہیں دکھی نہیں کر سکتی‘ وہ مجھ پر جان چھڑکتے ہیں‘ میرے ماں باپ ہیں وہ...... میں کیسے ان سے الگ رہ سکتی ہوں۔" رائبل نے بھیگتے لہجے میں کہا تو وہاب احمد نے خوشی سے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا اور محبت سے اپنے سینے سے لگالیا۔ اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

سنو...... ناراض ہیں تم سے

سنو! ناراض ہیں تم سے
بہت ناراض ہیں تم سے
کہ تم یوں چھوڑ گئے ہو
یہ دل جو توڑ گئے ہو
اسے ہم کیسے سمجھائیں
کہ جو رستوں پر ملتے ہیں
وہ اکثر چھوڑ جاتے ہیں
کہ جو ملتے ہیں رستوں پر
انہیں جانا بھی ہوتا ہے
سنو! اے جانے والو تم
ہمیں اتنا تو بتلا دو
کہ واپس کس طرف جائیں
ہمارے سارے رستے تو تمہارے ساتھ جڑتے ہیں
ہماری سانس بھی اب تو تمہارا نام جپتی ہے
یہ دل جو پاس ہے میرے تمہارے خواب بنتا ہے
اسے تم خود ہی سمجھا دو
کہ جو رستوں پر ملتے ہیں
وہ اکثر چھوڑ جاتے ہیں

کنول شاہ...... گوجرانوالہ

"جیتی رہو بیٹی اللہ تم جیسی بیٹی ہر ماں باپ کو دے۔ تم نے دل خوش کردیا‘ یہ بات کہہ کر کے یہ افشین اور تیمور کی محبتوں کا اثر ہے کہ تم انہیں اپنا ماں باپ سمجھتی ہو انہیں دکھی نہیں دیکھ سکتیں‘ اچھی اولاد ماں باپ کا فخر ہوتی ہے آئی ایم پراؤڈ آف یو مائی چائلڈ۔" وہاب احمد نے مسکراتے ہوئے بھیگتے لہجے میں کہا تو خوشی سے اس کی آنکھیں ایک بار پھر اشک بار ہو گئیں۔

علی نے کئی بار رائبل کا نمبر ٹرائی کیا تھا مگر ہر بار اس کا سیل آف مل رہا تھا‘ وہ نوفل یا ثمین سے بھی فون کر کے اس کی خیریت معلوم نہیں کر سکتا تھا‘ کیونکہ وہ رائبل کے لیے اپنی بے قراری و بے تابی ان پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اور دوسرا وہ ریزرو طبیعت کا مالک تھا‘ یہ ان سب کو معلوم تھا اور

وہ اپنا پیامیج قائم رکھنا چاہتا تھا۔

نوشین نے تو خود کو کمرے میں بند کرلیا تھا' نگین اور نوفل نے آج کالج اور یونیورسٹی سے چھٹی کرلی تھی'ان کی حالت بھی ایسی نہیں تھی کہ وہ پڑھائی پر دھیان دے سکتے' ذہنی اور قلبی طور پر وہ دونوں بھی بہت ہرٹ ہوئے تھے۔ بہت ڈسٹرب تھے۔ وہاب احمد بھی آج فیکٹری نہیں گئے تھے۔ رانیل نے صبح بمشکل ناشتہ کیا تھا۔ نوفل اور نگین کے اصرار پر اور اب شاور لے کر نکلی تھی۔

"رانیل! جلدی سے تیار ہو کر باہر آجاؤ' ہم تینوں آج آؤٹنگ پر جارہے ہیں خوب مزا کریں گے۔" نگین نے اس کے کمرے میں آکر کہا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

"سوری نگی آپی! میرا دل نہیں چاہ رہا کہیں جانے کو۔"

"لو یہ کیا بات ہوئی؟ ہم نے تو آپ کی وجہ سے آج کالج بنک کیا ہے' چلیں ناں اس ٹینشن سے تو باہر نکلیں' کچھ دل بہل جائے گا' دھیان بٹ جائے گا۔" نوفل بھی آن ٹپکا تو وہ دھیرے سے مسکرادی۔

"اور کیوں نہ علی بھائی کو بھی بلالیں۔" نگین نے شوخ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا' سیاہ ٹراؤزر دوپٹے اور مہرون کامدار شرٹ میں وہ بے حد دلکش لگ رہی تھی۔

"علی کو کیوں؟" رانیل نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے۔

"لو اور سنو! ادھر وہ جان دینے کو تیار بیٹھے ہیں' ادھر کسی کو خبر ہی نہیں۔" نوفل نے معنی خیز جملہ کہا' رانیل کا ذہن اس وقت کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا کیونکہ نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔ روتے' سوچتے دماغ اور دل دونوں ہی تھک چکے تھے' ہلکان ہوچکے تھے۔ اس کے اندر خوشی کی ہلکی سی بھی رمق باقی نہیں رہی تھی۔ صرف دکھ اور درد بھرا تھا اس وقت۔

"وہ کیوں اپنا کام چھوڑ کر آنے لگے؟"

"تم کہوگی تو آبھی جائیں گے۔"

"تو میں کیوں کہوں گی؟"

"اف! یار یہ گلے میں پہنی ہوئی زنجیر بھی تمہیں ان کے دل سے نہیں باندھ سکی کیا؟" نگین نے اپنا سر پیٹ کر کہا اس کا اشارہ علی کے لاکٹ کی طرف تھا۔ جواب رانیل کی گردن میں چمک رہا تھا۔

"اچھا! یہ......" رانیل نے گلے میں پہنی زنجیر کو پکڑ کر دیکھا اور ہنس دی۔

"ہنسی اور پھنسی۔" نوفل شوخی سے بولا۔

"یہ تو انہوں نے ویسے ہی پہنادی تھی۔"

"اوہو..... پہنادی تھی' یعنی اپنے مبارک ہاتھوں سے پہنائی تھی تو پھر ویسے ہی تو نہ ہوئی نا۔ پیار سے پہنائی ہوگی۔ علی بھائی بھی چھپے رستم ہیں' آخر کو ان کی چوری پکڑی گئی نا۔" نگین نے شوخ و شریر لہجے میں کہا تو وہ ہنس پڑی اور وہ دونوں تو اسے ہنستے دیکھ کر ہی خوش ہوگئے۔

"تو کیا خیال ہے فون کروں علی بھائی کو؟" نوفل نے پوچھا۔

"ہاں فون کرو مگر علی کو نہیں خرم بھائی کو کیونکہ وہ بھی ہماری نگی آپی کو پیارے سے انگوٹھی پہنانا چاہتے ہیں۔" رانیل نے بھی توپوں کا رخ نگین کی طرف کرتے ہوئے کہا' تو وہ بوکھلا گئی۔

"تمہیں کیسے پتا؟" نگین نے اسے گھورا۔

"بس پتا ہے میری اپنی سی آئی ڈی ہے اور پتا ہے ڈیڈی کو بھی خرم بھائی پسند ہیں' بس نوشین آنٹی سے بات کرنا باقی ہے' آنٹی مان جائیں گی نا ان کے تو بھائی......"

رانیل بولتے بولتے ایک دم سے چپ ہوگئی وہ دونوں اسی کو دیکھ رہے تھے وہ نوشین کو اب بھی آنٹی کہہ رہی تھی اور اس بات کا احساس خود رانیل کو بھی ہوگیا تھا' جبھی دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی اور وہ خاموش ہوگئی تھی۔

"تو اب چلیں۔" نوفل نے دھیان بٹایا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

ویران راہ گزر کو دیکھا کریں گے ہم
آئے گی تیری یاد تو رویا کریں گے ہم
وہ دن جو تیرے ساتھ گزارے تھے پیار میں
کتنے حسین خواب تھے سوچا کریں گے ہم

رات بے حد تاریک تھی اس سیاہ رات میں نہ جانے کس کس کی قسمت میں خوشی کی روشنی یا دکھ کی سیاہی لکھی جانی تھی مگر اسے یقین تھا کہ اس کی قسمت میں تو محبتوں اور مسرتوں کے دیئے جگمگانے والے تھے۔ آج نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ہر بڑھتے لمحے کے ساتھ دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہوتی جارہی تھیں۔

رات جس قدر تاریک تھی اسی قدر ہولناک حد تک خاموش بھی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر دھری تھی کی الارم کلاک کی ٹک ٹک سوئیاں اس ماحول کو مزید ہیبت ناک بنارہی تھیں۔ اس نے سیدھے لیٹے ہوئے دائیں طرف ذرا سا رخ پھیر کر گھڑی دیکھی۔ بارہ سے اوپر کا وقت ہورہا تھا تبھی دائیں طرف والی بڑی سی کھڑکی پر روشنی کا لپکا سا ہوا اور اس کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی ویسا ہی لپکا ذرا سے لمحوں کے وقفے کے بعد دوبارہ ہوا۔ شاید کوئی ٹارچ جلا بجھا رہا تھا وہ مسکرادی تھی سب ہی خواب مسکرا دیئے تھے۔ وہ تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی اس نے پیروں میں پہلے سے اسپورٹس شوز پہن رکھے تھے لپک کر سرہانے رکھی بڑی سی سفید چادر لے کر اس نے اچھی طرح خود کو ڈھانپ لیا تھا۔ تیزی سے سائیڈ ٹیبل کھول کر وہ تمام نازک سی گولڈ جیولری نکال لی جو اس کے بابا اور بھائی نے ہر سال گرہ پر محبت سے اس کو پہنائی تھی اور پہنا کر بھول گئے نہ جانے کیوں ہاتھ ذرا سے کانپے۔

"محبتوں کی تو شروع دن سے ملکہ رہی ہوں میں بچپن سے لے کر آج تک میں نے صرف محبت ہی تو دیکھی ہے اور اب محبتیں ہی میرا مستقبل ہوں گی۔ محبتوں نے یوں میرے جیون کو نکھارا اور سنوارا ہے کہ میں محبت کے لیے کچھ بھی کر گزرنے سے نہیں رکوں گی۔" وہ مسلسل سوچ رہی تھی مسکرا رہی تھی۔ ہاتھ مسلسل حرکت میں تھے وہ چھوٹا موٹا سامان سمیٹ رہی تھی۔ صرف وہ سامان جو محبتوں نے اسے دان کیا تھا مگر اس مختصر وقت میں وہ کیا کچھ سمیٹتی۔ یہ تو چند لمحے تھے اور محبتیں تو زمانوں پر محیط تھیں۔ ایک چھوٹا سا بیگ بھرتے ہوئے بھی اسے جیسے زمانے لگے تھے۔ وہ جیسے منوں وزنی بوجھ اٹھا رہی تھی تبھی ہانپنے لگی تھی اس کے ہاتھ اور

کندھے شل ہونے لگے تھے۔

مطمئن سے انداز میں کمرے سے نکل کر آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ لاؤنج کے پچھلے دروازے سے باہر آئی تھی۔ گھر کے باقی سبھی نفوس گہری نیند میں تھے اس نے کل کا سارا دن ان کے ساتھ گزارا تھا۔ وہ یہاں سے بے حد اچھی یادیں لے کر جارہی تھی' پچھلی طرف کا دروازہ لکڑی کا تھا اور برسوں سے اسے تالا لگا تھا۔ جو کل رات ہی اس نے کھول دیا تھا سب سے نظر بچا کر بھلا کس نے چیک کرنا تھا۔

لاؤنج سے بڑے دروازے تک کا سفر جیسے میلوں پر محیط تھا اس کے پاؤں وزنی ہورہے تھے۔ وہ چل نہیں پارہی تھی۔ باہر گلی میں پھر روشنی چمکی تھی اس بار کسی نے تیزی سے ٹارچ جلائی بجھائی وہ شاید بے زار آ گیا تھا انتظار سے۔

مگر صبیحہ...... اسے لگا اس کے خالی پیروں سے گھنگرو بندھ گئے تھے جو مسلسل چیخ رہے تھے۔ سونے ہاتھوں میں ان دیکھی چوڑیاں شور مچانے لگی تھیں۔ اس نے صحن میں خود کو دوڑتے دیکھا تھا' یہ اس کا بچپن تھا۔ ماں اس کے پیچھے کھانے کی پلیٹ لیے دوڑ رہی تھیں۔ وہ نظر بچا کے آگے بڑھ گئی' برگد کے بڑے سے درخت کے نیچے بچھے تخت پر بابا بیٹھے دعا مانگ رہے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ ان کی دعاؤں کا محور اس کی ذات ہے مگر پھر بھی وہ مطمئن نہ ہو سکی دل میں کسک کی لہر جاگ اٹھی۔ قدم مزید بھاری ہوئے وہ دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی۔

"صبو! کہاں جارہی ہو' میری نظروں کے سامنے رہا کرو یار!" بھائی نے اسے پکارا تو اسے دور سے اپنی شرارت بھری کھنکھناہٹ سنائی دی۔

"میں آپ کو بہت مس کروں گی مگر میں اپنی پوری زندگی آپ سب کی محبتوں کی نذر نہیں کرسکتی۔" اس نے پلٹ کر ایک نظر ان نفوس کے خیالی خاکوں پر ڈالی تھی' معذرت کی تھی۔ ہوا چل پڑی تھی برگد نوحہ کناں ہوا تھا' رات چلائی تھی۔ ہوا نے واویلا کیا تھا' گزری یادوں نے چیخ چیخ کر کسی کے پاؤں پکڑے تھے۔ کسی کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے' لکڑی کے بڑے سے دروازے کی کنڈی گری تھی۔ طوفان گزر گیا تھا اور پیچھے موت کی سی خاموشی اور سیاہی چھوڑ گیا تھا' دروازہ آہستہ سے بند کر کے وہ چوکھٹ پار کرگئی۔

❀....❀....❀

"اماں! الوداعی پارٹی ہے' ہر ادارے میں ہوتی ہے جب لوگ رخصت ہوتے ہیں۔ یہ تو پھر یونیورسٹی ہے پھر یہ سب کبھی ملیں نہ ملیں پھر یہ سارے بچے اپنی اپنی عملی زندگی میں مگن ہوجائیں گے پھر کہاں یہ شرارتیں' کہاں یہ موج مستی۔" عبداللہ نے ناشتا کرتے ہوئے ماں کو سمجھایا۔

صبیحہ اس سے سات سال چھوٹی تھی تبھی اسے بے حد عزیز تھی۔ اماں بابا کے ہوتے ہوئے بھی عبداللہ نے ماں باپ کی طرح شفقت سے پالا تھا صبیحہ کو اس کی ہر خواہش پتھر پر لکیر ہوجایا کرتی۔ ان کا خاندان عورتوں کے معاملات میں بے حد سخت تھا مگر صبیحہ کے لیے اس کے بھائی کی وجہ سے ہی اس قدر آزادی تھی کہ وہ نہ صرف یونیورسٹی تک تعلیم حاصل کرپائی تھی بلکہ آزادی سے ہر تقریب میں بھی چلی جاتی۔

آج ان کے ڈیپارٹمنٹ میں الوداعی پارٹی منعقد کی جارہی تھی' ان کا رزلٹ آچکا تھا۔ اب بس ڈگری ملنا باقی تھی سو دوسرے تمام طالب علموں کی طرح وہ بھی اس دن کو خوب انجوائے کرنا چاہتی تھی اور بابا اور اماں مان کر نہیں دے رہے تھے سو ہمیشہ کی طرح یہ فریضہ عبداللہ انجام دے رہا تھا۔

"تمہاری انہی باتوں کی وجہ سے ہم ہمیشہ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں عبداللہ! مگر اب ہم واقعی چاہتے ہیں کہ عزت سے یہ اپنے گھر کی ہوجائے۔" بابا کی بات پر جوس پیتی صبیحہ کو اچھو لگ گیا۔

"اس نے کب انکار کیا ہے بابا! مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں نہ کہ ہم شادی سے پہلے ہی اسے گھر کی ذمہ

واریوں میں الجھا کے رکھ دیں۔ صبیحہ بہت سمجھ دار ہے اسے اپنے خاندان کی عزت اور روایات کا بخوبی اندازہ ہے بابا جانی! ہمیں اپنی بیٹی پر مان اور اعتبار ہونا چاہیے۔ یقین کریں یہی چیز ہے جو ہماری بچیوں کو بھگانے میں زہر قاتل کا کام کرتی ہے۔ ہم لوگ گھر کا ماحول اس قدر تنگ کر دیتے ہیں کہ بچیاں غیر لوگوں جھوٹے گھر بیٹھے لب و لہجے میں پناہ ڈھونڈنا شروع کر دیتی ہیں۔ میں صبو کو یہ اعتماد دینا چاہتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے مگر ارزاں نہیں میں اسے اپنی ذات اور محبت کا مان دینا چاہتا ہوں بابا!" وہ پختہ لہجے میں بولا تو صبیحہ نے تشکر بھری نگاہ بھائی پر ڈالی تھی۔

"اور میں آپ کو بھی یقین دلاتا ہوں کہ میں اور صبیحہ جتنا بھی پڑھ لکھ جائیں اپنے خاندان اور اس کی روایات سے دغا نہیں کریں گے۔ ہم وہیں شادی کریں گے جہاں آپ چاہیں گے۔" صبیحہ کا دل ڈوب کر ابھرا۔

"تم پر تو مجھے پورا یقین ہے بس زمانے پر یقین نہیں ہوتا بیٹا جی! زمانہ کی ہوا بہت جلدی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اللہ تم دونوں کو اپنی پناہ میں رکھے۔" اماں نے محبت سے ان دونوں پر دم کیا۔

"تو پھر جائیں نہ بابا جانی!" صبیحہ نے بے تابی سے پوچھا۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے سر ہلا کر اجازت دی تو وہ اچھل ہی پڑی۔ صرف کچھ ہی دیر بعد وہ گاڑی میں بیٹھی بھائی کے ہمراہ یونیورسٹی کی طرف رواں دواں تھی۔

❁.....❁.....❁

"سکندر! بھائی مجھ پر بے حد اعتماد کرتے ہیں میں ان کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتی۔" سمندر کی اٹھتی لہروں میں اس قدر شور نہ تھا جتنا اس کے من آنگن میں بجتے درد کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو صبوجی!" وہ اس کے سامنے آ کر ٹھہر گیا صبیحہ نے بغور اس کی آنکھوں میں جھانکا وہاں مایوسی چھائی تھی۔

"میں نے کل بہت سوچا۔" وہ اداس ہوئی۔

"اب سوچا آئی دوراہا آ کر جہاں بس دو ہی راستے بچے ہیں زندگی یا موت...... زندگی کا راستہ بند کردوں میرے لیے تو بتاؤ کون سا راستہ بچے گا۔" وہ تڑپا۔

"میں اپنے لیے بھی تو وہی راستہ چن رہی ہوں سکندر!" اس نے نظریں چرائیں۔

"لیکن میرے لیے یہ فیصلہ کرنے کا اختیار تمہیں نہیں۔" وہ غصے میں آ گیا۔

"میں نے کہا نہ سکندر کہ میں نے بہت سوچ سمجھ کے یہ فیصلہ لیا ہے۔ بھائی کو مجھ پر اعتبار ہے مگر پھر بھی میں ایک بار ضرور ان سے بات کروں گی۔ انہوں نے آج تک میری کوئی بات نہیں ٹالی مجھے پورا یقین ہے کہ یہ بات بھی نہیں ٹالیں گے وہ منالیں گے بابا اور اماں کو مجھے یقین ہے۔ وہ ضرور میری پسند کا خیال رکھیں گے۔" وہ پُرامید تھی۔

"وہم ہے تمہارا، تم صرف اور صرف اپنی اور میری زندگی جہنم بنادو گی اور بس۔" وہ لب کاٹنے لگا تھا اور یہ بات سچ بھی تھی کہ زندگی کی سب خواہشات ایک طرف وہ صرف اس کی ذات اس کے بھائی اس کے گھر تک محدود ہوتی تھیں مگر اب جو خواہش کرنے وہ جارہی تھی۔ اس سے اس کے پورے خاندان کی روایات اور عزت جڑی تھی اور اس بار اسے بھی کوئی خاص امید نہ تھی کہ وہ اپنی خواہش منوا پائے۔ عبداللہ بھائی نے اسے اعتماد دیا تھا اسے یقین تھا کہ عبداللہ اس معاملے میں بھی سوچیں گے ضرور مگر اب کی بار بابا اماں سے اسے کسی قسم کی نرمی کی کوئی امید نہ تھی۔

"صبوحی......!" دراز قامت چوڑے شانوں والا وہ مرد اس کے قریب ہوا اس نے دھیرے سے صبیحہ کا ہاتھ تھاما اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں پکارا۔ صبیحہ کی گھنی پلکیں اٹھیں اور مقابل کی آنکھوں میں جھانکنے لگیں سکندر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"دیکھو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا، تم نے اگر پہلے ہی قدم پر مجھے روک دیا ہوتا تو مشکل نہ تھا۔ میں خود کو سنبھال لیتا مگر اب۔" وہ دکھی تھا صبیحہ دور سمندر کی لہروں کو دیکھنے لگی۔

"پلیز اب مجھ سے میری حیات نہ چھینو پھر میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم بھاگ کر مجھ سے شادی کرلو۔ تمہیں گھر سے ایک پائی بھی لینے کی ضرورت نہیں بس صرف ہمارا نکاح ہوجائے گھر والے خوشی خوشی ہماری شادی کے لیے تیار ہوجائیں گے۔ میں وعدہ کرتا ہوں نکاح کے بعد میں خود بحفاظت تمہیں گھر چھوڑ آؤں گا۔" وہ اسے محبتوں کے یقین دلانے لگا تھا مگر پتا نہیں کیوں دل مان کے ہی نہیں دے رہا تھا، کئی محبتوں کے یقین شور مچارہے تھے۔

"لیکن......" وہ تذبذب کا شکار تھی۔

"میری بات مان لو صبوحی! تم کسی سے بھی ہمارے تعلق کے بارے میں بات کرنے سے پہلے ضرور سوچ لینا کیونکہ اس کے بعد پھر ہمارے لیے کانٹے ہی کانٹے ہوں گے یوں ملنا بھی ہمیں پھر شاید کبھی نصیب نہ ہو۔" وہ بے چین تھا اور یہ بے چینی اس کے انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔

"میں آج سوچ کر کل تمہیں جواب دوں گی۔" وہ ہارنے لگی تھی۔ مقدر اور انسان میں ایک مرتبہ پھر جنگ چھڑنے والی تھی ایک انسان پھر سوچنے لگا تھا کہ اپنا مقدر خود بنالے یا پھر اپنے مقدر پر شاکر ہوجائے۔

❁......❁......❁

آج شام سے ہی گہرے بادل چھائے ہوئے تھے دن میں بھی اس قدر تاریکی تھی کہ رات کا سا سماں معلوم ہوتا تھا۔ عجیب سی ہولناکی چھائی ہوئی تھی، کبھی کبھی دور چمکتی بجلی روشنی کردیتی مگر اس کے بعد تاریکی میں مزید اضافہ ہی محسوس ہوتا۔

اس نے آج کا سارا دن گھر والوں کے ساتھ گزارا تھا، اماں کی سر پر تیل کی مالش کی تھی پھر ان کا سر دھودیا، ان کے پاؤں صاف کیے۔ بابا کے ساتھ کتنی ہی مدت کے بعد دیر تک گھومتی رہی۔ فرمائش کرکے بھائی کو میر پر

لے کر گئی اور کئی گھنٹوں تک وہ باہر گھومتے رہے تھے اسے یہ وقت یادگار بنانا تھا۔ سنہری یادوں کی طرح کیونکہ وہ فیصلہ کرچکی تھی۔

مقدر بے شک رب بناتا ہے مگر انسان کو عقل وشعور جیسی نعمت دے کر اس نے بلاشبہ انسان کو بھی کسی حد تک اپنا مقدر خود بنانے کا اختیار دے رکھا ہے اور کئی بار یہ موقع اسے ملتا ہے زندگی میں مگر انسان ہمیشہ اپنی نادانی سے اسے کھو دیتا ہے نہ اعتبار کرتا ہے نہ اعتبار کے قابل رہتا ہے۔ یہی موڑ آج صبیحہ کی زندگی میں آیا تھا۔ ایک طرف وہ محبتیں تھیں جن کی ساری زندگی صرف اس کی خوشی اور رضا کے گرد گھومی تھی اور ایک وہ محبت کہ جو صبیحہ کے خیال میں اس کی ساری زندگی تھی۔ یہ محبتیں ازلی تھیں اسے قدرت نے دان کی تھیں اور دوسری محبت کو بھی وہ قدرت کا تحفہ سمجھ کر ٹھکرانا نہیں چاہتی تھی۔

رات تاریک تھی سو ہر لمحہ ورق سیاہ کی مانند ہی رہا۔ عزتیں گڑگڑائیں، محبتیں تڑپیں اور اعتبار کے لاشے پر ماتم ہوا مگر صبیحہ نئی زندگی کے سپنے سجائے سب کی مورتیوں پر پاؤں رکھ کے گھر کی دہلیز پار کرگئی۔

......☆☆☆......

"آج تو گلابی رنگ میں بے حد نکھر رہی ہو۔" شہر سے دور غیر گنجان آباد علاقے میں واقع بوسیدہ اپارٹمنٹ کے کمرے میں لگے سو واٹ کے پیلے بلب کی عجیب سی روشنی میں بھی اس کا پاکیزہ اور باپردہ سا روپ لو دے رہا تھا۔ وہ عزت دار گھرانے کی بیٹی تھی، شروع سے ہی پردے میں رہی تھی اور حجاب تو ہمیشہ ہی لڑکیوں کو دل کشی بخشتا ہے۔ ان میں ایسی کشش پیدا کردیتا ہے کہ موتی تک شرما جاتے ہیں۔ صبیحہ نے ڈرتے ڈرتے نگاہ اونچی کی، سکندر کی نظریں مسلسل اس کا جائزہ لے رہی تھیں لیکن نہ جانے کیوں آج اسے اس کے دیکھنے کا انداز مختلف لگ رہا تھا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا وہ اٹھ کر ذرا فاصلے پر ہوکر بیٹھ گئی۔

"تم اب جاؤ میں ذرا آرام کروں گی، صبح مس

وقت آئیں گے تمہارے دوست۔" اس نے بمشکل بات بنائی۔

"ہائیں...... اتنی بھی کیا جلدی اور تم مجھ سے اتنا دور کیوں جا رہی ہو؟" وہ روٹھتے ہوئے بولا اور دوبارہ سے اس کے ساتھ ہو کر بیٹھ گیا' صبیحہ کے ہاتھ پاؤں بھیگنے لگے۔

"پلیز سکندر ابھی تم جاؤ۔" وہ پزل ہونے لگی۔

"اتنے قریب آ گئی ہو اب کیسی شرم کیسی حیا...... ہو مت پنیز' پھر کل کو تو ہمیں ایک ہو ہی جانا ہے۔" اس نے جھٹکا دیا تھا حیران سی صبیحہ اس کے لیے ہرگز تیار نہ تھی بھی اس کی آہنی پناہوں میں گرتی چلی گئی تھی۔

عورت اور مرد کے درمیان تیسرا شیطان ہی ہوتا ہے' شیطان نے ایک کو آلۂ کار بنایا تھا اور آلۂ کار مضبوط تھا جبکہ شکار کمزور۔ چڑیا پھڑپھڑائی مگر عقاب کے پنجے اس کے نازک سے پیروں سے کہیں زیادہ مضبوط تھے۔ جب انسان پر ہوس سوار ہو جائے تو اسے نشے کی ضرورت نہیں پڑتی' وہ ہوش و حواس میں بھی اپنی ساری حدود بھلا دیتا ہے۔ سکندر پر ہوس طاری تھی اور شکار خود چل کر اس کے پاس آیا تھا اس نے چڑیا کی بوٹی بوٹی نوچ ڈالی تھی' وہ چیختی رہی ہاتھ جوڑتی رہی' مگر شکاری کو ترس نہ آیا۔ اسے نوچتے' کھسوٹتے' لوٹتے' پامال کرتے وہ پاتال کی گہرائیوں سے بھی نیچے جا گرا تھا۔

بھوک مٹی تو ہوس بھی ختم ہو گئی' چڑیا کے بے جان ہوتے وجود کو اس نے زمین پر پھینک دیا اور خود وہیں بیڈ پر الٹے منہ گر کر اونگھنے لگا تھا۔ حوا کی بیٹی لٹی تھی مگر ابن آدم کو یہ موقع خود اسی نے دیا تھا۔ وہ خود اس کا آلۂ کار بنی تھا اس کے ساتھ زبردستی ہوئی تھی مگر وہ اپنے پیاروں کو چھوڑ کر اس درندے کے پاس خود چل کر آئی تھی۔ وہ گناہ گار تھی تبھی اسے سزا دی گئی تھی' نقارے بجے تھے اور یہ نقارے نہ ہی کسی اعلان جنگ کے تھے نہ کسی خوشی کے بلکہ اسیر ہوس کے ہاتھوں کسی حوا کی بیٹی کی پامالی کے جس کا چارہ وہ خود بنی تھی۔

اسے لگا اس کی روح فنا ہو چکی تھی وہ سانس لے رہی تھی مگر زندگی کے منظر پر پاتال کی تاریکی غالب آ چکی تھی اس کی آنکھوں میں خوف مٹ چکا تھا۔ درد ہی درد تھا اس کے ہاتھ پاؤں شل تھے جیسے کسی نے اسے برف میں دفن کر دیا ہو۔ لیٹے لیٹے ہی اس کی نگاہ بیڈ کے نیچے پڑی تھی۔ زندگی اور محبتوں سے کھیل نے اسے کھلونا بنایا تھا اب اس کے لیے کوئی راستہ نہ بچا تھا۔ سکندر عفریت تھا اور وہ خود...... وہ خود گندگی کا ڈھیر' جس پر شاید وہ خود بھی تھوکنا پسند نہ کرتی۔

وہیں پڑے پڑے بے جان لاش بنے وجود نے ایک مرتبہ پھر رب کی قدرت کو پکارا اور اپنے مقدر کا فیصلہ اپنے ہاتھوں میں لیا تھا' بیڈ کے نیچے پڑی چوہے مار دوائی کو اس کے بے جان وجود نے بڑی مشکل سے حاصل کی تھی۔

وہ جانتی تھی یہ اپارٹمنٹ سکندر کا ذاتی تھا وہ اس سے کچھ تو انتقام لے ہی سکتی تھی۔ اس نے خود میں ہمت پیدا کی اور اپنا سارا گناہ ایک پیغام کی صورت میں موبائل پر بھائی کو بھیجنے کے بعد چپ چاپ وہ دوائی پی لی تھی اور ساتھ میں سکندر کا گناہ لکھنا بھی نہ بھولی تھی۔

روح کی چڑیا نے پر پھڑپھڑانے لگی' پرواز اس بار موت کی تھی مگر عزت کے مرتے وقت جو دکھ جو کرب اس کے وجود نے سہا تھا یہ درد بہت کم تھا اس کے مقابلے میں۔

ایک آوارہ آنسو پلکوں کا' بند ہوتی پلکوں کا بند توڑ کر باہر نکلا تھا۔ اس نے محبتوں کے بند توڑے تھے اعتبار اور حیا کی زنجیریں جو اس کی پہرے دار تھیں خود ہٹائی تھیں تو ہوس اور نفسانی خواہشات کے تیز رفتار سمندر اس کا سب کچھ بہا کر لے گیا تھا۔ پہلے رشتے پھر محبتیں پھر عزت اور آخر میں زندگی محبتوں کے بند ٹوٹتے ہی تباہی ہوئی تھی' کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا کچھ بھی......

زندگی پھولوں کی راہ
فرح طاہر

تیری جستجو کا کرم دیکھتے ہیں
ستاروں کو زیر قدم دیکھتے ہیں
ہمارا شعور محبت تو دیکھو
تمہیں بھی محبت سے کم دیکھتے ہیں

اسماعیل چچا کی آمد اس وقت ہوئی جب پاپا کو گزرے ایک ماہ ہوچکا تھا' اس ایک ماہ میں دور و نزدیک کے تمام رشتے دار تعزیت کرکے اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے۔ شریں کے اکیلے پن کا خیال کرکے فی الحال پاپا کی دور پرے کی ایک بوا ابھی تک اس کے ساتھ رہ رہی تھیں' ان کے جانے کے بعد کا' وہ کیا اور کیسے کا سوچتی؟ وہ تو خود ابھی تک یہ یقین کرنے میں ناکام رہی تھی کہ پاپا یوں اس طرح اچانک مجھے چھوڑ کر کیسے جاسکتے ہیں؟ بنا کسی بیماری' بنا کسی تکلیف کے وہ اس طرح اچانک کیسے جاسکتے ہیں؟ بس معمولی سا اٹھنے والا اچانک دل کا درد ان کی جان کیسے لے سکتا تھا؟ بوا نے کہا تھا کہ یہ پاپا کے نصیب میں لکھا ہوا تھا' مگر پاپا ہمیشہ کہا کرتے تھے۔

"انسان اپنا نصیب خود بناتا ہے۔" پھر پاپا اپنے نصیب میں مجھے اکیلا چھوڑ جانے کا کیسے لکھ سکتے ہیں؟ وہ اپنے سوالوں میں الجھی' بکھری خود کو بہلانے اور سنبھالنے کی کوشش کررہی تھی' جب اسماعیل چچا اس کے سامنے آگئے۔

اسماعیل چچا پاپا کے جگری دوست......! وہ جو کسی طرح خود کو کچھ سنبھالے ہوئے تھی ان کو سامنے دیکھ کر ایک بار پھر بکھر کر رہ گئی' خود اسماعیل چچا پاپا کے گزر جانے کی خبر سن کر مجھ سے کہیں زیادہ بکھرے ہوئے محسوس ہورہے تھے۔ وہ ان سے شرمندہ تھی کہ ان کو پاپا کی وفات کی اطلاع نہ دے سکی مگر وہ کیا کرتی؟ اس وقت غم اتنا بڑا اور اچانک ملا تھا کہ سوچنے سمجھنے کی ہر حس ہی کام کرنا چھوڑ چکی تھی۔ ایسے میں کسی کو بھی اطلاع نہ دے سکی' وہ سر جھکائے بیٹھی تھی جبکہ اسماعیل چچا غم و افسوس بھرے انداز میں ہاتھوں کو کچھ اس طرح مسل رہے تھے کہ جیسے ان کی کوئی بہت قیمتی شے ان کے ہاتھوں سے کوئی چھین کر لے گیا ہو۔

"مجاہد ہمیں ایسے کیسے چھوڑ کر جاسکتا ہے؟ معمولی سا درد اس کی جان کیسے لے سکتا ہے؟ وہ تو اتنا بہادر تھا' کبھی کسی تکلیف کو گنتی میں نہیں لاتا تھا۔" وہ ان کی بات کا کیا جواب دیتی وہ تو خود کب سے ایسے ہی بہت سے سوالوں میں الجھی ہوئی تھی' اسماعیل چچا اور پاپا کی دوستی تب سے تھی جب سے انہوں نے ہوش سنبھالا تھا۔ دونوں نے اسٹڈی لائف ساتھ گزاری' پلاننگ تو دونوں کی یہی تھی کہ ہمیشہ ساتھ رہیں گے مگر نصیب میں ان کا ساتھ نہیں لکھا تھا اس لیے جب دونوں نے پریکٹیکل لائف میں قدم رکھتے ہوئے کاروبار کی طرف توجہ دی تو پاپا نے دادو کے بزنس کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا مگر اسماعیل چچا کو بزنس سے زیادہ جاب کرنے کا شوق تھا۔ اس لیے جب ان کی جاب ہوئی تو کچھ عرصے بعد ٹرانسفر کی وجہ سے ان کو پاپا کے ساتھ ساتھ وہ شہر تک چھوڑ کر کراچی جانا پڑا۔ شروع میں وہ دونوں مسلسل رابطے میں رہے پھر بعد میں زندگی کی مصروفیات نے رابطے کو ذرا کم کردیا مگر ڈھیروں مصروفیات کے باوجود جب بھی انہیں محسوس ہوتا کہ ان کو ملاقات کیے بہت ٹائم گزر گیا ہے تو سب مصروفیات کو پس پشت ڈال کر یا تو پاپا کراچی پہنچ جاتے یا اسماعیل چچا خود تشریف لے آتے مگر جب سے مما کی ڈیتھ ہوئی تھی

پاپا اسے اکیلا چھوڑ کر اسماعیل چچا سے ملنے نہیں جایا کرتے تھے بلکہ اسماعیل چچا خود آجایا کرتے تھے۔ شریں سے انہیں ہمیشہ ایک ہی شکوہ رہتا تھا کہ میں کبھی ان کے گھر نہیں آتی مگر وہ کیا کرتی جب بھی ان کی طرف جانے کا پروگرام بنتا ہر بار کوئی ضروری کام یا پیپرز رکاوٹ بن جاتے اس لیے ان کا شکوہ بجا تھا اس لیے وہ جب بھی شکوہ کرتے وہ مسکرا کر چپ چاپ ان کے سامنے سے ہٹ جایا کرتی تھی۔

❀......❀......❀
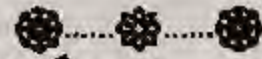
اسماعیل چچا دو دن سے یہیں تھے مگر وہ کب تک یہاں رہ سکتے تھے آج نہیں تو کل ان کو بھی چلے ہی جانا تھا اور پھر اس کے بعد...... میں کچھ بھی سوچنا نہیں چاہتی مگر بری بری سوچیں مجھے ہر وقت دہلائے رکھتی تھیں۔ ابھی بھی میں صحن میں بیٹھی انہی پریشان کن سوچوں کے گھیرے میں گھری سر جھکائے بیٹھی تھی جب اسماعیل چچا بہت خاموشی سے میرے سامنے رکھی کرسی پر آکر بیٹھ گئے۔

"کن سوچوں میں گم ہے ہماری بیٹی؟" انہوں نے ہمیشہ مجھے اپنی سگی بیٹی کی طرح پیار کیا تھا' آج بھی ان کے انداز میں میرے لیے پیار ہی پیار تھا۔ میرے دل کو ایک دھچکا لگا' پاپا کی یاد نے شدت سے سر اٹھایا تو آنکھوں میں واضح نمی اتر آئی جسے میں نے چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی اسماعیل چچا کو آنکھوں کی نمی نے اپنے سوال کا جواب دے دیا تھا۔ اس لیے پل بھر کو خاموش ہو گئے پھر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد گہرا سانس بھرتے ہوئے وہ دوبارہ گویا ہوئے۔

"اپنا ضروری سامان پیک کرلو بیٹا! ہمیں کل یہاں سے نکلنا ہے۔" وہ جو سر جھکائے بیٹھی تھی ان کی بات کے اختتام پر بے ساختگی و حیرت بھرے انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگی۔ یوں جیسے ان کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو وہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر وضاحت کرتے ہوئے بولے۔

"آپ اب یہاں اکیلے کیسے رہو گی بیٹا! اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب آپ ہمارے ساتھ رہو گی۔" اس بار انہوں نے قدرے تفصیل سے بتایا۔ وہ بنا کچھ کہے پہلے سے کہیں زیادہ حیرت بھری نظروں سے ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ وہ واقعی پاپا کے بہترین دوست تھے جبھی اس کے لیے فکرمند ہو کر اس کے متعلق سوچ رہے تھے ورنہ پاپا کی ڈیتھ کے بعد سے جس طرح سب نے اس سے منہ موڑا تھا وہ شدید ہرٹ ہوئی تھی۔

"کیا ہوا شریں...... اس قدر چپ کیوں ہو بیٹا کچھ تو بولو؟" اسے مسلسل خاموش پا کر وہ پریشان ہو گئے تھے۔

"میں کیا بولوں چچا!" وہ الٹا انہی سے سوالیہ ہوئی تھی۔

"کچھ بھی...... میں بہت اچھا سامع ہوں' آپ جو بھی بولو گی میں چپ کر کے سنوں گا۔" وہ شاید اس کا موڈ بحال کرنے کی لیے ذرا مزاحیہ انداز میں بولے تھے مگر وہ تو مسکرا بھی نہ سکی تو وہ گہری سانس بھر کر دوبارہ کہنے لگے۔

"میں نے آپ سے پوچھے بنا ہی آپ کو ساتھ لے جانے کا فیصلہ کرلیا' آپ کو میرے اس فیصلے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہے؟" وہ استفہامیہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے چند لمحات خاموشی کے بعد وہ قدرے دھیما بولی۔

"نہیں چچا! اعتراض اس وقت اٹھتا ہے جب کوئی دوسرا آپشن ہو اور میرے پاس تو کوئی آپشن ہی نہیں ہے پھر اعتراض کرنے کا کیا مقصد۔" اس نے بڑے سنجیدہ انداز میں حقیقت بیان کی تھی۔ وقت بہت ہی ظالم ہوتا ہے ایک ہی وار میں زندگی کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے اس ایک ماہ کے مختصر وقت نے اسے اپنے اور غیر کی خوب پہچان کرا دی تھی۔

"ایسا مت کہو بیٹا! اگر آپ کو اعتراض ہے بھی تو مجھے بتادو ہم کوئی دوسرا حل تلاش کرلیں گے۔" انہوں نے بہت اپنائیت سے اسے بولنے کا موقع دیا مگر اس نے تو جیسے اپنے ہر اعتراض کا گلا گھونٹ دیا تھا اس لیے قطعی انداز میں بولی۔

"نہیں چچا! میں نے کہا نا مجھے کسی بھی طرح کا کوئی اعتراض نہیں۔"

"ہونہہ..... تو پھر آپ اپنی پیکنگ کرلیں باقی میں دیکھتا ہوں میں نے کیا کرنا ہے۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے اٹھ گئے تھے۔

وہ مزید کچھ دیر وہیں بیٹھی رہی پھر گہری سانس بھرتی اٹھ کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

❀......❀......❀

بابا کے تمام رشتے دار جمع تھے اسماعیل چچا نے انہیں شیریں کو اپنے ساتھ لے جانے کی خبر سنائی تو وہاں موجود تمام افراد نے گہری سانس بھری جیسے اس کی طرف سے جو تھوڑی بہت فکر نے انہیں لپیٹ میں لے رکھا تھا اس سے بھی انہیں چھٹکارا مل گیا ہو ان میں سے کسی ایک نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

اسماعیل چچا کو قدرے حیرت ہوئی وہ شیریں کے سگے تھے انہیں اس کو لے جانے پر کوئی تو اعتراض کرنا چاہیے تھا مگر شاید وقت نے انہیں یہ بھلا دیا تھا کہ وہ بے شک ان کی سگی تھی خوب صورتی کے ساتھ اچھے خاصے بینک بیلنس کی مالکہ بھی تھی مگر ان سب کے ساتھ وہ ایسی عورت کی اولاد تھی جس سے مجاہد نے سب کی مخالفت کے باوجود شادی کر کے انہیں خود سے الگ کر دیا تھا جس عورت کی وجہ سے انہوں نے اپنا بھائی' بیٹا کھویا تھا اس عورت کو انہوں نے کبھی بھی پسند نہیں کیا تھا۔ اسی بدولت وہ شیریں میں بھی کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے' اسی لیے وہ اس خوب صورت اور مہنگی آسامی کو خود اپنے ہاتھوں اسے سونپ رہے تھے۔ ان کی طرف سے کوئی اعتراض نہ پاکر اسماعیل چچا مزید بولے۔

"مجاہد اور میرے درمیان شروع سے یہی کمٹمنٹ تھی کہ شیریں کو میں اپنی بیٹی بنا کر لے جاؤں گا۔ کاش مجاہد کے ہوتے یہ سب ہوتا مگر شاید قدرت کو یہ سب اسی طرح منظور تھا۔ میں شیریں کو ابھی لے تو جا رہا ہوں مگر بہت جلد اس کے نکاح کی تقریب کا دعوت نامہ آپ سب کو بھیجوں گا۔" انہوں نے اپنی بات مکمل کی تو بھی اس بار کسی نے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا تھا۔

ایک طرف کھڑی شیریں بڑے ناگوار انداز میں وہاں سے نکلی جبکہ باقی افراد بھی اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے۔

❀......❀......❀

اپنا ضروری سامان لیے وہ اسماعیل چچا کے سامنے کھڑی تھی اُسے آتے دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"چلیں بیٹا؟" اس نے اقرار میں سر ہلایا تو انہوں نے جھک کر اپنی چادر اٹھائی۔

"چچا جان! آپ مجھ سے تنگ تو نہیں ہوں گے؟" اس کا سوال شاید اپنی جگہ بالکل بجا تھا' انہوں نے قدرے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں رونے کی چغلی کھا رہی تھیں وہ دو قدم چل کر اس کے قریب آئے اور ہاتھ اس کے سر پر رکھتے ہوئے بڑی شفقت سے بولے۔

"کوئی باپ اپنی بیٹی سے کبھی تنگ ہوا ہے کیا؟" کس قدر ڈھارس دیتا ہوا انداز تھا ان کا' اس کے بے چین دل کو کچھ سکون نصیب ہوا تھا۔

"اب چلیں؟" اس کو مطمئن ہوتا دیکھ کر انہوں نے ایک بار پھر سوال کیا۔

اس بار اس نے اقرار میں سر ہلایا تو انہوں نے آگے کی طرف قدم بڑھائے' خود اس نے بڑے دکھے دل کے ساتھ آخری الوداعی نظر اپنے گھر کو دیکھا اور ان کے پیچھے ایک نئی منزل کی طرف قدم بڑھا دیے۔

❀......❀......❀

ہر گزرتا پل اس کی گھبراہٹ میں اضافہ کیے جارہا تھا' آگے کیا ہوگا کا سوال تلوار کی طرح اس کے سامنے لٹک رہا تھا' وہ اسماعیل چچا کے ساتھ ان کے گھر جارہی تھی جہاں ان کے بیٹے کے ساتھ اس کی شادی ہو جانی تھی۔ شادی ایک ایسا رشتہ جس کے متعلق سوچتے ہوئے ہمیشہ دل میں ایک میٹھی سی لہر دوڑ جایا کرتی تھی مگر اس وقت وہ یہ جان کر پریشان تھی کہ اب زندگی کا باقی کا سفر جس کے ساتھ گزارنا تھا نجانے وہ کیسا ہوگا' کس فطرت کا کا مالک ہوگا۔ وہ شدید پریشانی اور گھبراہٹ کا شکار تھی مگر اپنی

پریشانی کو وہ کسی دوسرے پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اسی لیے خود کو سمجھاتے بجھاتے سفر تمام ہوا اور وہ اسماعیل چچا کے ہمراہ ان کے گھر پہنچ گئی جہاں گھر کے افراد اس کے استقبال کے لیے پہلے سے تیار کھڑے تھے۔ تانیہ چچی ہر بار کی طرح اس بار بھی شفقت و محبت کے ساتھ اس سے ملی تھیں جبکہ انوشے اور نبیہ کو وہ اب مل رہی تھی۔ وہ دونوں ہی اس سے چھوٹی تھیں اور دونوں گرم جوشی سے ملیں مگر وہ بدلے میں ان کو کوئی گرم جوشی نہ دکھا سکی تھی۔ اس کی نظر اس شخص کی تلاش میں تھی۔ جس کو سوچ کر وہ پریشان ہوتی رہی تھی۔ انوشے کی بات کو سنتی وہ آگے بڑھ رہی تھی تب ہی ایک کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آتا شخص اسماعیل چچا کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"السلام علیکم پاپا!" اس کی نظر نے اس سمت کا سفر کیا مگر وہ شخص اس کی طرف پیٹھ کیے کھڑا تھا وہ چاہ کر بھی نہ دیکھ سکی۔

"وعلیکم السلام! کہاں رہ گئے تھے بیٹا؟" انہوں نے اسے گلے لگا کر سوال کیا۔

"کمپیوٹر پر بزی تھا پاپا!" باتیں کرتے وہ اب ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے تھے۔

"آپ سب بیٹھیں میں ڈنر کا انتظام کرتی ہوں۔" تانیہ چچی نے کہا۔ سب اپنی نشستیں سنبھال چکے تو اسماعیل چچا کو اس کا تعارف کرانے کا خیال آیا۔

"اطہر! یہ شیریں ہے تمہارے مجاہد انکل کی بیٹی!" اس کے بعد وہ اس سے مخاطب ہوئے تھے۔ "شیریں! یہ اطہر ہے میرا بیٹا۔" انہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی وہ پہلے ہی اندازہ لگا چکی تھی مگر ان کے مخاطب کرنے کا فائدہ یہ ہوا کہ اسے نظر اٹھا کر اس شخص کو دیکھنے کا موقع مل گیا جو پہلے ہی جانچتی پرکھتی نظروں سے اس کی طرف متوجہ تھا۔ پوسٹ مارٹم کرتی اس کی نگاہوں سے اسے ایک دم ناگواری محسوس ہونے لگی جو اس کے چہرے پر فوراً جھلکی تھی۔ چھوٹی سی ناک کو سکیڑ کر دل میں اسے چھچھورے انسان کے خطاب سے نوازتی وہ ذرا سا رخ موڑ کر بیٹھی تو اطہر اس کی ناگواری محسوس کرتا فوراً سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

❁......❁......❁

رات کی چائے کے بعد وہ سونے کے لیے اٹھ گئے اس نے انوشے اور نبیہ کے ساتھ ان کا کمرہ شیئر کیا تھا نئی جگہ نئے بستر کی بدولت اسے نیند آنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ فجر کی اذان تک کروٹیں بدلتی وہ نیند کا انتظار کرتی رہی تھی پھر نجانے کس پہر نیند کی دیوی اس پر مہربان ہوئی اور وہ سو گئی۔ اس کی نیند پوری ہوئی تو وہ آنکھیں مسلتی اٹھی اور فریش ہو کر کمرے سے باہر نکلی۔ افراد خانہ کی تلاش میں اندازہ لگاتی وہ ڈرائنگ روم میں آئی مگر وہاں کسی کو موجود نہ پا کر اس نے کچھ سوچ کر جھجکتے ہوئے کچن کی طرف قدم بڑھائے۔ نبیہ ابھی تک اکیڈمی سے نہیں آئی تھی جبکہ تانیہ چچی اور انوشے کچن میں ڈنر کی تیاری میں مصروف تھیں۔

دونوں ماں بیٹی کو باتوں میں مصروف دیکھ کر ان کے درمیان دخل دینا مناسب نہ لگا تو وہ وہیں رک گئی مگر اسی پل فریج سے کچھ نکالنے کی نیت سے پلٹی انوشے کی نظر اس پر پڑی تو وہ ایک دم مسکرا کر اس سے مخاطب ہوئی۔

"شیریں آپی! آپ باہر کیوں کھڑی ہیں اندر آجائیں ناں۔" وہ اندر چلی آئی۔ انوشے کی پکار پر تانیہ چچی نے بھی پلٹ کر اس کی طرف دیکھا اور مسکرا کر پوچھا۔

"شیریں بیٹا! ناشتہ میں کیا لو گی' جلدی سے بنا دوں میں بنا دوں گی۔" ان کے پوچھنے پر اسے ایک دم شدید بھوک کا احساس ہوا تھا مگر یوں اس طرح فرمائش کر دینے میں اسے شرم محسوس ہوئی اس لیے بھوک کے باوجود وہ چپ ہی رہی تب انہوں نے دوبارہ پوچھا۔

"بتاؤ نا شیریں! ناشتے میں کیا لو گی؟" اپنا کام ادھورا چھوڑے مکمل طور پر انہیں اپنی طرف متوجہ دیکھ کر اس نے سر جھکا کر بڑی ہلکی آواز میں انہیں جواب میں کہا۔

"آپ کچھ بھی بنا دیں چچی! میں کھا لوں گی۔" اس کے تاثرات بڑے معصومانہ سے تھے۔ انہوں نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور پل میں اس کی شرم و جھجک کو

سمجھ کر مسکراتی ہوئی اس کے قریب آئی پھر ہاتھ بڑھا کر انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگایا اور بہت پیار سے کہا۔

"یہ تمہارا اپنا گھر ہے شیریں! کسی بھی طرح کی شرم کرنے کی ضرورت نہیں...... جو بھی تمہارا دل کرے تم وہ کھاؤ پیو۔ تم ہمیں انوشے اور نبیہ ہی کی طرح عزیز ہو بیٹا! ہمیں خوشی ہوگی اگر تم بنا کسی شرم و تکلف کے ہمارے ساتھ رہو۔" اپنائیت کا احساس دلاتے ہوئے انہوں نے مزید کہا۔

"اگر تم خود سے کچھ بنا کر کھانا چاہتی ہو تو بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا بلکہ خوشی ہوگی۔" ان کی اس قدر اپنائیت پر خوش ہوتی وہ غور سے ان کی باتیں سن رہی تھی مگر ان کی آخری بات پر وہ ایک دم بوکھلا گئی۔

"نہیں نہیں چچی! آپ مجھے جو بھی بنا دیں گی میں کھالوں گی۔" ایک دم تیزی سے اس نے ان کی پیشکش کو رد کیا تھا آخر ان کی پیشکش کو وہ قبول کرتی بھی تو کیسے اسے خود سے تو کچھ بنانا آتا ہی نہیں تھا۔ پہلے لاڈ میں پاپا اسے کوئی کام کرنے ہی نہیں دیتے تھے اور پھر بعد میں اسے کام کرنے کی عادت ہی نہیں رہی تھی۔ تانیہ چچی اس کے لیے ناشتا بنانے کے لیے پلٹ گئیں تھی۔

"شیریں! میں جان بوجھ کر ہلکا پھلکا ناشتا بنایا ہے کیونکہ اگر زیادہ ہیوی کرتی تو تم کھانا گول کر جاتیں۔" کہہ تو وہ ٹھیک رہی تھیں اس نے مسکرا کر اقرار میں سر ہلا دیا۔

انوشے ناشتا کر چکی تھی اسی لیے دونوں ڈرائنگ روم میں آ گئیں۔ انوشے نے ٹی وی آن کیا اور اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔ باتوں کے ساتھ ساتھ اس کی توجہ ٹی وی کی طرف بھی تھی جبکہ وہ ناشتے کے ساتھ انصاف کرنے میں مصروف تھی۔ انوشے بس ذرا دیر ہی اس کے ساتھ بیٹھ سکی پھر چچی کی پکار پر اٹھ کر چلی گئی تو وہ وہاں اکیلی بیٹھی رہ گئی۔ نبیہ اکیڈمی سے لوٹی تو فریش ہو کر اس کو کمپنی دینے وہاں چلی آئی تھی۔ اسماعیل چچا اور اطہر شاید گھر پر نہیں تھے اس لیے وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دیئے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد ان کی آمد ہوئی تو تانیہ چچی نے فوراً کھانا لگا دیا تھا۔ وہ بھی نبیہ کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر پہنچی جہاں اسماعیل چچا کو اپنی ہی طرف متوجہ پا کر اس نے فوراً سلام کیا۔

"السلام علیکم چچا!"

"وعلیکم السلام! کیسی ہے ہماری بیٹی اور دن کیسا گزرا۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں چچا اور دن بھی اچھا رہا۔" آہستہ آواز میں اس نے ان کے سوال کا جواب دیا جبکہ باقی کھانا کھانے میں مصروف ضرور تھے مگر ان کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ ان کی طرف بھی متوجہ تھے۔ اس کی نظر سب کے چہروں سے ہوتی اطہر کی طرف آ کر رک گئی تھی۔ وہ شاید ان کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا اس لیے بنا کسی مسکراہٹ بنا کسی تاثر کے صرف کھانے میں مصروف تھے۔

"مجھے خوشی ہوئی یہ جان کر کہ آپ کا دن اچھا رہا! امید کرتا ہوں ہمیشہ آپ کا ہر دن یہاں ہمارے ساتھ اچھا ہی گزرے گا۔" ذرا توقف کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوئے تھے۔ "شیریں بیٹا! اگر کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بنا کسی جھجک کے آپ ہمیں بتا دینا۔"

"جی۔" مختصر سا جواب دیتے وہ کھانے کی طرف متوجہ ہوئی مگر کھانے کے دوران وقتاً فوقتاً اس کی نظر نے دھیان اور بے دھیانی میں اطہر کی سمت سفر کیا تھا مگر ہر بار اس کی نظر نے اسے اپنی طرف سے انجان بنا بیٹھا پایا تھا وہ قدرے الجھ گئی۔ وہاں آنے کے بعد سے اب تک یہ دوسری بار ان کا سامنا ہوا تھا اسے الجھن کا شکار کیا تھا۔ پہلی بار کی ملاقات میں اسے مسٹر چھچھورا کا خطاب دیا تھا مگر اب دوسری بار اس کا دل اسے مسٹر اکڑو ہونے کے خطاب سے نواز رہا تھا۔ اسے عجیب سا فیل ہونے لگا تھا کہ جس شخص کے ساتھ اس کی زندگی جوڑنے کے لیے سوچا جا رہا تھا اس نے ایک بار بھی اس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی وہ یونہی الجھن کا شکار ہوتی تھوڑا سا کھانا کھا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

❁......❁......❁

کھانے کے بعد ان سب کا رخ ٹی وی لاؤنج کی طرف ہوا تو وہ بھی خاموشی سے ان کے پیچھے ٹی وی لاؤنج میں آ گئی۔ اس بار تانیہ چچی کی ہیلپ کی خاطر نبیہ ان کے ساتھ رکی تھی۔ اسماعیل چچا اور اطہر ٹی وی کھولے نیوز کی طرف متوجہ تھے جبکہ وہ انوشے کے ساتھ بیٹھی ہوں ہاں میں اس کی باتوں کا جواب دے رہی تھی۔ ذرا دیر بعد تانیہ چچی کے ہمراہ نبیہ چائے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی اس نے سب کو چائے پیش کی اور خود اپنا کپ لے کر ان دونوں کے پاس آ بیٹھی جبکہ تانیہ چچی ان کے برابر میں رکھے دوسرے صوفے پر بیٹھی بڑے شوق سے نیوز کی طرف متوجہ تھیں شاید وہ بھی نیوز میں دلچسپی رکھتی تھیں۔

چائے بہت اچھی بنی تھی جسے پی کر تھکاوٹ کا احساس کم ہونے لگا تھا ذہن ریلیکس ہوا تو وہ خود بھی ریلیکس ہوتی پاؤں اوپر چڑھاتی سیدھی ہوئی تھی۔ خالی کپ ایک طرف رکھتے ہوئے اس کی نظر بے دھیانی میں اطہر کی طرف اٹھی اور اس کی نظروں سے دوچار ہو گئیں۔ وہ بہت غور سے دیکھتا اس کی طرف متوجہ تھا وہ تیزی سے نظر گھما گئی۔ پھر جتنی دیر وہ وہاں بیٹھی رہی وقفے وقفے سے اطہر کی جانچتی، تولتی نظروں کو نظر انداز کرتی رہی جو پہلی بار سامنے پر نظر انداز کی تھی اس کی مسلسل گھورتی نظروں سے وہ ایک دم جھنجلا گئی تھی۔ نجانے کیا تھا اس شخص کو بھی ایسی نظروں سے متوجہ ہوتا تھا کہ لوگ تا پر کھتا نظروں ہی نظروں میں کھا جائے گا اور کبھی اس طرح انجان بن جاتا کہ جیسے اس کی موجودگی ہی سے بے خبر ہو۔ وہ اس شخص کے متعلق بالکل کوئی اندازہ نہیں لگا پا رہی تھی مگر یہ ضرور تھا کہ وہ اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہا تھا اس تیسری بار کے ٹکراؤ نے اسے مسٹر تاڑو کے خطاب سے نواز اتھا۔

اطہر ان تمام خطابات سے انجان تھا مگر اس بار دلچسپ بات یہ ہوئی کہ شیریں کو خالی کپ ایک طرف رکھتے ہوئے پاؤں اوپر چڑھا کر بیٹھتے دیکھ کر اطہر نے بھی اسے نک چڑھی حسینہ کے خطاب سے نواز دیا تھا۔ بنا کسی بات چیت کے خاموشی سے ایک دوسرے کو نظر انداز کرتے وہ ایک دوسرے کو خطابات سے نواز رہے تھے مگر وہ ٹھیک طرح نہیں جانتے تھے کہ کون کیسی فطرت کا مالک ہے یہ جاننے کے لیے انہیں شاید وقت کی ضرورت تھی۔ اس لیے اب یہ وقت نے طے کرنا تھا کہ اب ان کی زندگی میں مزید کیا ہوتا ہے۔

❁......❁......❁

اسماعیل چچا نے آج شاید آفس سے چھٹی کی تھی اسی لیے وہ گھر پر دکھائی دے رہے تھے۔ اس کی آنکھ آج بھی لیٹ ہی کھلی فریش ہو کر جب وہ باہر آئی تو دس بج رہے تھے۔ انوشے اور نبیہ دونوں کالج جا چکی تھیں جب وہ ڈرائنگ روم میں آئی وہاں اسماعیل چچا اور چچی دونوں کاغذ پین ہاتھ میں لیے نجانے کون سی لسٹیں بنانے میں بزی تھے اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ مسکرائے تھے۔

"شیریں بیٹا! آپ اگر شادی میں کسی کو بلانا چاہتی ہو تو نام لکھوا دو۔"

"ہاں اور جو چیزیں آپ کو چاہیے وہ بھی نوٹ کروا دو۔" تانیہ چچی نے کہا۔

"لو وہ تو اب وہ شادی کی تیاری کرنے لگے تھے۔" اس نے ایک دم گہری سانس لے کر سر جھکایا وہ دونوں ہی اس کے بولنے کے منتظر تھے مگر وہ کیا بولتی؟ اسے نہ تو کسی کو بلانے کی چاہ تھی اور نہ ہی کسی سامان کی ضرورت تھی۔ اس کی مسلسل خاموشی انہیں محسوس ہونے لگی تو انہوں نے بڑے پیار سے کہا۔

"اس طرح چپ کیوں ہو گئی ہو بیٹا؟"

"ویسے ہی چچی۔" اس نے ہلکے سے لب کچل کر آہستہ آواز میں جواب دیا تھا۔ "مجھے نہ تو کسی کو بلانا ہے اور نہ ہی مجھے کسی چیز کی ضرورت ہے۔"

"کیوں بھئی ایسے کیوں کہہ رہی ہو آپ؟ آپ کی فرینڈز کزنز وغیرہ......؟" تانیہ چچی کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ جب ایک دم چچا درمیان میں بولے تھے۔

"میں بھیج تو رہا ہوں سب کی طرف دعوت نامہ اس

بات کو چھوڑو۔ شیریں بیٹا! ہم پندرہ دن بعد کی تاریخ طے کرنا چاہ رہے ہیں کیا یہ ٹھیک رہے گی؟" انہوں نے اس طرح بول کر شاید انجانے میں اس کی مشکل کو آسان کردیا تھا اس نے سکون کا سانس لیا۔

"آپ کو جو بہتر لگے وہی تاریخ رکھ لیں۔" اسے شاید شرم آنے لگی تھی اس لیے ان پر سب چھوڑ کر جان چھڑاتی وہاں سے اٹھ گئی۔

❀......❀......❀

شادی کے لیے پندرہ دن بعد ہی کی تاریخ طے کی گئی تھی دن کم تھے اور کام بہت زیادہ اس لیے گھر میں ایکدم سب کی مصروفیت بڑھ گئی تھی۔ انوشے اور نبیہ بھی کالج سے چھٹی کیے بھائی کی شادی کی تیاریوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھیں۔ ایک کے بعد ایک دن تیزی سے گزرتے جارہے تھے مگر تیاریاں تھیں کہ کسی بھی طرح مکمل ہونے میں نہیں آرہی تھیں۔ مقررہ تاریخ میں اب بس سات روز باقی تھے ویسے تو وہ نہ تو گھر سے باہر جاتی تھی اور نہ ہی گھر کے افراد کے علاوہ کسی کے سامنے آتی تھی اور تو اور ایک ہی گھر میں رہنے کے باوجود جس سے سامنے کا ڈر تھا اس نے شروع دن سے اب تک اس سے بات کرنے کی کوشش تک تو کی نہیں تھی پھر ملاقات کی کوئی امید کیسے کی جاسکتی تھی مگر اس کے باوجود رسم کی خاطر اسے مایوں بٹھادیا گیا تھا۔

مایوں کے پیلے جوڑے کے ساتھ ہاتھ بھر بھر کر ہری پیلی چوڑیاں پہنے سادہ سے روپ میں وہ بہت حسین دکھائی دے رہی تھی۔ ثانیہ چچی ابھی شاپنگ سے لوٹی تھیں ان کی تھکن کا سوچ کر نبیہ ان کے ساتھ باقی سب کے لیے بھی چائے لے آئی تھی اس لیے چچی کی شاپنگ پر تبصرے کے ساتھ ریلیکس موڈ میں بیٹھے وہ چائے سے لطف اندوز ہورہے تھے جب بالکل اچانک ہی غیر متوقع طور پر اطہر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا سب سے پہلے شیریں کی نظر نے اس کو دیکھا تھا وہ ایک دم سیدھی ہوئی تھی۔ انوشے اور نبیہ یوں اچانک بھائی کو سامنے دیکھ کر خوشی سے چہکی تھیں۔ اطہر بالکل اس کے سامنے بیٹھی چچی کے برابر میں بیٹھتا اس کے مقابل ہوا تھا۔ وہ چاہنے کے باوجود بھی وہاں سے اٹھ کر نہ جاسکی تو سمٹتے ہوئے ذرا سا رخ موڑ گئی۔ اس کی نظر جھکی تھی وہ نہیں جانتی تھی کہ اطہر نے اس کی طرف نظر کی بھی یا نہیں مگر اس کی سماعتوں سے انوشے کی آواز ضرور ٹکرائی تھی۔

"بھیا دیکھیں ممی بھابی کے لیے کتنے خوب صورت ڈریسز لائی ہیں۔" اس نے ایک بلیک ڈریس جس کے گلے دامن اور آستین پر وائٹ نگینوں کا جڑاؤ کام تھا اس کی طرف بڑھایا۔ اطہر نے ہاتھ بڑھا کر ڈریس اس کے ہاتھ سے لیا اور ذرا دیر کو دیکھ کر واپس اس کی طرف بڑھاتے ہوئے تعریفی انداز میں کہا۔

"اچھا ہے مگر ممی ریڈ کلر....؟" ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ چچی نے ہاتھ اٹھا کر درمیان میں اسے ٹوک دیا۔

"جانتی ہوں تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ تمہیں ریڈ کلر پسند ہے اس لیے دوسروں کے ساتھ ساتھ میں نے شادی کے جوڑے کے لیے بھی ریڈ کلر کا ہی آرڈر کیا ہے۔" اس کو مطمئن کرنے کے ساتھ انہوں نے اس کے پسندیدہ کلر کے دونوں ریڈ ڈریس اس کی طرف بڑھائے اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ان دونوں ڈریسز کو دیکھا تھا ایک طرف کونے میں بیٹھی شیریں بہت حیرت سے یہ سب ملاحظہ کررہی تھی۔

کہاں تو وہ تمام ہنگامے سے بے نیاز دکھائی دے رہا تھا اور اب اکیلے مزے سے بیٹھا اپنی پسند سے فرمائش کررہا تھا۔ بے یقینی کی سی کیفیت میں حیرت بھری نظروں سے وہ یک ٹک اسی کی سمت دیکھ رہی تھی جب اطہر نے بالکل اچانک اس کی طرف دیکھا۔ پہلے تو وہ سمجھ نہ سکی مگر جب احساس ہوا تو ایک دم گڑبڑا کر اس نے فوراً نظر جھکائی تھی مگر دوسری طرف اطہر فوراً اس پر سے نظر نہیں ہٹا سکا تھا۔

سادہ سے روپ میں بے یقینی کی سی کیفیت لیے بیٹھی

شیریں اس کی دھڑکنوں میں ہلکا سا ارتعاش پیدا کرگئی تھی باقی سب کا دھیان تو ویسے بھی ڈریسز کی طرف تھا اس لیے نہ تو کسی کا دھیان اس کی طرف گیا اور نہ ہی کسی نے اطہر کی نظروں کو محسوس کیا اس لیے وہ فرصت سے اسی پر نظریں ٹکائے بیٹھا رہا۔ اس کی مسلسل گھورتی نظروں کی چبھن اپنے چہرے پر محسوس کرکے شیریں نے کب سے جھکی نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اسے ہنوز چپکی کی سی کیفیت میں خود کو گھورتے پایا تو جھنجلا کر اس نے ناک چڑھاتے ہوئے ایک بار پھر دل میں اسے مسٹر نازو کا خطاب دیا تھا اس کی سمجھ سے یہ بالکل باہر تھا کہ آخر اس شخص کے ساتھ مسئلہ کیا تھا جو وہ اس طرح برتاؤ کررہا تھا کہ جب موڈ ہوتا تو اس طرح گھوریاں ڈالتا اور جب دل نہ کرتا تو اس سے بالکل انجان بن جاتا۔ وہ اب مزید وہاں بیٹھے رہنا نہیں چاہتی تھی اس لیے مزید کچھ سوچے وہ اٹھی اور وہاں سے نکل گئی۔ کسی اور نے اس کے جانے کو محسوس نہیں کیا تھا مگر مکمل توجہ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ اطہر نے زیر لب مسکراتے ہوئے بہت شدت سے اس کے اس طرح اٹھ جانے کو محسوس کیا تھا۔

❀......❀......❀

ہر ایک اپنی ہی مصروفیت میں گم تھا' ایک بس وہی تھی جسے نہ تو کوئی مصروفیت تھی نہ کوئی کام...... صبح سے ٹی وی دیکھ کر اب وہ بالکل بور ہونے لگی تھی۔ اس لیے ٹی وی بند کرتی وہ لان میں چلی آئی' جنوری کی سردی کی لہر اس کے بدن میں دوڑی مگر واپس پلٹنے کی بجائے شال کو اچھی طرح اپنے گرد لپیٹتے ہوئے قدم بڑھاتی وہ لان میں آگئی۔ یونہی بے مقصد چہل قدمی کرتے ہوئے اس کی نظر گلاب اور چنبیلی کے پودوں پر پڑی' کتنے ہی پھول شاخوں سے ٹوٹ کر ارد گرد بکھرے پڑے تھے' وہ آہستہ قدموں سے چلتی ہوئی قریب ہوئی اور جھک کر سارے بکھرے پھولوں کو چن لیا۔

پھولوں کی نرماہٹ اور خوش بو سے مسحور ہوتی وہ اندر آرہی تھی جب تیزی سے باہر آتے اطہر کے ساتھ وہ زور سے ٹکرائی تھی اس اچانک ہونے والے تصادم کی بدولت دوپٹے کا پکڑا پلو ہاتھ سے چھوٹ جانے کی وجہ سے سارے پھول ایک بار پھر زمین پر بکھر گئے تھے۔ مگر اس قدر اچانک اور زوردار تھی کہ وہ گرنے کو ہی تھی کہ اطہر نے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے تھام لیا تب ہی وہ اس کے بہت قریب ہوگئی تھی۔

اتنا قریب کہ...... اس کے دل نے اس کے حسین چہرے کو چھونے کی خواہش کر دی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی خواہش کو حقیقت کا روپ دیتا ناک چڑھا کر رخ موڑتی شیریں کا تصور چھم سے اس کے ذہن میں ابھرا تو وہ بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ کو شرارت میں چھپا کر پہلی بار اس سے مخاطب ہوا تھا۔

"ملاقات کا یہ اچھا طریقہ ڈھونڈا آپ نے...... مجھے اچھا لگا۔" شیریں جو اس اچانک پیش آنے والی افتاد پر بالکل ہی بدحواس ہوگئی تھی اور خالی نظر' خالی ذہن کے ساتھ اس کی طرف دیکھے جارہی تھی۔ بہت قریب اس کی آواز سن کر سنبھل کر ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوگئی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" باقی بچ جانے والے پھولوں کو ایک طرف اچھالتی لڑاکا موڈ میں اس کی طرف پلٹی۔

"کیوں آپ نہیں جانتی کیا؟" وہ خوامخواہ اسے غصہ دلائے جارہا تھا اور وہ تھی کہ اس کے لفظوں پر مسلسل بھڑکے جارہی تھی۔

"میں جانتی ہوں یا نہیں اس کی فکر چھوڑیں' آپ مجھے اپنی بات کا مطلب واضح کریں۔" وہ بالکل ویسی ہی تھی جیسا وہ سنتا رہتا تھا۔ لبوں کی تراش میں مسکراہٹ دبائے وہ بے خود سا اس کی طرف بڑھا اور بالکل اس کے قریب آن رکا مگر اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی شرارت کرتا اطہر کی کزن ان کو اس طرح کھڑے دیکھ کر مصنوعی کھانستی ان کے قریب آگئی تھی۔

"بھئی یہ فلمی سین کسی بند کمرے میں بھی تو ہوسکتا تھا یوں سرعام تری ایٹ کرکے دوسروں کو شرم دلانے پر مجبور

کیوں کیا جارہا ہے؟" وہ اطہر سے عمر میں بڑی تھی اس لیے اپنے بڑے ہونے کا فائدہ اٹھاتی ان سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگی تھی۔ شیریں جو غصے میں کھڑی تھی تیزی سے اس سے فاصلے پر ہوئی تھی اطہر بھی کچھ جھینپ کر فاصلے پر ہوگیا تھا۔

"جب آپ نے دور سے یہ حسین منظر دیکھ ہی لیا تھا تو اتنا پاس آنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟" وہ شاید آج بہت اچھے موڈ میں تھا اس لیے بنا جھجکے امی کے انداز میں جواب دے رہا تھا۔

شیریں نے غصے بھری حیرت سے اس کی طرف دیکھا ان کے درمیان ایسا کوئی فلمی سین نہیں ہوا تھا مگر وہ حنا کی بات کی تردید کیے بنا ڈھٹائی سے مسکرا رہا تھا۔ غصے میں الٹی سیدھی سوچوں میں گھرتی پیر پٹخ کر وہ انہیں وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئی تھی۔

❀......❀......❀

شادی کی تیاریاں تقریباً مکمل ہوچکی تھیں اب بس تین روز ہی باقی تھے اور رشتے داروں کی آمد نے ان کی مصروفیت کو مزید بڑھا دیا تھا۔ شیریں کا دل اطہر کی طرف سے بُری طرح خراب ہوچکا تھا اس لیے وہ کوئی بھی دلچسپی ظاہر کیے بنا زیادہ وقت اپنے کمرے میں گزار رہی تھی اس کی شادی کا جوڑا اور زیورات تیار ہوکر آئے تو تانیہ چچی نے اسے جوڑا اور زیورات دیکھنے کے لیے بلایا مگر اس نے سر درد کا بہانہ کرکے آنے سے معذرت کرلی۔ شام میں اطہر کی آمد ہوئی تو چچی نے شیریں کے لیے خریدا ہوا زیور اور جوڑا اس کے آگے رکھ دیا۔ زیور تو سب ٹھیک تھا مگر لہنگے کا رنگ دیکھ کر وہ حیران سا اپنی ماں کی طرف پلٹا تھا۔

"می آپ نے تو کہا تھا آپ نے ریڈ کلر کے ڈریس کا آرڈر کیا ہے۔ ریڈ تو نہیں یہ تو پنک کلر ہے۔" وہ جو زیورات کو دوبارہ ڈبوں میں سیٹ کررہی تھیں اس کے سوال پر جواباً بولیں۔

"میں نے ریڈ کلر ہی آرڈر کیا تھا مگر شیریں نے کل پنک کلر کی فرمائش کردی اسے ریڈ کلر پسند نہیں ہے۔ میں تو خود عین وقت پر سن کر پریشان ہوگئی تھی کہ ڈریس کی ڈیلیوری سے ایک دن پہلے دوبارہ سے پنک کلر کا آرڈر کیسے کروں مگر وہ تو قسمت اچھی تھی جو اسی کے اسٹائل میں ہمیں پنک کلر مل گیا تو ہم نے یہی لے لیا۔" انہوں نے خاصی تفصیل سے آگاہ کیا۔

"مگر می میں نے آپ کو ریڈ کلر کا کہا تھا۔" اس کی پیشانی پر ہلکا سا بل نمایاں ہوا تھا۔

"اطہر پاگل ہوئے ہو کیا یہ ڈریس تم نے نہیں پہننا' یہ شیریں نے پہننا ہے اس لیے میں نے اسی کی پسند کو مدنظر رکھا۔"

"مجھے پہننا نہیں تھا مگر دیکھنا تو مجھے ہی تھا ناں!" آخر میں اس کی آواز بالکل ہلکی ہوئی تھی۔ اس لیے تانیہ اس کی بات پوری طرح سن نہ سکی تھی۔

"کچھ کہا تم نے؟" انہوں نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"کچھ نہیں می۔" اس نے انکار میں سر ہلایا اور ڈریس کو ڈبے میں پیک کرکے ڈبے پر سے دکان کا ایڈریس نوٹ کرتا ڈبا اٹھا کر بنا کچھ بتائے کمرے سے نکل گیا۔ تانیہ اسے پکارتی اس کے پیچھے آئی تھیں مگر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ان سے دور جاچکا تھا۔

❀......❀......❀

اپنے فیورٹ کلر کا ڈریس لے کر واپس آنے پر سب سے پہلے اس نے شیریں سے بات کرنے کی خاطر اسے تلاش کرنے کی کوشش کی مگر لاکھ کوشش کے باوجود وہ کامیاب نہ ہوسکا تو کچھ سوچ کر واپس پلٹ آیا۔ مہندی کا فنکشن خیریت سے گزرا آج بارات تھی۔ ہر طرف خوشی بھری گہما گہمی طاری تھی۔ اس نے آج بھی شیریں سے ملنے کی کوشش کی تھی مگر جب اسے پتا چلا کہ وہ صبح سے ہی پارلر جاچکی ہے تو وہ گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ شادی کا جوڑا دیکھ کر شیریں کا ردعمل کیا ہونے والا تھا مگر انوشے اس کے ساتھ گئی تھی اسے تسلی تھی کہ وہ حالات کو قابو کرلے گی۔ تصور کے پردے پر ناک چڑھاتی

شیریں کا عکس لہرایا تو وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"میری نک چڑھی حسینہ! آج دیکھ لوں گا آپ کو بھی۔" تصور میں لہراتے اس کے عکس سے سرگوشی کرتے ہوئے خوب صورت خیالوں کے ہم راہ وہ خود بھی تیار ہونے چل دیا۔

نکاح کی رسم کی ادائیگی کے بعد شیریں کو اس کے برابر لا کر بٹھایا گیا تو اردگرد کھڑے لوگوں کے ہجوم کی بدولت وہ بس ہلکی سی جھلک ہی دیکھ سکا۔ اسی پل انوشے اس کی طرف بڑھی تھی۔

"بھیا! آپ ریڈی کر لے تو آئے مگر بھابی اس قدر خفا ہو رہی تھیں اتنی مشکل سے انہیں پہننے پر راضی کیا۔" اس کے چہرے پر بھی واضح جھنجلاہٹ اس بات کا ثبوت تھی کہ اسے واقعی کافی محنت کرنا پڑی تھی۔

"تو بہنا اپنی بھابی کو بتانا تھا نا کہ آج کے دن ان کو اپنی پسند کی تیاری کے بجائے اپنے سرتاج کی پسند کو مدنظر رکھ کر بجنا سنورنا ہے۔" اس نے شیریں کی طرف جھک کر اسے سناتے ہوئے انوشے کو جواب دیا تھا۔ انوشے اس کا جواب سنے بغیر ممی کی پکار پر اسٹیج سے اتر گئی تھی۔

"کیسی لگ رہی ہے آج میری گلاب جان؟" سب کو اپنے آپ میں مگن دیکھ کر وہ شوخی بھرے موڈ میں اس کے قریب ہوا تو وہ اپنی جگہ پر جز بز ہو کر رہ گئی۔

"دیکھیں تو ذرا کیسا ظلم ہے یہ میری دلہن جو میرے لیے تیار ہوئی اسے ابھی تک بس میں نے نہیں دیکھا باقی تو ساری دنیا اسے دیکھ رہی ہے۔" اس کی طرف جھکا وہ سرگوشیاں کرنے میں مصروف تھا جب اس کے دوستوں کی نظر اس پر پڑی تو وہ اس سے کہیں زیادہ شرارتی موڈ میں اس کی طرف بڑھے۔

"اس قدر بے صبرے کیوں ہوئے جا رہے ہو اطہر! اب تو ساری عمر پڑی ہے کرتے رہنا جتنی باتیں کرنا چاہو مگر ابھی کے لیے تھوڑا سا خیال کرو۔ سارے لوگوں کی نظریں تم پر جمی ہیں۔" ظہیر نے شوخی سے اس پر چوٹ کی تو وہ جھینپ کر ایک دم سیدھا ہو گیا۔

"ہاں تم لوگوں کو تو جیسے بہت شرم آ رہی ہے اس طرح دوست پر وار کرتے ہوئے۔" اس نے سنبھل کر جوابی وار کیا تو وہ سب کھلکھلا کر ہنس دیے تھے۔

شیریں کی طرف سے صرف اس کے تایا شادی میں شریک ہوئے تھے مگر رخصتی کے بعد بجائے ان کے ساتھ آنے کے وہ وہیں سے واپس لوٹ گئے تھے۔

❀......❀......❀

مختلف رسومات کی ادائیگی کے بعد شیریں کو اطہر کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا جبکہ اس کے کزنز اور دوست اسے گھیرے میں لیے بیٹھے تھے۔ کتنی ہی بار اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر ہر بار کوئی نہ کوئی شرارت میں کچھ بولتا تو وہ ضبط کر کے دوبارہ مسکراتا ہوا ان کے درمیان بیٹھ جاتا۔ گھڑی بارہ بجنے کا اعلان کر رہی تھی مگر مجال تھی جو ان میں سے کسی ایک کو بھی نیند آ رہی ہو۔ سب کی سب شرارت بھری نظریں اس کے ضبط کا امتحان لے رہے تھے اور نجانے وہ کب تک اس کی درگت بنانے کے موڈ میں تھے وہ تو بھلا ہوا تائیہ چچی کا جو سونے سے پہلے سب کو دیکھنے کی نیت سے اُدھر آ نکلی اور انہیں اطہر کو اپنے نرغے میں لیے دیکھ کر فوراً اس کی مدد کو آئیں۔

"آدھی رات ہونے کو ہے اور تم لوگ ابھی تک جاگ رہے ہو؟ تم سب اب آرام کرو باقی کی باتیں کل کر لینا اور اطہر! تم کس لیے اب تک یہاں بیٹھے ہو وہاں شیریں بے چاری تمہارے انتظار میں ہو گی چلو فوراً اٹھو یہاں سے۔" انہوں نے کہتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے وہاں سے نکالا تو وہ سکون کا سانس لیتا تیزی سے قدم بڑھاتا اپنے کمرے کے باہر آ کر رکا۔

جس قدر جلدی اسے شیریں سے ملنے کی تھی اسی قدر اسے انتظار کا سامنا کرنا پڑا تھا مگر اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے کو تھیں۔ شیروانی کی نادیدہ شکن کو دور کرنے کے بعد اس نے انگلیوں کی مدد سے بالوں کو سنوارا اور جھٹکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا دروازہ بند کر کے وہ بیڈ کے قریب آیا مگر شیریں وہاں موجود نہیں تھی اسے وہاں

موجود نہ پاکر اسے حیرت ہوئی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتا شیریں واش روم کا دروازہ کھول کر سادہ سا روپ لیے باہر آتی دکھائی دی' وہ حیرت زدہ سا پورے کا پورا اس کی طرف مڑا تھا۔

"آپ نے چینج کیوں کرلیا؟" وہ اس کے قریب آیا۔ شیریں نے نظر اٹھا کر بہت خاموشی سے اس کی طرف دیکھا وہ جواب کا منتظر تھا۔

"مجھے فریش ہونا تھا اس لیے چینج کرلیا۔" بڑا ہی بے نیاز جواب موصول ہوا تھا اس کی پیشانی پر حیرت و غصے کے ملے جلے تاثرات بھری سلوٹیں نمودار ہوگئی تھیں۔

"ذرا دیر انتظار کیا ہوتا' مجھے آپ کو دیکھنا تھا۔" اس بار اس نے صاف لفظوں میں کہہ کر اسے کچھ احساس دلانے کی کوشش کی تھی مگر دوسری طرف وہ تو جیسے اب کچھ بھی سوچنے سمجھنے کی زحمت سے خود کو آزاد کرچکی تھی اس لیے اسی انداز میں دوبارہ جواباً بولی۔

"مگر مجھے آپ کو نہیں دکھانا تھا تو پھر کیوں انتظار کرتی؟" بنا اس کی طرف دیکھے وہ اس کے پاس سے گزرتی آگے بڑھ کر بیڈ سے تکیہ اٹھاتی صوفے پر جا بیٹھی۔ اس کے قدموں کی حرکت کے ساتھ مڑتے اطہر نے اس کی اس حرکت کو دیکھا تو بُری طرح بھنا گیا' اس لیے تیزی سے اس کے قریب آیا۔

"یہ سب کیا ہے شیریں؟"

"کہاں کیا ہے......؟" اطہر کا اشارہ جس طرح تھا وہ سمجھ تو رہی تھی مگر پھر بھی جان کر انجان بنی تھی۔ اطہر ویسے تو ٹھنڈے دماغ کا مالک تھا شاذونادر ہی وہ غصہ میں نظر آتا تھا مگر اس وقت شیریں کے رویے نے اس کے دماغ کو بُری طرح کھولا کر رکھ دیا تھا۔ اسے بالکل سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ اس طرح پیش کیوں آ رہی تھی۔ اس نے غصیلی نگاہ اس کی طرف کی' وہ بنا کسی خوف کے صوفے پر دراز ہوتی بازو پیشانی پر دراز کرچکی تھی۔ اطہر نے غصے کی شدت سے اپنے لبوں کو بھینچا اور نظر اسی پر گاڑے رکھی جو اس کے تمام حقوق ضبط کیے اس سے لاتعلقی ظاہر کرکے لیٹ چکی تھی۔ وہ چاہتا تو مچلتے دل کو راحت پہنچا سکتا تھا مگر...... اس نے بہت گہری سانس لے کر الجھتے دماغ کو ریلیکس کرنے کی کوشش کرتا بیڈ کی طرف چلا آیا۔

بنا چینج کیے وہ اسی حالت میں بیڈ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھا شیریں کے رویے پر غور کرتا رہا' وجہ تلاشنے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ یہ تو وہ جانتا تھا کہ شیریں حد سے زیادہ ضدی لڑکی ہے مگر وہ یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کی ضد کے پیچھے ہمیشہ کوئی وجہ ہوا کرتی ہے بنا کسی وجہ کے وہ کبھی ضد نہیں کرتی تھی۔ اسی لیے اس وقت وہ اس وجہ کو تلاشنے کی سعی کررہا تھا جس کی بنا پر شیریں نے یہ سب کیا تھا مگر بہت غور و خوض کے بعد بھی وہ کوئی بھی وجہ تلاشنے میں ناکام رہا تو لمبی سانس بھرتا چینج کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ واش روم کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے ایک بار پھر اس کی طرف دیکھا اور سوچا۔

"اپنے نام سے کس قدر الٹ مزاج ہے اس لڑکی کا' کڑوا کسیلا...... نجانے انکل نے کیا سوچ کر شیریں نام رکھا تھا مگر یہ تو طے تھا کہ وہ اسے بالکل بھی اس کے حال پر چھوڑنے والا نا تھا۔ وہ سر جھٹک کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

❀......❀......❀

ولیمے کی تقریب کے بعد روٹین کو معمول پر آنے میں چند دن لگے' اب پھر سے اسی پرانے ڈگر پر زندگی لوٹ آئی تھی۔ دعوتوں کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ہی شیریں نے یہ کہہ کر ختم کردیا کہ وہ ابھی کسی بھی دعوت میں شرکت نہیں کرسکتی۔ اس پے پھر کسی طرف سے کوئی دعوت نامہ موصول نہیں ہوا تھا۔

انوشے اور نمیہ دونوں کالج گئی ہوئی تھیں' اسماعیل چچا آفس گئے تھے جبکہ اطہر آفس کے کام کے سلسلے میں شہر سے باہر تھا۔ سر درد کی بدولت تانیہ چچی اپنی کمرے میں آرام کررہی تھیں ایسے میں پورے گھر میں وہ اکیلی بولائی بولائی پھر رہی تھی۔

رات سے کیبل کے کنکشن میں کوئی مسئلہ چل رہا تھا اس لیے اس وقت ٹی وی بھی بے کار پڑا تھا۔ لان کے کئی چکر لگانے کے بعد جب وہ تھک کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ کچھ دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ ٹیرس پر چلی آئی ابھی اسے وہاں کھڑے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی جب ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے اس کی نظر ساتھ والے گھر کے ٹیرس پر پڑی جہاں ایک لڑکی ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب اس نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے مسکرا کر اسے ہیلو کہا تو جواباً اس نے بھی ہلکے سے تبسم کے ساتھ ہیلو کہہ دیا۔

نوشینہ اچھی لڑکی تھی اس لیے ذرا دیر کی گفتگو کے بعد وہ بے تکلف سہیلیوں کی طرح ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں۔ شیریں نے اپنے بور ہونے کا بتایا تو نوشینہ نے تھوڑا سوچتے ہوئے دو تین رسالے اس کی طرف اچھال دیئے جنہیں اس نے مشکل سے کیچ کیے۔

"میں نے کبھی رسالے نہیں پڑھے۔" رسالے شاپر سے نکال کر ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے کہا۔

"کبھی نہیں پڑھے ناں، تو اب پڑھ کر دیکھیں یہ آنچل رسالہ اتنا زبردست ہے اس کو پڑھتے ہوئے نا تو آپ کو بوریت کا احساس ہوگا اور آپ کا دن بھی اچھا گزر جائے گا۔"

"مگر یہ اتنا موٹا بالکل کیمسٹری کی کتاب کی طرح.... اتنے سارے صفحات میں کیسے پڑھوں گی؟" آنچل ہلکا سا موڑے انگوٹھے کی مدد سے صفحات کو تیزی سے الٹتی وہ فکر مند ہوئی تھی۔ اس کی بات کو سنتی نوشینہ زور سے ہنسی تھی۔

"ارے کہاں ناں، فکر مت کریں یہ جتنے زیادہ صفحات آپ کو لگ رہے ہیں ناں جب آپ پڑھنے بیٹھیں گی تو یہ صفحے بھی آپ کو کم لگنے لگیں گے۔ آنچل میں بہت اچھی اسٹوریز کے ساتھ ساتھ بہت اچھے سلسلے بھی ہوتے ہیں۔ ہر طرح سے آپ کو انٹرٹین کرے گا آنچل! آپ بس ایک بار پڑھ کر دیکھیں پھر بتانا مجھے۔" آنچل کی تعریف میں اسے اس قدر رطب اللسان دیکھ کر وہ آنچل پڑھنے کے لیے رضامند ہو گئی۔

نوشینہ اس سے مزید بات کرنے کے موڈ میں تھی مگر نیچے شاید اس کی مما اسے آواز دے رہی تھیں اس لیے وہ ہاتھ ہلاتی پھر بات کرنے کی تاکید کے ساتھ پلٹ گئی تو وہ بھی آنچل ڈائجسٹ ہاتھ میں لیے اندر آ گئی۔

آنچل کو سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر وہ صوفے پر آ بیٹھی پھر کچھ سوچ کر اٹھی اور سائیڈ ٹیبل پر رکھے آنچل رسالوں میں سے ایک رسالہ اٹھائے دوبارہ صوفے پر آ بیٹھی۔ کچھ دیر تو وہ یونہی ورق گردانی کرتی رہی اسی دوران ایک صفحے کو پڑھتے ہوئے اسے اس کہانی میں دلچسپی محسوس ہوئی تو وہ ایک ساتھ کئی صفحے پلٹتی ہوئی اس کہانی کے اسٹارٹ پر آئی اور پاؤں سمیٹ کر سکون سے بیٹھتے ہوئے اس نے کہانی پڑھنی شروع کر دی جیسے جیسے وہ کہانی پڑھتی جا رہی تھی اس کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہانی میں پوری طرح گم نہ تو وقت کا احساس ہوا اور نہ ہی بھوک پیاس جیسے کسی احساس نے اس کی مصروفیت میں خلل ڈالنے کی کوشش کی مگن سی وہ پڑھتی رہی گو کہ کہانی ختم ہو گئی مگر وہ کتنی ہی دیر ٹرانس کی سی کیفیت میں خود کو کہانی کے کرداروں میں محسوس کرتی رہی تھی۔

"نوشینہ نے ٹھیک کہا تھا آنچل کے ساتھ وقت گزرنے کا احساس تک نہیں ہوا تھا۔" دل ہی دل میں اس کی بات پر ایمان لاتی اگلی کہانی پڑھنے کی نیت سے اس کا اسٹارٹ صفحہ نکال کر آنچل صوفے پر ایک طرف الٹ کر رکھتے ہوئے وہ اٹھی اور پیٹ پوجا کی نیت سے سیڑھیاں اترتی کچن میں چلی آئی۔ جہاں تانیہ چچی دوپہر کے کھانے کی تیاریوں میں اکیلی ہی مصروف تھیں اسے آتے دیکھ کر انہوں نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

"آج تو میری بہو بہت زیادہ بور ہوئی ہوگی۔" ایک ماں کی طرح انہیں اس کا خیال تھا مگر وہ اس وقت ذرا جلدی میں تھی بات کو زیادہ طول دینے کے موڈ میں نہیں تھی اس لیے ہلکے سے انداز میں انہیں جواب دیتی بولی۔

"نہیں تو آنٹی......؟" پھر وہ مزید بولی۔ "آنٹی مجھے بھوک لگی ہے کیا میں سیب لے لوں؟" اجازت

طلب نظروں سے وہ ان کی ہاں کی منتظر تھی' تانیہ چچی حیران ہوئیں۔

"شیریں! پوچھ کیوں رہی ہو بیٹا! یہ تمہارا گھر ہے اس پر جتنا حق ہمارا ہے اب اتنا ہی حق تمہارا بھی ہے۔ تمہیں بھوک لگی ہے تو جو تمہارا دل کرتا ہے تم وہ کھاؤ اگر خود سے کچھ بنا کر کھانا چاہتی ہو تو بھی تمہیں مکمل اجازت ہے بیٹا!" کس قدر حیرانگی نمایاں تھی ان کے انداز میں۔

"نہیں آنٹی مجھے بس یہ سیب چاہیے۔" اس نے آگے بڑھ کر ایک فریش سا سیب اٹھایا اور چھری پلیٹ لے کر کچن سے نکل گئی۔ تیز تیز قدم اٹھاتی وہ دوبارہ اپنے کمرے میں آئی اور اپنی چھوڑی جگہ دوبارہ سنبھالتی سیب کاٹ کر کھاتے ہوئے اس نے ایک بار پھر آنچل اٹھا لیا اس بار وہ پہلے سے کہیں زیادہ دلچسپی کے ساتھ اگلی کہانی پڑھنے کے لیے تیار تھی کہانی کے کرداروں کے ساتھ بھی اداس تو کبھی خوش ہوتے ہوئے اسے وقت گزرنے کا ذرا بھی احساس نہ ہوا اور وہ اب ایک کے بعد ایک کہانی پڑھتی چلی گئی۔ سیب کھانے کی وجہ سے مزید کچھ کھانے کا اس کا موڈ نہیں تھا اس لیے جب نمیہ اسے لنچ کے لیے بلانے آئی تو اس نے سہولت سے انکار کردیا۔ نمیہ واپس پلٹ گئی تو وہ دوبارہ سے اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

❁......❁......❁

اگلے دن ناشتے کے فوراً بعد وہ ایک بار پھر سے دوسرا آنچل پڑھنے بیٹھ گئی تھی۔ بہت مگن سے انداز میں اس کی نظریں لفظوں پر پھسلتی جارہی تھیں جب اچانک اس کی نظریں ایک جگہ تھم سی گئی۔

"ایک لڑکی کے لیے اس کا اصل گھر وہ ہوتا ہے جہاں وہ شادی کرکے جاتی ہے۔ کہنے کو تو وہ ایک گھر ہی ہوتا ہے مگر حقیقت میں وہ ایک ایسا جہاں ہوتا ہے جو کھلی مٹھی کی طرح اس کے سامنے ہوتا ہے۔ جسے اس نے سمیٹ کر ایک بند مٹھی کی شکل دینا ہوتی ہے۔ بیٹنے اور سمیٹنے کے اس مراحل میں اسے ایک بڑی آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کے بعد یا تو وہ اس جہاں کو سمیٹ کر اپنا گھر بنا لیتی ہے یا پھر خود بکھر کر مکان کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔" نظروں کے ساتھ اس کا ذہن بھی بری طرح ان لفظوں میں الجھا تھا۔ گھر اور مکان کے فرق کو کتنے خوب صورت طریقے سے واضح کیا گیا تھا وہ بے ساختہ سوچنے پر مجبور ہوگئی تھی۔

شادی کے بعد خدا نے اسے ایک ایسے گھر سے نوازا تھا جہاں کے لوگوں نے اسے سمیٹنے کی کوشش کی تھی اپنی بند مٹھی میں خود بخود ہی وہ اسے شامل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے مگر اسے کب عادت تھی کسی کے ساتھ ملنے کی شروع سے اکیلی ہی تو رہی تھی وہ پھر جب اتنے لوگوں کا ساتھ ملا تو وہ سمجھ ہی نہ پائی کہ وہ کیا ری ایکٹ کرے مگر سمجھنے سے کہیں زیادہ وہ موڈی ثابت ہوئی تھی اس لیے جب موڈ ہوتا تو ان سب کے پاس بیٹھتی ان کی باتوں میں ان کا ساتھ دینے کی کوشش کرتی اگر موڈ نہ ہوتا تو ان کے درمیان ہوکر بھی چپ چاپ بیٹھی رہتی۔ تو پھر کیا وہ اپنے موڈ کے تابع ہوکر انجانے میں اس گھر کو مکان کرنے کی کوشش کررہی ہے......اس کی سوچ ایک نقطے پر آکر تھمی تو وہ ایک دم سیدھی ہوئی......وہ لوگ بہت اچھے تھے وہ ان کو مایوس کرکے پھر سے کسی مکان کا حصہ بننا نہیں چاہتی تھی اس لیے کچھ سوچ کر رسالے کے اس صفحے کو وہیں سے فولڈ کرکے رسالہ ایک طرف رکھتی وہ اٹھی اور کچن میں چلی آئی جہاں معمول کے مطابق تانیہ چچی اکیلی لنچ کی تیاریوں میں جتی ہوئی تھیں۔ اسے دیکھ کر وہ ہمیشہ کی طرح مسکرا کر بولیں۔

"بھوک لگی ہے بیٹا؟"

اب سے پہلے تک اس کی آمد کچن میں اسی وقت ہوتی جب اسے بھوک کا احساس ستانے لگتا تھا۔ اس لیے اب اسے سامنے دیکھ کر تانیہ چچی نے اگر ایسا سوال کیا تھا تو بھی غلط نہیں تھا مگر وہ جی بھر کر شرمندہ ہوئی اور اپنی کوتاہیوں کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب ہم خود احساس کرنا چاہتے ہوں اس نے بھی اب محسوس کیا تو جانا کہ وہ ان لوگوں کے سامنے اس کا امیج کس قدر غلط بن گیا

تھا۔ افسوس میں گھری وہ بالکل چپ تھی۔ اس کی مسلسل خاموشی محسوس کر کے چچی نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا بیٹا آپ نے بتایا ہی نہیں کھانے میں کیا لوگی؟"

"مجھے بھوک نہیں لگی آنٹی۔" دو چار قدم اٹھا کر وہ ان کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"تو پھر؟" انہوں نے استفہامیہ نظروں سے اس کی سمت دیکھا۔

"میں آپ کی ہیلپ کے لیے آئی ہوں۔" انگلیاں مروڑتے ہوئے نظر جھکا کر اس نے اپنے آنے کی وجہ بیان کی تھی جسے سن کر پہلے تو وہ حیران سے دیکھنے لگی پھر ایک دم ہنس دی۔

"کیا ہیلپ کراؤ گی آپ میری؟" اپنی ہنسی کو دبائے انہوں نے کنفیوژ کھڑی شیریں سے سوال کیا۔

"کچھ بھی جو بھی کام آپ کہیں گی میں اسے کرنے کی کوشش کروں گی۔" اس نے تیزی سے جواب دیا پھر فوراً ہی دوبارہ سے بولی۔

"دراصل آنٹی! پہلے کبھی گھر کا کوئی کام نہیں کیا تو اس لیے مجھے کوئی آئیڈیا بھی نہیں ہے مگر میں کوشش کروں گی۔" وہ ان کو قائل کرنے کے جتن کر رہی تھی جبکہ چچی اب مسلسل ہنس رہی تھیں۔

"پہلے کبھی کام نہیں کیا تو اب اتنا اچانک کام کرنے کا شوق کیوں کر ہو گیا آپ کو؟" وہ اب اس سچویشن کو انجوائے کرنے لگی تھیں۔

"میں اب اس گھر کی بہو ہوں نا آنٹی تو مجھے اب اپنی ذمہ داری کو بھی تو سمجھنا ہوگا ویسے بھی آپ اکیلی کام میں لگی ہوتی ہیں میرا فرض ہے کہ میں آپ کی ہیلپ کیا کروں۔" شاید یہ کچھ دیر پہلے پڑھے لفظوں کا اثر تھا جو وہ ایک دم سے سمجھداری والی باتیں کرنے لگی تھی۔ تانیہ چچی کو اس وقت وہ بہت سادہ اور معصوم لگی اور ساتھ ہی تھوڑی الجھی اور پریشان بھی محسوس ہوئی تھی اس لیے آنچ کم کرتی وہ اس کی طرف بڑھی اور اسے ساتھ لگائے ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ پھر انہوں نے اسے اپنے برابر بیٹھا کر اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔

"بیٹا آپ سے کس نے کہا کہ آپ اب اس گھر کی بہو ہو تو آپ کو اب گھر کے کام کرنے ہیں۔"

"کہا تو کسی نے بھی نہیں۔" گود میں ہاتھ دھرے اس نے انکار میں سر ہلا دیا۔

"تو پھر؟" وہ کچھ نہیں بولی تو انہوں نے مزید کہا۔

"یہ لازمی تو نہیں ہے بیٹا کہ بہو بننے کے بعد آپ کام بھی کرو اور پھر ابھی آپ کی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں ابھی تو ساری عمر پڑی ہے کرتی رہنا کام وام ابھی تو انجوائے منٹ کے دن ہیں آپ میرڈ لائف کو انجوائے کرو۔" وہ بڑے پیار سے اسے سمجھا رہی تھیں۔ مگر اس کی سوئی ابھی تک کام ہی پر اٹکی ہوئی تھی۔

"مگر مجھے آپ کی ہیلپ بھی تو کرنی چاہیے نا۔"

"او کے.....!" لفظوں کو کھینچ کر ادا کرتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔ "آپ کو اس طرح فکر کرتے دیکھ کر مجھے اچھا لگا مگر میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ یہ خیال آپ کو کیسے آیا؟" وہ جاننے کو متجسس تھی کہ آخر جس لڑکی نے کبھی کسی کام میں دلچسپی نہ لی ہو وہ ایک دم سے اس قدر دلچسپی ظاہر کیسے تا دلی کیوں ہوئے جا رہی تھی۔

"میں نے ڈائجسٹ میں پڑھا۔" اس نے بڑی دھیمی آواز میں بتایا تھا مگر اس کے اس نامکمل جواب سے وہ کچھ سمجھی نہیں تھی۔

"کیا مطلب میں کچھ سمجھی نہیں۔" ان کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر اس نے نوشینہ سے ملاقات کے ساتھ ساتھ آنچل کے متعلق بھی انہیں بتایا ساتھ ہی اس نے آنچل میں پڑھی کہانیوں کی تھیم کو ہلکا سا اپنے لفظوں میں بیان کیا تو تانیہ چچی ایک بار پھر مسکرا دی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے بیٹا کہ آپ نے آنچل کی کہانیوں سے اتنا اچھا سبق لیا میں کل ہی ہاکر سے کہوں گی آپ کو ہر ماہ آنچل دے جایا کرے تا کہ آپ آنچل پڑھ کر مزید اچھی اچھی باتیں سیکھ سکو۔" انہوں نے

مسکراتے ہوئے اس کی سوچ کو سراہا تو وہ جو تھوڑی ڈری دبکی بیٹھی تھی خود بھی مسکرا کر رسید ہی ہوگئی۔

"آپ بہت اچھی ہیں چچی۔" اس نے بے ساختہ ان کی تعریف کی۔

"اور آپ مجھ سے کہیں زیادہ اچھی ہو بہو رانی۔" انہوں نے ماں کی سی ممتا کے جذبات سے مغلوب ہوکر اسے لپٹا کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

آنکھیں بند کیے اس نے چند پل ان کی شفقت بھرے جذبات کو محسوس کیا پھر آنکھیں کھولتی ان سے مخاطب ہوئی۔

"اب چلیں؟" اس کا اشارہ جس طرف تھا وہ فوراً سمجھی تھیں اس لیے انکار میں سر ہلاتی اٹھی اور بولی۔

"آج نہیں کل میٹھے کی کوئی ڈش بنا کر آپ اپنا شوق پورا کرنا آج تو ویسے بھی کھانا تقریباً پک چکا ہے۔" انہوں نے بہت سہولت سے اسے سمجھانا چاہا اور وہ فوراً سمجھ بھی گئی اس لیے ان سے ایگری کرتی دوبارہ اپنے کمرے میں چلی آئی اچھی بہو بننے کے لیے ابھی اسے اور بھی بہت کچھ سیکھنا تھا اس لیے دوبارہ سے اپنی نشست سنبھالے وہ آنچل ہاتھ میں پکڑ چکی تھی۔ دوپہر کا کھانا گول کرنے کی وجہ سے ڈنر تک بھوک اپنے عروج پر تھی اس لیے مجبوراً وہ کہانی ادھوری چھوڑ نیچے سب کے درمیان ڈنر کے لیے موجود تھی۔ ڈنر کے بعد اس نے انوشے کے ساتھ مل کر ٹیبل سے سارے برتن اٹھا کر کچن تک پہنچائے جہاں نبیہ پہلے سے برتنوں سے نبرد آزما ہونے میں مگن تھی۔ ایک اچھی بھابی کی طرح اس نے اسے ہیلپ کی آفر کی تھی۔ جس کو نبیہ نے بڑے پیار سے ٹال دیا تو وہ ذرا دیر اسماعیل چچا کے پاس بیٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی اطہر کی واپسی آج بھی ممکن نہیں تھی اس لیے کیسی ہی خوشی محسوس کرتے ہوئے اس نے بیڈ پر قبضہ کیا اور سکون کے ساتھ نیم دراز ہو کر آنچل پڑھنے لگی۔ دس بجے تک وہ تمام کہانیاں پڑھ چکی تھی اب پڑھنے کو مزید کوئی آنچل اس کے پاس بچا نہیں تھا۔ نہ تو سونے کا موڈ تھا اور نہ ہی ٹی وی دیکھنے کا اس لیے وقت گزاری کے لیے آنچل کے باقی سلسلے پڑھنے لگی روحانی مسائل کا حل، بیاض دل، بیوٹی گائیڈ، غزلیں نظمیں، یادگار لمحے، آئینہ، ہم سے پوچھیے اور آپ کی صحت زبردست سلسلے پڑھ کر اس کی معلومات میں بہت زیادہ اضافہ ہوا تھا مگر "دوست کا پیغام آئے" والا سلسلہ اس کو سب سے زیادہ پسند آیا آنچل واقعی اچھا رسالہ تھا جو اپنے پڑھنے والوں کو ہر طرح سے انٹرٹین کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو اچھائی برائی میں فرق کے ساتھ ان کی معلومات میں اضافہ تو کرتا ہی تھا مگر دوست کا پیغام جیسے سلسلے کو پڑھ کر اسے بہت اچھا لگا تھا اس سلسلے کی بدولت ریڈرز کتنی آسانی کے ساتھ ایک دوسرے سے دوستی کا رشتہ جوڑ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اس کے دل نے اس وقت بہت چپکے سے انہونی سی خواہش کی جسے اس نے بڑی بے نیازی کے ساتھ جھٹک کر اگلا صفحہ پلٹ دیا۔ ڈش مقابلے میں چاکلیٹ کیک کی ریسپی دیکھ کر اسے ایک دم تانیہ چچی کی بات یاد آئی جنہوں نے اسے صبح میٹھے میں کچھ بنانے کو کہا تھا اس لیے اس نے صبح چاکلیٹ کیک بنانے کا تہیہ کیا اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔

اطہر کو ویسے تو کل ہی آنا تھا مگر ایک دن پہلے کام ختم ہوجانے کی وجہ سے سرپرائز کے چکر میں وہ ایک دن پہلے ہی گھر کے لیے روانہ ہوگیا مگر راستے میں گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے وہ لیٹ ہوگیا پھر جس وقت وہ گھر میں داخل ہوا رات کے دو بج رہے تھے گھر کے سب ہی افراد سو رہے تھے کسی کو بھی ڈسٹرب کیے بنا کوٹ بازو پر لٹکائے کمرے میں داخل ہوا تھا کمرا پوری طرح تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا روشنی کی نیت سے ایک طرف کو بڑھ کر اس نے سوئچ بورڈ سے لائٹ آن کی کمرہ روشنی سے جگمگایا تو وہ بیڈ کی طرف بڑھا مگر دوسرے ہی پل وہ ساکت رہ گیا۔

شیریں بہت سکون کے ساتھ بیڈ پر محو استراحت تھی۔ چند قدم مزید چل کر وہ قریب آیا اور گہری نیند کے باعث اس کا دوپٹہ سرک کر نیچے دب گیا تھا۔ وہ بے خود سا آگے

بڑھا اور اس کے قریب آ گیا۔ سوئی ہوئی شیریں نے اس وقت اس کے دل کے تاروں کو بری طرح چھیڑا تھا۔ پہلے وہ تڑپا اور پھر بری طرح مچلا۔ اس کے دل نے اس کے چہرے پر بکھری آوارہ لٹوں کو سنوارنے کی بڑی بے ساختہ ضد کی تھی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ جذبات کی رو میں بہک کر دل کی فرمائش کو پوری کرتا اپنے ضبط کو آزماتا ایک دم سیدھا ہوا اس کی طرف سے رخ موڑ کر پلٹ گیا۔

وہ اس کی بیوی تھی وہ چاہتا تو آگے بڑھ کر اپنی خواہش کو پورا کر سکتا تھا مگر اس کی فطرت اسے اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی وہ اس کی رضا سے اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ تو پہلے ہی بنا کچھ کہے سنے اس سے روٹھی ہوئی تھی ایسے میں زبردستی کر کے وہ اسے مزید خفا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے اپنے شوریدہ جذبات کو تھپکی دیتے ہوئے وہ چپ چاپ لیٹ گیا۔ بھرپور نیند لینے کے بعد اگلی صبح وہ معمول سے دو گھنٹے پہلے جاگنے کے بعد جب بیڈ سے نیچے اترنے لگی تو اس کی نظر صوفے پر سکڑے سمٹے سوتے اطہر پر پڑی اس نے ایک دم تیزی سے سرہانے پڑے دوپٹے کو اٹھا کر گلے میں ڈالا اور فوراً بیڈ سے اتر آئی۔ بیڈ پر سونے کی اپنی چوری پکڑے جانے پر وہ کچھ شرمندہ ہو کر آگے بڑھی مگر اس کچھ دیر کی شرمندگی کو اس نے زیادہ دیر خود پر حاوی ہونے نہیں دیا تھا۔ اس لیے شرمندگی کے احساس دلاتے جذبات کو جھٹک کر وہ بڑبڑائی تھی۔

جب اگلے دن آنے کا کہا تھا تو پھر کس نے کہا تھا ایک دن پہلے آ جاؤ وہ بھی بنا بتائے ویسے بھی بہت اچھی بات ہے جو موصوف کو بھی صوفے پر سونے کا موقع ملا انہیں بھی تو پتا چلے کہ میں کس قدر بے آرامی میں صوفے پر رات گزارتی ہوں۔ بڑی عجیب تھی وہ بھی اس کے تصور کو جتلا کر احساس دلانے کے چکر میں بڑبڑاتے ہوئے وہ یہ بات بھول گئی تھی کہ اطہر سے الگ ہوتی وہ صوفے پر سراسر اپنی مرضی سے جا کر سوتی تھی۔

سر جھٹک کر ناک چڑھاتی وہ فریش ہونے کی نیت سے واش روم میں گھس گئی فریش ہو کر وہ کمرے میں رکے بغیر فوراً نیچے چلی آئی۔

اتوار ہونے کی وجہ سے انوشے اور نمیہ کے ساتھ اسماعیل چچا بھی گھر پر موجود تھے۔ ان کو سلام کرتی اطہر کی واپسی کا بتائے بنا وہ کچن میں مصروف تانیہ چچی اور انوشے کے پاس چلی آئی انوشے ایک اچھی لڑکی تھی اسے جب بھی موقع ملتا وہ کام میں اپنی ماں کا ہاتھ ضرور بٹایا کرتی تھی نمیہ چھوٹی ہونے کی وجہ سے لاڈلی تو تھی مگر وہ بھی انوشے کی کاپی بننے کی کوشش کیا کرتی تھی مگر چھٹی ہونے کی وجہ سے وہ ابھی تک سو کر اپنی نیند پوری کر رہی تھی۔ اسماعیل چچا ناشتے کے بعد اخبار لیے سرمائی دھوپ کا مزا لینے کے لیے لان میں آ گئے تھے اب کچن میں وہ، انوشے اور تانیہ چچی تھیں۔ ناشتے کے فوراً بعد اس نے چچی سے کیک بنانے کی اجازت طلب کی تھی جس پر انہوں نے اسے اجازت دینے کے ساتھ مسکرا کر بیسٹ وشز بھی دی تھی چونکہ وہ کچن کے کسی بھی کام کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی اس لیے انوشے نے اس کو ہیلپ کی آفر کی مگر وہ اس قدر پرجوش تھی کہ فوراً اس کی آفر کو رد کر دیا۔

"میں خود سے کر کے دیکھنا چاہتی ہوں تاکہ مجھے پتا لگے میں کچھ کر سکتی ہوں کہ نہیں۔" اس کی بات میں وزن تھا۔ انوشے نے اتفاق کرتے ہوئے کیک کا سب سامان اس کے سامنے رکھا اور اسے بیسٹ آف لک بول کر کچن سے نکل آ گئی۔

اب کچن میں وہ اکیلی تھی آنچل کے سلسلے ڈش مقابلے میں سے کیک کی ریسپی کو سامنے رکھ کر اس نے اللہ کا نام لے کر کیک بنانے کا آغاز کر دیا۔ ریسپی کے مطابق سارے کام کرنے کے بعد اس باؤل میں تیار آمیزے کو ڈالا اور اوون میں باؤل رکھتے ہوئے ٹائمر لگا کر خود بھی باہر چلی آئی۔

تانیہ چچی تخت پر بیٹھی سبزی بنانے میں مصروف تھی جبکہ انوشے بڑی سی پرات میں چاولوں کا ڈھیر لیے اس میں سے کنکر چن رہی تھی وہ اس کے پاس آ بیٹھی۔

"سب ٹھیک ہے ہوا نا بیٹا کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟" چچی نے پوچھا۔

"نہیں چچی کوئی بھی مسئلہ نہیں ہوا ریسپی سامنے رکھ میں اسی ترکیب سے کرتی رہی۔ جو اس میں درج تھی۔" اس نے خوشی سے بھرے لہجے میں انہیں بتایا۔

"امی بھابی نے اتنے دل سے کیک بنایا ہے دیکھئے گا بہت اچھا بنے گا۔" انوشے نے بھی اس کا حوصلہ بڑھایا تو وہ مزید خوش ہوگئی مگر اس سے پہلے جواباً وہ کچھ کہتی با آواز بلند سلام کرتے اطہر نے ان کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ وہ دونوں اسے اس طرح اچانک سامنے دیکھ کر خوش گوار حیرت میں گھری بولی تھیں۔

"ارے اطہر بیٹا تم کب آئے؟"

"بھیا آپ نے تو کل آنا تھا نا؟" وہ ان کی حیرت و خوشی محسوس کرکے مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور پیار لینے ماں کے سامنے جھک گیا۔ انہوں نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو سیدھا ہوتا پلٹا اور اس کے سامنے پڑی چیئر پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"آنا تو مجھے کل ہی تھا مگر کام جلدی مکمل ہوگیا تو میں ایک دن پہلے چلا آیا۔" اس نے ایک ساتھ ان دونوں کے سوالوں کا جواب دیا جبکہ وہ پوری طرح سے نظر انداز کیے سر جھکائے انوشے کے ساتھ بیٹھی چاولوں پر فوکس کیے ہوئے تھی۔ اطہر نے اسے اس طرح مصروف دیکھا تو بہت خوش ہوا تھا۔ وہ اس کے گھر کو نظر انداز نہیں کررہی تھی۔

"بھیا آپ کے لیے ناشتہ لے آؤں؟" انوشے نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا کر اس کی سوچ کے طائرے کو مزید پرواز سے روکا تھا۔

"نہیں مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔" اس نے انکار کردیا۔

"اچھا، پھر جب بھوک ہو تو بتا دیجیے گا۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھی اسے اطلاع دیتی شیریں سے مخاطب ہوئی۔

"بھابی آپ یہ چاول صاف کرلیں گی نا؟"

"ہاں بالکل۔" اس نے سر جھکائے اسے جواب دیا تھا۔

"تھینک یو بھابی۔" تشکر بھرے جذبات کے ساتھ وہ آگے بڑھی مگر دو چار قدم چل کر رکتی وہ ذرا سا اس کی طرف پلٹی۔

"بھابی آپ کیک چیک کرلیں مجھے لگتا ہے ٹائم ہوگیا ہے۔" وہ تو بھول ہی گئی تھی اس کے یاد دلانے پر وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھتی کچن کی طرف بھاگی تھی۔ اطہر نے حیرت سے اس کو تیزی سے جاتے دیکھا تھا۔

"آج شیریں خود کیک بنا رہی ہے اطہر۔" چچی نے بتا کر اس کی حیرت دور کی تھی وہ مزید خوش ہوا خوشی کے ان پلوں میں اسے ایک دم شرارت سوجھی۔ ہاتھ بڑھا کر اس نے چاولوں سے الگ کرکے رکھے کنکر اٹھا کر دوبارہ چاولوں پر بکھیر دیے۔ شیریں جو پانچ منٹ ریمیننگ دیکھ کر پلٹ رہی تھی نے بہت واضح نظروں سے اطہر کی اس حرکت کو دیکھا تھا۔

"ممی آپ کی بہو بالکل بھی صحیح چاول صاف نہیں کررہی ہے اتنے کنکر تو ایسے ہی پڑے نظر آرہے ہیں یہ دیکھیں۔" اس نے اوپر پڑے دو، چار کنکر اٹھا کر ان کو دکھائے۔ شیریں جو ابھی تک حیرت میں گھری اس کی اس حرکت کو سمجھنے کی کوشش کررہی تھی اوپر سے اس کے الفاظ سن کر تو وہ بری طرح بھنا گئی۔ اس وقت اس پر اسٹار پلس کی چالباز ساس کا گمان ہوا تھا اس لیے تو اس نے منٹ میں اس کی محنت پر پانی پھیرا تھا اسے ایک دم ہی ڈھیر سارے غصے نے اپنی لپیٹ میں لیا تو وہ بل کھاتی تیزی سے اس کے قریب آئی تھی۔

"بہت اسمارٹ سمجھتے ہیں نا آپ خود کو مگر میں بتاؤں آپ ذرا سے بھی اسمارٹ نہیں ہیں اس لیے خوامخواہ کی اوور اسمارٹنس مت دکھایا کریں۔ سارے الگ کیے کنکر اٹھا کر آپ نے چاولوں میں ڈالے اور الزام مجھ پر لگا دیا کہ میں ٹھیک صاف نہیں کررہی۔" وہ اچھی خاصی تپی ہوئی تھی اس لیے چچی کا لحاظ کیے بنا اس سے الجھ پڑی۔

تانیہ خود بھی اطہر کی شرارت سے واقف تھی اس لیے

ان کے درمیان میں بولے بنا انہیں الجھتا چھوڑ کر وہ مسکراتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اطہر کے لیے اب میدان صاف تھا اس لیے شرارت بھری نظروں کے ساتھ وہ سیدھا ہوا۔

"شش...... آہستہ بولو بیگم اچھی بیویاں اپنے شوہروں سے ہمیشہ بیڈ روم میں جھگڑتی ہیں تاکہ شوہر بے چارے کا قصور ہو بھی تو شوہر بے چارے کو اکیلے میں پیار و محبت سے اپنی بیوی کو منانے کا موقع مل سکے۔" شرارتی مسکان لبوں پر سجائے اس نے بڑی ذو معنی بات کہی تھی۔ اس کا چہرہ پل میں سرخ ہوا تھا مگر وہ اچھی طرح جانتا تھا یہ سرخی شرم و حیا کی سرخی ہرگز نہیں تھی۔ سرخ و سپید چہرے پر پھیلی یہ لالی اس کے غصے کی انتہا کا واضح ثبوت تھا۔

"آپ......؟" انگلی اٹھائے وہ کوئی سخت بات کہنے کو تھی جب کچن سے چچی کی آواز بلند ہوئی تھی۔

"شیریں بیٹا یہ کیک تو جل گیا۔"

"اوہ......" اس جھڑپ میں وہ کیک کو تو بھول ہی گئی تھی مگر اب......

اس نے غصے کو ادھار کھاتے میں ڈال کر ایک گھورتی نگاہ اس کے حوالے کی اور تیزی سے کچن کی طرف بڑھی جہاں چچی کیک سامنے رکھے افسوس بھری نظروں سے اسے چیک کر رہی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر ان کے برابر آئی۔ اتنی محنت اور شوق سے بنایا کیک بالکل اس کے دل کی طرح طرح جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ ساری محنت ہی اکارت گئی۔ اس نے آنسو بھری نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا اور بنا کچھ بولے جس تیزی سے آئی تھی اسی تیزی کے ساتھ کچن سے نکل کر دوڑتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ اس کے آنسو دیکھ کر پریشان ہوتی چچی اس کے پیچھے اسے پکارتی باہر آئی تھیں مگر وہ بنا کچھ سنے جا چکی تھی۔ وہ اطہر کے قریب آئی اسے ڈپٹنے کے سے انداز میں بولی تھیں۔

"اتنے شوق سے کیک بنا رہی تھی وہ تمہاری وجہ سے سارا جل گیا اطہر کیوں خوامخواہ تنگ کرتے ہو بچی کو لے کر ناراض کر دیا اب جا کر مناؤ اسے۔" انہوں نے اس کے کان کھینچے۔

"مجھے کیا پتا تھا ممی وہ اس قدر سیریس ہو جائے گی۔" کانوں کو سہلاتا وہ اپنی صفائی پیش کی۔

"اب تو ہوگئی نا اب جاؤ اور فوراً اسے مناؤ۔"

"میں تو خود منانا چاہتا ہوں ممی مگر وہ مانتی کہاں ہے اور کمرے میں جا کر تو بہت ہی زیادہ کٹھور اور انجان بن جاتی ہے ظالم۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا تھا۔

"کچھ کہا تم نے؟"

"نہیں کچھ بھی تو نہیں کہا ممی۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

اطہر کمرے میں جانے کے بجائے چیئر کی بیک سے کمر ٹکائے مزید بڑبڑایا۔

"جتنا محترمہ کو حل کرنے کی کوشش کرتا ہوں اس قدر ہی کام بگڑ جاتا ہے۔ خدا جانے میری یہ نیا کب کہاں اور کیسے پار لگے گی؟"

❀......❀......❀
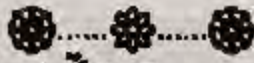
شیریں اس سے اس قدر خفا تھی کہ وہ کسی بھی طرح اسے خود سے بات کرنے کا موقع نہیں دے رہی تھی۔ صبح اس کے اٹھنے سے پہلے وہ کمرے سے نکل جاتی اور رات جس وقت وہ کمرے میں آتا وہ اسے سوتی ہوئی ملتی۔ روٹھی محبوبہ کو منانے کے موقع تلاشتے بہت سے بے کیف دن گزر گئے تھے ایک دن قدرت نے اسے ایک موقع فراہم کر ہی دیا۔ انوشے کی فرینڈ کی برتھ ڈے تھی اسے وش کرنے کے لیے اس کے گھر جانے کا پلان کرتی اس نے شیریں کو بھی اپنے ساتھ چلنے پر راضی کر لیا تھا یہی وجہ تھی کہ شیریں اس کے ساتھ جانے کے لیے تیاری میں مصروف تھی۔ جب شدید سردرد کی بدولت جلدی گھر آنے والا اطہر آرام کی نیت سے کمرے میں داخل ہوا تو شیریں کو ڈریسنگ کے سامنے بیٹھے پایا کچھ پل کے لیے وہ دروازے پر رکا مگر شیریں جو پوری طرح تیار ہوئے بہت توجہ کے ساتھ اپنے نیل کو پینٹ کر رہی تھی اس کی آمد کو

محسوس نہ کرسکی تھی۔ اطہر تھوڑا سا نوٹس ہوا بنا کھٹکا کیے دروازہ بند کرتا دبے پاؤں آگے بڑھا اور عین اس کے پیچھے آن کھڑا ہوا وہ بہت مگن سی اپنے کام میں مصروف تھی۔

اس نے نظر اٹھا کر ڈریسنگ مرر میں جھلملاتے اس کے عکس کو دیکھا تھا چار جٹ کے لائٹ پرپل ڈریس جس پر ملٹی شیڈ میں ریشم کا نفیس کام بہت خوب صورت لگ رہا تھا پہنے، ہلکا میک اپ کیے وہ بہت حسین دکھائی دے رہی تھی۔ بالوں کی آوارہ لٹیں بھی چہرے کا طواف کرتی اس کی خوب صورتی میں مزید اضافہ کررہی تھی۔ کچھ دیر پہلے والا سر درد تو جانے کہاں جا سویا تھا۔ اب تو بس اس کا دل ایک بار پھر بے ایمانی پر اترا ہوا تھا۔

جس قدر توجہ کے ساتھ وہ اپنے نیلوں کو سجا رہی تھی اسے ایک دم جیلسی فیل ہونے لگی اس نے ذرا سا جھک کر اس کی توجہ کا مرکز بنے ہاتھ کی طرف دیکھا تھا۔ اس نے نرم گرم جذبات سے مغلوب ہوکر اس کے سر پر ہلکے سے ہاتھ مارتے ہوئے بہت میٹھے انداز میں کہا تھا۔

"کاش میں تیرے خوب صورت نیلوں پر لگنے والی کوئی کیوٹکس ہوتا۔" وہ جو مگن سی بیٹھی تھی اس کے اس اچانک کرنے والے حملے پر چونک کر سیدھی ہوتی مڑی تو دوسرے ہاتھ میں پکڑے کیوٹس برش نے انگلی پر نقش و نگار بنا ڈالے جنہیں دیکھ کر وہ حسب معمول ناک چڑھاتی جھنجلائی تھی۔

"آپ انتہائی بدتمیز انسان ہیں۔" اس کے سامنے دراز ہوتے اس نے اطلاع بہم پہنچائی تھی۔

"اب تو آپ کا ہوں آپ تمیز سکھا دو ناں مجھے۔" پکے سڑک چھاپ عاشقوں کے سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے دیوار سے ٹیک لگائی تھی۔

"ہونہہ....." وہ ذرا بھی متاثر ہوئے بنا سر جھٹک کر نیل ریموور اٹھا کر انگلی پر بن جانے والے نقش کو صاف کرتی آگے بڑھی تب ہی اطہر تیزی سے اس کے سامنے آ گیا۔

"کیوں اس قدر خفا ہو مجھ سے حالانکہ باقی سب کے ساتھ آپ کے اچھے تعلقات ہیں پھر صرف مجھ سے اس قدر ناراضگی کیوں، گلاب جامن؟" بہت سنجیدگی سے استفسار کرتا وہ آخر میں پھر پٹری سے اترا۔

"ایکسکیوزمی میرا نام شیریں ہے گلاب جامن نہیں۔" برا سامنہ بنا کر پلٹتے ہوئے وہ جواب میں بولی۔ اطہر نے اپنی بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ کو لبوں میں دبا لیا تھا۔

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر چڑ جایا کرتی تھی اس لیے تو اسی اس کو چڑانے میں مزا آیا کرتا تھا مگر اس وقت وہ اسے چڑا کر مزید کام خراب کرنا نہیں چاہتا تھا اس لیے بڑے صلح جو انداز میں اس سے مخاطب ہوا۔

"مجھے معلوم ہے آپ کا نام شیریں ہے مگر کیا آپ کو معلوم ہے شیریں کسے کہتے ہیں؟" اس نے چند سیکنڈ رک کر اس کے جواب کا انتظار کیا مگر وہ اس کے سوال کا مقصد ہی نہیں سمجھی تھی اس لیے جواب میں بولتی بھی تو کیا۔ وہ خود ہی دوبارہ سے گویا ہوا۔

"شیریں میٹھے کو کہتے ہیں اور میٹھے میں مجھے گلاب جامن بہت پسند ہے۔" نظروں کو اس کی موہنی صورت پر فوکس کیے اس نے بہت معنی خیزی سے اپنی پسند اس کے گوش گزار کی تھی مگر وہ کب اس طرح کی ذومعنی باتوں کو سمجھتی تھی اس لیے چھوٹی سی ناک کو چڑھا کر مزید چھوٹا کرتی سر جھٹک کر واپسی کے لیے پلٹی۔

"میں اس وقت بہت اچھے موڈ میں ہوں، اس لیے آپ کے ساتھ بات کرکے میں ہرگز بھی اپنا موڈ خراب کرنا نہیں چاہتی۔" آج واقعی وہ اچھے موڈ میں تھی اس لیے تو ہمیشہ کی طرح اس سے الجھنے کے بعد وہ غصہ نہیں ہوئی تھی۔

"خدا کا شکر ہے جو آپ آج اتنے اچھے موڈ میں ہیں ورنہ نجانے اب بات کہاں تک پہنچتی۔" اس نے ڈرنے کی بڑی سی ایکٹنگ کی۔

وہ اس کی باتوں کو بالکل نظر انداز کیے شوز ریک میں رکھے سوٹ کے ساتھ میچنگ شوز نکال کر پہنتے ہوئے سیدھی ہوئی تھی جب اطہر بالکل اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔

"شیریں...... بہت اچھی لگ رہی ہو۔" اس بار اس کے دھیمے سے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا جسے محسوس کرتے ہوئے پہلی بار اس کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی گھبرا کر اس نے ایک دم نظر اٹھا کر اس کی نظروں میں دیکھا۔ جن میں اس بار شرارت کی بجائے اسے کچھ نیا محسوس ہوا تھا۔

"پلیز اب ناراضگی ختم کردو ناں یار۔" ایک طرف بے بسی سی بے بسی تھی جبکہ دوسری طرف حیرانگی پریشانی اور پتا نہیں کیا کچھ تھا۔ وہ کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔ اطہر واقعی اس کی ناراضگی ختم کرنے کے لیے اسے گھیرے کھڑا تھا۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتا تھا اسے سننا چاہتا تھا مگر انوشے کباب میں ہڈی بنی اسی پل دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئی تھی اپنی ہی جھونک میں آگے بڑھتے ہوئے وہ کچھ بھی محسوس کیے بنا ان کی طرف بڑھی تھی۔

"بھابی کیا آپ ریڈی ہیں؟"

"آں...... ہاں...... ہاں میں ریڈی ہوں۔" کچھ دیر پہلے والی کیفیت سے نکلتے ہوئے اس نے خود کو سنبھال کر جواب دیا۔

"اوکے۔" اس کی تیاری کو دیکھتے ہوئے وہ اب اطہر سے مخاطب ہوئی۔

"بھیا کیا آپ ہمیں فرینڈ کی طرف ڈراپ کرسکتے ہیں؟" اطہر کو بھلا کیا اعتراض ہوسکتا تھا اسی لیے اس نے فوراً اقرار میں سر ہلا دیا۔

"تو پھر چلیں۔" اس کی رضامندی پاکر وہ شیریں کو ساتھ لیے آگے بڑھی جبکہ اطہر کی چین اٹھائے ان کے پیچھے چل دیا۔ فرنٹ سیٹ کو نظر انداز کیے وہ جان بوجھ کر بیک سیٹ پر بیٹھی تھی مگر وہ ابھی پوری طرح اطہر کو جانتی نہیں تھی اس لیے اسے احساس نہیں تھا کہ اس کے مقابل کون ہے اطہر نے بڑے سکون کے ساتھ بیک مرر اس پر سیٹ کیا اور پھر پورا راستہ اس پر نظر جمائے اسے بے چین کرتا رہا۔

مگر اس وقت وہ مجبور تھی کچھ نہیں بول سکتی تھی۔ اس لیے نظر انداز کیے چپ بیٹھی رہی۔ انہیں ڈراپ کرکے

جب وہ گھر میں داخل ہوا تو ٹی وی لاؤنج میں چلا آیا۔ جہاں تانیہ چچی آنچل ہاتھ میں لیے مطالعے میں مصروف تھیں۔ وہ حیران سا ان کے سامنے آکر بولا۔

"ممی آپ کب سے یہ فارغ لوگوں والے کام کرنے لگیں؟"

"کیا مطلب؟" رسالے میں انگلی سے نشانی لگاتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"یہ موٹے موٹے فرضی کہانیوں سے بھرے رسالے پڑھنے والا فارغ کام۔" اس نے اپنے لفظوں کی وضاحت کی۔

"پہلے تم میرے ایک سوال کا جواب دو پھر میں تمہیں تمہارے سوال کا جواب دیتی ہوں۔" انہوں نے بہت سبھاؤ کے ساتھ سوال پر سوال کیا تھا۔

"جی پوچھیے۔" اس نے استفہامیہ نظروں سے ان کی سمت دیکھا۔

"فرضی کہانیوں پر بنی موویز کو لوگ کس طرح تین گھنٹے سر اٹھا کر دیکھ لیتے ہیں؟" ان کا سوال بڑا اکھڑا تھا اطہر کو جواب میں کچھ نہ سوجھا مگر اس نے پھر بھی کہا۔

"وہ موویز ہوتی ہیں ممی اور ویسے بھی مووی انجوائے منٹ اور فریش ہونے کے لیے دیکھ لی جاتی ہے اس کو سر پر سوار نہیں کیا جاتا۔ جبکہ ان ڈائجسٹوں میں تو انتہائی بے تکی کہانیاں لکھی ہوتی ہیں۔ حد درجہ رومینس، اخلاقیات کے دائرے سے نکلے ہوئے جملے اور بھی نجانے کیا کچھ......!" اس نے نجانے کب کہاں کون سا رسالہ پڑھ لیا تھا جو اس قدر مخالفت پر اترا ہوا تھا۔ تانیہ چچی نے سکون سے اس کی بات سنی جب وہ بول چکا تو انہوں نے کہا۔

"میں تمہاری اس بات سے اتفاق کرتی ہوں کہ مووی انجوائے منٹ کے لیے دیکھی جاتی ہے تو بیٹا انجوائے منٹ کی خاطر رسالہ پڑھ لینے میں کیا حرج ہے؟" انہوں نے سوالیہ نظروں سے کچھ پل اس کی طرف دیکھا۔

"رومینس اور اخلاقیات سے گرے جملے تو موویز میں بھی دکھائی اور سنائی دیتے ہیں بلکہ میرا خیال ہے موویز

میں کہانیوں کی نسبت زیادہ کھل کر ہر چیز کو نمایاں کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی ہر چیز کے ساتھ اس کا نقصان اور فائدہ جڑا ہوتا ہے یہ تو ہم انسانوں پر ہے کہ ہم کس طرح کا اثر قبول کرتے ہیں رسالوں کی کہانیوں میں بھی اگر کچھ ہوتا ہے تو یہ ریڈرز کے ذہن پر ہے وہ کس طرح کہانی کو خود پر طاری کرتا ہے اور میرے خیال میں اگر ریڈر اس قابل ہوگیا ہے کہ وہ رسالہ پڑھ رہا ہے تو پھر اس کو اچھائی اور برائی میں فرق کا بھی علم ہوگا اس کے باوجود ہم فٹ سے رسالے پر انگلی اٹھا کر خود بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔“ انہوں نے بہت تفصیل کے ساتھ مسلسل بولتے ہوئے اس کی سوچ کو درست کرنے کی کوشش کی تھی۔

”تم نے دیکھا ہوگا آج سے پہلے میں نے کبھی رسالہ نہیں پڑھا مگر شیریں کو دیکھ کر میں خود آج رسالہ پڑھنے پر مجبور ہوگئی ہوں۔“ بات کو ادھورا چھوڑتے انہوں نے بالکل چپ بیٹھے اطہر کی طرف دیکھا۔

”جانتے ہو ناں شیریں پہلے نہ تو ہم میں گھلتی ملتی تھی نہ گھر میں کوئی دلچسپی لیتی تھی مگر جب سے اس نے آنچل پڑھنا شروع کیا ہے وہ بہت بدل گئی ہے۔ فرق خود تم نے بھی محسوس کیا ہوگا اب وہ ہم سے بولتی ہے ہمارے پاس بیٹھتی ہے اور گھر کے کاموں میں بھی دلچسپی لیتی ہے...... یہ سب آنچل کی بدولت ہوا ہے کہ وہ اس قدر مثبت انداز میں ہر اسٹوری سے کچھ نہ کچھ سیکھ رہی ہے۔“

یہ بات تو ممی ٹھیک کہہ رہی تھیں اس نے خود بھی شیریں کے مزاج اور رویے میں بہت فرق محسوس کیا تھا اور اب فرق آنے کی وجہ جانی تو خود اسے رسالوں کے متعلق اپنی سوچ کو بدلنا پڑا تھا۔ اس کے چہرے پر بنے تاثرات کو دیکھ کر ماما بیچی مسکرادی تھیں۔ انہیں اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ رسالوں کے متعلق اس کی رائے کو تبدیل کرنے میں کامیاب ہوگئی ہیں۔ وہ مزید کچھ دیر ممی کے ساتھ بیٹھا رہا پھر آرام کرنے کا کہہ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔

”شیریں کے بغیر اسے کمرہ اداسی کی لپیٹ میں محسوس ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ آگے بڑھ کر اسی صوفے پر بیٹھ گیا جس پر شیریں رات گزارا کرتی تھی۔ صوفے کے برابر رکھی سائیڈ ٹیبل پر کچھ بکس اور رسالے رکھے تھے۔ اس نے اوپر پڑا ایک رسالہ اٹھایا اور مطالعے کی نیت سے کھولنے لگا جب ایک سفید تہہ کیا ہوا صفحہ پھسل کر اس کی گود میں آن گرا۔

نجانے اس میں کیا درج تھا۔ کچھ سوچ کر اس نے رسالہ واپس اس کی جگہ پر رکھا اور گود میں پڑے صفحے کو اٹھا کر الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے اسے کھول کر اپنی نظروں کے سامنے کیا۔ اس کی نظریں صفحے کی سطروں پر لکھے لفظوں پر تیزی سے دوڑنے لگی تھی۔

”مجھے ”دوست کا پیغام آئے“ یہ سلسلہ اس قدر پسند آیا کہ میں خود اس میں شامل ہونے کے لیے مجبور ہوگئی یہ جاننے کے باوجود بھی کہ جس کے لیے میں لکھ رہی ہوں وہ بھی یہ بات نہ تو جان سکے گا نہ میرے پیغام کو پڑھ سکے گا مگر میں پھر بھی اس کے لیے لکھنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ وہ مجھے اچھا لگتا ہے اطہر میرا شوہر جس کے لیے میں نے جو کچھ سوچا وہ اس کے بالکل برعکس ثابت ہوا اسے کبھی بھی میری پروا نہیں رہی مگر میں چاہتی ہوں وہ میری پروا کرے چونکہ آنچل کی اور میری سالگرہ ایک ہی ماہ میں آتی ہے تو میرا دل کرتا ہے اس بار ہم دونوں کی سالگرہ اطہر کے ساتھ سیلیبریٹ کروں مگر ہر خواہش پوری ہونے کے لیے تو نہیں ہوتی نا۔

کاش کہ وہ کبھی جان سکے میرے پیغام کو پڑھ سکے۔“

کچھ لفظ اپنی ادائیگی کے ساتھ ہی قبولیت کی سرحد پار کر جاتے ہیں۔ وہ اس کے کاش کو یقین میں بدلے اس کے پیغام کو پڑھ رہا تھا۔ پیغام میں بہت سی جگہوں پر اسے بے ربطگی محسوس ہوئی یوں جیسے وہ لکھنا کچھ اور چاہ رہی ہو مگر لکھ نہ پا رہی ہو۔ اطہر بہت دیر تک اس صفحے کو ہاتھ میں لیے بیٹھا بہت کچھ سوچ رہا تھا۔

یہ تو وہ جان چکا تھا کہ وہ اس کو ناپسند نہیں کرتی ہے مگر وہ یہ بالکل سمجھ نہیں پارہا تھا کہ پسندیدگی کے باوجود وہ اس سے خفا کیوں ہے؟ بہت دیر سوچنے کے بعد جب اسے

جواب نہ سوجھا تو گہری سانس لیتے ہوئے اس نے احتیاط کے ساتھ اس صفحے کو ویسے ہی تہہ کر کے دوبارہ اسی کی جگہ پر رکھا اور کچھ سوچتا اٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔

انوشے اور شیریں کی واپسی اسماعیل چچا کے ہمراہ مغرب کے بعد ہوئی تھی اطہر ضروری کام کا کہہ کر گیا تو ابھی تک واپس نہیں آیا تھا وہ سب ڈرائنگ روم میں جمع تھے انوشے اور شیریں بھی ان کے درمیان بیٹھی دن بھر کی روداد ان کے گوش گزار کر رہی تھی۔

اتنے دنوں بعد کچھ ٹائم اس طرح کسی پارٹی میں گزار کر شیریں بہت خوش دکھائی دے رہی تھی۔ اس لیے مسکراتی ہوئی وہ انوشے کو بولتے سن رہی تھی کچھ وقت مزید انہوں نے اسی طرح خوش گپیوں میں گزارا پھر جب ڈنر کا وقت ہونے لگا تو وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے کھانے کے ٹائم تک اطہر بھی واپس آچکا تھا پھر جب کھانا شروع ہوا تو دو چار لقمے لے کر سب سے پہلے اطہر اٹھا تھا اسے اتنا کم کھاتا دیکھ کر سب سے پہلے تانیہ چچی نے ٹوکا تھا۔

"اطہر بیٹا اٹھ کیوں گئے ہو، تمہاری پسند کا کھانا پکایا ہے سکون سے بیٹھ کر ٹھیک سے کھاؤ۔"

"کھانا بہت اچھا پکا ہے چچی، مگر دوپہر میں ہیوی لنچ لینے کی وجہ سے اس وقت بالکل بھی بھوک نہیں، جب بھوک محسوس ہوگی تو ضرور کھاؤں گا۔" ان سب سے ایکسکیوز کرتا چیئر کھسکا کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ آج وہ بازی مار کر شیریں سے پہلے کمرے میں موجود تھا اس لیے شیریں نے اس کے سونے کے بعد کمرے میں جانے کا ارادہ کر کے انوشے اور نمیہ کے ساتھ وقت گزارنے کا فیصلہ کیا اور فراغت کے بعد ان کے ساتھ ان کے کمرے میں چلی آئی تب نمیہ نے حیرت سے اس سے پوچھا۔

"بھابی آپ اس وقت یہاں ہمارے ساتھ؟"

"ہاں مجھے نیند نہیں آ رہی تو سوچا مزید کچھ وقت تم لوگوں کے ساتھ گزار لوں۔" اس نے مسکرا کر کہا تو نمیہ خوش ہوگئی۔

پھر کافی دیر تک ایک بستر میں گھسے وہ ادھر ادھر کی بے

دعا

ہر موڑ پر خوشیاں تیری جھولی میں آ گریں
اتنی ہوں خوشیاں کہ تم سے سمیٹیں نہ جائیں

دعا ہے میری خدا سے
غم تیری مقدر پر کیا
تیرے تصور میں بھی نہ آئیں

نوشین عرفان..... شمالی محلہ، جہلم

معنی گفتگو کرتے رہے تھے مزید وقت گزرا انوشے اور نمیہ جمائیاں لینے لگیں خود اسے بھی اب نیند آنے لگی تھی۔

"رات کافی ہوگئی ہے اب ہمیں سونا چاہیے تم دونوں کو تو ویسے بھی صبح کالج کی وجہ سے جلدی اٹھنا ہوگا اس لیے فوراً سو جاؤ۔" مسکرا کر انہیں سونے کی تلقین کرتی انہیں شب خیر کہہ کر وہ ان کے کمرے سے نکل آئی پھر دبے پاؤں آہستہ آہستہ چلتی وہ اوپر اپنے کمرے تک آئی اور بنا آواز کیے آہستگی سے دروازہ کھولتی وہ اندر داخل ہوئی تھی۔ کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی کی بدولت پوری طرح اندھیرا نہیں تھا وہ آگے بڑھی۔ صوفے تک جاتے ہوئے اس کی نظر رائٹنگ ٹیبل پر پڑی تو وہ حیران ہوتی اپنی جگہ رک گئی۔ وہاں ٹیبل پر بہت سی کینڈلز روشن تھیں۔ وہ اسی حیرانی کی کیفیت میں اس طرف آگے بڑھی تھی جب ٹیبل کے قریب آئی تو اس نے جانا کینڈلز کا وہ روشن ہنڈل کیک پر سجا ہوا تھا۔ کیک کے گرد گلاب کی ڈھیروں پتیاں بکھری دیکھ کر اس نے بہت شدت سے اس کی خوشبو کو محسوس کیا تھا حیران و ناسمجھی کی کیفیت لیے وہ ٹیبل پر جھکی اسی پل کمرہ پوری طرح روشنیوں سے بھر گیا۔ اس کی نظر سوئچ بورڈ کے قریب کھڑے اطہر پر پڑی اگلے ہی پل وہ ساکت رہ گئی تھی۔

وہ سویا نہیں تھا اور یہ سب..... ؟ اس کی حیرت نے کس حد تک پہنچی تھی۔ اس لیے تو وہ بالکل ساکت کھڑی ٹکر ٹکر اسے دیکھے جا رہی تھی۔

اس کے چہرے پر سجے تاثرات سے محظوظ ہوتا اطہر اپنی جگہ چھوڑ کر بہت نپے تلے قدم اٹھا کر اس کے قریب آ کر گویا ہوا۔

"ایسی نظروں سے مت دیکھو گلاب جان، ورنہ ابھی کہ ابھی آپ بیوہ ہو جاؤ گی۔" اس ایک پل میں وہ شرارتی ہوا تو دوسرے ہی پل ایک بہت لوونگ ہسبینڈ کی طرح اس کے قریب آ کر اس کی آوارہ لٹوں کو اپنی انگلیوں میں دبا کر اس کے کانوں کے پیچھے اڑسا جن کو بکھرا دیکھ کر وہ ہر بار انہیں سنوارنے کو بے چین ہو جایا کرتا تھا اب بنا کسی ڈر کے جب اس نے انہیں سنوارا تو سکون کا سانس اپنے اندر اتارا اور پھر بنی شیریں کو بھنویں اچکا کر ہوش میں آنے کا اشارہ کیا اس کے لمس کو محسوس کر کے وہ ایک دم ہوش میں آتی کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔"

"اسے بدتمیزی نہیں پیار کہتے ہیں پاگل۔" وہ ایک بار پھر اس کے قریب ہونے لگا تو وہ چند قدم مزید پیچھے ہٹی مگر وہ رکا نہیں اسی طرح آگے بڑھتا رہا اور وہ پیچھے ہٹتی ہٹتی دیوار سے جا لگی تھی اس کے اطراف میں دیوار کے ساتھ بازو لگائے جیسے اس نے اس کے لیے فرار کا راستہ بند کر دیا تھا۔

"کیوں کر رہے ہیں آپ یہ سب۔" وہ روہانسی ہوئی جبکہ دل اس کی ان مسلسل جسارتوں پر اس قدر زور سے دھڑک رہا تھا کہ وہ اس کی آواز اپنے کانوں میں محسوس کر رہی تھی۔

"کیونکہ میں آپ کا شوہر ہوں اور آپ میری بیوی۔" اس کے لفظوں میں کچھ تو تھا جسے محسوس کر کے اس نے ایک دم نظر اٹھا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔

"میں تو بس آپ کی رضا چاہتا ہوں شیریں۔" کس قدر پیار نمایاں تھا اس کے انداز سے اس کے لفظوں سے، ضبط کے باوجود بھی اس کی آنکھیں چھلک پڑی تھی۔ اس کے بہتے آنسو دیکھ کر اطہر ایک دم ہی بوکھلا گیا۔

"ارے...... شش...... روؤ مت۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بہتے موتیوں کو چنا تو اس بار اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔

"مجھے بس اتنا بتا دو مجھ سے خفا کیوں ہو؟" بہت نرمی کے ساتھ اس نے سوال کیا۔ وہ جواب دینے کے بجائے مزید شدت سے رونے لگی تو وہ ایک دم سیدھا ہوا نظر اسی پر جمی ہوئی تھی۔ آنسوؤں کے موتی مسلسل اس کے رخساروں سے پھسل رہے تھے۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے حصار میں لیا اور ساتھ لیے آگے بڑھ کر اسے صوفے پر بٹھائے اس کے برابر بیٹھ گیا۔

"شیریں......" اس نے پیار سے پکارا۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔" خود کو سنبھالتے ہاتھوں کی پشت سے رخسار رگڑتے اس نے اٹک اٹک کر بول کر اپنی بات مکمل کی۔

"مگر مجھے تو آپ سے بات کرنی ہے نا۔" اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔ اس نے آنسو بھری نگاہیں اٹھا کر بس ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور دوبارہ سے نظر جھکا لی۔

"ہاں آپ کی مرضی ہوگی تو آپ بات کریں گے اور جب مرضی نہیں ہوگی تو آپ ایک نظر تک نہیں ڈالیں گے۔" اس کی توجہ پا کر دل میں دبے شکوے کو وہ زبان پر لے آئی جسے سن کر اطہر جی بھر کر حیران ہوا۔

"یہ آپ سے کس نے کہا؟" حیرت سے پوچھا۔

"کسی نے کیا کہنا، جب سے میں اس گھر میں آئی ہوں سب دیکھ اور سن رہی ہوں۔ آپ نے کبھی مجھ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی اور پھر جب بھی بات کی بس میرا دل ہی جلایا مجھے ہر بار اتنا ستایا اور اس روز میرے بالکل اچانک ٹکرا جانے پر آپ نے کس قدر میری بے عزتی کی تھی......" سارے شکوے شکایتیں اس کے گوش گزار کرتی وہ ذرا دیر کو رکی پھر اس کے برابر سے اٹھتی ذرا فاصلے پر ہوتی دوبارہ بولی۔

"اگر میں آپ کو پسند نہیں تھی تو آپ پہلے بتا دیتے۔ زبردستی کی یہ شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اف......" وہ کس قدر غلط فہمیوں کا شکار تھی اطہر تو ایک دم ہی چکرا کر رہ گیا تھا۔ مگر اب اسے اس کی ساری غلط فہمیوں کو دور کرنا تھا اس لیے وہ فوراً اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"آپ شدید غلط فہمی کا شکار ہو شیریں ایسا کچھ بھی

نہیں ہے۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو اونچا کیا مگر اس نے فوراً اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"مجھے آپ کی کسی بھی بات کا یقین نہیں ہے۔"

"یقین کرو گی تو یقین ہوگا نا۔" وہ فوراً بولا۔

"مجھے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ میری ذرا سی شرارت آپ کو اس حد تک غلط فہمیوں کا شکار اور بدگمان کردے گا۔" اس نے بنا کوئی رسپانس دیے ذرا سا رخ موڑا تو وہ ایک بار پھر اس کے سامنے ہوا۔

"میں آپ سے اس وقت سے محبت کرتا ہوں جب سے پاپا نے آپ کا اور میرا رشتہ طے ہونے کا بتایا تھا۔" اس بار اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ہاں سچ کہہ رہا ہوں آپ سے میری محبت ہو جانے میں پاپا کا بہت ہاتھ ہے وہ آپ کا ذکر ہی اتنا زیادہ کرتے تھے اسپیشلی تب جب وہ آپ کی طرف سے ہو کر آتے تھے تب آپ کی چھوٹی چھوٹی باتیں آپ کی شرارتیں سب تفصیلاً بتایا کرتے تھے۔ ان سے آپ کے متعلق سن کر مجھے آپ سے محبت محسوس ہوتی تھی۔" وہ اسے اپنی محبت کا یقین دلانے کی کوشش کرتا مزید بولا۔

"مجاہد انکل سے بات ہوتی تو بھی موضوع گفتگو زیادہ تر آپ کی ذات ہوتی۔ مجاہد انکل کی بدولت میں نے جانا کہ میری ہونے والی وائف کس قدر نک چڑھی اور ضدی ہے تب میرا بہت دل چاہا کہ میں آپ سے جا کر ملوں مگر میں آپ کو ڈسٹرب کرنا نہیں چاہتا تھا اور ویسے بھی اپنی محبت سے میں شادی کے بعد ایک بار ہی ملنا چاہتا تھا تا کہ میں عملی ثبوت دے کر آپ کو اپنی محبت کا بتا سکوں۔" آخر میں وہ کچھ شوخ ہوا تو وہ بس اسے گھور کر رہ گئی۔ اس کی اس ادا پر مسکراتا وہ مزید بولا۔

"پھر جب آپ سے سامنا ہوا تو مجاہد انکل کے بتانے کے مطابق آپ کو ضدی اور نک چڑھی حسینہ کی صورت میں پایا یقین مانیں اپنی نک چڑھی صورت کے ساتھ آپ مجھے اتنی پیاری لگتی تھیں کہ میں نا چاہتے ہوئے بھی آپ کو تنگ کرنے پر مجبور ہو جایا کرتا تھا اور پھر غصے

آنچل کے نام

میری تنہائیوں کے ایک ایک پل کا شمار تیرے سنگ ہے
میرا پیار تیرے سنگ ہے میرے یار تیرے سنگ ہے
دھنک رنگوں کے جیسا آسمان پر بکھرا
میرا خود پر کیا ہر سنگھار تیرا ہے
میرے ہونٹوں میں چھپی مسکراہٹ کا صنم
ہر راز تیرے سنگ ہے دلدار تیرے سنگ ہے
تمہیں کیسے بتاؤں میں اے میرے دلبر آنچل
میری بہار تیرے سنگ ہے میرا اقرار تیرے سنگ ہے
مونا شاہ قریشی... کبیر والا

سے پاؤں پٹختی آپ میرے دل پر جس قدر قیامت ڈھاتی اس کے متعلق تو میں آپ کو بتا ہی نہیں سکتا۔" گزرے پلوں کو سوچ کر ایک بار پھر شرارت کے بہت سے جگنو اس کی آنکھوں میں جھلملائے تھے پھر کچھ یاد آنے پر وہ ایک دم دوبارہ اس سے مخاطب ہوا۔

"اور ابھی آپ کیا کہہ رہی تھیں میں آپ کی طرف دیکھتا نہیں تھا تو پھر آپ ہر بار میرے دیکھنے پر ناک چڑھا کر میرے سامنے سے کیوں ہٹ جایا کرتی تھیں۔" اس بار اس نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"وہ آپ دیکھتے تھے...... نہیں نہیں بلکہ وہ تو آپ کرائے کے غنڈے کی طرح مجھے تاڑتے تھے۔" تمام شکوے شکایتیں دور ہوئیں تو اس کا دل تھا ہنستا اس کی محبت پر یقین کرنے لگا۔ اسی لیے تو اس بار اس نے ہلکا سا مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"ارے...... ہاہاہا۔" اطہر کا بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا۔

"بڑی ہی نالائق ہیں آپ اگر اس وقت میرے تاڑنے کا مقصد سمجھ جاتی تو آج مجھے کرائے کا غنڈہ نہ کہہ رہی ہوتی۔" اس نے ایک آنکھ دبا کر اسے چھیڑا وہ پل میں سرخ ہوئی تھی۔ اسے شرماتے دیکھ کر وہ آگے بڑھا اور بہت نرمی سے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

"آئندہ کبھی بھی اتنا خفا مت ہونا۔" اس نے کہا تو وہ

سر ہلاتی اس کے کندھے سے سر ٹکا گئی۔

سارے شکوے، شکایتیں دور ہو چکی تھیں۔ زندگی مسکرا کر آگے قدم بڑھانے کو تھی۔ جب کچھ یاد آنے پر اطہر ایک دم اسے خود سے الگ کرتا ذرا دور ہوا۔

"مجھے ابھی یاد آیا میں بھی تو آپ سے خفا ہوں۔" اس بار نیم ہی نظروں سے دیکھا تو شیریں پریشان ہوگئی۔

"مگر میں نے کیا کیا؟"

"ہاں اتنی ہی معصوم ہیں نا آپ۔" ذرا سا طنز کیا۔

"شادی کی رات میرے آنے سے پہلے ہی چینج کیے کیسے مجھ سے لڑنے کو تیار کھڑی تھیں آپ، کتنے چاؤ کے ساتھ میں وہ ڈریس پسند کرکے لایا تھا۔" شکوہ دیر سے سہی مگر بہت تگڑا کیا تھا وہ مسکرا دی۔

"ہاں تو جب میں آپ سے خفا تھی تو پھر آپ کا لایا ڈریس پہن کر کیوں آپ کے سامنے آتی۔" محبت کے غرور نے اس کے چتونوں کو تیکھا کر دیا تھا۔

"پاگل خوامخواہ میں اتنا وقت ناراضگی میں گنوا دیا۔" اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے اس نے کھینچ کر اسے اپنے حصار میں لیا۔

"اب سے بس یہ یاد رکھنا کہ اطہر اپنی شیریں سے بے پناہ محبت کرتا ہے۔" محبت کے نشے میں ڈوبا وہ اس کے کانوں میں رس گھولنے لگا۔

"تم زندگی ہو میری۔" اس کی جسارتیں بڑھنے لگیں تو شیریں نے گھبرا کر کہا۔

"میرا دل بہت زور سے دھڑک رہا ہے۔" حد درجہ معصومیت سے اس نے اپنی حالت کو بیان کیا۔

"ہاں تو دل دھڑکنے کے لیے تو ہوتا ہے، دھڑکنے دو...." پیار بھری مسکراہٹ کے ساتھ اسے تسلی دیتے اسی طرح ساتھ لگائے وہ ٹیبل تک آیا جہاں کیک پر بجی کینڈلز جل جل کر آدھی ہو چکی تھیں۔ بنا کچھ بولے شیریں نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ .. اس کی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے اس نے کہا۔

"آج پچیس اپریل ہے نا، آپ کی سال گرہ کا دن، اس لیے یہ کیک بے چارہ کب سے اپنے کٹنے کے انتظار میں باسی ہوا جا رہا ہے۔" اس کے ہاتھ میں ربن بندھی چھری تھماتے ہوئے اس نے مزید کہا۔

"یہ مہینہ آپ کے آنچل ڈائجسٹ کی سال گرہ کا مہینہ بھی تو ہے اس لیے میں نے پوری ۳۸ کینڈلز اس پر روشن کی ہیں آپ کے برتھ ایئر کی بھی شامل کرتا تو پھر یہ کیک ہی چھوٹا پڑ جاتا تھا۔" اس نے مسکرا کر کہا تو شیریں نے بہت چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"اس قدر حیران مت ہو۔"

"آپ کو یہ سب کیسے پتا؟" حیرت بھرے لہجے میں اس نے اٹک اٹک کر پوچھا۔

"میرے لیے آپ کا لکھا وہ پیغام پڑھا اور پھر آنچل کو پوسٹ بھی کر دیا۔" اس نے مزے سے اپنی کارستانی بیان کی۔

"اوہ...... یو چیٹر۔" ساری حقیقت جان کر اس نے ہاتھ میں پکڑی نائف کو اس کی طرف کیا تھا وہ پیچھے ہوتا جلدی سے بولا۔

"ڈونٹ سے چیٹر۔"

"یہ سب تو ابھی نے میں میرے سامنے آ گیا۔"

"ویسے بھی اچھا ہوا ناں اسی وجہ سے ہمارے درمیان موجود غلط فہمی بھی دور ہوگئی۔" اپنی طرف بڑھے اس کے ہاتھ کو تھام کر اس نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھ میں پکڑی نائف کو کیک پر چلاتے ہوئے گنگنا کر اسے وش کیا۔

"ہیپی برتھ ڈے مائی پریٹی وائف۔" اس کی گنگناہٹ پر مسکراتے ہوئے اس نے کیک کا پیس کاٹ کر اطہر کے منہ میں رکھا اور دل سے خدا کا شکر بجا لائی کہ اس نے اسے ایک مکمل گھر کے ساتھ ساتھ محبت کرنے والے جیون ساتھی سے بھی نواز دیا تھا جس کی سنگت میں زندگی پھولوں کی راہ گزر محسوس ہونے لگی تھی۔

۞

تیرے کنول میرے گلاب

سمیرا غزل صدیقی

لینا ہے اس کی یاد سے مجھ کو بھی کچھ نہ کچھ
جیسے سنار راکھ یونہی چھانتا نہیں
دل کے معاملے میں بھلا کوئی کیا کرے
یہ تو بڑے بڑوں کو بھی گردانتا نہیں

پورا آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا تیز ہوا کے سنگ نہایت خوف ناک و بھیانک منظر پیش کررہا تھا۔ گرمیوں کی اس بھیانک رات میں اردگرد کے ماحول سے بے نیاز وہ اپنے چھوٹے سے کمرے کی کھڑکی سے ٹیک لگائے ہوا کے تحت تھپیڑوں سے بے پروا اپنے سودو زیاں کے حساب کتاب میں مصروف تھی۔ دنیا میں حسن و ذہانت سے بڑی کوئی دولت نہیں ہوتی اور وہ بہت خوش نصیب تھی کہ خدا نے اسے حسن و ذہانت کی دولت سے مالا مال کیا تھا مگر حسن و ذہانت سے بڑھ کر بھی ایک دولت ہوتی ہے محبت...... یہ وہ دولت ہے کہ جس کے پاس نہ ہو وہ دنیا کی تمام دولتوں کے ہوتے ہوئے بھی اس کی جستجو میں دربدر بھٹکتا رہتا ہے اور اس سے بڑھ کر بدنصیب وہ شخص ہے کہ جس کے پاس محبت ہو اور پھر چھن جائے اس نے بھی فقط محبت کی خاطر اپنا سب کچھ تیاگ دیا تھا یوں کہ اب نہ واپسی کا سفر ممکن تھا نہ ان لمحوں کو ہمیشہ کے لیے بھلا پانا۔

"بس بھی کرو فریحہ! کب تک یوں خود کو سزا دو گی' پلیز سو جاؤ۔ بہت رات ہوگئی ہے۔" علیزہ اس کی چھوٹی بہن تھی مگر حد درجہ سمجھدار اور سب سے بڑھ کر اس کی ہمدردو غم گسار بھی۔

"سزا تو مل چکی ہے اب اس سے زیادہ کیا سزا دوں گی میں بھلا خود کو۔" علیزہ کی بات پر مڑ کے اس نے دیکھا۔ آنکھوں میں گہری اداسی تھی رونا تو وہ کب کا بھول چکی تھی۔ رو رو کے اس کی آنکھیں خشک ہوچکی تھیں' بس ایک وحشت تھی جو اس کی ویران آنکھوں میں آن بسی تھی۔

"فریحہ! تمہیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے تمہیں بچالیا مگر تم ہو کہ یوں خود کو ضائع کرنے پرتلی ہو۔" اس نے ایک بار پھر اسے سمجھانا چاہا تھا اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی فریحہ کھڑکی بند کرکے چادر لپیٹ کے لیٹ گئی۔ علیزہ اس کی حالت زار پر تاسف کرتی ہوئی صبر کے گھونٹ بھر کے رہ گئی تھی اسے اپنی اکلوتی بہن اور اس کی خوشیاں بہت عزیز تھیں اور وہ اس کے لیے کچھ بھی کرسکتی تھی۔

❀......❀......❀

"نکل جاؤ پلیز میرے گھر سے' میری زندگی سے۔ فریحہ! کیا کمی تھی میرے پیار میں میری چاہت میں' کس

چیز کی کمی تھی تمہیں اس گھر میں بولو...... جواب دو آخر کیوں کیا تم نے ایسا...... کیا تمہیں مجھ پر میری چاہت پر میرے خلوص پر یقین نہ تھا۔" آنکھوں میں حد درجہ وحشت لیے اس کا شوہر آزر اسے بُری طرح جھنجوڑ رہا تھا اور وہ آنسوؤں سے لبریز آنکھیں لیے اس کے لہجے کی سختی اس کی آنکھوں میں در آئی نفرت سے سراسیمہ تھی۔

"آزر مجھے سمجھنے کی کوشش کریں پلیز...... مجھے معاف کردیں۔" بُری طرح روتے ہوئے اس نے آزر کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔

"فریحہ! بس کرو کیا سمجھنے کی کوشش کروں میں بولو...... اگر آج میں وہاں صحیح وقت پر نہیں پہنچتا تو جانتی ہو تم کیا ہوتا' کس قدر نقصان ہوتا تمہارا اور میرا...... مجھے کچھ نہیں سننا ہے تم اس وقت یہاں سے چلی جاؤ اس سے پہلے کہ میں اپنے حواس مکمل کھو بیٹھوں اور کچھ غلط بول دوں۔" نیچے رکھے اسٹول کو غصے میں ٹھوکر مارتا ہوا وہ دھاڑ سے دروازہ بند کرتے ہوئے باہر نکل گیا تھا۔ اپنی زندگی کا یہ دروازہ اس نے فریحہ کے لیے بند کیا تھا ایک پل کے لیے تو اسے لگا تھا کہ اس کی سانس بند ہوجائے گی مگر نہ سانس رکی تھی نہ زندگی بس اس کا وجود ٹوٹ گیا تھا۔ سانسیں چل رہی تھیں مگر زندگی ساکن ہوگئی تھی اس کا حسن اس کی ذہانت بنا آزر کے کچھ بھی نہیں تھا۔ اس دن وہ چپ چاپ آنسو بہاتی ہوئی اپنی غلطیوں کا بوجھ لادے اپنے گھر آگئی تھی مگر خود کو وہیں چھوڑ آئی تھی۔

❁......❁......❁
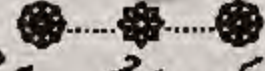
آپ کے دہکے ہوئے جسم سے آنچ آتی ہے
دل کو گرماتی ہے جذبات کو بھڑکاتی ہے
آپ کے پاس جو آئے گا پگھل جائے گا
اس حرارت سے جو الجھے گا وہ جل جائے گا
آپ کا حسن وہ شبنم ہے جو شعلوں میں پلے
گرم خوشبوؤں میں تپتے ہوئے رنگوں میں ڈھلے
کس کا دل ہے جو سنبھالے سے سنبھل جائے گا
آپ کے پاس جو آئے گا پگھل جائے گا

ہونٹ ہیں یا کسی شاعر کی دعاؤں کا جواب
زلف ہے یا کسی ساون کے طلب گار کا خواب
ایسے جلوؤں کو جو دیکھے گا وہ جل جائے گا
آپ کے پاس جو آئے گا پگھل جائے گا
اس قدر حسن کسی ایک میں دیکھا نہ سنا
اس کا کیا کہنا جسے آپ نے ہم راز چنا
اس کی تقدیر کا عنوان بدل جائے گا
آپ کے پاس جو آئے گا پگھل جائے گا

وجاہت سے بھرپور محبت سے لبریز آواز میں زندگی کی اس حسین ترین رات میں وہ دھیرے دھیرے اس کی سماعتوں میں امرت گھول رہا تھا۔ اس نے مارے شرم کے اپنی سیاہ آنکھیں سختی سے بند کرلی تھیں اس ڈر سے کہ کہیں یہ حسین خواب ٹوٹ نہ جائے۔ آج بالآخر اس نے اپنی محبت اپنی متاع حیات آزر کو پالیا تھا۔

آزر نے اس کی تعریف میں حسین غزل پڑھ کے اس کے حسن کو سراہا تھا پھر ہولے سے اس کا ہاتھ تھام کے مخملی ڈبیا میں سے ایک نازک سی گولڈن رنگ نکال کے اس کے ہاتھ میں پہنادی تھی۔

"مجھ سے وعدہ کرو فریحہ! تم ہمیشہ یونہی میرے ہم راہ رہوگی۔ زندگی کے ہر قدم پر ہر نشیب و فراز میں میرا ساتھ دوگی۔ تم تو جانتی ہو نہ کہ ابو کے انتقال کے بعد امی نے کن حالات کا سامنا کیا ہے کس طرح سے میری اور رمشاہ کی پرورش کی ہے اور پھر سب سے بڑھ کر میری خوشی کے لیے میری محبت کی خاطر انہوں نے خالہ جانی کی ناراضگی مول لے کے میرا اور حرا کا رشتہ ختم کیا تاکہ میں خوش رہوں۔ فریحہ! چاہے کچھ بھی ہوجائے تم پلیز امی کو خفا مت کرنا' ان کی حکم عدولی نہ کرنا' ہمیشہ ان کا خیال رکھنا۔ اپنے اخلاق سے سب پر واضح کردینا کہ تمہیں ہم سفر چن کے میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔"

شادی کی پہلی رات وہ اسے اپنی ماں کی تابعداری کا حکم دے رہا تھا اور وہ بھی جانتی تھی کہ ایسا ہی ہوگا سو اس نے بھی مسکراتے ہوئے سر جھکا دیا تھا۔ اس کا اقرار سن کے آزر بھی

مطمئن ہوگیا تھا۔ دونوں نے محبتوں کے ہمراہ اپنی نئی زندگی کی شروعات کی تھی اس بات سے بے خبر کے قسمت کچھ اور ہی طے کیے بیٹھی ہے۔

❁……❁……❁

آنے والے چند ہی دنوں میں فریحہ کو یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ خالدہ بیگم اس کی ساس اسے کس قدر ناپسند کرتی ہیں۔ یہ بات تو اس پر واضح تھی کہ وہ ان کی بھانجی کے بدلے اس گھر میں آئی ہے سو اسے طرح طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا مگر حالات اس قدر خراب ہوں گے اتنی جلدی اس کی ساس اس کی مخالفت پر اتر آئیں گی یہ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا اور سوچتی بھی کیسے آزر کی محبتوں نے اسے کبھی منفی سوچنے ہی نہیں دیا تھا۔

آزر اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھا ان کی دی گئی قربانیوں کی بہت قدر کرتا تھا یہاں تک تو سب ٹھیک تھا مگر وہ اپنی ماں کے خلاف ایک لفظ تک نہیں سن سکتا تھا اسے اپنی ماں پر اندھا اعتماد تھا اور یہی بات فریحہ کے لیے پریشانی کا باعث تھی۔ ساس کے دوغلے پن سے وہ سخت پریشان تھی اس پر آئے دن آزر کی خالہ کی آمد ان کے اور حرا کے طنزیہ جملے اس کی روح کو اندر تک چھلنی کر جاتے تھے ایسا ہمیشہ آزر کی غیر حاضری میں ہوا کرتا تھا۔ اس کے سامنے تو اس کی ساس فریحہ کا دم بھرتے نہ تھکتی تھیں ان کی چالاکی کے آگے سے اپنی ذہانت اور ماسٹرز ان سوشل سائنس کی ڈگری مٹی میں رلتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ سب جو بھی کرتا تھا اسے خود ہی کرنا تھا۔

❁……❁……❁

آزر سے فریحہ کی ملاقات سوشل سائنس ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے منعقد کردہ ایک سیمینار میں ہوئی تھی جس کی میزبانی کے فرائض تھرڈ ایئر کی ہونہار اسٹوڈنٹ فریحہ نبھا رہی تھی۔ آزر اس وقت فائنل ایئر کا اسٹوڈنٹ تھا گو کہ وہ پہلی نظر کی محبت کا قائل نہ تھا اور نہ اسے فریحہ سے پہلی نظر میں محبت ہوگئی تھی مگر وہ اس کی شخصیت سے کافی مرعوب و متاثر ہوا تھا شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اگلے ہی دن اس کے روبرو آن پہنچا تھا۔

آزر نہ صرف اپنی کلاس کا بلکہ پورے ڈیپارٹمنٹ کا سب سے ہونہار و قابل اسٹوڈنٹ گردانا جاتا تھا اس کے علاوہ اس کی سماجی سرگرمیاں بھی عروج پر تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ڈیپارٹمنٹ سے ملحقہ تمام لوگوں کے لیے ایک خاص اہمیت کا حامل تھا فریحہ نے بھی دیگر اساتذہ اور اپنی دوستوں سے اس کے قصے سن رکھے تھے مگر آج تک اس کی آزر سے باضابطہ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ اس نے بارہا اپنے کچھ پراجیکٹس کے لیے آزر سے مدد لینے کا سوچا تھا مگر ہمت نہیں کر پائی تھی اور آج جب وہ اس کے روبرو تھا اس سے اپنا تعارف کرا رہا تھا گزشتہ روز کی اس کی میزبانی کو سراہ رہا تھا تو وہ مسکرائے بنا نہ رہ پائی تھی۔

دونوں کے مابین تکلف کی دیوار چند ہی ملاقاتوں میں گر گئی تھی پھر اکثر ہی آزر اپنے فارغ اوقات میں فریحہ کو پڑھا دیا کرتا تھا۔ وقت گزرتے دونوں کو اندازہ ہی نہ ہوا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے کس قدر لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔ آزر نے اپنی پڑھائی ختم ہونے کے بعد بھی فریحہ سے رابطہ رکھا تھا۔ دونوں کی زندگی ایک پرسکون ڈگر پر چل رہی تھی مگر بے سکونی کا ایک کنکر ان کی زندگی میں آیا اور ٹھہر گیا۔ ہوا کچھ یوں کہ فریحہ کی پڑھائی ختم ہوتے ہی اس کی ایک دور پرے کی خالہ فریحہ کا رشتہ لے کر آگئیں فریحہ کے والد صاحب کا تعلق نجی شعبے سے تھا جہاں ان کی تنخواہ انہیں اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی کہ بیٹی کے رشتوں کے لیے خوار ہوتے پھریں سو انہوں نے اس رشتے کو غنیمت جانا اور ضروری چھان بین کرنا شروع کردی یوں بھی فریحہ کے بعد ان کی ایک اور بیٹی علیزہ تھی جو جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی تھی انہیں اس کا فرض بھی ادا کرنا تھا۔ فریحہ کی ماں جو اس کی فکر میں ہلکان ہوئی جارہی تھیں اب اس رشتے پر خوشی سے پھولے نہ سمارہی تھیں۔ فریحہ کو جب علم ہوا تو اس نے پہلی فرصت میں آزر سے رابطہ کیا ایک دوسرے کے بغیر رہنا انہیں گوارہ نہیں تھا۔ آزر کی محبت سچی تھی اس نے یہ سب سنتے ہی پریشان ہو کے اپنی ماں سے فریحہ کے ہاں رشتہ لے کے جانے پر اصرار کیا تھا وہ خوبرو تھا پڑھا لکھا تھا اور سب سے بڑھ کر اس کی جاب بھی اچھی تھی۔ اسے اپنی قابلیت پر پورا یقین تھا کہ اسے رد نہ کیا جائے گا مگر خالدہ بیگم نے جیسے ہی یہ سب سنا فوراً آگ بگولہ ہوئی تھیں۔

"آخر تم نے یہ سب کہنے کی ہمت بھی کیسے کرلی آزر! کیا تمہیں نہیں پتا کہ میں تمہارے لیے حرا کا سوچ کے بیٹھی ہوں یہ فیصلہ تو تمہارے بابا کی زندگی میں ہی ہم نے طے کرلیا تھا۔ میں خود کچھ دنوں میں تم سے شادی کی بات کرنے والی تھی، بہتر ہوگا کہ اس قصے کو یہیں ختم کردو۔" ان کے لہجے سے سفاکیت جھلک رہی تھی۔ آزر کے لیے یہ ساری صورت حال نہایت پریشان کن تھی وہ تو مارے صدمے کے گنگ تھا۔

"امی! میں فریحہ کے بغیر نہیں رہ سکتا اور آپ کو یہ سب پہلے طے کرنا ہی نہیں چاہیے تھا اور حرا سے تو ہرگز نہیں۔ اس جیسی الٹرا ماڈرن اور بدتمیز لڑکیاں مجھے پسند نہیں۔ آپ پلیز خالہ کو صاف منع کردیں میں قطعی وہاں شادی نہیں کروں گا اگر آپ فریحہ سے میری شادی کرسکتی ہیں تو ٹھیک ورنہ میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔" وہ بھی ان ہی کا بیٹا تھا اپنی بات منوانا جانتا تھا۔ غصے سے کہتا وہ باہر نکل گیا پھر اس کی ضد اور بھوک ہڑتال کے آگے خالدہ بیگم کو نہایت بے دلی سے ہار ماننا پڑی تھی بیٹے کی نظر میں وہ سرخرو ہوگئی تھیں۔ ان کا مقام ان کی محبت آزر کے دل میں کئی گنا بڑھ گئی تھی اس بات سے بے خبر کہ وہ فریحہ کے لیے اپنے دل میں کتنا بغض رکھتی ہیں۔

فریحہ کے والدین کے لیے آزر کا رشتہ پہلے رشتے کی نسبت کافی اچھا تھا یوں بھی وہ اپنی ماں کو اپنا ہمراز بنا چکی تھی یوں سادگی سے وہ فریحہ سلطان سے فریحہ آزر بن گئی تھی۔

❁.......❁.......❁

وقت یونہی سبک رفتاری سے گزر رہا تھا۔ آزر کو فریحہ سے روا رکھے جانے والے سلوک کے متعلق کچھ علم تھا نہ ہی ایک سال کا کٹھن عرصہ گزر جانے کے بعد بھی فریحہ نے کبھی کوشش کی تھی آزر کو کچھ بتانے کی۔ دن بہ دن خالدہ بیگم کا رویہ فریحہ کے ساتھ خراب سے خراب تر ہوتا جارہا تھا مگر ایک وہ تھی کہ اپنے لبوں پر جلد خاموشی کا قفل لگائے سب کچھ سہنے کی عادی تھی۔ وہ خالدہ بیگم کی شکایت کرکے آزر کو کھونا نہیں چاہتی تھی آخر اتنے جتن اتنی کوششوں کے بعد ہی دونوں اس حسین بندھن میں بندھے تھے اس کا گناہ شاید آزر کی پسند ہونا ہی تھا۔ اگر وہ خالدہ بیگم کی پسند ہوتی تو شاید وہ اس کے ساتھ اتنا ہتک آمیز رویہ نہ رکھتیں۔ سب سے بڑھ کر ستم ظریفی اس کے ساتھ یہ ہوئی تھی کہ آزر کو اب تک کوئی اولاد نہ دے سکی تھی جس کا سب سے زیادہ فائدہ خالدہ بیگم اٹھا رہی تھیں۔

آج بھی وہ دوپہر میں وہ ذرا سا آرام کرنے کو لیٹی تھی کہ

خالدہ بیگم کی بہن ناصرہ اپنی بیٹی حرا کے ساتھ اس کا رہا سہا سکون بھی برباد کرنے کو آ بیٹھی تھیں۔

"ارے بہن کب تک یونہی انتظار کرتی رہو گی سب کچھ اللہ کی مرضی پر چھوڑ کے ایک سال تو ہو گیا کیا آزر کبھی باپ نہیں بن سکے گا۔ ہائے میری ہی بچے کے نصیب میں یہ کھوٹ لکھا تھا اگر اس کی شادی حرا سے ہی ہو جاتی تو وہ بے چارہ یوں بے اولاد نہ بیٹھا ہوتا۔" وہ چائے ناشتہ کا انتظام کرنے کو اپنے کمرے سے نکلی ہی تھی کہ کانوں میں سیسہ انڈیلتے جملے اس کے منتظر تھے۔ اسے ناصرہ خالہ سے یہی امید تھی اس نے سختی سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں، اتفاق سے رمشاء بھی سلائی سینٹر گئی ہوئی تھی ورنہ دونوں بہنیں اور بھانجی اتنی اونچی آواز میں ایسی بات نہ کہتیں۔ رمشاء نسبتاً جذباتی فطرت کی مالک تھی اور اپنی بھابی کی ہمدرد بھی مگر ماں کے رعب و دبدبے کے آگے وہ بے بس ہو کر رہ جاتی تھی۔ فریحہ نے برداشت سے کام لیتے ہوئے سلام کیا اور اپنے کام میں لگ گئی جواباً نہ صرف خالدہ بیگم، ناصرہ نے بھی اسے اتنی سخت نظروں سے گھورا تھا کہ اس نے وہاں سے ہٹنے میں ہی عافیت جانی۔

"ارے میں تو کہتی ہوں کہ کسی بابا وغیرہ سے رابطہ کرو اب تو ان کی دعاؤں سے ہی کچھ ہو سکتا ہے۔" ناصرہ خالہ نے خالدہ بیگم کے قریب جھکتے ہوئے نسبتاً دھیمے لہجے میں کہا مگر کچن میں کام کرتی فریحہ کی حساس سماعتوں تک ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ پہنچ رہا تھا۔

"پاگل ہو گئی ہو کیا' کیوں دکھاؤں کسی بابا یا عامل کو نہ بابا نہ میرے پاس اتنا دماغ ہے نہ اتنا پیسہ اور اچھا ہی ہے کہ اس کی ابھی تک کوئی اولاد نہیں اب دیکھنا تم میں کیسا سے اور آزر کو الگ کرواتی ہوں۔ اولاد کے لیے ہی سہی اب اسے میری بات ماں کے حرا سے ہی شادی کرنی پڑے گی۔" حرا کو نہایت محبت سے گلے لگاتے ہوئے انہوں نے ہنس کے اپنی بہن کو نئی راہ دکھائی تھی۔ کپوں میں چائے نکالتی حرا کے ہاتھ بہت بری طرح کپکپائے تھے اس نے بمشکل اپنے حواسوں کو قابو میں رکھا تھا پھر دھڑکتے دل کے ساتھ ٹرے لے کے باہر آ گئی تھی ایک فیصلہ تھا جو اس کے دل نے ابھی ابھی کیا تھا۔

❀......❀......❀

وہ ہمیشہ سے ہی صابر و شاکر رہی تھی' خالدہ بیگم کا ہتک آمیز رویہ بھی وہ برداشت کر سکتی تھی مگر کب تک' ایک نہ ایک دن تو اس کا صبر کا لبریز ہونا ہی تھا۔ وہ بھی آج رب دو جہاں کے آگے شکوہ کناں تھی' اولاد کا طعنہ اس کے حساس دل کو چھلنی کر گیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس میں کوئی خرابی نہیں' یہ تو اللہ کی رضا پر منحصر ہے کہ وہ کسے کب اولاد دے۔ وہ تو اس کی رضا میں راضی تھی مگر بات اب آزر کے کھونے تک آن پہنچی تھی اور وہ کسی صورت اسے کھونا نہیں چاہتی تھی۔

بہت سوچ بچار کے بعد اس نے نہایت عجیب فیصلہ کیا تھا جس کا ذکر کسی سے بھی کرنا اس نے مناسب نہ سمجھا تھا۔

"جب وہ لوگ میرا اور آزر کا رشتہ ختم کرانے کے لیے کسی بابا کا سہارا لے سکتے ہیں تو پھر کیا میں اولاد کے لیے بابا کے پاس نہیں جا سکتی۔ ان کی دعاؤں میں کوئی تو بات ہوگی جو ہزاروں لوگ ان کے پاس آتے ہیں۔ نہیں میں آزر کو نہیں کھو سکتی' اولاد ہو جائے گی تو آزر کو مجھ سے کوئی الگ نہیں کر سکتا کوئی بھی نہیں......" خود کلامی میں وہ نجانے کب سے مصروف تھی نہایت پڑھی لکھی ہو کے بھی وہ کس ڈگر پر چل نکلی تھی۔ اسے خود اندازہ نہیں تھا۔ اپنے فیصلے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے اپنی دوست اور پڑوسن رضیہ کی مدد لینے کا سوچا تھا وہ جانتی تھی کہ رضیہ کا ان پیر فقیروں پر بڑا بھروسہ ہے سو پہلی فرصت میں وہ رضیہ کے پاس آ گئی تھی۔ رضیہ اس کی بات سن کر بڑی حیران ہوئی تھی۔

"فریحہ باجی! آپ تو اتنی پڑھی لکھی ہو مجھے نہیں پتا تھا آپ بھی ان سب پر بھروسہ کرتی ہو۔ آپ کو تو ڈاکٹروں پر بھروسہ ہے خیر جی آپ پریشان نہ ہو میں کل صبح ہی آپ کو بابا کے پاس لے چلوں گی۔" رضیہ نے اس سے کہا تو فریحہ نے تشکر آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا پھر جلدی سے چادر سنبھالتی گھر کی جانب آ گئی' اسے سچ میں خالدہ بیگم سے بہت ڈر لگنے لگا تھا۔

❁......❁......❁

"آزر! مجھے آج پانچ ہزار روپے چاہئیں۔" چائے پیش کرتے ہوئے اس نے انگلیاں مروڑی تھیں۔ آزر نے حیرانی سے اس کی جانب دیکھا تھا' ایسا تو کبھی نہیں ہوا تھا کہ فریحہ نے اس سے کبھی اتنے پیسے مانگے ہوں۔

"خیریت' کوئی کام تھا کیا' سب ٹھیک تو ہے نہ۔ پیسے تو میں سارے امی کو دے دیتا ہوں تم ان سے جا کے بات کرلو۔" وہ ہمیشہ سے ہی اپنی تنخواہ ماں کے ہاتھ میں لا تھماتا تھا وہی اس گھر کے سیاہ سفید کی مالک تھیں۔ اس کا اور فریحہ کا خرچہ بھی وہی دیتی تھیں اس نے اپنی دانست میں اسے صحیح مشورہ دیا تھا۔ خالدہ بیگم سے مانگنے کے خیال سے ہی اس کی روح فنا ہونے لگی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ بات کی کھال نکالیں گی وہ پیسے کیوں مانگ رہی ہے اس بات کی تو وہ کسی کو بھی خبر نہیں دینا چاہتی تھی۔

وہ بہانہ کرکے رضیہ کے ساتھ بابا کے پاس گئی تھی جنہوں نے فیس کے نام پر اس سے رقم کا تقاضہ کیا تھا۔ اس لیے وہ آزر کے سامنے سراپا سوال تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس بات کی کسی کو خبر ہو۔

"کیا ہوا' پریشان کیوں ہو؟ امی سے جا کے لے لو نہ۔" اسے ابھی تک اسی پوزیشن میں کھڑا دیکھ کے اس نے کہا۔

"کچھ نہیں' میں بات کرلوں گی' آپ چائے پئیں۔" کچھ سوچتے ہوئے اس نے کہا پھر اپنے کام میں مصروف ہوگئی پیسے کہاں سے لانے ہیں یہ اس نے سوچ لیا تھا۔

❁......❁......❁

خالدہ بیگم نے آج پھر اس کے جانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا یہ بات اس کے لیے حیرت کا باعث تھی۔ کہاں تو وہ ہر بات پر اس کو ٹوکتی تھیں اور کہاں اب اکیلے جانے پر اعتراض تک نہیں کیا۔ جو بھی تھا وہ فی الحال خوش تھی کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا' اس وقت اس کے لیے صرف اپنا کام ہی ضروری تھا۔ قریشی جیولرز کے ہاں جا کے اس نے اپنی سونے کی وہ بالیاں بیچی تھیں جو آزر نے اسے شادی کی سالگرہ پر تحفے میں دی تھیں۔ لمحہ بھر کو اس کا دل کانپا تھا مگر

نظم

تنہائی کی طویل رات
اور اک تیرا ساتھ
مجھے جب بھی موسم ڈستے ہیں
تو درد کی بہتی ناؤ میں
تیری یاد کا آنچل
مجھ پر سایہ کرتا ہے
کہ میری مایوسیوں کا تریاق بھی
تم ہی تو ہو......!

مونا شاہ قریشی...... کبیروالہ

پھر آزر کا ساتھ اور اولاد کی چاہت نے اسے سنبھال لیا تھا۔

آج وہ رضیہ کے ساتھ نہیں گئی تھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس نے جس طرح پیسوں کا انتظام کیا ہے یہ بات کسی کو معلوم ہو۔ پیسے پرس میں رکھ کے اس نے سکھ کا سانس لیا تھا پھر رکشہ کرکے وہ بابا کی جانب آ گئی تھی جہاں وہ اس رقم کی عوض ان سے حصول اولاد کے لیے تعویز لینے والی تھی۔

رضیہ کی باتیں سن کر اسے بابا کی کرامات کا کچھ کچھ یقین ہو چلا تھا بس اب اس کی ایک ہی دعا تھی کہ ان کا دیا تعویز اثر کر جائے اور وہ ماں بن جائے۔ کافی دیر بعد اس کا نمبر آیا تھا کچھ دیر بابا نے اپنے علم کا حساب کیا پھر اس سے پانچ ہزار لے کر اسے ایک چھوٹا سا تعویز پکڑا دیا۔

"بابا یہ اثر تو کرے گا نا؟" وہ اب بھی شش و پنج میں مبتلا تھی۔

"اگر یقین نہیں ہے تو لاؤ دے دو واپس اور رکھو پیسے۔" بابا بھی فوراً جلال میں آ گئے تھے۔

"نہیں نہیں ایسی بات نہیں میں نے ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔" اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا مبادا وہ بابا سچ میں اس سے وہ تعویز نہ لے لیں۔ اس نے جلدی سے وہ تعویز اپنے پرس میں رکھا پھر چادر لپیٹ کے باہر آ گئی مگر جیسے ہی اس نے اپنے قدم کمرے سے باہر رکھے تھے سامنے کھڑے آزر کو دیکھ کر اس کی روح فنا ہونے لگی تھی۔ آزر نے نہایت غصے اور وحشت سے اس کی جانب دیکھ پھر

نہایت بے دردی سے اس کا ہاتھ پکڑ کے گاڑی تک لے آیا تھا۔ پورا راستہ اس نے فریحہ سے کوئی بات نہیں کی تھی اس کی چپ فریحہ کو مزید ہولا رہی تھی۔ گھر پہنچتے ہی وہ اسے اپنے کمرے میں لے آیا تھا۔

"آزر پلیز میری بات تو سنیں......" اس نے کمزور لہجے میں اپنی صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔

"کیا سنوں میں... بولو کیا...... تم جانتی ہو کہ میں کب سے تمہارا پیچھا کر رہا ہوں جب سے تم اس جیولرز کی دکان میں وہ بالیاں بیچنے گئی تھیں وہ تو اتفاق سے میری گاڑی خراب ہوگئی تھی تو مجھے وہاں رکنا پڑا ورنہ تمہارا یہ روپ مجھے کبھی پتا نہیں چلتا۔ میں کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ تم میری دی ہوئی بالیاں یوں بیچ دو گی۔ تمہیں غلط کام کے لیے پیسے چاہیے تھے اس لیے تمہاری ہمت نہیں ہوئی امی سے پیسے مانگنے کی۔" اس کی آنکھوں میں شدید وحشت تھی فریحہ کو اس کے غصے سے خوف آنے لگا تھا۔

"آزر پلیز میں تو صرف وہاں آپ کے لیے گئی تھی تاکہ ہمیں کوئی الگ نہ کر سکے آپ نہیں جانتے کہ امی ہمیں الگ کرنا چاہتی ہیں۔" اس کا لہجہ بھیگا تھا۔

"جسٹ شٹ اپ فریحہ! اپنے جال میں امی کو مت گھسیٹو اگر تمہیں میری محبت پر بھروسہ ہوتا تو تم ان تعویذ گنڈوں کا استعمال کبھی نہ کرتیں۔ تم نے تو مجھے ہی جھٹلا دیا، بہتر ہوگا یہاں سے چلی جاؤ۔ میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا اب۔" آزر کا ہاتھ اٹھتے اٹھتے رکا تھا پھر اپنی بات کہہ کے وہ وہاں سے چلا گیا تھا اور شاید اس کی زندگی سے بھی۔ وہ بت بنی کھڑی تھی وہاں رہ گئی تھی۔ پھر وہ بھی وہاں رکی نہیں اپنا سامان باندھ کے میکے چلی آئی تھی ایک عمیرہ ہی تھی جو اس کی ہمدرد تھی امی تو اس سے خفا تھیں ساری سچائی جاننے کے بعد کہ آخر وہ کیوں چپ رہی اس نے شروع سے ہی آزر کو خالدہ بیگم کی سچائی کیوں نہ بتائی اور آخر اسے ضرورت ہی کیا تھا ان نام نہاد باباؤں پر بھروسہ کرنے کی مگر اس کے لبوں پر صرف خاموشی تھی۔

❁......❁......❁

وصال و ہجر میں
یا خواب سے محروم آنکھوں میں
کسی عہد رفاقت میں
کہ تنہائی کے جنگل میں
خیال خال و خد کی روشنی کے گہرے بادل میں
چمکتی دھوپ میں یا پھر
کسی بے ابر سائے میں
کہیں بارش میں بھیگے جسم و جاں کے نثر پاروں میں
کہیں ہونٹوں پہ شعروں کی مہکتی آبشاروں میں
چراغوں سے سجی شاموں میں
یا بے نور راتوں میں
سحر ہو رونما جیسے کہیں باتوں ہی باتوں میں
کوئی لپٹا ہوا ہو جس طرح
صندل کی خوشبو میں
کہیں پر تتلیوں کے رنگ تصویریں بناتے ہوں
کہیں پر جگنوؤں کی مٹھیوں میں روشنی خود کو چھپاتی ہو
کہیں ایسا ہی منظر ہو
کہیں ایسا ہی موسم ہو
تیرے سارے حوالوں کو
تیری ساری مثالوں کو
محبت یاد رکھتی ہے......!

دکھتے دل کے ساتھ اس نے نظم ٹائپ کر کے آزر کو سینڈ کی تھی آج سات اپریل تھی اس کی سالگرہ اسے شدت سے آزر کی یاد آ رہی تھی آج اسے میکے آئے ایک ماہ ہو گیا تھا اور اس ایک ماہ میں آزر نے پلٹ کے اس کی خبر تک نہ لی تھی۔ وہ اس سے کس قدر خفا ہے وہ اندازہ کر سکتی تھی مگر وہ اس سے اب مزید دور نہیں رہ سکتی تھی اس لیے اس نے خود آزر کو میسج کیا تھا مگر کافی دیر بعد تک کوئی ریپلائی نہ پا کے اس کا دل ڈوبنے لگا تھا اس نے تھک ہار کے آنکھیں موندلی تھیں۔

❁......❁......❁
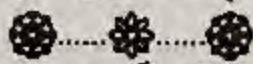
"اب اور کتنا انتظار کراؤ گی خالدہ! اب تو ہمارے پلان کے مطابق فریحہ بھی آزر کی زندگی سے جا چکی ہے ایک

مہینہ ہوگیا آزر نے اس کی طرف پلٹ کے نہیں دیکھا آخر
اب تو تم حرا اور آزر کی شادی کی بات طے کرلو۔" ناصرہ خالہ ان
کے قریب بیٹھ کے سرگوشیوں میں مصروف تھیں ان کی آواز
دھیمی ضرور تھی مگر اتنی دھیمی نہیں کہ ان کے کمرے کی طرف
آتے آزر کو نہ سنائی دیتی وہ چونک گیا تھا سو دروازے کی
اوٹ میں کھڑے ہو کے تفصیل جاننا ضروری سمجھا۔

"اتنی جلدی بھی کیا ہے ناصرہ! ابھی ذرا آزر کو سنبھلنے تو
دو ابھی تک وہ کھویا کھویا رہتا ہے۔ تمہاری بات کو مانتے
ہوئے جب ہم نے مل کے سب کیا' فریحہ کو یہاں سے
نکالا تو کیا شادی نہیں کروں گی وہ تو بھلا ہو تمہارا جو تم نے
مجھے اتنا اچھا پلان بتایا وہ تو تھی ہی بے وقوف' ہمارے
طعنوں میں آگئی اور اولاد کے لیے بابا کے پاس گئی۔ لے
دے کے رضیہ ہی اس کی دوست تھی محلے میں سو اسے بھی
ہم نے اپنے مقصد میں شامل کرلیا ویسے بھی وہ بے چاری
غریب تھی چند پیسے دے دیئے کام کردیا ساری رپورٹ
ہمیں دی اور تو اور جب وہ بابا کے ہاں جانے کے لیے نکلی تو
میں نے جان بوجھ کر آزر کو کام سے بلالیا تاکہ وہ راستے
میں اسے دیکھ لے اور اس کا پیچھا کرے بس پھر وہ وہی سمجھا
جو ہم اسے دکھانا چاہتے تھے رہی سہی کسر میں نے پوری
کردی فریحہ کے خلاف اس کے کان بھر کے۔" سفاکیت
سے بھرپور اس کی ماں کا لہجہ اس کے پیروں سے زمین کھینچنے
کے لیے کافی تھا اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔
نجانے کیا کچھ کیا ہوگا انہوں نے فریحہ کے ساتھ اور وہ بے
چاری اکیلے ہی سہتی رہی۔ خالدہ بیگم اور بھی کچھ کہہ رہی تھی
مگر اس سے آگے سننے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔

"بس بہت ہوگیا امی..... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ
آپ اس حد تک گر جائیں گی۔" وہ تقریباً چیختے ہوئے اندر
داخل ہوا تھا خالدہ تو خالدہ ناصرہ خالہ بھی دھک سے رہ گئی
تھیں انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ آزر سب سن چکا ہے۔

"آزر بیٹا! کیا ہوگیا تم غلط سمجھ رہے ہو۔" انہوں نے
مکاری سے بات پلٹنا چاہی۔

"غلط تو میں نے فریحہ کو سمجھا تھا مگر اب نہیں میں آج
ہی جاکر اس سے معافی مانگوں گا۔ آپ نے ایک بار بھی
میری خوشیوں کے بارے میں نہیں سوچا آخر آپ کیوں
نہیں سمجھ پائیں کہ میرا پیار فریحہ ہے حرا نہیں۔" اس کے
لہجے میں غم وغصے کی لہر تھی خالدہ بیگم کو شدت سے اپنی
کوتاہیوں کا احساس ہوا کہ اپنی سفاکیت میں انہوں نے
اپنے بیٹے کو کھودیا۔

"آزر بیٹا...... پلیز سنو تو......" وہ کمرے سے نکلا تو وہ
چیختے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی مگر وہ سنی ان سنی کرتے
ہوئے گھر سے نکل گیا تھا۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو اسے
فریحہ کا میسج ملا تھا اس کا دل شدت سے اسے یاد کررہا تھا کتنا
بے حس ہوگیا تھا وہ کہ اپنی متاع حیات کی سالگرہ بھی بھلا
بیٹھا تھا۔ جواب تک نہیں دیا تھا اسے پچھتاوا ہی پچھتاوا
تھا۔ اس نے شدت سے ان لمحوں کو کوسا تھا جن میں اس
نے فریحہ کو خود سے دور کیا تھا۔

❁......❁......❁

گردش ماہ وسال میں
چاہے ہمسر ہے کسی حال میں
تمہیں بھول نہ پائے
جدا نہ کرپائے......
تمہارا وجود خود سے
تمہاری یاد......
تمہارا ساتھ
اپنے وجدان سے
تو......

نوائے جانِ جاں
ہم بھول کے ساری رنجشیں
تمہیں دل سے سالگرہ مبارک کہتے ہیں
کہ تمہاری زندگی کا ہر اک پل......
ہر اک لمحہ......
میری زندگی کے ساتھ جڑا رہے
یہ بندھن یونہی رواں دواں رہے (آمین)

مدھم و مخصوص محبتیں لٹاتا لہجہ یقیناً اس کے ہم راز وہم

نشین آزر کا ہی تھا اس نے پٹ سے آنکھیں کھولیں تو اسے یہ سب اپنا واہمہ ہی لگا آخر کو صبح سے وہ آزر کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی اور کب سے کمرے میں اندھیرا کیے آنکھیں بند کرکے لیٹی ہوئی تھی اپنی یہ سالگرہ اب تک کی بدترین سالگرہ لگ رہی تھی اسے۔

"اب کیا یونہی دیکھتی رہو گی اپنے عزیز از جان شوہر کا استقبال نہیں کرو گی؟" اسے اب تک یونہی حیران سا لیٹے دیکھ کے آزر نے محبت سے کہا۔

"آزر آپ...... آپ سچ میں......" خوشی کے مارے اس کے منہ سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے وہ تو اب تک اسے اپنا واہمہ ہی سمجھ رہی تھی۔

"آزر آپ نے مجھے معاف کردیا نہ......" نہ سلام نہ دعا نہ ہی کوئی حال احوال پوچھا بس وہ اسی بات کو لیے بیٹھ گئی۔

"ہاں میری جان معاف تو شاید میں کبھی خود کو نہ کر پاؤں کہ تم پر شک کیا تمہیں غلط سمجھا۔ تم وہاں کیا کچھ نہیں برداشت کررہی تھیں مجھے رمشاء نے سب بتادیا۔" اس نے نہایت عقیدت سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"کیا...... آپ کو سب پتا چل گیا......" فریحہ کی حیرت بجا تھی۔

"ہاں اور تمہیں پتا ہے تمہیں اس گھر سے نکالنا امی اور خالہ کا پلان تھا انہوں نے جان بوجھ کے بار بار تمہیں اولاد کے طعنے دیئے جان بوجھ کر بابا کا ذکر کیا تاکہ تم وہاں جاؤ اور تو اور وہ رضیہ بھی ان کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔ وہ امی اور خالہ کے بتائے گئے بابا کے پاس تمہیں لے کے گئی اس کو تمہاری ساری رپورٹ دی اور مجھے جان بوجھ کے وہ سب دکھا کے تم سے الگ کردیا۔" اس کے لہجے میں ماں کے لیے تاسف تھا۔ فریحہ ساری صورت حال سن کے شاک رہ گئی۔

"میں نہیں جانتی تھی آزر کے امی مجھ سے اتنی نفرت کرتی ہیں آپ پلیز ان سے ناراض نہ ہوں۔ میری خاطر انہیں معاف کردیں۔" وہ اب بھی نہیں چاہتی تھی کہ آزر خالدہ بیگم سے خفا ہو کتنا بڑا ظرف تھا اس کا۔

"تمہارے لیے تو سب کچھ کرسکتا ہوں فریحہ! امی کا میرے علاوہ کوئی نہیں ہے میں ان کی ذمہ داریاں تو پوری اٹھاؤں گا لیکن دل سے معاف نہیں کر پاؤں گا۔ تم بہت اچھی ہو میری جان لیکن تمہاری غلطی اتنی ہے کہ تم ان کی باتوں میں آگئیں اگر وہ تمہیں طعنے دے رہی تھیں تو تمہیں بتانا چاہیے تھا۔ تمہیں بابا کے بجائے اللہ پر یقین رکھنا چاہیے تھا کیا تمہیں یقین نہیں تھا کہ میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دوں گا اولاد ہو نہ ہو یہ تو اللہ کی دین ہے اس میں تمہاری کیا غلطی؟ بس یہی خطا ہے تمہاری۔" اس کی آنکھوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے اس نے بے اختیار کہا۔

"مجھے معاف کردیں آزر!" اس کے کندھے پر سر ٹکا کے اس نے اپنی تمام تر محبتیں اسے سونپ دی تھیں۔

"آہم...... آہم...... کیا آج ہی ساری باتیں کرلیں گے کھانا تیار ہوگیا ہے آ بھی جائیں باہر۔" علیزہ نے اچانک انٹری دے کے ان کے رومانس کا ستیاناس کردیا تھا۔

"کیا یار تم بھی غلط ٹائم پر آئی ہو۔" آزر نے شرارت سے کان کھجائے تو علیزہ نے محبت سے اپنے بہنوئی اور بہن کو دیکھا اور شدت سے خدا سے ان کے دائمی ساتھ کی دعا مانگ لی۔ علیزہ کے ساتھ ساتھ آزر اور فریحہ کی ہنسی بھی بے ساختہ تھی۔ خوشیوں سے بھرپور دونوں نے ایک دوسرے کو محبت سے دیکھا پھر ساتھ ساتھ قدم بڑھا دیئے دونوں کی محبتوں کے کنول اور چاہتوں کے گلاب محبتوں کے جنوں میں کھو گئے تھے۔

آنچل

حمیرا علی

اک در بدری ہم کو لاحق ہے مگر ہم
کونجوں کی طرح شور مچایا نہیں کرتے
اس شہر کے ماحول کو کیا ہوگیا تابش
کچھ دن سے پرندے یہاں آیا نہیں کرتے

"معصومیت تو تم پر ختم ہے فریحہ! مجھے یقین نہیں آرہا تم وہی شادی سے پہلے والی فریحہ ہو۔ سمجھ دار ذہین اور زیرک نگاہ...... پہلے جیسے تم صورت حال کو فوراً بھانپ لیا کرتی تھیں، ہر معاملے کی تہہ میں پہنچ جایا کرتی تھیں۔ اب کیا ہوگیا ہے تمہیں' کہاں گیا وہ تمہارا مشہور و معروف فہم و ادراک......اور......"

"اُفوہ عروہ! تم سیدھی طرح یہ کیوں نہیں کہہ رہی کہ پہلے فریحہ نہایت چالاک اور شاطر دماغ ہوا کرتی تھی اور اب ایک دم ہی اس کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں۔" عروہ کی تقریر کے درمیان آنچل نے نہایت معصومیت سے مداخلت کی۔ فریحہ عروہ کی تقریر سے متاثر ہو کر رونے ہی والی تھی کہ آنچل کی بات پر بھڑک گئی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا میں چالاک ہوں' بھائی بن کر تمہارے خیالات ہی بدل گئے۔"

"ارے نہیں' میرا مطلب یہ نہیں ہے' اصل میں اب تمہارے ذہن پر ہمہ وقت ثاقب بھائی کا خیال قابض رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمہاری عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔" آنچل نے صاف گوئی کے پچھلے تمام ریکارڈز توڑ دیئے تھے فریحہ نے خون خوار نگاہوں سے اسے گھورا۔

"ہاں تم تو ہر وقت عقل کے گھوڑے پر سوار رہتی ہونا' عکرمہ بھائی کی ہی ہمت ہے جو تم جیسی بے عقل خاتون کو برداشت کررہے ہیں۔" فریحہ نے فوراً حساب چکتا کیا۔

"کیا ہوگیا ہے تمہیں فریحہ! ہم تمہاری بھلائی کے لیے ہی کہہ رہے ہیں اور تم الٹا مجھ سے لڑ رہی ہو۔ ثاقب بھائی بہانے بہانے ہنی مون ٹرپ کینسل کررہے ہیں چار ماہ ہوگئے ہیں تمہاری شادی کو اور ثاقب بھائی کو کوئی احساس ہی نہیں ہے کہ تمہیں کہیں گھمالائیں۔ موسیٰ تو رانیہ کو تمام تر غلط فہمی اور ناراضگی کے باوجود اسلام آباد لے گیا تھا وہ تو رانیہ ہی بیمار ہوگئی اور انہیں واپس آنا پڑا لیکن یاد ہے وہ سفر کتنا رومینٹک تھا۔" آنچل نے فریحہ کو کچھ اس طرح عفت سحر طاہر کا ناول یاد دلایا جیسے وہ خود موسیٰ اور رانیہ کے ہم راہ محو سفر تھی۔ فریحہ بھی اپنی برہمی بھول کر ہمہ تن گوش ہوئی۔

"ہاں تمہاری بات بجا ہے لیکن وہ موسیٰ تھا اور یہ ثاقب بھائی ہیں۔" عروہ نے تنگ کر دونوں کا فرق واضح کیا۔

"لیکن ہنی مون پر نہ لے کر جانا کوئی اتنا بڑا ایشو تو نہیں۔" فریحہ عروہ کی بات سے ہرگز بھی متفق نہیں تھی وہ جانتی تھی کہ عروہ اب بات کو کہاں پہنچانے والی ہے۔

"مانا یہ اتنا بڑا ایشو نہیں ہے لیکن ثاقب بھائی کی ایسی بھی کوئی مصروفیت نہیں ہے۔ وہ تھوڑا سا وقت تمہارے لیے بھی نکال سکتے ہیں مجھے تو لگتا ہے ثاقب بھائی کو تمہاری فکر ہی نہیں۔" عروہ ہرگز بھی سنجیدہ نہیں تھی۔

"اچھا ہنی مون پر تو آنچل اور عکرمہ بھائی بھی نہیں گئے تو کیا عکرمہ بھائی کو بھی آنچل کی فکر نہیں...... مصروف تو عکرمہ بھائی بھی رہتے ہیں اور ثاقب کی تو جاب ہے اور عکرمہ بھائی کا تو اپنا کاروبار ہے انہیں تو کسی کے آگے جواب دہ بھی نہیں ہونا پڑتا چلے جائیں ہنی مون پر۔ انہیں کس نے روکا ہے وہ بھی تو ٹال رہے ہیں کیوں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں آنچل۔" فریحہ نے بغیر کوئی اثر لیے اطمینان سے جواب دیا۔

"یہ کیا فضول بحث کررہی ہیں آپ لوگ...... فی الحال میری بنائی ہوئی گرما گرم چائے کا لطف اٹھایئے۔" مقدس اور زندگی ہاتھ میں چائے کے کپ اور ریفریشمنٹ سے بھری ٹرے لیے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"چلو مقدس کی بنائی ہوئی چائے کے ہمراہ اس بحث کو جاری رکھتے ہیں۔" عروہ فریحہ کو تنگ کرنے کے موڈ میں تھی۔

"کوئی فائدہ نہیں ہے مجھے پتا ہے ثاقب میری بہت پروا کرتے ہیں۔" فریحہ نے ناک پر سے مکھی اڑائی۔

"ذرا ان کے معمولات پر نظر رکھیے دوستانہ مشورہ ہے میرا۔ کیوں آنچل ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں میں؟"

"ممکن ہے یہ گریز کسی طوفانِ بلاخیز کا پیش خیمہ ہے لہٰذا پیش بندی کے طور پر ثاقب بھائی پر کڑی نگاہ رکھیں۔" عروہ باز آنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"اچھا تم مجھے شک جیسے موذی مرض میں مبتلا دیکھنا چاہتی ہو؟" فریحہ نے عروہ کا کان کھینچا وہ اس کی شرارت سمجھ گئی تھی۔

"جی نہیں میں چاہتی ہوں آپ ثاقب بھائی سے غفلت نہ برتیں بھلا مرد کا کیا اعتبار اور آنچل کو بھی میں یہی مشورہ دوں گی۔ عکرمہ بھائی میرے بھائی ہیں لیکن ہیں تو وہ بھی ایک مرد اور خاصے ہینڈسم بھی ہیں ثاقب بھائی سے بھی زیادہ۔ انہیں تو بے شمار لڑکیاں پسند کرتی ہیں اور اس بات سے آنچل بھی واقف ہے لہٰذا ڈیئر آنچل میرا تو یہی مشورہ ہے کہ محتاط رہو۔" آنچل کی مسلسل خاموشی کا مطلب تھا کہ فریحہ کے بجائے وہ عروہ کے مذاق کو سنجیدگی سے لے رہی ہے۔ عروہ نے فریحہ کی تنبیہی نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے مزید لقمہ دیا۔

"ویسے تو آنچل سمجھ دار ہے جانتی ہے کچھ مرد عدنان بھائی جیسے بھی ہوتے ہیں جنہیں بعد میں عقل آتی ہے۔ وہ بھی اگر قسمت سے گوری جیسی بیوی مل جائے۔" عروہ نے عکرمہ کے معاملے میں مبالغہ آرائی کی حد کردی تھی۔

"غلط تو نہیں کہہ رہی عروہ! عکرمہ ہر وقت کام میں ہی الجھے رہتے ہیں۔ دیر تک گھر سے باہر رہنا' گھر آ کر کام میں منہمک رہنا اور......"

"اور اب میں ان کے معمولات پر کڑی نگاہ رکھوں گی۔" جب کچھ بھی سمجھ نہیں آیا تو اس نے جھنجلا کر عروہ کی ہدایت پر عمل کرنے کا سوچا اور مطمئن ہوگئی۔

"آنچل عکرمہ کو دیر ہوجائے گی آج تم سو رہی تھیں تو اس کا فون آیا تھا۔" فاطمہ شاہ اس کی تائی ساس نے اسے جونہی آگاہ کیا وہ مضطرب ہوگئی۔

"آپ مجھے جگا دیتیں' میرے سیل پر فون نہیں کیا انہوں نے۔"

"کیا تھا لیکن تمہارا سیل آف جا رہا تھا۔" فاطمہ شاہ نے عام سے انداز میں جواب دیا۔

"ہاں وہ میرے موبائل کی بیٹری لو ہوگئی تھی اور لائٹ بھی نہیں آ رہی تھی اس لیے چارج نہیں کیا۔" اسے فوراً سے پیشتر رونا آ گیا۔ سہ پہر سے رات تک کا وقت اس نے جیسے تیسے گزارا اتنی سی دیر میں خوب آنسو بھی بہائے۔

"تم ابھی تک جاگ رہی ہو۔" عکرمہ نے کمرے میں

قدم رکھتے ہی اسے جاگتا دیکھ کر پوچھا عموماً وہ اس وقت تک سو جاتی تھی۔

"ہوں......" اس نے عکرمہ کی طرف دیکھا نہیں بھرائی ہوئی آواز نے عکرمہ پر یہ راز منکشف کردیا کہ وہ رو رہی ہے۔

"کیا ہوا آنچل! تم رو رہی ہو؟" وہ پل میں اس کے سر پر پہنچ گیا۔

"نہیں......" اس نے پھر اسی طرح مختصر سا جواب دیا۔

"کیوں۔" وہ متفکر تھا۔

"یونہی......" وہ دو زانوں بیٹھی ہوئی تھی اس کی گود میں رکھے آنچل پر اس کے آنسو قطار در قطار گر رہے تھے۔

"آنچل پلیز میری طرف دیکھو اور بتاؤ تم کیوں رو رہی ہو؟" عکرمہ نے جھک کر اس کا چہرہ دیکھنا چاہا تھا۔

"بس ویسے ہی...... رونا آرہا تھا۔"

"تم نے پھر کوئی دکھی اسٹوری پڑھی ہوگی۔" عکرمہ نے اپنی طرف سے قیاس آرائی کی اور مطمئن ہوگیا۔

"اچھا اٹھو اور منہ دھوؤ۔" بس اس کی تشویش تھوڑی سی دیر کی تھی فوراً نارمل ہوگیا۔ جیسے اس کا رونا معمول کی بات ہو آنچل کے آنسو مزید شدت سے بے قابو ہونے لگے۔

پڑھ تو رہی تھی وہ طلعت نظامی کا مکمل ناول "کوئی پھول دل کی کتاب میں" کتنے سنگ دل سر وتھے دونوں اریب بھی اور بلند بخت بھی، بے چاری معصوم پریشے...... اسے فی الحال کسی انجانے خوف کے زیر اثر بلاوجہ ہی رونا آرہا تھا۔

ایک دو دن نہیں پورا ہفتہ گزر گیا تھا آنچل کی اداس صورت عکرمہ کے لیے تشویش کا باعث تھی لیکن وہ کچھ بتاتی بھی تو بس خاموش رہ کر عکرمہ شاہ کے روز و شب کی مصروفیت کا جائزہ لے رہی تھی لیکن اب تک کوئی قابل گرفت بات نظر نہیں آئی تھی اسے ماسوائے یہ کہ وہ روز ہی دیر سے آتا تھا۔

اس کے پاس کام کی مصروفیت کا کارآمد بہانہ بھی تھا، کسی نئی برانچ پر کام کررہا تھا شک کا جواز اور شکایت کی گنجائش تک نہیں چھوڑی تھی اس نے۔ اسے "ٹوٹا ہوا تارا" کی انا وقار احمد شدت سے یاد آرہی تھی ذولید نے کس طرح انا وقار احمد کے منہ پر غصے سے تھپڑ مارا تھا۔

"اگر وہ بھی عکرمہ سے کوئی شکایت کرتی اور آؤٹ ہوکر......" آنچل نے گھبرا کر اپنے رخسار پر ہاتھ رکھا۔

"اُف خدایا وہ کیوں مجھ سے بے اعتنائی برت رہا ہے وہ تو مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔" اس نے خود کو تسلی دینا چاہی۔

......☆☆☆......

"آنچل آؤ ناں! آج کل تو تمہاری شکل ہی نظر نہیں آتی کیا کوئی نیا افسانہ لکھ رہی ہو۔" فریحہ ہر ویک اینڈ پر لازمی آیا کرتی تھی۔

"نہیں! تم لوگ بیٹھو۔" اس کے سنجیدہ لب و لہجے نے فریحہ کو چونکا دیا۔ وہ اس دن کے بعد سے اب آئی تھی اس کے چہرے پر اداسی کی تحریر واضح طور پر پڑھی جاسکتی تھی اور اسے چھپانے کا فن آتا بھی نہیں تھا۔

"تمہیں پتا ہے آنچل! فریحہ اور ثاقب بھائی ہنی مون پر جارہے ہیں۔" عروہ نے چہک کر آگاہ کیا۔

"اچھی بات ہے خوب انجوائے کرنا تم لوگ۔" اس نے سادگی سے مسکرا کر کہا۔

"چلو ہم سب لان میں چل کر بیٹھتے ہیں۔" زندگی کے ہاتھ میں آنچل تھا...... اس نے ذرا نظر اٹھا کر سب کو دیکھا اور پھر نظریں "محبت دل کا سجدہ ہے" پر سایہ فگن کرلیں۔

"لو عکرمہ بھائی بھی آگئے۔ فریحہ نے فون کرکے بلایا ہے ثاقب بھائی بھی کھانے پر آرہے ہیں پھر عکرمہ بھائی کا جلدی آنا تو بنتا تھا نا۔" مقدس نے یونہی برسبیل تذکرہ کہا تھا لیکن آنچل کو لگا ایک وہی ہر بات سے بے خبر ہے منظر سے غائب انتہائی غیر اہم۔

"تم کہاں گم ہو؟" عکرمہ نے سلام دعا اور فریحہ کا حال احوال دریافت کرنے کے بعد اسے مخاطب کیا۔

"کہیں نہیں۔" آنچل نے عکرمہ کی طرف دیکھنے سے گریز برتا۔

"میں کچن میں جارہی ہوں۔" عکرمہ کی نظریں خود پر

مرکز دیکھ کر وہ اٹھ گئی۔

"اسے کیا ہوا ہے امی بھی پوچھ رہی تھیں مجھ سے ان کا خیال ہے میں نے کچھ کہا ہے۔" عکرمہ اس سے اگلوانے میں ناکام رہا تھا۔ جانتا تھا وہ یونہی اداس نہیں ہے بس وجہ بتانے سے احتراز برت رہی ہے۔

"عروہ نے اسے آپ کے خلاف بھڑکایا ہے آپ پر کام کا لوڈ ہے آج کل اور عروہ نے اسے......" عروہ نے فریحہ کی بات کاٹ دی۔

"میں تو تمہیں ثاقب بھائی کے خلاف بھڑکا رہی تھی مجھے کیا پتا تھا آنچل ان سب باتوں کو سنجیدگی سے لے لے گی۔" عروہ کی آنکھیں اب بھی شرارت سے چمک رہی تھیں۔

"مجھے اندازہ تھا اس کی اداسی کا سبب کچھ اسی طرح کا ہوگا۔"

"بھائی آپ عروہ کو سرزنش تو کریں یہ ہر وقت الٹا سیدھا بولتی رہتی ہے۔" زندگی نے جلدی سے عکرمہ کی توجہ عروہ کی جانب مبذول کرائی۔ جانتی تھی عکرمہ کی نرم طبیعت کہ وہ عروہ کو کچھ نہیں کہے گا۔

"ارے بچو! تم سب یہاں بیٹھے ہو باہر موسم کتنا اچھا ہو رہا ہے ہم سب لان میں بیٹھ کر چائے پئیں گے۔ کچھ دیر میں ثاقب آجائے گا عکرمہ تم چینج کرلو شاباش اور یہ آنچل کہاں ہے؟" فریدہ شاہ آنچل کی والدہ کی ہدایت پر وہ سب اٹھ گئے اور محفل برخاست ہوگئی۔

☆☆☆

رخ سے اترا نقاب پتھر کا
میں نے دیکھا گلاب پتھر کا
جھیل سی آنکھ ہی قیامت تھی
اس پہ ٹپکا وہ آب پتھر کا
مجھ کو شعور بخشنے کے لیے
اس نے بھیجا نصاب پتھر کا
پھول سی روح پر میری لوگو
کیسا اترا عذاب پتھر کا
چوٹ کھا کے بھی بے آواز رہا
حوصلہ ہے جناب پتھر کا
میں نے خوش ہو سا اک سوال کیا
اس نے بھیجا جواب پتھر کا
چاند الفت کا جس کو سمجھا تھا
تھا وہ اک ماہتاب پتھر کا

"اگر تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے تو کہو اس طرح دل میں بات رکھ کر خاموشی کو طول دینے سے فاصلے بڑھتے ہیں۔" آنچل انتہائی انہماک سے آنچل ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی نازیہ کنول نازی کی غزل اپنی ڈائری میں اتار رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک کرب رقم تھا غزل کا ایک ایک لفظ اس کے دل پر اثر کر رہا تھا۔

"مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔" نگاہیں ہنوز ڈائری پر مرکوز تھیں۔

"واقعی......؟" عکرمہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"واقعی......" آنچل کا لہجہ مستحکم تھا۔

"تو پھر اتنے دنوں سے مزاج کیوں برہم نظر آرہے ہیں۔"

"برہم تو نہیں ہوں میں۔" اس بار اس نے نظر اٹھا کر عکرمہ کی جانب دیکھا۔

"پھر......" وہ بضد تھا جاننے پر وہ چاہتا تھا آنچل اسے خود بتائے۔

"پھر کچھ نہیں۔" آنچل بھی اس تفتیش پر حیران تھی۔

"آنچل تم کب سے مجھ سے رازداری برتنے لگی ہو؟" عکرمہ کے لہجے میں انوکھی سی آنچ تھی۔

"میں قطعاً کوئی رازداری نہیں برت رہی۔" عکرمہ کی نگاہوں کی تپش سے اسے اپنا سکون رخصت ہوتا محسوس ہوا۔

"میں آپ کی بے رخی بے اعتنائی کبھی برداشت نہیں کرسکتی۔ میرے لیے یہ تصور بھی سوہانِ روح ہے کہ آپ مجھے نظرانداز کریں کجا کہ آپ کی بے وفائی......"

"بے رخی بے اعتنائی بے وفائی...... یہ الزامات ہیں یا

خدشات اور تمہیں لگتا ہے تم نے مجھے محبت کے علاوہ کچھ اور کرنے کے قابل چھوڑا ہے۔" عکرمہ نے شرارت آمیز شوخی سے دریافت کیا۔

"یہ الزامات نہیں خدشات اور اندیشے ہیں جو مجھے پریشان کررہے ہیں۔" اس نے اپنی عروہ اور فریحہ کی تمام تر گفتگو اس کے گوش گزار کردی۔

"اس دن عروہ نے کہا تو مجھے احساس ہوا آپ واقعی اتنی دیر سے گھر آتے ہیں اور......" عکرمہ کی چمک دار شفاف آنکھیں مسلسل آنچل کو دیکھ رہی تھیں آنچل کی فراٹے بھرتی زبان کو یک دم بریک لگ گئے۔

"اور......" عکرمہ نے متبسم لہجے میں مزید جاننے کی خواہش ظاہر کی۔

"اور...... اور آپ کو میری بالکل فکر نہیں ہے اور عروہ ٹھیک کہہ رہی تھی مجھے آپ پر نظر رکھنی چاہیے۔"

"کیوں......؟" عکرمہ کے استفسار پر آنچل نے انکار میں گردن ہلائی۔

"وہ نہیں بتا سکتی۔"

"کیوں نہیں بتا سکتی؟ میری ذرا سی تعریف بھی نہیں ہو رہی تم سے کیونکہ میں انتہائی ہینڈسم ہوں...... ہے ناں۔"

"یعنی آپ پوری رپورٹ لے چکے ہیں۔" آنچل اب قدرے مطمئن تھی اندیشے خدشات وسوسے وہم عکرمہ کی محبت پر کچھ بھی حاوی نہیں ہوسکا تھا۔ محبت ہر شے سے زیادہ زور آور ہوتی ہے۔

"جی ہاں اگر تم مجھ سے غفلت نہیں برت سکتیں تو میں بھی تم سے غافل نہیں رہ سکتا۔ تم بے حد اہم اور خاص ہو میرے لیے فضول کے وسوسے اور اندیشے پال کر خود کو ہلکان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری زندگی کا محور و مرکز تم ہو آنچل! تمہارے علاوہ کسی اور کا تصور بھی نہیں کیا کبھی اور ایسا ممکن بھی نہیں۔" عکرمہ کے خوب صورت اظہار نے اسے سرشار کردیا تھا وہ اس کی جانب دیکھنے سے گریزاں تھی۔

"آپ کی محبت میرے لیے اعزاز ہے بے حد قیمتی بے حد انمول...... میں دنیا کی سب سے خوش نصیب لڑکی ہوں جسے محبت کرنے والا شوہر ملا ہے۔ آپ بھی بالکل عفنان علی خان کی طرح ہیں وہ بھی انابیہ شاہ سے ایسی ہی محبت کرتا تھا۔" وہ معمول کے مطابق اپنے ٹریک پر آچکی تھی۔

"کون عفنان علی خان......؟" عکرمہ ابھی تک عادی نہیں ہوا تھا ان حوالوں کا جو وہ دوران گفتگو دیا کرتی تھی۔

"افسوس جان...... کا ہیرو رہنے دیں آپ نہیں جانتے۔"

"ہاں نہیں جانتا صرف آنچل کو جانتا ہوں جو ان سب سے واقف ہے اور میرے لیے یہی بہت ہے۔" عکرمہ کی نگاہوں نے اسے خود میں سمٹنے پر مجبور کردیا۔

"ہاں یاد آیا اس ماہ کا آنچل زندگی لے گئی تھی میں ذرا اس سے لے کر آتی ہوں۔ "ٹوٹا ہوا تارہ" پانچ بار پڑھ چکی ہے وہ اور میں نے ایک بار بھی نہیں پڑھی۔ شہوار اور مصطفیٰ کی خوب صورت نوک جھونک سے تو ہم سب محظوظ ہوتے ہیں اور آئینہ بھی تو دیکھنا ہے۔ پتا نہیں میرا خط شائع ہوا یا نہیں؟" عکرمہ آنچل کو محبت پاش نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"آنچل ہمیشہ اسی طرح رہنا۔" وہ جانے کے لیے پر تول رہی تھی۔

"بالکل میں اسی طرح رہوں گی آنچل کی محبت میں مبتلا۔" اس نے شوخ مسکراہٹ کے ہمراہ عکرمہ کو باور کرایا۔ عکرمہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا آنچل نے باہر کی جانب قدم بڑھادیئے۔ عکرمہ کے قہقہے کی بازگشت اس کے ہم راہ تھی وہ مطمئن تھی اور "محبت دل پہ دستک" ہے کا سعید حسن بھی تو ایسا ہی تھا بظاہر بے نیاز لیکن اندر سے محبت سے بھرپور اور تخی بھی۔

دوست بھی راہ کی دیوار سمجھتے ہیں مجھے
میں سمجھتا تھا میرے یار سمجھتے ہیں مجھے
میں بدلتے ہوئے حالات میں ڈھل جاتا ہوں
دیکھنے والے اداکار سمجھتے ہیں مجھے

"فرخ کہاں تھے تم دو دن سے؟ میں نے تمہیں سمجھایا تھا ناکہ ایسے بغیر بتائے گھر سے غائب مت رہا کرو، سب پریشان ہوتے ہیں، حالات تو دیکھو آج کل کتنے خراب ہیں۔" دروازہ کھولتے ہی وجیہہ پریشانی سے بولی۔

"تو بڑی بہن بن کر رعب مت ڈال۔" فرخ غصے سے بولا اور دروازہ زور سے بند کردیا۔

"میرا کام سمجھانا ہے..... پھر ابو کہیں گے کہ بڑی ہو کر چھوٹے کو سمجھا نہیں سکی۔" وجیہہ الگنی سے کپڑے اتارتے ہوئے بولی۔

"اگر میرے اس گھر میں رہنے پر تمہیں مسئلہ ہے تو میرا سامان گھر سے باہر پھینک دو۔" فرخ نہ جانے دو دن اور دو راتیں کہاں گزار کے آیا تھا اور آتے ہی چلانا شروع کردیا تھا۔ وجیہہ جو اس کے بغیر بتائے غائب ہونے پر پریشان تھی اس سے سوال جواب کررہی تھی۔ سوال حق کے تھے اور حق سے پوچھے جارہے تھے۔ مگر فرخ جس کی فطرت میں سرکشی در آئی تھی نہ جانے کیوں کسی بھی بات کا ٹھیک سے جواب دینا نہیں چاہ رہا تھا اور اسی اثناء میں اس نے ایک بیگ میں کپڑے بھرنے شروع کردیے اور وجیہہ جو اس کی حرکتوں کی طرف متوجہ تھی اسے روکنے کی کوشش کررہی تھی۔ اس کی کوشش کو روکنے کے لیے فرخ نے بنا سوچے سمجھے اپنی بڑی بہن کو تھپڑ دے مارا اور بیگ اٹھا کر گھر سے باہر نکل گیا۔ وجیہہ اپنے نرم گال پر اس کی سخت انگلیوں کے نشانوں پر ہاتھ رکھے حیرت سے اپنے باپ کو دیکھ کر رہ گئی۔

بوڑھی حیرت زدہ آنکھوں کے سامنے کئی برس پرانا منظر لہرا رہا تھا بس کرداروں کے نام بدل گئے تھے۔ جگہ بدل گئی تھی۔ وجہ بھی بدل گئی تھی۔ مگر نظارہ نہیں بدلا تھا۔ مٹی زدہ یادوں کی مٹی کی جانے والی ہر حرکت کے ساتھ اترنے لگی تھی اور پرانے بوسیدہ دیمک زدہ اور گلے سڑے الفاظ واضح ہونے لگے تھے۔ اپنی آنکھوں میں نمی لیے اپنے گرتے وجود کو سہارا دینے کو وہ دروازے کو یوں پکڑے کھڑا تھا جیسے دروازہ ہی اس کا آخری سہارا ہو۔ کافی دیر یوں ہی کھڑے رہنے کے بعد آہستہ آہستہ وہ چلتا ہوا کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیا۔ کانوں میں ایک ہی گونج تھی۔

"باپ پر پوت ..... باپ پر پوت ..... باپ پر پوت۔"

☆☆☆

بات چند نہیں، کئی برس پرانی تھی جب والد صاحب کی وفات کے بعد وصیت کھولی گئی تھی۔ اس کے مطابق والد

صاحب جوکہ مذہب کے ہر حکم کو جس حد تک ممکن ہوتا اپنی زندگی میں لاگو کرنے کی کوشش کرتے اور یہی بات ان کی وصیت نامے میں بھی نظر آرہی تھی انہوں نے جائز قانونی حصہ بمطابق اسلام اپنے چاروں بچوں دو بیٹوں اور دو بیٹیوں میں بانٹ دیا۔ مگر سب سے چھوٹے رضا کو اس پر اعتراض تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بہنوں خاص کر آپا صبیحہ کو حصہ نہ ملے کیونکہ انہوں نے شادی نہیں کی تھی اور اب ساٹھ سے اوپر کی تھیں رضا کے مطابق وہ چونکہ غیر شادی شدہ تھیں ان کی کوئی خاص ضروریات نہ تھیں اس لیے یہ تقسیم رضا کے لیے ناقابل قبول تھی اس کے مطابق یہ حصہ اسے ملنا چاہیے تھا کیونکہ وہ بال بچے دار تھا اور یہ اختلاف کرتے وقت وہ یہ بھول گیا تھا کہ ان کی اماں جی اپنی بیماری کے باعث ان سب کو آپا کے حوالے کرکے جنت سدھار گئیں تھیں اور یہ آپا ہی تھیں جنہوں نے گھر سنبھالا اور چھوٹی بہن اور بھائیوں کو پڑھایا لکھایا اور شادیاں بھی کیں۔ اس سب کو نمٹاتے نمٹاتے ان کی اپنی عمر نکل گئی اور انہوں نے شادی نہ کی لیکن اب یوں لگ رہا تھا کہ انہوں نے جو قربانیاں دیں تھیں وہ رائیگاں گئیں۔

کچھ عرصہ کھینچا تانی چلتی رہی مگر اونٹ کسی کروٹ بیٹھتا نہ دیکھ کر رضا نے اپنا پلان زبردستی سے چاپلوسی میں بدل لیا۔ چونکہ آپا نے سب کو ماں کی طرح پالا تھا اس لیے ان کا دل پسیج گیا اور انہوں نے بھی پچھلی باتوں کو بھلا دیا۔ وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا اور آپا مزید بوڑھی ہوگئیں۔ رفتہ رفتہ ان کی آنکھوں کی بینائی بھی جاتی رہی۔ ایک دن رضا نے اپنی مجبوریوں کا رونا...... رونا شروع کردیا جن میں سے سب سے اہم بچوں کی تعلیم کے بڑھتے اخراجات تھے۔ آپا کو چونکہ اپنے بھتیجے بھتیجیوں سے بہت محبت تھی اور وہ ان کو ہر میدان میں کامیاب اور آگے بڑھتا دیکھنا چاہتی تھیں اس لیے انہوں نے اپنے مکان پر جوکہ وراثت میں ان کو ملا تھا اس پر قرضہ لینے کی اجازت دے دی اس شرط پر کہ اقساط رضا ادا کرے گا مگر وہ رضا ہی کیا جو بہن کا بھلا چاہے۔

اقساط لینے والے آتے اور آپا کو دھمکا کر چلے جاتے آپا اپنی چھڑی ٹکاتی رضا کی جانب چل دیتی اور رضا یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ دکان میں مندا ہے پہلے ہی گھر کے خرچے پورے نہیں ہوتے اوپر سے یہ قرضہ میں کیسے اتاروں۔ آپا بے چاری اس کو ڈھیر ساری تسلی اور دعائیں دے کر واپس آجاتیں۔ اسی اثناء میں چھوٹی بہن جب ملنے آئی تو اس نے بھی رضا کو بلوا کر سمجھایا کہ بڑی بہن کے ساتھ ایسا مت کرو ماں کی جگہ ہے مگر بجائے بات سمجھنے کے رضا نے جھگڑا شروع کردیا ہوتے ہوتے بات یہاں تک پہنچی کہ اس نے ماں جیسی بڑی بہن کو تھپڑ دے مارا اور وہ ضعف کی وجہ سے اس اچانک پڑنے والی افتاد سے سنبھل نہ سکیں اور زمین پر جا گریں اور مٹی سرخ ہونے لگی۔ رضا بنا پروا کیے کف اڑاتا اپنے گھر کو چل دیا۔

چند روز بعد چھوٹی بہن نے گروی مکان کا سودا کرکے قرضہ ادا کیا اور بہن کو اپنے پاس لے گئی۔ لیکن جانے سے پہلے آپا نے رضا کے دروازے پر کھڑے ہوکر اس کو اور اس کے بچوں کو ڈھیر ساری دعائیں دیں اور اسے یہ بھی کہا کہ میں نے چونکہ ماں کی غیر موجودگی میں پالا۔ اس لیے تمہیں بددعا نہیں دے سکتی مگر اتنا ضرور کہوں گی کہ "رضا یاد رکھنا باپ پر پوت ہوتا ہے۔ تیرے دو بیٹے ہیں کبھی تو تجھے احساس دلائیں گے کہ تم نے اپنی بہن کے ساتھ کیا کیا تھا۔"

اور آج رضا کی آنکھوں کے سامنے اس کے چھوٹے بیٹے فرخ نے اپنی بڑی بہن وجیہہ کو تھپڑ دے مارا وجیہہ حیران نظروں سے باپ کو دیکھنے لگی اور فرخ غصے میں کپڑوں سے بھرا بیگ اٹھا کر گھر سے باہر نکل گیا۔

باقی بس رضا کے کانوں میں بکھر رہ گئی۔ باپ پر پوت ہوتا ہے۔ باپ پر پوت۔

روحانی مسائل حل

حافظ شبیر احمد

محمد جمال آفریدی...... کوہاٹ

جواب:۔ مدینہ شریف سے سرمہ "اثمد" ملتا ہے وہ منگوا کر رات سونے سے پہلے 3 بار دائیں آنکھ میں اور 2 بار بائیں آنکھ میں لگائیں روزانہ۔

خدیجہ مبین...... راولپنڈی

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

مغرب کی نماز کے بعد سورۃ فلق اور سورۃ الناس 21،21 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں۔

سونے سے پہلے چہار قل، سورۃ الفاتحہ اور آیۃ الکرسی پڑھا کریں۔

این ایل...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

جواب:۔ سورۃ یاسین ایک مرتبہ (رکاوٹیں ختم ہوں)

ا:۔ سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

۲:۔ سورۃ عبس روزانہ ایک مرتبہ سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں پڑھنے کے بعد پانی پر دم کریں۔ ہاتھ منہ دھوئیں پانی کیاری میں جائے۔

ام ربعب...... تلہ گنگ

جواب:۔ صبح وشام سورۃ فاتحہ، آیۃ الکرسی، چار قل 3،3 مرتبہ پڑھ کر دم کیا کریں۔

عفیرہ ..... کراچی

جواب:۔ رب لا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین۔ کثرت سے پڑھیں۔

سورۃ انشقاق کی پہلی 5 آیات سات بار پڑھ کر ڈلیوری کے ٹائم پانی پئیں۔

انیبہ جمل...... کورنگی، کراچی

جواب:۔ (ا) سورۃ قریش 111 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ (جہاں درخواست جمع کرائی ہے وہاں کا تصور رکھیں پڑھتے وقت)

(۲) سورۃ العصر روزانہ 21 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلایا کریں۔

این...... ڈیرہ اسماعیل خان

جواب:۔ (۱،۲،۳) بعد نماز عشاء سورۃ عبس 3 مرتبہ پڑھ کر اپنے اوپر اور پانی پر دم کریں پانی خود بھی پئیں گھر کے تمام افراد کو پلائیں اور گھر میں بھی چھڑکیں۔ (حمام کے علاوہ) صدقہ بھی دیں۔

مسئلہ نمبر۲:۔ بھائی خود کرے سورۃ القریش پڑھا کرے۔

رابعہ احسان...... ڈیرہ غازی خان

جواب:۔ حسد اور نظر کی زد میں آ گئی ہیں۔ بعد نماز فجر سورۃ یسین (روزانہ) بعد نماز عشاء سورۃ فلق سورۃ الناس 21،21 مرتبہ (21 دن تک) دم بھی کریں اپنے اوپر صدقہ دیں (بکرا)

تسلیم اختر...... جہلم

جواب:۔ بہتر ہے یہ گھر چھوڑ دیں۔ رشتہ کیلئے سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ تعلیم جاری رکھیں۔

بیماری کے لیے ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

ثوبیہ غفور...... گجرات

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74، 70 مرتبہ اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔

بعد نماز عشاء سورۃ الفلق، سورۃ الناس 21،21 مرتبہ جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔

صفیہ...... نواب شاہ

جواب:۔ بظاہر ایسی کوئی چیز سامنے نہیں آ رہی۔

لوبس...... ھری پور

جواب:۔سورۃ قریش ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ پڑھا کریں۔ اپنے دونوں مسئلوں کے لیے دعا کریں۔

نویدہ...... کوٹلی، جمال پور

جواب:۔(۱) آپ زیادہ سوچا مت کریں۔ مسائل گھر میں کم آپ کے ذہن میں زیادہ ہیں۔

صدقہ اپنی حیثیت کے مطابق جتنی مرتبہ دینا چاہیں دے سکتی ہیں۔ (چاہے وہ پیسوں کی شکل میں ہو یا گوشت وغیرہ کی)

(۲) بھائی سورۃ قریش کا ورد رکھیں جب تک کام نہیں ہو جاتا۔

(۳) بہنیں وظیفہ جاری رکھیں۔ عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق' سورۃ الناس 1,1 تسبیح روزانہ اول و آخر 11,11 مرتبہ درود شریف۔

رضیہ بی بی...... بلدامی باغ، لاھور

جواب:۔ہفتہ میں ایک مرتبہ سورۃ البقرۃ پڑھ کر پانی پر دم کر لیا کریں گھر کے تمام افراد کو پلائیں اور گاڑی پر بھی چھڑکیں۔

بیٹے کے لیے:۔فجر کی نماز کے بعد سورۃ شمس 21 مرتبہ پانی پر دم کر کے پلائیں۔ سورۃ عصر 21 مرتبہ سرہانے کھڑے ہو کر پڑھیں۔ دم بھی کریں۔ نیت ہو کام پر دھیان دے لگ کر کام کرے۔

شمائلہ...... ضلع جھلم

جواب:۔مسئلہ کسی حد تک حل ہوا ہے مکمل نہیں۔

آپ ان سے مستقل کوئی وظیفہ معلوم کرلیں اور اسے آپ دونوں اپنے معمول میں رکھیں۔ صدقہ خیرات کرتی رہیں۔

عنبرین گل...... مظفر گڑھ

جواب:۔بہن فجر کی نماز کے بعد سورۃ یسین 1 مرتبہ اور عشاء کی نماز کے بعد سورۃ عبس 1 مرتبہ پڑھا کرے۔ اپنے مسئلے کے لیے دعا بھی کیا کرے۔

آپ دونوں رشتے والی دعا جاری رکھیں۔ ساتھ ہی عشاء کی نماز کے بعد سورۃ الفلق' سورۃ الناس ایک ایک تسبیح روزانہ کیا کریں نیت رکھیں جو رکاوٹ بندش ہے وہ ختم ہو۔

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کر دیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے جون ۲۰۱۵ء

نام .... والدہ کا نام .... گھر کا مکمل پتا ....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پذیر ہیں ....

بیاض دل

میمونہ رومان

طیبہ سعدیہ..... سیالکوٹ

میں اور میرا رب روز بھول جاتے ہیں اقبال
میں اس کی عطاؤں کو وہ میری خطاؤں کو

نادیہ عباس دیا قریشی..... موسیٰ خیل

ماں تیرے بعد کون لبوں سے اپنے
وقت رخصت میرے ماتھے پہ دعا لکھے گا

علینہ شمشاد حسین..... کورنگی کراچی

عنوان زندگی پر بس اتنا ہی لکھ پائی ہوں
بہت کمزور رشتے تھے بہت مضبوط لوگوں سے

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

تصویر شاہکار تھی لاکھوں میں بک گئی
جس میں بغیر روٹی کے بچہ اداس تھا

فصیحہ آصف خان..... ملتان

کوئی جو دور بیٹھا ہے
جب ہی تو شام اداس ہے

حمیرا نوشین..... منڈی بہاؤالدین

میرے مولا نے مجھ کو چاہتوں کی سلطنت دے دی
مگر پہلی محبت کا خسارہ ساتھ رہتا ہے

فائزہ بھٹی..... پتوکی

دیکھ کر کہیں اور تیرے پیار کی برسات
خشک سالی اتر آتی ہے دل کی زمین پر

ضیا احمد..... پتوکی

ناصحا! مت کر نصیحت کیوں مجھے سمجھائے ہے
نیک و بد سوجھے نہیں جب دل کہیں لگ جائے ہیں

شزا بلوچ..... جھنگ صدر

محبت زندگی بدل دیتی ہے صاحب
مل جائے تب بھی نہ ملے تب بھی

سندس رفیق سندر..... عبدالحکیم

ادا قاتل بیاں قاتل زباں قاتل نگاہ قاتل
تمہارا سلسلہ شاید کسی قاتل سے ملتا ہے

فرزانہ ندیم شکوری..... اسلام پورہ کمالیہ

اس نے میرے زخموں کا یوں کیا علاج
مرہم بھی گر لگایا تو کانٹوں کی نوک سے

پری طور..... جہلم

چہرے کی ہنسی سے ہر غم مٹا دو
بہت کم بولو پر سب کچھ بتا دو
خود نہ روٹھو اور سب کو منا لو
یہ راز ہے زندگی کا جیو اور جینا سکھا دو

عائشہ پرویز صدیقی..... کراچی

میں نے مانا کہ یہ تقدیر کا لکھا ہے اٹل
میرا ایمان دعاؤں میں اثر ہوتا ہے
اس کو مانگوں گی خدا سے میں جنوں کی حد تک
عشق جب حد سے گزرتا ہے تو امر ہوتا ہے

ایس انمول..... بھابڑہ شریف

میں نے مانا کہ تو یوسف سا حسیں ہے لیکن
یہ میرا دل ہے کوئی مصر کا بازار نہیں

نورین مسکان سرور..... ڈسکہ

شہر امیر کی گندم ہوتی رہی خراب
بیٹی کسی غریب کی فاقوں سے مر گئی

تناوش فریال..... کھروڑ پکا

میں اگر چاہوں تو بھی شاید
نہ لکھ سکوں ان لفظوں کو
جنہیں پڑھ کر تم سمجھ سکو
کہ کتنی محبت ہے تم سے

رشک وفا..... برنالی

وہ مجھ سے بچھڑ کر بدلا تو ضرور ہے مگر پھر بھی وفا
دل کو یقین ہے کہ وہ اک بار تو رویا ہوگا مجھے یاد کر کے

نادیہ گل نادی..... مخدوم پور

یاد کا زہر دل میں ہی پھیل گیا
دیر کر دی ہم نے اسے بھول جانے میں

عائشہ علی..... فیصل آباد

میری ذات صفر کی مانند ہے
تنہا جسے کوئی پسند نہیں کرتا
مگر کسی کے ساتھ لگ جائے
تو اس کی اوقات بدل دیتا ہے

دیا آفریں..... شاہدرہ

بوند گری تو آنکھ میں آنسو بھی آ گئے
بارش کا اس کی یاد سے رشتہ ضرور تھا

عائشہ نور عاشا..... گجرات

بات ہے راستے پر جانے کی
اور جانے کا راستہ ہی نہیں

صائمہ سکندر سومرو..... حیدرآباد سندھ

قیامت تک رہے سجدے میں سر میرا اے خدا
کہ تیری نعمتوں کے شکر کے لیے یہ زندگی کافی نہیں

فاطمہ سعدیہ..... گاؤں کھدے

تراش کر تو پتھر کی بھی قیمت ہو ہی جاتی ہے
اگر بھگوان بن جائے عقیدت ہو ہی جاتی ہے
کسی انجان لمحے میں کسی انجان چہرے سے
محبت کی نہیں جاتی محبت ہو ہی جاتی ہے

رخ کوثر شہزادی..... سرگودھا

میں اداس رستہ ہوں شام کا مجھے آہٹوں کی تلاش ہے
یہ ستارے سب ہیں بجھے بجھے مجھے جگنوؤں کی تلاش ہے
وہ جو ایک دریا تھا آگ کا سب راستوں سے گزر گیا
ہمیں کب سے ریت کا شہر میں نئی بارشوں کی تلاش ہے

سائرہ حبیب اوڈ..... عبدالحکیم

مت کیا کر اتنے گناہ توبہ کی آس پر
بے اعتبار سی موت ہے نہ جانے کب آ جائے

ارم کمال..... فیصل آباد

ہونٹ مصروف دعا ہیں کہ اے میرے رب عظیم
آرزوؤں کو مہکتی ہوئی تعبیر ملے

عروسہ شہوار رفیع..... کالا گوجراں جہلم

جو بندھن ضبط کے ہیں آج سارے ٹوٹ جائیں گے
ان آنکھوں کی سمندر کے کنارے ٹوٹ جائیں گے
بہت رویا کرے گا ہجر کی ویران راتوں میں
ہماری قربتوں کے جب سہارے ٹوٹ جائیں گے

اروی مختار..... میاں چنوں

وعدے وفا کے اور چاہت جسم کی
اگر یہ عشق ہے تو ہوس کس کو کہتے ہیں

عائشہ صدیقہ..... چکوال

مزا برسات کا چاہو تو ان آنکھوں میں آ بیٹھو
وہ برسوں میں کبھی برسیں یہ برسوں سے برستی ہیں

سیدہ جیا عباس..... تلہ گنگ

احساس محبت سے کسی گوشہ دل میں
جب چوٹ ابھر آئے تو لگتا ہے کہ تم ہو
سر رکھ کے جو پتھر پر کبھی راہ الم میں
کچھ نیند سی آ جائے تو لگتا ہے کہ تم ہو

حمیرا قریشی..... حیدرآباد سندھ

تیرے بخت کا ستارا میرے بخت سے روٹھا رہا
زیست یوں ہی گزر گئی میں تیرے غم میں ڈوبا رہا
ہر سنہری شب بیتی عالمِ اذیت میں
بعد تیرے اے ہمسفر میں خود سے بھی روٹھا رہا

کوثر ناز..... حیدرآباد سندھ

ایک ستم زمانے نے کیا چھین لی مجھ سے میری محبت
ایک ستم میں نے کیا کہ پھر سے محبت کر لی

انیس احمد..... بہاولپور

آغاز محبت ہے یا ابھی پیدا وفا کرنی ہے
تم سے تو صنم محبت کی انتہا کرنی ہے
رہ نہ جائے کوئی تقاضا باقی رضا
ادب سے ہر قدم کی ابتدا کرنی ہے

شگفتہ الطاف..... جوہرآباد

یوں در پہ وہ رقیبوں سے گلے شکوے نہیں اچھے
تمہیں جو بھی شکایت تھی ہمارے روبرو کرتے

طیبہ طاہرہ..... تونسہ شریف

غیروں کی سختیوں کا ہم نے ذکر ہی کب کیا ہے

اپنوں کی شفقتوں کے ستائے ہوئے ہیں ہم

ثوبیہ......راولپنڈی

جیسے صحرا میں کوئی مانگتا ہے بارش کی دعا
ٹھیک ویسے ہی رب سے تمہیں مانگ رہے ہیں

سعیدہ ندا......ستیانہ

تجھ سے بچھڑے تو عجب ڈھنگ پہ چل نکلی زندگی
تجھ سے ملنے کے بھی اطوار تھے نرالے

عنبر مجید......کوٹ قیصرانی

جس رستے پر بھی دیکھی تاریکی انمول
اس رستے پر چل دیئے ہاتھ میں شمع لے کر

راؤ کرن بدر......ہالانواں

سرِ شام تیرے تمام لفظ تیرے ہر لفظ کو سوچنا
یہی الفتوں کا اصول ہے یہی محبتوں کا جنون ہے

جاذبہ عباسی......دیول مری

وہ اکثر مجھ سے کہتا تھا کہ
تم نے کبھی غور سے اپنی
ان آنکھوں کو دیکھا ہے
سونے والوں کی طرح جاگنے والوں جیسی

طاہرہ غزل......جتوئی

سبھی تعریف کرتے ہیں میری تحریر کی لیکن
کبھی کوئی نہیں سنتا میرے الفاظ کی سسکی

عنزہ یونس......حافظ آباد

تو یاد کر یا بھول جا
تو یاد ہے یہ یاد رکھ

اقصیٰ اکمل وفا......حویلیاں

مجھے خبر نہ ہوئی کیا تلاش تھی اس کی
جو میری ذات کے صفحے پلٹ گیا یونہی

دعا ہاشمی......فیصل آباد

دیکھئے پہنچے کہاں تک سوزشِ دل کا اثر
صرصرِ وحشت کا یہ شعلہ ہے بھڑکایا ہوا

سبط الرحمٰن......ماچھیوال گاؤں

فطرت کا تقاضا ہے نہیں عشق تماشا
آدم کو رلا دیتی ہے حوا کی جدائی

فیاض اسحاق مہیانہ......سلانوالی

فاصلے ایسے ہوجائیں گے کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھے تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا
آج اس نے اپنے دکھ بھی علیحدہ کرلیے
آج میں جو رویا تو میرے ساتھ وہ رویا بھی نہ تھا

ارم وڑائچ......شادیوال گجرات

کس قدر بے ساختہ پن چاہتی ہے زندگی
شاخ سے اڑتا پرندہ دیکھنا تو سوچنا

ام عمارہ......چیچہ وطنی

پیار کے دیپ جلانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
اپنی جان سے جانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں
جان سے پیارے لوگوں سے کچھ کچھ پردہ لازم ہے
ساری بات بتانے والے کچھ کچھ پاگل ہوتے ہیں

راؤ رفاقت علی......لودھراں

میرے عشق کا نشہ اس قدر طاری ہو ان پر
جب میں بچھڑوں تو ان پر سوگ مرض فرض ہوجائے

عائشہ سلیم......کراچی

کبھی کبھار اسے دیکھ لیں کہیں مل لیں
یہ کب کہا ہے کہ وہ خوش بدن ہمارا ہو
میں اپنے حصے کے سکھ جس کے نام کرڈالوں
کوئی تو ہو جو مجھے اس طرح سے پیارا ہو

جویریہ ضیاء......کراچی

ہمیں جان دینی ہے اک دن وہ کس طرح وہ کہیں سہی
ہمیں آپ کھینچے دار پر جو نہیں کوئی تو ہم سہی
اسے دیکھنے کی جو لو لگی تو نصیر دیکھ ہی لیں گے
وہ ہزار آنکھ سے دور ہوں وہ ہزار پردہ نشین سہی

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

پالک گوشت

اجزاء:۔

بکرے کا گوشت	آدھا کلو
پالک	آدھا کلو
ہری مرچ	چھ عدد
ٹماٹر	ایک عدد
میتھی	دو چھوٹی گٹھی
تیل	آدھا کپ
پیاز	آدھا کپ (تلی ہوئی)
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
لال مرچ پسی ہوئی	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
نمک	ایک چائے کا چمچ
دھنیا پسا ہوا	ڈیڑھ چائے کا چمچ
دہی	ایک کپ
دودھ	آدھا کپ
قصوری میتھی	دو چائے کے چمچ

ترکیب:۔

پالک کو صاف کرکے ابال لیں۔ اب پالک کو ہری مرچ، ٹماٹر اور میتھی کے ساتھ بلینڈ کرکے رکھ لیں۔ پھر تیل گرم کرکے اس میں تلی پیاز، ادرک لہسن کا پیسٹ، پسی لال مرچ، ہلدی، پسا دھنیا، نمک اور بکرے کا گوشت ڈال کر دس منٹ کے لیے فرائی کریں۔ اب اس میں دہی شامل کرکے اچھی طرح فرائی کرلیں۔ اس کے بعد ڈیڑھ کپ پانی ڈال کر ڈھکیں اور پکالیں، یہاں تک کہ گوشت تقریباً گل جائے۔ اب بلینڈ کیا ہوا پالک کا مکسچر شامل کرکے ڈھکیں اور پکالیں یہاں تک کہ تیل اوپر آجائے۔ آخر میں دودھ اور قصوری میتھی ڈال کر فرائی کریں اور نکال لیں۔

سعدیہ بتول..... جہلم

اسپیشل قورمہ

اجزاء:۔

بکرے کا گوشت	آدھا کلو
دہی	ایک کپ
کھوپرا پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
دھنیا پسا ہوا	ڈیڑھ چائے کا چمچ
لال مرچ پسی ہوئی	دو چائے کے چمچ
گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچ
ہلدی	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
خشخاش	ایک چائے کا چمچ
بادام	دس عدد
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
تیل	آدھا کپ
دارچینی	ایک ٹکڑا
ہری الائچی	چار عدد
پیاز تلی ہوئی	چار کھانے کے چمچ
ہرا دھنیا	دو کھانے کے چمچ
پودینے کے پتے	دس سے بارہ عدد
ہری مرچ	چار عدد (ثابت)
زعفران	ایک چوتھائی چائے کا چمچ

ترکیب:۔

دہی کو مکس کرکے اس میں کھوپرا، پسا دھنیا، پسی لال مرچ، گرم مصالحہ، ہلدی، بادام، خشخاش اور ادرک لہسن کا پیسٹ ڈال کر مکس کرلیں۔ تیل گرم کرکے اس میں دارچینی اور ہری الائچی ڈالیں۔ ساتھ ہی بکرے کا گوشت شامل کرکے اچھی طرح فرائی کریں۔ پھر اس میں دہی کو تمام مصالحوں کے ساتھ ڈالیں اور اچھی طرح فرائی کرلیں۔ اس کے بعد دو کپ پانی شامل کرکے ڈھکیں اور گوشت گلنے تک پکائیں۔ پھر اس میں پیاز، ہرا دھنیا، پودینے کے پتے، ہری مرچ اور زعفران ڈالیں۔ جب تیل اوپر آجائے تو اسے نکال کر سرو کریں۔

افشاں عمران..... کراچی

دہلی خاص نہاری

اجزاء:۔

گائے کا گوشت	سات سو پچاس گرام
نمک	حسب ذوق
لال مرچ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ

کشمیری مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
تیل	ڈیڑھ کپ
لال آٹا	حسب ضرورت
ادرک ایک چائے کا چمچ	پانی میں بھگولیں
لہسن ایک پوتھی	کوٹ کر پانی نکال لیں

گارنش کے لیے

ادرک ڈیڑھ انچ کا ٹکڑا	سلائس میں کاٹ لیں
دھنیا کٹا ہوا	دو کھانے کے چمچ
ہری مرچ کٹی ہوئی	تین سے چار عدد
لیموں	دو عدد

نہاری مصالحے کے لیے:

سونٹھ	تین ٹکڑے
ململ کا کپڑا	حسب ضرورت
سونف	ڈیڑھ کھانے کا چمچ
شاہ زیرہ	دو کھانے کے چمچ
کالی الائچی	چار عدد
لونگ	دس عدد
پیاز	پانچ عدد
ادرک لہسن پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ

ترکیب:۔

سب سے پہلے بیف گوشت لے لیں اور اس میں ادرک لہسن پیسٹ اور ہلدی ڈال کر اسے ابالیں تاکہ گوشت کی بساند ختم ہو جائے اور گوشت گل جائے اور اس کا پانی بھی تیار ہو جائے۔ اب پین میں گھی گرم کریں اور پیاز کو ادرک اور لہسن کے پانی سے فرائی کریں۔ پھر اس میں لال مرچ پاؤڈر، کشمیری مرچ پاؤڈر، نمک اور بیف گوشت کا پانی شامل کریں اور بھونتے جائیں۔ تھوڑی دیر بعد بیف گوشت بھی شامل کر دیں۔ پھر ململ کے کپڑے میں سونف، شاہ زیرہ، کالی مرچ، کالی الائچی، سونٹھ، لونگ اور ہری الائچی ڈال کر اسے باندھ کر شامل کر دیں۔ اب لال آٹا چار کھانے کے چمچ کے برابر لے کر پانی میں گھول لیں اور نہاری میں شامل کر دیں۔ اب آنچ ہلکی کر دیں اور اسے مزید پکائیں۔ پھر ململ کے کپڑے کی تھیلی نکال لیں اور نہاری کو دم پر رکھ دیں۔ آخر میں دھنیا چھڑک کر گارنشنگ کر لیں اور ساتھ ہی پلیٹ میں ادرک، ہری مرچیں اور لیموں سجا کر پیش کریں۔ دہلی نہاری ناشتے کے لئے تیار ہے۔

بلقیس فاطمہ...... حیدرآباد

زعفرانی بریانی

اجزاء:۔

گوشت	ایک کلو
چاول (بھیگے ہوئے)	ایک کلو
گھی	حسب ضرورت
زعفران	تھوڑی سی مقدار
لونگ	آٹھ عدد
ثابت گرم مصالحہ	حسب ضرورت
دہی	ایک پاؤ
بڑی الائچی	چار عدد
پیاز ایک پاؤ	باریک کٹی ہوئی
ادرک لہسن پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
سفید زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
ثابت کالی مرچ	آٹھ سے دس عدد
دار چینی	دو درمیانے ٹکڑے
پانی	حسب ضرورت

ترکیب:

پیاز گھی میں ہلکا براؤن کر لیں پھر اس میں گوشت اور ادرک لہسن پیسٹ ڈال کر اچھی طرح بھون لیں۔ تھوڑا سا پانی، نمک اور ثابت گرم مصالحہ ڈال کر ہلکی آنچ پر گلنے کیلئے رکھ دیں۔ جب گوشت گل جائے تو دہی ڈال کر بھون لیں۔ بھیگے ہوئے چاولوں میں ایک چمچ ثابت گرم مصالحہ ڈال کر ایک کنی رکھ کر ابال لیں۔ اب دیگچی میں پہلے تھوڑے چاول ڈالیں پھر گوشت کا مصالحہ ڈالیں اور باقی چاول ڈال کر زعفران کو تھوڑے سے دہی میں مکس کر کے ڈال دیں۔ تھوڑا سا گھی زیادہ گرم کر کے چاولوں پر ڈال کر دم لگا دیں۔

ماریہ اقراء طوبیٰ وسیم...... اللہ والا ٹاؤن، کراچی

فروٹ سلاد

اجزاء:۔

سلاد کے پتے	۲۵۰ گرام
ناشپاتی	۱۰۰ گرام
کینو	ایک عدد
سنگترے	ایک عدد
لیموں	دو عدد
پسا ہوا سیاہ نمک	نصف چائے کا چمچ
ٹماٹر	۱۰۰ گرام
سرخ گاجریں	۵۰ گرام
پیاز	۵۰ گرام

ترکیب:۔

کینو اور سنگترہ چھیل کر اس کی پھانکیں نکالیں، پیاز چھیل کر لچھے دار کاٹ لیں۔ ٹماٹر دھو کر صاف کریں اور گول گول قتلوں میں کاٹیں، گاجریں چھیل کر گول گول ٹکڑوں میں کاٹ لیں لیموں کو چار چار ٹکڑوں میں کاٹ لیں اس کے بعد ایک ڈش میں سلاد کے پتے بچھائیں اوپر تمام اجزا ترتیب کے ساتھ سجا کر پسا ہوا سیاہ نمک چھڑ دیں اور دسترخوان کی زینت بنائیں۔

فضا سعدیہ عائشہ ناز...... کراچی

بینگن کا رائتہ

اجزاء:۔

بینگن	۲۵۰ گرام
نمک	حسب ذائقہ
سفید زیرہ	آدھا چمچ
لہسن	۵ گرام
میتھی	۲ گرام
پسی ہوئی کالی مرچیں	ایک چمچ
پسا ہوا دھنیا	۲ گرام
پیاز	۱۰۰ گرام
گھی	حسب ضرورت
سرخ مرچیں	حسب ضرورت

ترکیب:۔

پیاز چھیل کر باریک کاٹ لیں بینگن کو پانی میں ابال کر باہر نکالیں اور ٹھنڈا ہونے پر چھلکا اتاریں اور گودا نکال کر الگ رکھ دیں پھر برتن میں گھی ڈال کر چولہے پر رکھیں اس میں پیاز براؤن کرکے نمک پسی ہوئی کالی مرچیں سفید زیرہ اور میتھی ڈال کر مسالا بھونیں چند منٹ بعد لہسن، پسا ہوا خشک دھنیا، ابلے ہوئے بینگن کا گودا اور پسی ہوئی سرخ مرچیں ڈال کر ہلکی آنچ پر بھونیں چند منٹ کے بعد جب مسالا گھی چھوڑ دے تو چولہے سے نیچے اتار لیں اور کھانے کے لیے پیش کریں۔

نزہت جبین ضیاء...... کراچی

ویجی ٹیبل فرائٹرز

اجزاء:۔

بیسن	ایک کپ
میدہ	آدھا کپ
لال مرچ پاؤڈر	چوتھائی چائے کا چمچ
بیکنگ سوڈا	آدھا چائے کا چمچ
ٹھنڈا پانی	دو کپ
ٹاٹرک ایسڈ	تہائی چائے کا چمچ
لیموں کا جوس	دو کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	فرائی کرنے کیلئے
زیرہ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
آلو (سلائز میں کٹے ہوئے)	ایک کپ
دھنیا پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
پھول گوبھی کے ٹکڑے	ایک کپ
ہلدی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
شملہ مرچ بیج نکال لیں	ایک کپ (چوپ کرلیں)

ترکیب:۔

میدہ، بیکنگ سوڈا، ٹاٹرک ایسڈ، نمک، لال مرچ، زیرہ پاؤڈر، دھنیا پاؤڈر، ہلدی پاؤڈر مکس کرلیں تھوڑا تھوڑا پانی ملا کر پھینٹ لیں۔ اس میں لیموں کا رس ملا کر بیٹر تیار کرلیں اور ایک طرف رکھ دیں۔ ایک کڑاہی میں تیل گرم کریں سبزیوں کو بیٹر میں ڈپ کرکے تیل میں فرائی کرلیں گولڈن ہوجائے تو ٹشو پیپر پر نکال کر اضافی تیل نتھار لیں۔ تمام پکوڑے اسی طرح تیار کرلیں اور چٹنی کے ساتھ سرو کریں۔

ثمن رحمٰن...... فیصل آباد

وائٹ سوس کٹلس

اجزاء:۔ (برائے کٹلس)

آلو (ابال کر میش کر لیں)	ایک کلو
نمک	حسب ذائقہ
مٹر (ہلکا سا ابال لیں)	ایک پاؤ
گاجر (کش کرنے کے بعد ابال لیں)	ایک پاؤ
ہرا دھنیا	حسب ضرورت
انڈے (سخت ابال کر میش کر لیں)	دو عدد
سبز مرچ	حسب ضرورت
بریڈ کرمبز	حسب ضرورت
سرخ مرچ پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
انڈے (پھینٹے ہوئے)	دو عدد

اجزا (برائے وائٹ سوس)

میدہ	دو کھانے کے چمچ
نمک کالی مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
تیل	ایک کھانے کا چمچ

ترکیب: (برائے وائٹ سوس)

میدہ میں کالی مرچ، نمک اور پانی مکس کر کے پتلا سا گھول لیں، تیل کو فرائی پین میں گرم کریں۔ اس میں یہ آمیزہ ڈال دیں دو منٹ چمچ چلائیں اور اتار لیں وائٹ سوس تیار ہے۔

ترکیب (برائے کٹلس)

فرائی پین میں تھوڑا سا تیل ڈال کر گرم کریں۔ اس میں مٹر، گاجر، انڈے ڈال کر ہلکا سا چمچ چلائیں، کالی مرچ ڈالیں، ہرا دھنیا، ہری مرچ کاٹ کر شامل کریں فلنگ تیار ہے۔ میش کیے ہوئے آلوؤں میں وائٹ سوس شامل کر کے اچھی طرح مکس کریں۔ آلوؤں کو ہتھیلی پر رکھ کر اس میں فلنگ ڈالیں آلو کو فولڈ کر کے کباب کی شکل دیں تیل گرم کریں اور کبابوں کو پھینٹے ہوئے انڈے میں ڈپ کریں اس کے بعد بریڈ کرمبز میں ڈپ کر کے گولڈن فرائی کریں تیار ہو جائے تو ٹماٹو کیچپ کے ساتھ سرو کریں۔

خدیجہ صدیقہ......سوات

چائنیز رول

اجزاء:۔

آلو (ابلے ہوئے)	آدھا کلو
ڈبل روٹی کے سلائس (اطراف سے کنارے کاٹ لیں)	۶ عدد
انڈا	ایک عدد
چائنیز نمک	ایک چائے کا چمچ
سویا سوس	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
بریڈ کرمبز	حسب ضرورت

ترکیب:۔

آلوؤں کو ابال کر اچھی طرح میش کر لیں۔ اب اس میں بریڈ کے سلائس بھی چورا کر کے ڈال دیں اور پھر نمک، چائنیز نمک، سویا سوس، کالی مرچ، انڈا ڈال کر اچھی طرح مکس کر لیں تاکہ آمیزہ یکجان ہو جائے پھر اس کو انڈا اور بریڈ کرمبز لگا کر فرائی کر لیں۔ انڈا اور کرمبز لگانے سے پہلے آمیزے کو رول کی شیپ دے دیں پانچ منٹ میں تیار اور کھانے میں بے حد مزے دار ہیں۔

زینب اسرار......ایبٹ آباد

آلو کے گلگلے

اجزاء

دودھ	آدھا کلو
گھی	آدھا کلو
آلو	آدھا کلو
شکر	ڈیڑھ پاؤ

ترکیب:

آلو ابال کر پیس لیں۔ پھر شکر، دودھ، آلو میدے میں ملا کر گوندھ لیں اور تھوڑا سا گھی ملا کر گلگلے بنا کر گھی میں تل لیں۔

(طلعت نظامی......کراچی)

بیوٹی گائیڈ

زوبین احمد

موسم گرما میں احتیاط کیجیے

چاروں موسموں کی تبدیلی ہماری صحت اور مزاج پر اثر انداز ہوتی ہے چونکہ ہمارے ہاں سب سے زیادہ عرصے تک رہنے والا موسم گرمی کا ہے اس لیے زیادہ تر لوگ اس موسم سے پریشان رہتے ہیں، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس موسم میں باہر نکلنے والی خواتین کو بڑی مشکل پیش آتی ہے لیکن اگر مناسب تدابیر اختیار کی جائیں تو موسم گرما کو بھی پرلطف موسم بنا کر لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے۔

جلد کی صفائی

موسم کے اثرات انسانی جلد پر پڑتے ہیں اور گرمیوں میں تو فنگس کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، ایسے میں کوشش یہ کرنی چاہیے کہ فنگس کو بڑھنے نہ دیں اور یہ جب ہی ممکن ہے جب جلد کو خشک رکھا جائے عموماً پسینہ چلنے پھرنے، گرد و غبار کے باعث جلد پر آتا ہے اور جلد صفائی سے محروم ہوجاتی ہے اور پھر فنگس بڑھنے لگتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہمارے یہاں لوگوں میں صحت عامہ کا شعور نہیں پھر اپنے اپنے مسائل ہیں لیکن جلد کی صفائی کے لیے روزانہ نہانا ضروری ہے اس کے لیے اچھے میڈیکیٹڈ صابن کا استعمال کریں تو اس کا اچھا اور خوش گوار اثر پڑے گا۔

دوسرے یہ کہ گرمیوں میں ایسے وقت باہر نکلیں جب دھوپ کی تمازت کم ہو اور اگر باہر نکلنا ضروری ہو تو لازم ہے کہ سن بلاک کا استعمال کیا جائے۔

اس میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ سن بلاک اچھی کمپنی کا تیار کردہ ہو آئل فری بھی ملتا ہے اور اگر اسے استعمال کرنے کی عادت ڈال لی جائے تو جھریاں اور جھائیاں بھی نہیں پڑتیں مگر ہوتا یہ ہے کہ ہمارے یہاں احتیاطی تدابیر یا حفظان صحت کے اصولوں کو مدنظر نہیں رکھا جاتا اور جب کوئی مسئلہ پیش آجائے تو اس پر ہزاروں روپے خرچ کرنے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں حالانکہ سوچنا چاہیے کہ بزرگوں نے کہا تھا کہ احتیاط علاج سے بہتر ہے اور یہ بہتری ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے اگر سن بلاک کا استعمال بچپن سے شروع کیا جائے تو اس سے جلد کو خاصا تحفظ مل جاتا ہے لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ ہمارے یہاں اس کا رواج ہی نہیں۔ شاذ و نادر ہی استعمال کیا جاتا ہے جبکہ یہ ایک طرح سے جلد کی ضرورت ہے۔

خواتین گرمی میں باورچی خانے میں چولہے کے پاس کام کرتی ہیں، انہیں سن بلاک کا استعمال کرنا چاہیے کیونکہ چولہے کی گرمی اور تپش خواتین کی جلد کو متاثر کرتی ہے۔

جلد کے مسائل

جلدی لحاظ سے ہمارا شمار کالوں میں ہوتا ہے اور یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ عموماً گوری رنگت اور جلد والے زیادہ مسائل کا شکار ہوتے ہیں کیونکہ اس پر جھریاں بھی جلدی پڑتی ہیں اور دھوپ بھی جلدی اثر انداز ہوتی ہے۔ پھر غیر ممالک میں جہاں سفید رنگت والوں کی افراط ہے جلدی مسائل زیادہ ہیں اور جلد کا کینسر تک ہوسکتا ہے مگر خدا کا شکر ہے ہمارے یہاں یہ مسائل نہیں۔ اس طرح سندھ اور پنجاب سے تعلق رکھنے والے افراد ان لوگوں کی نسبت جو سرحدی یا شمالی علاقوں میں رہتے ہیں کم جلدی امراض کا شکار ہوتے ہیں جبکہ بلوچستان، سرحد اور شمالی علاقہ جات سے تعلق رکھنے والے افراد مختلف نوعیت کے پیچیدہ امراض کا شکار ہوتے ہیں ان میں زیادہ تر اگیزیما کے مریض ہوتے ہیں۔

عام طور پر نوجوانوں کو کیل مہاسوں کی شکایت رہتی ہے اس کا باقاعدہ علاج کروانا چاہیے۔ گرمیوں کے موسم میں گرمی دانے نکلنے لگتے ہیں، گرمی دانوں

کے لیے پریکلی ہیٹ پاؤڈر کا باقاعدہ استعمال کیا جائے۔ کپڑے سلک کے نہ پہنے جائیں بلکہ ایسے کپڑے استعمال کیے جائیں جن میں سے ہوا کا گزر ہوسکے تاکہ پسینہ خشک ہوجائے علاوہ ازیں وٹامن سی کا استعمال زیادہ کیا جائے تو جلدی مسائل کم ہوسکتے ہیں۔

گرمیوں میں حتی الامکان پانی اور دیگر مشروبات کا زیادہ سے زیادہ استعمال بھی جلد کو نمی اور تحفظ دینے کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے عموماً شدید گرمی یا لو کے دنوں میں۔

جلد کے علاوہ بالوں کی بہتری کے لیے بالوں میں تیل ضروری حیثیت رکھتا ہے سب سے زیادہ دھیان اس بات کا رکھا جائے کہ خوش بودار تیل استعمال نہ کریں بلکہ خالص سرسوں، ناریل یا بادام کا تیل استعمال کریں۔ ہفتے میں دو بار بالوں کو تیل لگانا ضروری ہے لیکن بالوں کو تیل لگاتے ہوئے یہ خیال رکھا جائے کہ ان سے نرمی ملائمت کا برتاؤ کیا جائے زور زور سے مالش کرنا قطعاً فائدہ مند نہیں، ہلکے ہاتھوں سے بالوں کی جڑوں میں تیل جذب کرنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ آپ بالوں میں ساری رات تیل لگا کر چھوڑ دیں بلکہ سر دھونے سے دو گھنٹے قبل بھی تیل لگا لیا جائے تو وہی فائدہ حاصل ہوگا۔

بالوں کو ہفتے میں دو سے زائد مرتبہ شیمپو نہ کریں اور نہ ہی اینٹی ڈینڈرف شیمپو کا استعمال مستقل کریں بلکہ بہتر کنڈیشن ہونے پر اسے روک دینا چاہیے۔ بالوں کو گردوغبار سے بچانا اور دھوپ کی شدت سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔ بالوں کے قبل از وقت سفید ہونے میں مختلف عوامل اثر انداز رہتے ہیں۔

غذا میں احتیاط

گرمیوں میں سب سے بڑی اور بنیادی بات اچھی غذا کا استعمال، ورزش اور صفائی کا خیال ذہنی تفکرات سے آزادی وہ عوامل ہیں جن سے عمومی صحت پر بھی خوش گوار اثر پڑتا ہے اور آپ خود بھی پرسکون اور اچھا محسوس کریں گی۔ باورچی خانے کو بالکل صاف ستھرا رکھیے تمام برتنوں کی صفائی کا بھی اچھا خیال رکھیں۔ سبزیوں کو پکانے سے قبل اچھی طرح دھولیں جلد خراب ہوجانے والی غذا اگر استعمال نہیں کرنی ہے تو اسے فریزر میں محفوظ کرنے میں دیر نہ کریں۔ تمام غذاؤں کو فریج میں ڈھانپ کر رکھیں اور الگ الگ کرکے رکھیں۔ کچی غذاؤں کو فریج کے اوپری خانوں میں اور پکی ہوئی غذاؤں کو فریج کے نچلے خانوں میں رکھیں۔ پکی ہوئی غذا کو فریج سے باہر نہ رکھا رہنے دیں جب اس کی بھاپ نکل جائے اور وہ ٹھنڈا ہوجائے تو اسے فوراً فریج میں رکھ دیں۔ رات بھر فریج میں جو پکی ہوئی غذا رکھی گئی ہو اسے استعمال کرنے سے قبل دوبارہ گرم کرلیں۔ پکی ہوئی غذا اسی وقت کھالیں جب وہ گرم ہو دیر تک فریج سے باہر رکھی ہوئی غذا نہ کھائیں۔ کھانا تیار کرنے سے قبل اور کھانے سے قبل صابن سے ہاتھ ضرور دھولیں۔

غذا کو صاف ستھری جگہ پر ڈھانپ کر رکھیں، آلودہ غذا کھانے سے گریز کریں۔ گرمیوں میں پیکٹوں میں بند غذا ہرگز استعمال نہ کریں۔ لو سے محفوظ رہنے کے لیے اس موسم میں ایسی غذائیں زیادہ استعمال کریں جن میں حیاتین (وٹامن سی) پایا جاتا ہے مثلاً کچی کیریاں، فالسہ، لیموں، وغیرہ۔ غذا میں تربوز، خربوزہ، کھیرا، ککڑی کا استعمال بڑھا دیں۔ تربوز خالی پیٹ لیا کریں، بہتر ہے کہ وہ دو کھانوں کے وقفے کے درمیان لیں، خربوزہ کھانے کے بعد نوش کیا کریں۔

اشنہ اور ہانیہ...... کراچی

میرو نگ خیال

ایمن وقار

غزل

پنچھی آزاد اچھے لگتے ہیں
پھول شاخوں پہ روز کھلتے ہیں
جو پہاڑوں سے چشمے بہتے ہیں
پھر ندی سے گلے وہ ملتے ہیں
پیڑ سارے اداس ہیں لیکن
بارشوں میں نکھر کے دھلتے ہیں
جب ہواؤں کا ساز بجتا ہے
مور جنگل میں رقص کرتے ہیں
پھول اور بچوں میں نہیں کوئی فرق
جب بھی دیکھو وہ ہنستے رہتے ہیں
دنیا میں زندہ دل رہو ہمدم!
مستقل کب ٹھکانے رہتے ہیں
رزق ملتا ہے پتھروں میں جنہیں
میرے رب کے یہ سب کرشمے ہیں
جو خدائی سے پھر گیا خانم
اس کو فطرت کے راز ڈستے ہیں

فریدہ خانم... لاہور

غزل

وصل کے دن بہت چھوٹے لگے
ہجر کے لمحے بڑے بھاری لگے
قدر نہ دیکھی محبت و خلوص کی
سب لوگ جذبوں سے عاری لگے
چھید ڈالا ظالم آن کی آن میں
تیرے لفظ دل کو بہت کاری لگے
تیرا دامن محبتوں سے مہکتا رہے
میری عمر بھی تجھ کو ساری لگے

حمیرا نوشین.....منڈی بہاؤالدین

غزل

بہار الفت میں خود کو سجا کر تو دیکھو
زندگانی کو میدانِ جنگ بنا کر تو دیکھو
ملتا ہے کیا زمانے سے تم کو ذرا
کبھی اپنی چاہت و الفت بتا کر تو دیکھو
ہنس ہنس کر تیرے لفظوں کی بے قدری ہو
بس ان کو لفظ محبت سنا کر دیکھو
اُن کی خوشی کی ہو گی کیا انتہا
کبھی جو اپنا بدن کانٹوں پر بچھا کر تو دیکھو
اُف تک نہ نکلے گی ان کی زبان سے
تم سربازار خود کو جلا کر تو دیکھو
بن نہ جائے زندگی عذاب تو پھر کہنا ندیم
تم حُسن والوں سے دل لگا کر تو دیکھو

شاعر: ملک ندیم عباس ڈھکو.....ساہیوال

آنچل کے نام

میری تنہائیوں کے اک اک پل کا شمار تیرے سنگ ہے
میرا پیار تیرے سنگ ہے میرے یار تیرے سنگ ہے
دھنک رنگوں کے جیسا آسمان پہ بکھرا
میرا خود پہ کیا ہر سنگھار تیرے سنگ ہے
میرے ہونٹوں میں چھپی مسکراہٹ کا صنم
ہر راز تیرے سنگ ہے دیدار تیرے سنگ ہے
تمہیں کیسے بتاؤں میں اے میرے دلبر آنچل
میری بہار تیرے سنگ ہے میرا اقرار تیرے سنگ ہے

مونا شاہ قریشی..... کبیر والہ

غزل

میری وحشت کو ذرا اور بڑھا کمرے میں
تو کسی روز مگر لوٹ کے آ کمرے میں
میں نے کمرے کو بھی سے خانہ بنا رکھا ہے
ساقیا! زہر بھرا جام پلا کمرے میں
اے مرے دوست تری یہ بھی نوازش ہوگی

بجھتی یادوں کا دیا کوئی جلا کمرے میں
میری غزلوں کے کتابوں کے ورق بکھرے ہیں
ان کو ترتیب سے ٹیبل پر سجا کمرے میں
کوئی شمع ہے کہ بجھتی ہی چلی جاتی ہے
آخری رات ہے سینے سے لگا کمرے میں
ایسا لگتا ہے کہ اس حبس میں مر جاؤں گا
اب تو آنے دے آنچل کی ہوا کمرے میں
راشدترین..... مظفرگڑھ

ڈر

وہ
جاذبِ نظر ہے اتنا
کہ
کبھی اس کو
ہم نے
نظر لگنے کے
"ڈر"
سے
آنکھ بھر کے
دیکھا ہی نہیں

فصیحہ آصف خان..... ملتان

محبت

ہے اک ایسا دکھ
محبت
کہ جو ہو جائے.....
اس میں مبتلا
مر کر بھی جی اٹھے.....!

حرا قریشی..... بلال کالونی ملتان

غزل

پھر یہ دل بھی میرا دل نہیں ہے
محبت کے اگر قابل نہیں ہے
وہ سنگِ میل اوجھل کیا ہوا
کوئی منزل مری منزل نہیں ہے
یہ بیٹھا لیے بیٹھا ہوں اب تک
دعاؤں میں تو کب شامل نہیں ہے
ہر اک خواہش نے دل میں خودکشی کی
یہاں تو کوئی بھی قاتل نہیں ہے
سکون سینہ ساحل عجب ہے
یہاں رہتا تھا اک بسمل، نہیں ہے
سمندر کی کشش کس کام کی پھر
جو اس کے پاس اک ساحل نہیں ہے
ہر اک دھڑکن تھی تیرے دم سے ساحل
دھڑکنے کے یہ دل قابل نہیں ہے
خالدایاز ساحل..... حافظ آباد

تیرے لیے

میرے دل کی ساری شدتیں
میرا خلوص، میری چاہتیں
اے دوست فقط تیرے لیے!
میرا دکھ اور سارے غم
میرا اشک اور ساری راحتیں
اے دوست فقط تیرے لیے!
میری ہنستی اکھیاں، کھلتے لب
میری روح اور میرا دھڑکتا دل
اے دوست فقط تیرے لیے!
یہ پھول، کلیاں، چاند اور تارے
یہ ہوا اور جگنو، تتلی، شبنم
اے دوست فقط تیرے لیے!
میری دعائیں، سجدے اور عبادتیں
میرے خواب، ساری ریاضتیں
اے دوست فقط تیرے لیے!
میری زندگی کا ہر ایک لمحہ
اور میرے دل کی ساری حکایتیں

اے دوست فقط تیرے لیے!

شگفتہ خان...... بھلوال

بکھرے ستارے

میرے لفظوں میں بکھرے ہیں تیری یاد کے موتی
تیری سوچوں میں سمٹا ہوا ہے کوئی اور
میری یادیں ہیں باکمال تیری ہی بدولت
تیرے لب پہ دعا کی طرح ہے کوئی اور
تھام کے تیرا ہاتھ جی لیا ہزاروں سال
ہوئی زندگی ختم جب تم نے کہا تیرا ہے کوئی اور
میری آرزوئے زندگی ہو تم یقین مانو
تیری آرزوئے بزم ہے کوئی اور
گمنام ہوگئی میری ذات یہ سن کر
کہ آگیا ہے تیری زندگی میں کوئی اور
شکوۂ زندگی تم سے نہ کرسکا صائم
معلوم جو ہوا تم سے وابستہ ہے کوئی اور

ظہور احمد صائم...... لاہور

آواز خدا برزخ میں

اس کے پاس کچھ بھی نہیں گناہوں کے سوا لٹک
تخت ور تھا زمین پر تھا یہاں تو کچھ نہیں لایا
اپنی مرضی کے آگے خدا کی مرضی کچھ نہ تھی
کہ لگتا ہے یہاں یہ امتحان دینے نہیں آیا
تھا سب کچھ جان کر بھی اس نے جھٹلایا رہ حق کو
بیتائی زندگی من بھر کے کہ پیام حق نہیں پایا
خدا کو مان کر بھی کیوں کبھی اس کی نہ سن پائے
عہد عالم ارواح میں کیا' وہ کیوں نہیں نبھایا
اک بندہ خدا کا جو تم سے پیار کرتا تھا
خمار اس کی اطاعت کا کیوں تم پر نہیں چھایا
وقت نماز کانوں میں تمہارے کیوں موسیقی تھی
مؤذن نے صدا دی تو لبیک منہ پہ نہیں آیا؟
تمہارے منہ پہ فیشن بھی خدا کے دشمنوں کا تھا
نبی کی پیاری سنتوں کو تم نے کیوں نہیں اپنایا؟
خدا کی ہے یہاں مرضی نہ ساقی ہے نہ پیمانے
آہ! افسوس جو طالب کو جام دیدار حق نہیں پلایا

وقاص خان طالب......

بنا چھت آشیاں

چمن سے پھول لے کر اک سہانی داستاں لکھ دوں
چرا کر جگنوؤں سے روشنی حرف دعا لکھ دوں
ہوا کے دوش پہ خوشبو کے بکھرے سات رنگوں پہ
میں تتلی کی نزاکت کا سراپا ہر جگہ لکھ دوں
میں نیلے آسمانوں سے ستاروں کی ضیا لے کر
قمر کی چاندنی سے پھر فلک پہ لفظ ماں لکھ دوں
شرابوں میں مگن دیکھوں کسی انسان کو گمراہ
وہاں صحرا میں ننگے پاؤں پیاسا اک گدا لکھ دوں
جہاں انسانیت ہو وہ جگہ بے شک بیاباں ہو
میں اس صحرا کو دل چاہے حسیں اک گلستاں لکھ دوں
کوئی مسکان یہ پوچھے حقیقت زندگی کیا ہے
تو پھر میں بے سہاروں کا بنا چھت آشیاں لکھ دوں

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ ڈسکہ

غزل

یہ کیسی بے رحم ہوا چلی ہے آج میرے دیس میں
مرجھا گئی ہیں معصوم کلیاں آج میرے دیس میں
یہ کون ہیں؟ کس ناخدا کے ماننے والے ہیں یہ
کیوں آگ لگا رہے ہیں یہ؟ آج میرے دیس میں
آگ کے شعلوں کی یہ لپٹیں کہاں سے چلی آرہی ہیں
معمار قوم جل رہے مر رہے ہیں آج میرے دیس میں
یا خدا! اغیار کی سازشوں میں پھنس گئی ہے میری قوم
اے خدا! اپنے کرم کی برسات برسا اب کہ میرے دیس میں
عروج اپنے دیس کی سرزمین لہو رنگ میں رنگی ہے
امن کی ہوائیں چلا میرے خدا اب کہ میرے دیس میں

عروج مغل......

تم کیا جانو

تم کیا جانو

مسافت کا دکھ

مسافت بھی ایسی کہ
جس کی نہ
منزل کی خبر
نہ کوئی ہمسفر
بس اک خاردار رستہ
اور میں آبلہ پا......!

ریمل آرزو .. اوکاڑہ

غزل

شب وصل کی خواہش نہ پوچھ
ابھی تو مری خواہش نہ پوچھ
ابھی تو طفل ہے مری جاں
بُری یا بھلی خواہش نہ پوچھ
سنبھال رکھ شباب اپنا ظالم
کسی کی بھی خواہش نہ پوچھ
محسوس کررہا ہوں رفتار سانسوں کی
ارے ناداں اگلی خواہش نہ پوچھ
اجڑ چکا ہے عاشق تیرا
اب کوئی بھی خواہش نہ پوچھ
شوقِ بادۂ ناب ہے مجھ کو
جگائے تشنگی ایسی خواہش نہ پوچھ
آشفتہ حالی و شوریدگی میں زید
نئی اٹھنے والی خواہش نہ پوچھ

ایم زید.... فیصل آباد

نظم

موسم بہار میں لالہ زار میں
کسی بلبل کی آہ و پکار سننا
رنگین تتلیوں کی پھڑپھڑاہٹ پر
کسی بھنورے کا خیال کرنا
منزلِ روشن کا سفر کرنا
آزاد پنچھی کو دیکھ کر تم
داستان بے بسی پرکٹی تتلی کی پڑھنا
شمع کو جلتے دیکھ کر
اے پروانے روشن خیال کرنا. . !
بارش کے بھیگتے دلکش منظر میں
بہتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھنا
آبشاروں کے جھرنوں میں
ہنسی کی جھنکار سننا......!
بادل کے چھا جانے پر
اداس لوگوں کا حال دیکھنا
بچھڑو جو تم کسی سے
حسرت سے کونجوں کی ڈار دیکھنا
شاہین کی پرواز کا اندازہ لگا کر دیکھو
پھر پرواز ہمسفر میں تھک کر کبھی نہ گرنا
قوس وقزح کے ساتوں رنگ ہوں
تب کائنات کے حسین مناظر پڑھنا

نادیہ نواز رائے......کھدے

میرے بعد

میری جان! دیکھ لینا
بدلتے موسم گواہی دیں گے
بچھڑ کے ہم تم دور تو ہیں
مگر جدا کبھی نہ ہو سکیں گے
میں پھول بن کر بہاررتوں میں کھلا کروں گا
خزاں کے موسم میں ننگے پاؤں
جب تم سیر کو نکلو گی
میں سوکھے ہوئے پتوں میں شامل
تمہارے قدموں کا بوسہ لوں گا
میں بارش کی بوندوں میں مل کر
تمہاری کھڑکی پر دستک دوں گا
تم کو بھگو کر ساون میں
اپنی یاد دلاؤں گا
سخت چلچلاتی دھوپ میں

تم روڈ کنارے کھڑی ہوگی
پسینے کے قطروں میں شامل
وہ میں ہی ہوں گا
تمہیں اکیلا کبھی نہ چھوڑوں گا
میں یہ ناطہ کبھی نہ توڑوں گا
کبھی گہری نیند میں
کسی لمس کے احساس سے
تم ہڑبڑا کر اٹھوگی
میرا احساس کبھی نہ کھو سکے گا
بچھڑ کے ہم تم دور تو ہیں
مگر جدا کبھی نہ ہوسکیں گے
میری جان! دیکھ لینا
بدلتے موسم......
گواہی دیں گے

دیا آفریں......شاہدرہ

غزل

محبت سے بدگمانی اچھی نہیں جاناں
یوں ہر وقت من مانی اچھی نہیں جاناں
کیوں اعتماد کرلیتے ہو ہر بنتے ہوئے لب پر
یہاں ہر محبت کی کہانی سچی نہیں جاناں
زباں کی آنچ پگھلا دیتی ہے کئی دل
یوں لہجے میں روانی اچھی نہیں جاناں
کئی مطلب اخذ کرلیتے ہیں لوگ ہنسنے سے
یوں ہر کسی سے چھیڑ خانی اچھی نہیں جاناں
لے ڈوبیں گی تمہیں گزرے وقت کی یادیں
یادیں پرانی اچھی نہیں جاناں
لگتا ہے کھوگئے ہو میری باتوں میں تم
سنو! میری باتیں یہ سہانی اچھی نہیں جاناں
مری بات مانو ہر وقت سنور کر رہا کرو
یہ چہرے کی ویرانی اچھی نہیں جاناں
تم بتاؤ کیا خیال ہے میرے بارے میں تمہارا
لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ دیوانی اچھی نہیں جاناں
کبھی کبھی اپنی ہی باتوں سے مکر جاتی ہے کنول
تو یہ تیری آنکھوں کی حیرانی اچھی نہیں جاناں

مدیحہ کنول سرور......چشتیاں

محبت مانگتی ہوں

لوگ مانگتے ہیں رو رو کر
انسان کی محبت
میں عاجزی سے
جھکتی ہوئی تیرے در پر
شکر ادا
کرتی ہوں تیرے در پر
آنکھوں سے دو اشک
خوشی کے بہتی ہوئی تیرے در پر
اے رب
تجھ سے تیری
اور تیرے محبوب کی
"محبت مانگتی ہوں"

مہر مدار شد بٹ......

غزل

تیرے بغیر کون سنبھالے گا یادوں کے سلسلے
تیرے بغیر اچھے نہیں لگتے خوابوں کے سلسلے
رت جگے بن جائیں گے مقدر میرا
کون سنبھالے گا راتوں کے سلسلے
بادل بھی چھائیں گے بارش برسائیں گے
تیرے بغیر کون منائے گا برساتوں کے سلسلے
پت جھڑ کے بعد پھول بھی کھلیں گے
تیرے بغیر کون منائے گا بہاروں کے سلسلے
تجھ سے وابستہ ہیں میری زندگی کی خوشیاں
تیرے بغیر کون چاہے گا مسکراہٹوں کے سلسلے
میرے دل میں بسا ہے صرف پیار تیرا
تیرے بغیر کوئی نہ پاسکے گا رفاقتوں کے سلسلے

ایم فاطمہ سیال.....محمود پور

صدائے مزدور

ایک پیشہ ور دیہاڑی کا مزدور ہوں میں
بہت بے بس بہت ہی مجبور ہوں میں
کٹے پھٹے خون رستے ہاتھوں کی طرح
اندر تک غم سے چُور ہوں میں
اہلِ دنیا بے شک مجھ کو حقیر جانے
اہلِ خانہ کا سرمایہ و غرور ہوں میں
بہتری کی کوئی صورت آتی نہیں نظر
حالاتِ دہر پہ بہت رنجور ہوں میں
زندگی کا ہر غم لازم ہے مجھ پہ جیسے
خوشیوں سے دور بہت دور ہوں میں
بھوکے بچوں کا پیٹ بھرنے کی خاطر
ہر لمحہ محنت کے پسینے میں شرابور ہوں میں
ذاتی خزانوں کو ہیں جو بھرنے میں مصروف
ایسی مفاد پرست حکومتوں کا قصور ہوں میں
سچ بولنے پہ اگر کوئی کہتا ہے پاگل مجھ کو
کہو ہاں ایسا ضرور ہوں میں

سامعہ ملک پرویز.....خان پور ہزارہ

غزل

ہر چمکتے چہرے کو یوں پاس بٹھانا ٹھیک نہیں
موسم گل تو اچھا ہے مگر موسم زمانہ ٹھیک نہیں
وہ آئے تو ہیں ہم سے ملنے تاروں کی چھاؤں میں
پر کچھ بھی ہو تم ان سے کہو یوں رات کو آنا ٹھیک نہیں
یہ بات نہیں کوئی باتوں میں دل کس سے تم نے لگایا ہے
تم کھل کر کہو جو کہنا ہے یوں بات چھپانا ٹھیک نہیں
ہجر و مروت مہر و وفا تم چھوڑ دو ان سب قصوں کو
گر تم نے ہمارا ہونا ہے یوں نہ نہ کرنا ٹھیک نہیں
نہیں آئے چاند ہمارے آنگن میں اب تم ہی آیا جایا کرو
ثریا جیسی لڑکی کو یوں پہروں جگانا ٹھیک نہیں
کچھ تو اب کہنا چاہیے متین سادات پور کی رانی سے
یہ عمر نادان اور پیار کے قصے یوں روگ لگانا ٹھیک نہیں

متین.....سادات پور

نظم

وہ قلم کے آسرے پہ زندگی کرتی رہی
درد و غم سہتی رہی اور شاعری کرتی رہی
جذبِ قلب وشدتِ احساس کی ماری ہوئی
نارسا ہے، غربت و افلاس کی ماری ہوئی
بے کس ولاچار ہے، مجبور ہے تو کیا ہوا!
وہ قلم کی پاسباں معذور ہے تو کیا ہوا!
اس کو اقلیمِ سخن کی تاجور ایسا کیا
اس کو فطرت نے ودیعت اِک ہنر ایسا کیا
اُس کی خاطر گنبدِ افلاک روشن ہو گئے
افلاک کیا! آفاق کے آفاق روشن ہو گئے
وہ سحر کی تازگی بھی، اور اندھیری رات بھی
اُس کے لہجے میں کھنکتا ہے شعورِ ذات بھی
وہ شکستہ پا ہے لیکن اس کا عزم سربلند
اہلِ دل کی آبرو ہے غم زدوں کی دردمند
اپنے ٹوٹے دل کی جیسے ترجمانی بن گئی
وہ! کہانی لکھتے لکھتے خود کہانی بن گئی
وحشتوں کی بھیڑ میں وہ کھو نہ جائے دوستو!
دیکھنا پامال ہی وہ ہو نہ جائے دوستو!

رفعت خان

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

تمام فرینڈز اینڈ ٹیچرز کے نام

سحر گل نیاز فرحانہ غلام محمد مسرت اشن فرحت جمیل شاں ریاض سائرہ نواز حبیبہ شوکت عائشہ خالق میمونہ صغیر عرفیہ نذیر طیبہ گلزار باجی بازغہ باجی نادیہ باجی فاطمہ باجی کاسیہ مس رضیہ سلطانہ مس عفت مس شازیہ مس راحیلہ مس شہناز کوثر مس حقدس مجازی زینت عائشہ سعید فاطمہ سعید تمام جہاں بھی اس دنیا میں ہیں۔ اللہ پاک کامیابیوں سے ہمکنار کرے اور ہاں سوری پیاری ٹیچرز افسوس رہے گا کہ میں بخاری شریف کی تقریب مردار القرآن فیصل آباد میں نہیں آسکوں گی کیونکہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے ہاں کافی زیادہ مصروفیت ہے اور ہاں مس خود بچیوں کو پڑھاتی ہیں لہٰذا معذرت اقراء مشتاق جلالپور، اقصیٰ سرفراز جویریہ اور چھوٹی کیا نام تھا اس کا حمیرا...... سب کو مبارک باد کہ آپ کی تقریب ہے باقی سب اپنا خیال رکھیے گا۔ نیک تمناؤں کے ساتھ اجازت دیجیے اللہ حافظ۔

معظمہ مریم نواز...... حافظ آباد

ستاروں کے فرینڈز کے نام

السلام علیکم! سویٹ سویٹ اینڈ لولی فرینڈز کیسی ہیں؟ بھئی میں تو زبردست حد تک ٹھیک ہوں۔ ہیلو عمر فاروق بھائی پیپرز کی تیاری اچھی کرو ورنہ مجھ سے پٹ جاؤ گے ایکشن کم دیا کرو ہاں جی اختر زبیر بھیا خدا کا خوف کریں فجر کے علاوہ باقی نمازیں بھی خیر سے ادا کرلیا کریں۔ ارے نادیہ تم نے تو منہ بھی اچھے اچھے زاویوں میں ڈھال لیا ہے کیا ہی بات ہے یار تیرے ایکشن نہیں بلکہ تیری ادائیں ہم دیکھتے ہیں...... یاد دلا دیں کہ...... 25 مئی کو محترمہ نادیہ تبسم کی برتھ ڈے ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ محترمہ عزیز عبدالرؤف آپ نے بہت دنوں بعد مجھے یاد کیا اچھا لگا۔ ارے عشا میں نے سنا ہے آپ محترمہ میرے بغیر اداس ہوگئی تھیں تو لیں جی جناب ہم حاضر ہیں جی بھر کے دیدار کریں لیکن ٹھہر نظر نہ لگانا او کے۔ سر ظہیر صاحب آپ جناب کی برتھ ڈے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ نادیہ کی بھی برتھ ڈے ہے مئی میں اور آپ کی بھی آج سمجھ میں آیا بلکہ کسی نے سمجھی ہے کہ آپ دونوں کا دماغ اسی لیے گرم ہے۔ عفیفہ کیا ہوا ہے الف سب بھول گئیں۔ یار ٹیچر ہو کے خود سبق بھول گئیں حد کردی ہے آپ نے۔ تانیہ خیر سے دانت نکال رہی ہے ذرا کھانے سے ہاتھ پیچھے ہی رکھا کرو ورنہ اسپیشل بیڈ بنوانا پڑے گا۔ سائرہ باجی کیسی ہو؟ سونیا بھول گئی مجھے؟ شبنم جی مل گیا آنچل یا پھر ابھی تک سر پکڑ کے بیٹھی ہو؟ اللہ حافظ۔

نورین مسکان سرور...... ڈسکہ سیالکوٹ

اسکول فرینڈز کے نام

ہیلو دوستو! سحر انعم حنا صباء کنول شاہ اور قرۃ العین کہاں غائب ہیں آپ سب آج کل؟ یقیناً زور و شور سے پڑھائی ہو رہی ہوگی۔ کیوں کچھ غلط کہا؟ آپ سب کو میٹرک میں بہت اچھے نمبر لینے پر مبارک ہو آنچل کے ذریعے اگر اللہ نے چاہا تو پھر ملاقات ہوگی اللہ حافظ۔

گل احمر...... لاہور

سویٹ فرینڈ یحیٰ شہزادی کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں ٹھیک ٹھاک ہوگی میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو تم قرآن پاک مکمل حفظ کرچکی ہو بہت خوشی ہوئی مجھے۔ قرآن پاک کا حفظ قسمت والوں کے نصیب میں ہوتا ہے میری دعا ہے اللہ تجھے قرآن مجید کو تاقیامت یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین اور آنچل پڑھنے والی تمام بہنوں کو پیار بھرا سلام اور نازیہ کنول نازی کو بھی سلام۔ اللہ حافظ اینڈ ٹیک کیئر۔

حافظ صائمہ کشف...... فیصل آباد

نیک دل پری مریم کے نام

آپی سمیرا معظمہ ماریہ اینڈ علی کاؤنٹ ڈاؤن اسٹارٹ کیا جائے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو...... ہماری پری مریم! آج یکم مئی ہے ہماری لعل کیوٹ پری مریم کو آج کے دن اللہ تمہیں ڈھیروں خوشیاں دے تمہاری ہر دلی تمنا پوری ہو آسمان پر چاند کی طرح چمکو اللہ تمہیں ہر قدم پر کامیاب کرے اللہ تمہیں ایم اے انگلش میں ٹاپ کروائے۔ میری کیوٹ پری مریم سب کی کیئر کرتی ہے بہت بولتی ہے اتنی اسپیڈ سے بولتی ہے کہ آدھی باتیں کھا جاتی ہے تھوڑی سی ہکلو بھی ہے گھر میں کسی نے کوئی کام کہہ دیا تو کہتی ہے "اچھا" کام کرنے جاتی ہے جب واپس آتی ہے تو کہتی ہے "آپ سب جھوٹ بولتے ہو آپ نے تو مجھے کوئی کام کہا ہی نہیں" گھر کی لاڈلی ہے اور بہت پیاری ہے۔ میری سب سے لاڈلی سسٹر مریم ہے۔ لڑاکا نہیں ہے ہر کسی کے دکھ میں سب سے پہلے شریک ہوتی ہے۔ ہر سال میں تمہیں

برتھ ڈے آنچل کے ذریعے وش کرتی ہوں دیکھ لو اس بار بھی نہیں بھولی۔ اب اجازت چاہتی ہوں اللہ حافظ۔

عظمٰی بٹ...... سمندری

اپنی لولی سسٹرز اور دوستوں کے نام

السلام علیکم سعدیہ باجی! آپ کیسی ہیں؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ مومنہ کے بعد دوسری بیٹی کی بہت مبارک ہو اللہ نے آپ کے گھر رحمتوں میں اضافہ فرمایا اور آپ نے میرا فیورٹ نام حمنہ رکھا بہت شکریہ۔ اللہ آپ کو ہمیشہ خوش و آباد رکھے آمین اور بیٹیوں کے نصیب اچھے کرے آمین۔ ہیلو عائشہ کیسی ہو؟ ایک تو سالگرہ کی مبارک باد اور دوسری آنچل کی سالگرہ بہت زیادہ مبارک ہو۔ آنی شگفتہ آپ کو بھی آنچل کی سالگرہ مبارک ہو او کے اللہ حافظ۔

نیناں خان... ...

ابومرشد اور شارق فاطمہ کے نام

السلام علیکم! ہیلو میرے پیارے کیوٹ بھیا جان ابومرشد عرف عثمن اور شارق تم دونوں کیسے ہو؟ آٹھویں کلاس کے پیپروں میں مجھے بہت تنگ کیا میں تم دونوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی اگر تم دونوں نے اچھا رزلٹ نہ دیا تو۔ پیپروں کے دنوں میں کوئی ابی آپی پر لسی بھی پابندی لگاتا ہے کہ کمپیوٹر نہ چلاؤ ہمیں تیاری کرنی ہے۔ یہ تو فرمان ہوگیا ابومرشد کا اور میں شارق صاحب مجھے کہتی ہیں کہ اگر میں بارہ بجے تک جاگوں تو میں اس کی چوکیداری کروں ورنہ وہ سو جائے گی بدتمیز لب میں آنچل کے ذریعے کہہ رہی ہوں اگر رزلٹ اچھا آنے پر تم دونوں نے مجھے مٹھائی نہ کھلائی تو تمہارا حشر نشر کردوں گی (دھمکی نہ سمجھنا) اور میری پیاری باجی ہمدانی صاحبہ آپ کو اپنے بیٹے حلیم کی مبارک ہو۔ خالہ زرین تم پلیز مجھے ہر ماہ آنچل لے کر دے دیا کرو۔ رابعہ جی! تمہارا بھی رزلٹ آنا ہے اگر نمبر کم آئے نا تو میں نے تمہیں کارٹون نہیں دکھانے۔ حرا مرشد کنزہ مریم بادل احسن خان نویدہ اور میری پیاری آپی فوزیہ پٹھان لاریب نادیہ مہوش نمین سمیرا یاسمین شاکلہ عبدالرحمن اور صائمہ شہادت سب کو سلام۔ میری پیاری ٹیچر مس مریم جمیل آپ جہاں رہیں خوش رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خوش رکھے اور مجھے دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

انیس گوہر...... ٹانڈلیانوالہ

کچھ لوگوں کے نام

السلام علیکم! شہزا بلوچ بہت شکریہ یاد رکھنے کا ہمیشہ خوش رہیں۔

آپ خدا آپ کی فیملی۔ مدیحہ کاشف (دریا خان) میں آپ کے دکھ کو سمجھ سکتی ہوں آپ جیسی ہستی کا سر سے اٹھ جانا کیا قیامت ہے۔ اللہ پاک آپ کے ابو جی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ اینڈ میری فیملی اینڈ حنا حرا ثوبیہ صوفیہ مدیحہ احمد اینڈ عزیز سب ہمیشہ خوش رہو اور کامیابی کی منازل طے کرو آمین۔

ثوبیہ نواز اعوان...... کنڈان سرگودھا

آپی کے نام

پیاری آپی! اپنی برتھ ڈے تو یو آپ کی برتھ ڈے پر میں سوچ رہی تھی کہ آپ کو اسپیشل گفٹ دوں تو اس کے علاوہ میرے خیال میں کوئی بیسٹ گفٹ نہیں ہوسکتا۔ میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ آپ ورلڈ کی بیسٹ آپی ہو۔ میری زندگی کے ہر قدم پر اگر کسی نے میرا ساتھ دیا اور مجھے ماں جیسا پیار دیا تو صرف آپ کا ہی نام میرے ذہن و دل میں آتا ہے۔ آئی لو یو مائی ڈیئریسٹ آپی سحرش اور اس برتھ ڈے پر اللہ نے آپ کو بہت اسپیشل گفٹ دیا ہے ہارون (بیٹے) کی صورت میں۔

عمارہ سعدیہ...... ممتانی

تمام آنچل پریوں کے نام

سب سے پہلے تو آنچل پریوں کو چاہت بھرا سلام قبول ہو اس کے بعد آنچل کی 37 ویں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ دعا ہے کہ آنچل یونہی ترقی کی منازل طے کرتا رہے۔ سب سے پہلے نازی آپی 21 اپریل کو آپ کی برتھ ڈے 11 اپریل کو شہزا بلوچ اور 3 اپریل کو خوشبو کیف خوشی آپ کی اور شاہ زندگی آپ کی بھی برتھ ڈے اپریل میں ہے میری طرف سے آپ سب کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور دعا ہے کہ اللہ آپ کی ہر جائز تمنا پوری کرے اور بھی کسی کی برتھ ڈے اپریل میں ہے تو ان سب کو بھی میری طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور شہزا بلوچ آپ کو نہیں معلوم کہ آپ کے وش دینے اور یاد کرنے نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی۔ ہم شمامہ دعا ہے کہ اللہ آپ کے بھائی کو جنت الفردوس میں بھی مقام عطا فرمائے اور آپ کے پیاروں کو نیکی اور نیک زندگی عطا فرمائے آمین۔ یاز تم نے تو چھوٹے آفتاب لودھی کے نام لکھوا کر رلا ہی دیا۔ اللہ آپ کے سارے دکھ دور کرے اور آپ کے اپنوں کو ہمیشہ آپ کے پاس رکھے آمین۔ آخر میں تمام ڈیرہ والوں میری دوستوں صبا مریم فاطمہ سحر سے تمام گھر والوں اور تمام آنچل پریوں کو میری طرف سے محبتوں بھرا سلام قبول ہو۔

تمنا بلوچ ... ڈی آئی خان

پیارے میاں جانی کے نام

السلام علیکم! پیارے میاں جانی! میری دعا ہے آپ خوش اور سلامت رہیں اور ہمیشہ پھولوں کی طرح مسکراتے رہیں' آمین۔ مجھے آپ بہت یاد آتے ہیں' آپ کے ساتھ گزرا ہوا وقت آپ کی باتیں ہر وقت دامن گیر رہتی ہیں اور آپ ہیں کہ کتنے دن گزر جاتے ہیں مگر ایک فون کال بھی نہیں کرتے اور اگر کبھی آپ کو فرصت مل ہی جاتی ہے تو بھی صرف سیکنڈ اور منٹ کی قید میں بات کر کے کال کاٹ دیتے ہیں۔

بربادیوں کا جائزہ لینے کے واسطے
وہ پوچھتے ہیں حال میرا بھی کبھی

آپ کو گئے ہوئے سات سال ہو گئے ہیں اب تو فاطمہ بھی چھ سال اور دس ماہ کی ہو گئی ہے جتنا آپ نے فاطمہ کو دیکھا ہے اور نہ فاطمہ نے آپ کو دیکھا ہے۔ اس سے بڑی بدنصیبی بھلا اور کیا ہوگی؟ فاطمہ اب مجھ سے بہت ہی عجیب قسم کے سوالات کرنے لگی ہے' کبھی کہتی ہے امی ابو کب آئیں گے؟ کبھی سوال ہوتا ہے کہ ابو کو کیوں گرفتار کیا گیا تھا؟ سب کے ابو ان کو اسکول سے لے کر آتے ہیں مجھے کوئی بھی نہیں لینے آتا؟ پولیس میں اس معصوم کو کیا جواب دوں؟ پلیز آپ جلد واپس آ جائیں' ہم سب آپ کا بہت انتظار کرتے ہیں۔ میں آخری دم تک آپ کا انتظار کروں گی' میں آپ کے انتظار میں اپنی زندگی بسر کر دوں گی۔

بیت نہ جائیں مجھ سے یہ بارہ موسم
رہ نہ جاؤں اس سال بھی تنہا اتنا کہنا
لمحے بھی لگتے ہیں سال اب تو تم بن
رات اور دن تو صدیاں لگیں اتنا کہنا

اللہ حافظ فی امان اللہ۔

نصرت بانو..... سیالکوٹ

حلیمہ بخاری' راشدہ ترین کے نام

السلام علیکم! تھاد..... اف کیا ڈرتی ہو (ایک تو تم سدا کی بدھو ہو) اب بھی ڈرتی ہو؟ چلو کوئی بات نہیں میں تو یہ اور ہوں' نا اور سناؤ طبیعت کیسی ہے اور میں خالہ کب بن رہی ہوں؟ ارے بھئی کب ہمیں خوشخبری سنا رہی ہو اور تمہارے وعدہ کیسے ہیں؟ آپ نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جب تم میکے سے واپس آؤ گی تو وہ بات کرواؤ گی کتنے دھوکے باز ہیں' بھول بھال گئی؟ تم اب بھی آنچل پڑھتی ہو' پڑھتی رہنا کیونکہ میں اس کے ذریعے تم سے رابطہ رکھنا چاہتی ہوں۔ حلیمہ میری منگنی ہو چکی ہے عنقریب شادی ہے تم آؤ گی نا وعدہ کرو۔ میں اب تم سے سونے کی انگوٹھی گفٹ نہیں لوں گی پر تم ضرور آنا مجھے تمہارا شدت سے انتظار رہے گا آئی مس یو حلیمہ! آئی لو یو۔ راشدہ ترین! میں آپ کی غزلیں شوق سے پڑھتی ہوں۔ شاہ زندگی آپ کا نام پیارا ہے پر آپ کا دل اس سے بھی زیادہ پیارا اور معصوم ہے اپنا خیال رکھنا اللہ حافظ۔

نادیہ گل نادی سیال..... مخدوم پور

دوست کے نام

پیار بھرا اسلام سب دوستوں کے لیے امید ہے سب ٹھیک ہوں گے اور سب سے زیادہ میری پیاری فرینڈ ماریہ صفدر کو سلام اور سالگرہ مبارک۔ ماریہ تمہیں بہت بہت سالگرہ مبارک ہو ہمیشہ خوش رہو۔ ہزاروں سال جیو' میری بہت سی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں' تمہیں بہت خوشی ہوگی کہ تمہیں اتنا انوکھے طریقے سے وش کیا۔ سدا خوش رہو اور آنچل کے لیے بھی ڈھیر سارا اسلام اور دعائیں۔

پاکیزہ ماہ نور..... لاوہ

میری نٹ کھٹ اور کھٹی میٹھی دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو میری نٹ کھٹ بلیاں؟ کہاں غائب ہو گئی ہو ساری اور غائب بھی ایسے ہوئی ہو جیسے..... سمجھ تو گئی ہو گی نا۔ میں تم سب نکمیوں کو بہت مس کرتی ہوں اور تم سب ہو ہی بے وفا' کبھی بھول کے بھی یاد نہیں کیا اور سارہ تنزیل یہ تم کہاں ہو کب سے آنچل میں انٹری بھی نہیں دی' تم بھی بھول گئی ہو کیا؟ میں سب کو یاد کرتی ہوں (چلو اب تھوڑا سا مکھن لگا دیتی ہوں) میری معصوم سی ڈول ساجدہ' شوخ چنچل سعدیہ اور سب کو اپنی طرف متوجہ کرنے والی سروش اور نٹ کھٹ سی نبیلہ اور ہر چیز میں ایکسپرٹ حبیبہ اپنا خیال رکھا کرو مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا کرو مجھ سے جلد ملنے آؤ سب اللہ حافظ۔

طاہرہ غزل..... جتوئی

زوبا خان اور نجم انجم اعوان کے نام

السلام علیکم! امید ہے آپ دونوں اپنی زندگی میں خوش و مطمئن ہوں گی اور میں خوش ہوں کہ ایسے میں آپ نے مجھے بھی اپنی زندگی میں شامل کیا دوست کی حیثیت سے اور آپ کو مزید خوش ہونا چاہیے کیوں کہ میری دوستی آپ کو کبھی تنگ نہیں کرے گی۔ نومبر 2011ء ہائے اللہ تین ساڑھے تین سال کا عرصہ گزر گیا میری بے غم زندگی پچھلے دو سال سے معروف ترین ہو گئی۔ میں' میں نہ رہی' صبح شام کی فکر نہ رہی پھر فروری

2015ء کو ڈائجسٹ ہاتھ آیا میری کہانی شائع ہوئی مجھے بہت خوشی ہوئی لیکن یہ خوشی دوبالا ہوئی جب نجم آپ کا پیغام پڑھا بہت شکریہ اتنے عرصے بعد ہی سہی پر آپ نے میرے پیغام اور پڑھے ہوئے ہاتھ کو یاد رکھا لیکن زندگی دعوت کی کشمکش...... میں بھی نہیں آپ اتنے عرصے سے غائب کہاں اور کیوں ہیں ضرور بتایئے گا اور ڈیئر زویا خان کراچی سے بندی اور خان کے ساتھ بخش کا اضافہ کچھ شک تو ہورہا ہے مجھے لیکن کہانی تھی ہی لمبی کیوں نہ ہو لیکن میں دل وجان سے سنتا پسند کروں گی تمہاری زندگی کی کہانی۔ فرح طاہر آمنہ لطیف اقراء سیف اور ماہ مہر کو سلام ودعا۔ اللہ پاک آپ سب کو خوش وسلامت رکھے اور ہر منزل کو آسان وکامیاب بنائے سب اپنا خیال رکھیے گا۔

انجم خان...... KTS ہری پور

آنچل فیملی کے نام

میری طرف سے تمام فرینڈز کو پُرخلوص سلام فرینڈز! اس وقت سترہ کروڑ عوام غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں شرح غربت (۴۰) فیصد سے زیادہ ہوچکی ہے۔ اندازے کے مطابق پاکستان میں مزدور بچوں کی تعداد ایک کروڑ ہے۔ "میں نے ایسے بچے دیکھے ہیں" جو اینٹوں کے بھٹوں پر اینٹیں اٹھاتے ہیں اپنے قد سے بڑی جھاڑو سنبھالے سڑکیں صاف کرتے ہیں ہوٹلوں پر برتن مانجھتے ہیں سڑکوں کے کنارے ٹھیلے لگا کر ضرورت کی چھوٹی چھوٹی اشیاء فروخت کرتے ہیں۔ مگر...... اتنی سخت مشقت کے باوجود غربت کے ہاتھوں مجبور بچے گھر کے تحفظ اچھی خوراک لباس تعلیم اور صحت سے محروم ہیں۔ غربت نے ان کی معصومیت چھین لی ہے حالانکہ یہ عمر ان کے اسکول جانے کی ہے۔ تعلیم حاصل کرنا ہر بچے کا حق ہے غربت کے ہاتھوں تعلیم سے محروم اور مجبور بچے ہماری توجہ کے مستحق ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "علم حاصل کرو کیونکہ علم کی طلب عبادت علم کا تذکرہ تسبیح اور علم کی تلاش جہاد ہے" بے علم کو علم سکھانا صدقہ ہے۔ ہم سب کو چاہیے کہ اس حوالے سے اپنا اپنا فرض ادا کریں چائلڈ لیبر کے خاتمے کے لیے کام کریں اور ایسے تعلیمی ادارے قائم کریں جہاں غریب و مستحق بچے بھی تعلیم حاصل کرکے پاکستان کی تعمیر وترقی میں حصہ لے سکیں۔

ایس انمول بنت پاکستان...... بھابڑہ شریف

سویٹ بھائی اینڈ بھابی کے نام

السلام علیکم مائی ڈیئر برادر اینڈ محسن بھابی اینڈ کیوٹ سویٹ اینڈ ڈولی بھتیجی ابرش فاطمہ! آپ کو بہت پیارے بھائی اینڈ بھابی آپ کو اپنی بیٹی کی پیدائش بہت بہت مبارک ہو۔ میں نے سوچا کہ آپ کو آنچل کے توسط سے مبارک باد دی جائے کیسا لگا؟ میری دعا ہے کہ آپ کی اس گڑیا کو اللہ پاک آپ کے لیے خوشیوں اور محبتوں کا ذریعہ بنادے اور اس کو اپنے عبد خاص میں شمار کرے آمین۔ طالب دعا آپ کی بہن۔

ساجدہ ملک پرویز...... خان پور ہزارہ

سویٹ سسٹر مہوش عمران کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو میری سویٹ بہن! امید کرتی ہوں کہ تم اور بھائی عمران خیریت سے ہوں گے اور حیا اور ذیشان کا کیا حال ہے ضرور بتایئے گا؟ سویٹ سسٹر تم سوچ رہی ہوگی کہ میں نے تمہیں آنچل کے ذریعے کیوں مخاطب کیا؟ تو پیاری بہن مجھے تمہیں (شادی کی سالگرہ) وش کرنے کا بہترین پلیٹ فارم آنچل ہی لگا (بھئی اپنا آنچل ہے ہی اتنا سویٹ) تو میری طرف سے ڈیئر سسٹر اور بھائی بہت بہت شادی کی سالگرہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی فیملی کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

مصباح عبداللہ...... رسول پور

سویٹ سسٹر ندا کے نام

السلام علیکم! ارے حیران مت ہوتمہیں ہوں تمہاری بہن (یعنی یہ مہری) میری پیاری بہن ندا 19 اپریل کو تمہارا برتھ ڈے ہے پیشگی برتھ ڈے ہو اور تم ہمیشہ چاندنی کی طرح ہر سو روشنی بکھیرو آمین۔ امید ہے کہ تمہیں میرا یہ سرپرائز بہت پسند آئے گا۔ کیا حال ہے جاقصی زرگر اینڈ سنیلہ زرگر! پلیز مجھ سے دوستی کریں آپ دونوں اچھی ہی لگتی ہو اور میرا دل کرتا ہے کہ میں آپ کے ساتھ بیٹھ کر ڈھیروں باتیں کروں اگر کوئی اور دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم۔

یہ مہری...... پھولنگر

پیاری دوست سادیہ عباس ندیا کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو تادی! کیسی گزر رہی ہے زندگی؟ یار تمہیں صرف میسج فارورڈ کرنے آتے ہیں کبھی تو گپ شپ بھی لگا لیا کرو۔ 15 اپریل کو تمہارا برتھ ڈے ہے تمہیں پیشگی برتھ ڈے اینڈ بیسٹ وشز اور ہاں منگنی بھی بہت بہت مبارک ہو۔ یار اکیلے اکیلے منگنی کرلی اور بتایا بھی نہیں اب شادی بتائے بغیر نہ کرلینا" انوائٹ ضرور کرنا کہ میری مرضی میں آؤں یا نہ آؤں اللہ تعالیٰ وقار بھائی کے سنگ تمہیں ڈھیروں پیار ومحبت اور خوشیاں دیں۔

خوش رہو آباد رہو خوبصورت سال جیو دعاؤں میں یاد رکھنا۔

اجالا جبین..... موسیٰ خیل

پیاری کزنز اور بھائی کے نام

ارے کنجوس کزنوں کیسی ہو بھئی شرم کرو 24 فروری کو میری منگنی ہوگئی ہے مجال ہے جو آپ اور بھائی نے مبارک باد دی ہو۔ مبین جبین کیسی ہو آپ سب خالہ اور بھائی طاہر کا کیا حال ہے کیا کررہی ہو آج کل دیکھو آنچل پڑھنا نہ چھوڑنا اور آنچل کے ذریعے مجھے خط لکھو۔ نورین لطیف آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے کون سے علاقے میں رہتی ہو میری نیلم بھابی چک ساون آمانیاں 395 کی رہنے والی ہیں ضرور بتانا۔ ثانیہ ملک میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں کیا آپ کو دوستی قبول ہے؟ اس کے علاوہ کوئی اور دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم اس کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ آپ سب جواب ضرور دینا اللہ حافظ۔

وثیقہ زہرہ..... سمندری

محبت کے چاہنے والوں کے نام

بظاہر تو یہ چار الفاظ کچھ خاص معنی نہیں رکھتے مگر ان میں چھپے ڈھیر سارے بیش و قیمت نامہ ہیں جو محبت کو تن تنہا صحرا کی مانند ظالم زمانے کی گرم لو کے تھپیڑے سہہ کر بھی خوش رہنے کی رنگ برنگی خوش تتلیوں کی مانند ہواؤں میں اڑنے کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو آنچل میں سمیٹ کر بھوری آنکھوں سے لاتعلق ہونے کی اور بھیگی پلکوں کے سنگ ہنس دینے کی وجہ سوچتے ہیں۔ شاید آپ کی جانب سے موصول ہونے والی ڈھیروں چاہتیں اور شدتیں ہیں جن سے ہمکنار ہوکر میرا لہجہ بھیگتا چلا جارہا ہے دراصل آپ نے فیس بک پر 12 دسمبر کو مجھے سالگرہ وش کی اور میں آج آپ کا شکریہ ادا کرنے جارہی ہوں پلیز مجھ جیسی کاہل لڑکی کو دل سے معاف کیجیے گا۔ سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں ان دوشیزاؤں کی جن کی خوشگوار ساعتوں نے مجھے محض ایک شو سے ہی ان کے حسین من کے دروازوں تک رسائی دی۔ سوچتی ہوں محض ایک شو سے ملنے والی آپ کی چاہتوں اور محبتوں کا قرض نہیں اتار پارہی اگر روٹین میں شو ہوسٹ کرنا شروع کردوں تو میں آپ کی قرض دار ہوتی چلی جاؤں۔ ہاہاہا بس سچ ہی تو کہہ رہی ہوں میری ہر نظم سب سے پہلے کون پڑھتا ہے میری بے ڈھنگی پینٹنگ کی جھوٹی تعریف کون کرتا ہے؟ مجھے آگے بڑھنے اور ہر وقت ہنسنے کی تاکید کون کرتا ہے سوائے آپ ماں؟ آپ نے ہمیشہ مجھے چھوٹی بہن کی طرح ٹریٹ کیا ہے لو یو ہائے اللہ حافظ۔

نکہت اسلم چوہدری..... سوہاوہ ویلی آزاد کشمیر

پیارے چچا جان کے نام

السلام علیکم! آج میں پھر اتنی مدت کے بعد آنچل میں حاضر ہوئی ہوں وہ بھی بہت افسوس ناک خبر لے کر یہ کہ میرے پیارے چچا جان 3 مارچ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ہمیں روتا چھوڑ کر۔ میرے پیارے چچا جان جو ہمیں بہت پیار کرتے تھے وہ ہمیں اس طرح اچانک چھوڑ کر چلے جائیں گے ہمیں خبر نہ تھی ابھی کچھ دن پہلے ہی تو وہ پاپا کے ساتھ عمرہ پر جانے کے لیے تیار ہوئے تھے۔ کیا پتا تھا کہ عمرہ ان کی قسمت میں ہی نہیں ہے میں نے آج تک اپنے پاپا کو روتا ہوا نہیں دیکھا مگر چچا کی وفات پر وہ بہت روئے روتے کیوں نہ وہ تھے ہی اتنے اچھے ہر ایک کے کام آنے والے ہر ایک کی بیٹی کو اپنی بیٹی سمجھنے والے وہ میرے پاپا کو اور ہمیں اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔ پاپا ہر وقت ان کی ہی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ آپی صائمہ لوگ بہت ہی اپ سیٹ ہیں ان کے پیارے ابو جان چلے گئے تمام آنچل ممبرز اور قارئین سے گزارش ہے کہ ان کی مغفرت کی دعا کریں اور صائمہ آپی لوگوں کو اللہ صبر عظیم عطا فرمائے اور ہمیں ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے آمین۔

حنظلہ جاوید..... مدینالہ خواو

پھپھا جانوں کے نام

نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور آپ دونوں کو ایوارڈز مبارک ہو۔ اللہ رب العزت آپ دونوں کو دینی و دنیاوی زندگی کی تمام راحتیں برکتیں اور آسائشات سے نوازے پلیز آپ دونوں اپنا تحریری سفر تاحیات قائم رکھیے گا۔ فوزیہ سحر آپ کو بھی رخصتی کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ پاک آپ کی خوشیوں کو قائم و دائم رکھے آمین۔ مس شازیہ سحر اب آپ بھی پیا دیس سدھارنے کی خوشخبری ہمیں جلدی سے سنادیجیے اللہ پاک آپ کو بھی اس خوب صورت رشتے میں جلد باندھ دے آمین۔ 9 مئی مرزا شہباز بیگ 22 مئی مرزا اسامہ بیگ مغل خاندان کے چشم و چراغ آپ دونوں بھائیوں کو سالگرہ کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے آپ دونوں ہمیشہ صحت و ایمان کی بہترین حالت میں ہوں اور ہماری بے شمار دعاؤں کا تحفہ تاحیات آپ کے ساتھ رہے۔ اللہ پاک ہم سب گھر والوں اور ملک پاکستان پر اپنا خاص فضل و کرم فرمائے ہم سب کے علم عمل شعور عمر میں اضافہ بالخیر عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

مریم مغل...... حیدرآباد، سندھ

پیاری دوستوں کے نام

میری بہت ہی سویٹ فرینڈز کیسی ہو آپ سب؟ کیا ہوا ارے حیران کیوں ہو گئے سب، جی ہاں میں سعدیہ اخلاق ہی ہوں۔ سب سے پہلے میری بیسٹ فرینڈ صبا احسان کو بہت بہت سلام اور باقی سب کلاس فیلوز اقرا، لاریب عافیہ، سدرہ، آمنہ، عالیہ، طاہرہ، ثنا، سلمان سب کو ڈھیر سارا پیار اور میری ہاسٹل فیلو سویٹ عروج فاطمہ بی ایس سی کو میرا سلام۔ عروج اتنی پڑھائی بھی صحت کے لیے اچھی نہیں ہوتی۔ میری روم میٹس انیلہ، زرینہ اور شکیلہ تم لوگوں کو یاد نہ کروں یہ کیسے ہوسکتا ہے آپی شہزا بلوچ 14 اپریل کو آپ کی برتھ ڈے ہے نا میری طرف سے بھی وش یو ویری ویری ہیپی برتھ ڈے۔ کیک کا حصہ میرے لیے بھی رکھ دینا ہاسٹل سے آ کر کھالوں گی۔

سعدیہ اخلاق...... جھنگ صدر

پیچھا چھوڑوں کے نام

آنچل کی رونق تمام لڑکیاں، شاہ زندگی، شمع مسکان، دلکش مریم، سادیہ چوہدری، مدیحہ نورین، عائشہ پرویز، ملالہ اسلم، شبانہ امین، طیبہ نذیر، اقصی اینڈ سنیاں، زرگر، تمنا بلوچ، فریحہ شبیر، آمنہ لذلو جازبہ، ضیافت، حرا قریشی، دعا ہاشمی، شہزا بلوچ اور بھی جن کے نام رہ گئے ہیں لو یار...... ندامت ملنے لگ۔ جانے کیوں ایک عجیب سی کشش محسوس ہوتی ہے آپ لوگوں کے ساتھ جیسے میں آپ سب سے مل چکی ہوں اور ملتی ہی تو ہوں ہر ماہ آپ لوگوں کے بغیر یہ پلیٹ فارم ویران تھا اور مونا شاہ کا دل بھی کیونکہ یہ تو آنچل کے ساتھ دھڑکتا ہے اور آنچل آپ لوگوں کے ساتھ...... محض مبارک باد وہ بھی فارغ بجو وہ بہت خال خال ہی لگتی ہے اتنی بڑی خوش خبری ایک زبردست سی ٹریٹ ہونی چاہیے اور ٹریٹ ایک ناول کی شکل میں ہو تو کیا بات ہے۔ اس کے علاوہ ڈیئر فرینڈز افشاں اینڈ عروسہ ہمارا بی ایس سی کا فائنل ایئر ہے کالج ہنگامے سب ختم مگر یاریاں نبھانے میں کوئی چوک مت کرنا کہ ہمارا یارانہ عمر بھر کا ہے۔ کچھ بے فیض سے لوگوں کو کہنا چاہوں گی کہ اب میں نے چپ سادھ لی ہے اور میری خاموشی ہی میری زبان ہے اگر سمجھو تو۔ ہمارے لیے دعا کیجیے گا ہمارے پیپرز عنقریب متوقع ہیں اور میری سویٹ بہنا اقرا و شاہ 29 مئی کو تمہاری برتھ ڈے ہے مئی مئی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ اتنی کامیابیاں سمیٹو کہ مجھے یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤ بجو میں تھک گئی ہوں۔ تمہارا ڈاکٹر بننے کا خواب ان شاء اللہ شرمندہ تعبیر ہوگا۔ بس اسی طرح محنت جاری و ساری رکھنا اور منہ بسورنے سے باز نہ آنا۔

مونا شاہ قریشی...... کبیروالہ

دل کی دھڑکنوں کے نام

السلام علیکم! نازی آپی آپ کو نئے بندھن میں بندھنے کی ڈھیروں ڈھیر مبارک ہو اللہ پاک آپ کو بہت ساری خوشیاں نصیب کرے۔ انا خان مہوش کیسی ہو؟ شانزے خان کیسی ہو؟ حنا یونس کہاں ہو بھئی۔ لاڈو ملک نمبر کیوں بند کردیے ہیں۔ ایس انمول کیسی ہو آپ؟ عائشہ ملک آپ بھی غائب ہو انٹری ماہ آنچل میں۔ ماہ رخ سیال تم بھی کیا ناتعلق کہ دوستوں کو بھول جائیں۔ آمنہ لذلو شکریہ یاد، پیار اور دعاؤں کا تمہارے لیے بھی نیک خواہشات کا تحفہ قبول کرلو۔ سادیہ چوہدری کہاں کیسی ہو؟ سباس آپی آپ کو مبارک باد ناولٹ شروع کرنے پہ۔ نادیہ فاطمہ! ڈیئر آپ بھی سلسلے وار ناول کے ساتھ انٹری دیں، شاہ زندگی کیسی ہو آپ؟ عبدل 24 اپریل کو تمہارا جنم دن ہے بہت مبارک ہو ہمیشہ خوش رہو۔ میری بھی سالگرہ ہے کوئی مجھے بھی وش کردے ہاہاہا۔

صائمہ سکندر سومرو... حیدرآباد، سندھ

آنچل دوستوں کے نام

السلام علیکم! ملالہ اسلم، پروین افضل شاہین، فریحہ شبیر، فائزہ بھٹی، روبی علی، ماہ رخ سیال، رشک حنا، سامعہ ملک پرویز، شہناز اقبال، شازیہ اقبال، مونا شاہ قریشی میرے غم میں شریک ہونے کا بے حد شکریہ۔ سامعہ جی اتنا خوب صورت رشتہ جوڑنے پر بے حد مشکور ہوں۔ رشک حنا آپ نے بالکل ٹھیک پہچانا مجھے دنیا کی سب سے خوب صورت پری میں ہی ہوں۔ فریحہ شبیر آپ کو میرے اور انا احب کے بہنیں ہونے پر حیرت ہے اور مجھے آپ کی حیرت پر حیرت ہے۔ کیوں کہ آنچل میں بارہا ہمارا نام بہنوں کے طور پر شائع ہوچکا ہے۔ ملالہ اسلم آپ کی دوست ملا اب کیسی ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ کی دوست کو صحت و تندرستی سے بھرپور خوشیوں بھری لمبی زندگی عطا فرمائے آمین۔ صبا شہزادی، انا احب اپنا پیا کے پیار میں ایسی گم ہوئیں کہ ہمیں بھی مشکل سے ہی دستیاب ہوتی ہیں۔ دوستی کرکے پچھتائیں گی آپ کیونکہ انٹری کینڈی اسٹ ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں؟ خوبصورت۔ آمنہ امداد (سرگودھا) میں تو کہیں غائب نہیں ہوں بس ساب واپس انٹری دے چکی ہوں شاید آپ کی نظر سے نہیں گزرا ہمارا نام

دعاؤں کے لیے بے حد شکریہ اللہ حافظ۔

دعائے سحر...... فیصل آباد

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! امید ہے سب خیر و عافیت سے ہوں گے تازی آپی آپ کے نکاح کا سن کر دل خوش ہو گیا۔ دل کی گہرائیوں سے آپ کے لیے نیک تمنائیں۔ سمیرا آپی آپ بھی ڈبل ہونے جا رہی ہیں میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ دونوں کے دامن میں اتنی خوشیاں بھر دے کہ شمار کرنا بھی ناممکن ہو آمین۔ حرا قریشی نہوں کو شکریہ نہیں بولتے۔ یار آنچل کے ذریعے ہم سب ایک فیملی ممبر ہیں۔ یہ خلوص اور حسن اخلاق ہی ہے جو انسان کی پہچان کرواتا ہے پروین افضل شاہین دعا ہے آپ ہمیشہ ایسے ہی مسکراتی رہو آمین۔ دعا ہاشمی اینڈ انا احب کیسی ہو؟ آنسہ شبیر پارس شاہ شاہ زندگی اینڈ امبر گل کہاں غائب ہو؟ شمع مسکان لاڈو ملک ایس انمول سامعہ ملک طیبہ نذیر ارم کمال نفاقہ سکندر فریحہ شبیر اور عائشہ پرویز کیسی ہو پلیز انٹری دیتی رہا کرو۔ صائمہ قریشی سیماں واقصی زرگر حیا بخاری اینڈ ایس بتول شاہ تتلیوں کی مانند خوش رہو۔ اسماء خواتین شعاع میں بھی انٹری دیتی رہنا۔ ملالہ پریزہ میں بھی آپ کے منتظر رہے گی۔ تانیہ عثمان تمہارے میٹرک کے پیپر ہو گئے اب تم اسلامیہ کالج میں ہی ایڈمیشن لینا اچھا ہے نا میری دونوں فرینڈز ایک ساتھ ہوں گی۔ ان شاء اللہ اب نیف ایس سی میں ہم دونوں ساتھ ہی پیپر دیں گے ثمرہ ہمیشہ کی طرح تم ٹاپ کرو گی ان شاء اللہ۔ میرے لیے بھی دعا کرنا میرے بھی پیپر ہونے والے ہیں۔ میرا کمپیوٹر کورس مکمل ہو گیا ہے اب پیپرز کے بعد پارلر جوائن کروں گی۔ بشل عائشہ اینڈ اریبہ کیسی ہو؟ تم نے فرسٹ پوزیشن لی ہے لوگ اپنا خیال رکھنا آخر میں تمام لوگوں سے درخواست کروں گی میرے ابو جان کی صحت یابی کے لیے دعا کریں آپ سب کی اپنی۔

عالیہ اسلم...... خانیوال

عائشہ نور عاشا کے نام

عائشہ آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو 10 اپریل کو سالگرہ تھی مگر سوری میں لیٹ ہو گئی ہوں اللہ کرے تمہاری زندگی کا آنے والا ہر سال خوشیوں سے بھرپور ہو اور جو نیک مقصد اور خواہش آپ کے دل میں ہے وہ جلد از جلد پورا ہو۔ عائشہ آپ میرے لیے بہت اچھی دوست اور بہت اچھی سسٹر ہو آئی لو یو سو مچ۔ ایک بار پھر سالگرہ مبارک اللہ حافظ۔

نگین افضل وڑائچ ...... گجرات

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم تو آنچل فیملی ممبرز اینڈ آل مائی فرینڈز کیسی ہو سب نٹ کھٹ پریوں! میں کافی عرصے سے آپ سب کا آنچل میں دیکھتی اور پڑھتی آ رہی ہوں مگر پیغام پہلی بار بھیج رہی ہوں کیونکہ آنچل میں بہت سی لڑکیاں ہیں جن کے نام کے آخر میں گل آتا ہے لیکن میرے نام کے شروع میں گل آتا ہے جیسے گل مینا خان! میں اپنے خاندان علاقے، اسکول میں اپنے نام کی ایک ہوں (اور کام کی بھی)۔ میرا نام سب سے منفرد ہے۔ آنچل بہت شوق سے پڑھتی ہوں آنچل قارئین میں مجھے مدیحہ کنول سرور کو پڑھنا اچھا لگتا ہے اور ہاں مدیحہ کنول سرور 7 مئی کو آپ کی سالگرہ ہے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ (پلیز ضرور بتائیے گا میرا وش کرنا کیسا لگا) اس کے علاوہ مجھے ہما شیرزا رابعہ مبارک بھی اچھی لگتی ہیں۔ جمیلہ غزل الفت گل بہار راشدہ اور میری پیاری گڑیا بھابی و بہت بہت سلام اور جان سے پیارے بھتیجے چاند راشد (جسے ہم مین ثمن کہتے ہیں) کو بہت بہت پیار اور آخر میں میری پیاری بہن حسینہ ایچ ایس کی 20 مئی کو برتھ ڈے ہے بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ حسینہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور تم کبھی بھی میرے پیار کو کم نہیں پاؤ گی۔ لیلیٰ (بہن) تم بہت اچھی ہو (کیونکہ تم مجھے آنچل لا کر دیتی ہو) آنچل سے میرا گہرا تعلق ہے اور آنچل پڑھنے والوں سے بھی۔ اس لیے اگر زندگی ہوئی تو پھر ملیں گے اللہ حافظ۔

گل مینا خان...... بھیر کنڈ مانسہرہ

سویٹ فرینڈ کے نام

مائی ڈیئر اینڈ سویٹ فرینڈ یہ پیغام جب تم تک پہنچے گا تب تک تمہاری سالگرہ گزر چکی ہوگی لیکن کیا ہوا میں تو جب بھی وش کروں گی تو تمہارے لیے وہی نئی ہوگی۔ مائی ڈیئر اینڈ سویٹ فرینڈ نویدہ ملک! تمہیں یہ زندگی کا یہ دن بہت بہت مبارک ہو اللہ تمہیں بہت سے ایسے دن دکھائے تم زندگی کے ہر موڑ پر کامیاب ہو اور ہر امتحان میں سرخرو ہو تم جہاں بھی ہوگی میری پرخلوص دعائیں کو اپنے ساتھ پاؤ گی ہمیشہ۔ ایک چھوٹی سی درخواست ہے کہ کبھی بھی کسی کی باتوں میں آ کر مجھ سے ناراض مت ہونا۔

مہر النساء...... احمد آباد

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

روشنی

میرے پروردگار
مجھے سخن وری عطا کر
لفظوں کی جادوگری عطا کر
جو دلوں پر نقش ہو جائے
میری بات میں ایسا اثر دے
جو منادے تیرہ شبی
ذہن و دل کی
مجھے بس......
اک حرف کی روشنی دے آمین۔

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... سیالکوٹ

بیوی کی نظر سے

کیا آپ نے اپنی بیوی کی نظر سے دنیا کو دیکھا ہے؟ تو ایک بار دیکھیں تو آپ کو پتا چلے گا۔
❖ دنیا کا سب سے پرفیکٹ آدمی اس کا باپ۔
❖ دنیا کا سب سے نکمی شوہر اس کا بھائی۔
❖ دنیا کا سب سے خوب صورت لڑکا اس کا چھوٹا بھائی۔
❖ دنیا کا سب سے خوش نصیب آدمی اس کا بہنوئی۔
❖ دنیا کا سب سے عقل مند آدمی اس کا ماموں۔
❖ دنیا کا سب سے مطلبی، جھوٹا، کنجوس اور بے کار آدمی اس کا شوہر......
❖ میں نے اتنی ہی ریسرچ کی ہے ابھی تک......
ہاہاہا۔ بے چارہ شوہر......

بلال اجمل...... سمندری

ماں عظیم ہستی ہے

"وہ دونوں (ماں باپ) تیری جنت دوزخ ہیں یعنی جو لوگ ان کو راضی رکھیں گے جنت پائیں گے اور جو ان کو ناراض رکھیں گے وہ دوزخ کے مستحق ہوں گے۔" (ارشاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ابن ماجہ)
☆ ماں کو گالی دینا دنیا کا سب سے بڑا گناہ ہے۔
☆ ماں کے قدموں تلے جنت ہے (حدیث نبوی ﷺ)
☆ ماں کے منہ سے نکلی ہوئی دعا خدا کو بھی ماننا پڑتی ہے (حدیث نبوی ﷺ)
☆ ماں کے بغیر گھر ایک قبرستان ہے (برناڈ شا)

صائمہ سکندر علی سومرو...... حیدرآباد سندھ

اوقات

ہر روز کھیلتے ہیں انسان کے خون سے ہولی
اوقات کیا یہی ہے انسان کی زندگی کی
جب جس کے جی میں آئے انساں کی جان لے لے
انسان ہے کہ گویا تصویر بے بسی کی

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

نگاہ نفرت

ایک مولوی سب کو نیکی کی راہ کی طرف راغب کرتا تھا اور بُرے کاموں سے منع کرتا تھا اور لوگوں کو ٹیلی ویژن دیکھنے سے بھی منع کرتا تھا کہ یہ گناہ ہے۔
ایک مرتبہ مولوی خود ٹیلی ویژن دیکھ رہا تھا ایک شخص نے کہا۔ "مولوی صاحب آپ تو سب کو ٹیلی ویژن دیکھنے سے منع کرتے ہو اور خود دیکھ رہے ہو۔"
مولوی نے کہا۔ "میں تو اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہا ہوں۔"

کرن ملک...... جتوئی

پیاری باتیں

چار وقت ایسے آئے جب وقت جہاں تھا وہیں رک گیا۔
❖ جب سرکار دو عالم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔
❖ جب سرکار دو عالم ﷺ کی پیاری لاڈلی فاطمہ کے سر سے دوپٹا اتر گیا اور سر کے دو بال نظر آنے لگے۔

❁ جب حضرت بلال نے اذان نہ دی تو وقت وہی کا وہی رک گیا۔

❁ جب سرکار دو عالم ﷺ حضرت علی کی گود میں سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔

مس فوزیہ کنول...... کنگن پور

نمکین

اک عجیب سی حالت ہے تیرے جانے کے بعد
بھوک ہی نہیں لگتی کھانا کھانے کے بعد
میرے پاس آٹھ سموسے تھے جو میں نے کھائے
ایک تیرے آنے سے پہلے سات تیرے جانے کے بعد
نیند ہی نہیں آتی مجھے سونے کے بعد
نظر کچھ نہیں آتا آنکھیں بند کرنے کے بعد
ڈاکٹر سے جو پوچھا اس کا علاج
دے کر وہ محفلنس بولا
کھالینا وہ جاگنے سے پہلے وہ سونے کے بعد
کیسی لگی یہ غزل پڑھنے کے بعد

گل سحر...... لاہور

پانچ عادات......!

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

❁ "اے مہاجرین کے گروہ پانچ عادات ایسی ہیں اگر تم ان میں مبتلا ہو جاؤ اور تم پا آن پڑیں میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تم پا آئیں۔

❁ جس قوم میں بے حیائی پھیلی آخر کار وہ برملا بے حیائی کرنے لگے تو ان میں وہ امراض ظاہر ہوں گی جو پہلوں میں نہ تھیں۔

❁ جس قوم میں ناپ تول میں کمی کا رواج ہو ان پر قحط اور سخت مشقت اور بادشاہ کا ظلم و ستم آئے گا۔

❁ جس شخص نے اموال کی زکوٰۃ روک دی ان پر آسمان سے بارش رک جائے گی اور اگر چوپائے نہ ہوں تو بالکل بارش نہ ہو۔

❁ جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا عہد توڑ دیا (یعنی آخرت قرآن و حدیث) پر ایمان و عمل چھوڑ دیا ان پر دشمن مسلط کر دیا جائے گا جو کچھ ان کے قبضے میں ہوگا وہ ان سے چھین لیا جائے گا۔

❁ جس قوم کے سردار کتاب (قرآن) کے مطابق حکم نافذ کرنا چھوڑ دیں گے اللہ تعالیٰ ان کو خانہ جنگی میں مبتلا کر دے گا۔

ملالہ اسلم...... خانیوال

انمول موتی

✦ ضد اور ہٹ دھرمی صحیح رائے کو دور کر دیتی ہے۔

✦ دل زبان کی کھیتی ہے اس سے اچھی باتوں کی تخم ریزی کرو دانے سب نہ اگیں گے کچھ نہ کچھ تو ضرور اگیں گے۔

✦ یہ زندگی ہماری خواہشات کے مطابق نہیں ہوتی جہاں ہماری پسند کی چیز ہمیں میسر نہ آئے یا کھو جائے صبر وہاں کام آتا ہے۔

✦ کسی کی حوصلہ شکنی نہ کرو کیا پتا وہ اپنی آخری امید لے کر آیا ہو۔

✦ اگر آپ سب کچھ کھو چکے ہیں تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو سب کچھ کھو دیتا ہے اس کے پاس پانے کے لیے پوری دنیا ہوتی ہے۔

ارسوزا عجم...... شادیوال، گجرات

دعا

جنوری کی دھوپ ہو
فروری کی بارش ہو
مارچ کی شام ہو
اپریل کی بہار ہو
مئی کی صبح ہو
جون کی چھاؤں ہو
جولائی کی خوشبو ہو
اگست کی تاروں بھری رات ہو
ستمبر کی چاندنی ہو
اکتوبر کی رم جھم ہو
نومبر کی ہوا ہو

دسمبر کی سرد رات ہو
اس سرد رات میں میرے سرد ہاتھوں میں آپ کے
لیے دعا ہو سدا خوش رہو آمین۔

شمائلہ رفیق..... سمندری

حضرت ابراہیم بن ادہم کے اقوال

+ عافیت، تنہائی اور خاموشی ہے۔
+ جو نیکی آج ہم پر شاق ہے وہی کل میزان عمل میں بھاری ہوگی۔
+ لوگ ان چیزوں کو دوست رکھتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے دلوں میں خدائی کی طرف سے حجاب ہے۔
+ عارف کی پہچان یہ ہے کہ وہ غور و فکر کرتا رہے اور کائنات کی ہر چیز سے عزت حاصل کرے۔
+ لقمہ حرام سے بچو دل سے دنیا کی محبت دور کرو پھر جو اسم بھی تم پڑھو گے وہی تاثیر میں اسم اعظم ہوگا۔

بحوالہ کتاب: دانش کدہ از محمد صدیق خیر آبادی

سائرہ سردار..... فیصل آباد

انمول موتی

◐ رزق حلال کی تلاش لوگوں کا محتاج بننے سے بہت بہتر ہے۔
◐ انسان کی سب سے بڑی غلطی اپنی غلطیوں سے بے خبر رہنا ہے۔
◐ دنیا میں سب سے بہتر خیال یہ ہے کہ میں آج کون سی نیکی کرسکوں۔
◐ جاہل کے سامنے عقل کی بات نہ کرو کیونکہ پہلے وہ بحث کرے گا پھر اپنی ہار دیکھ کر دشمن بن جائے گا۔
◐ ہزاروں کو دوست بنانا کوئی بڑی بات نہیں ایک دوست ایسا بناؤ کہ یہ ایک اس وقت ساتھ دے جب ہزاروں آپ کے خلاف ہوں۔

علی حمزہ راحیلہ امین..... پارہ قطعہ

وٹامن (شی) She

مریض ڈاکٹر سے: ”ڈاکٹر صاحب میں بہت خوش رہتا ہوں، نیند سکون سے آتی ہے زندگی میں امن ہی امن ہے کوئی پریشانی نہیں ہے ایسا کیوں ہے؟“
ڈاکٹر: ”میں آپ کی بیماری سمجھ گیا آپ کی زندگی میں وٹامن شی (She) کی کمی ہے۔

تابش فریال..... کہروڑ پکا

مہکتے الفاظ

◐ ایڑیاں اٹھا کر چلنے سے بونے قد آور نہیں ہو جاتے۔
◐ زندگی میں دو باتیں تکلیف دیتی ہیں ایک جس کی خواہش ہو اس کا نہ ملنا اور دوسری جس کی خواہش نہ ہو اس کا مل جانا۔
◐ دو چہرے انسان کو کبھی نہیں بھولتے ایک مشکل میں ساتھ دینے والا دوسرا مشکل میں ساتھ چھوڑنے والا۔
◐ ایک بات ہمیشہ یاد رکھو کہ کبھی کسی کو دھوکہ نہ دینا دھوکے میں بڑی جان ہوتی ہے یہ کبھی نہیں مرتا گھوم پھر کر ایک دن واپس آپ کے پاس پہنچ جاتا ہے کیونکہ اس کو اپنے اصل ٹھکانے کی پہچان اور اس سے بڑی محبت ہوتی ہے۔

عائشہ عارف..... گڑھا کنجال

میری پیاری ماں!

اے ماں!
یہ سب خوشی
جو مجھے ملی
تری دعا کا ہے اثر
مری زندگی
کی ہر اک کلی
تیرے دم سے ہے کھلی

ثوبیہ نواز اعوان..... کنڈان خورد

حاضر جواب

باپ بیٹے سے: ”تم نے نانا کے خط کا جواب کیوں نہیں دیا؟“
بیٹا: ”آپ ہی نے کہا تھا کہ بڑوں کو جواب نہیں دیا

کرتے۔"

نیناں خان..... ہری پور

آس..... !

سنو.....

جب بہار پر خزاں کا موسم آئے

جب اپنا کوئی دھوکا دے جائے

تو لوٹ آنا کہ.....

میں تو آج بھی

خالی دل لیے

تمہارے لوٹ آنے کی

آس میں زندہ ہوں

شمع مسکان..... جام پور

لفظ لفظ موتی

□ انسان دکھ نہیں دیتا انسان سے وابستہ امیدیں دکھ دیتی ہیں۔

□ اپنے دشمن کو ہزار موقع دو کہ وہ آپ کا دوست بن جائے مگر دوست کو ایک موقع بھی نہ دو کہ وہ آپ کا دشمن بن جائے۔

□ اخلاق کے دائرے میں رہو اخلاق وہ ہیرا ہے جو پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔

□ ہمیشہ سمجھوتہ کرنا سیکھو کیونکہ تھوڑا سا جھک جانا کسی رشتہ کو ہمیشہ کے لیے توڑنے سے بہتر ہے۔

وثیقہ زہرہ..... سمندری

آنچل کے نام

آجاؤ کہ تم سے ملنے کو ہے

بے تاب.....

یہ مضطرب دل

آجاؤ کہ تیری دید کو

ترپتی نگاہیں

تجھ کو پکاریں.....

آجاؤ کہ تم سے ملنے کو ہے

بے تاب.... دل

سامعہ ملک پرویز..... خان پور ہزارہ

اچھی باتیں

□ مسکراہٹ وہ واحد لباس ہے جو ہمیشہ فیشن میں رہتا ہے۔

□ اپنے چہرے پر مسکراہٹ کا میک اپ اس طرح سجادیں کہ اس پر دکھوں کی جھریاں نمایاں نہ ہوں۔

□ چہرہ ہم اس وقت نکھار سکتے ہیں جب ہمارے پاس ایک عدد چہرہ ہو۔

□ زندگی کے رنگ محل میں اگر صحت کا رنگ نہ ہو تو وہ ویران لگتا ہے۔

شازیہ نصیر احمد..... نور پور

جھوٹ

"کس کے ہیں.....؟"

"بس تمہارے ہی تو ہیں....."

ان کے یہ لفظ "جھوٹ" تو تھے

مگر غضب کے تھے.....

نورین لطیف..... ٹوبہ ٹیک سنگھ

خناس

انگریزوں کی مثال خناس جیسی ہے جو مسلمانوں کو راہ حق سے ہٹانے کے لیے وار کرتے ہیں اگر مسلمان محتاط ہوجائیں تو وقتی پسپائی اختیار کرتے ہیں لیکن وہ اپنی جدوجہد ترک نہیں کرتے۔ یہ اس لیے ہے کہ انسان کی انسانیت خناس کے تابع ہے۔ ان کے بہت کم اعمال انسانیت کے اعمال ہیں زیادہ تر اعمال خناس ہی کے منشاء کے مطابق ہیں۔

دنیا میں رہنے کے دو طریقے ہیں بچ کر رہنا یا ڈٹ کر رہنا۔ بچ کر رہنا مقام تقویٰ اور ڈٹ کر رہنا مقام جہاد ہے۔ برائی سے بچو اور نیکی کے لیے ڈٹ جاؤ۔ ڈٹ کر رہنے والا اللہ سے خوفزدہ اور مخلوق سے بے خوف ہوتا ہے۔ مخلوق کی حرکات وسکنات اسے خوفزدہ نہیں کرسکتیں۔ ڈٹ کر رہنے والا اسیر حق اور باطل پر غالب ہوتا ہے ہر حال میں اللہ سے مدد مانگنے والا ہوتا ہے۔

فیضان الحق

ام رباب سبحین...... سرگودھا

دل زندہ یا مردہ

ایک بزرگ کا قول ہے دل کی تین رگیں ہوتی ہیں اگر اپنے ایمان کو پرکھنا ہے کہ دل زندہ یا مر گیا ہے تو......

○ قرآن کھول کر پڑھو خود دیکھو دل لگ رہا ہے یا نہیں؟

○ اس محفل میں بیٹھو جہاں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو دیکھو دل لگتا ہے یا نہیں؟

○ تنہائی میں بیٹھ کے دیکھو کہ تمہاری تنہائی پاک صاف ہے اللہ یاد بھی آتا ہے کہ نہیں؟

○ اگر جواب ہاں ہے تو تمہارا دل ابھی زندہ ہے اگر جواب نہ ہے تو ڈرو اور اللہ سے دعا کرو کہ تم پر رحمت فرمائے۔

مسکان جاوید اینڈ ایمان نور...... گوٹ سماجہ

زعفرانی قطعہ

مالک نے ڈانٹا نوکر کو مچھر تو مارنے تھے
بھیں بھیں کی کچھ صدائیں کانوں میں ہو رہی ہیں
نوکر یہ بولا "مچھر تو مر چکے ہیں سارے
بیوائیں ان کی آ کر کانوں میں رو رہی ہیں"

خدا اور جنت

دعا اپنے لیے مانگنا عبادت ہے اور دوسروں کے لیے مانگنا خدمت...... عبادت سے جنت ملتی ہے اور خدمت سے خدا......

افشاں علی...... کراچی

احساس کمتری

کس کو فرصت
کہ مجھ سے بحث کرے
اور ثابت کرے
کہ میرا وجود
زندگی کے لیے ضروری ہے

دعائے سحر...... فیصل آباد

فیصلہ

☆ فیصلے کا لمحہ بڑا مبارک ہوتا ہے زندگی میں بار بار یہ لمحات نہیں آتے۔ صحیح وقت پر مناسب فیصلہ ہی کامیاب زندگی کی ضمانت ہے۔

☆ اگر غلطی سے کوئی فیصلہ غلط ہو بھی جائے تو اس کی ذمہ داری سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ اپنے فیصلے اپنی اولاد کی طرح ہیں ان کی حفاظت تو کرنا ہوگی دنیا کی تاریخ کو بغور دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اکثر تاریخی فیصلے غلط تھے لیکن تاریخی تھے۔

☆ تقدیر اپنا بیشتر کام انسانوں کے اپنے فیصلے میں ہی مکمل کرتی ہے۔ انسان راہ چلتے چلتے دوزخ تک جا پہنچتا ہے یا وہ فیصلہ کرتے کرتے بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔ بہشت یا دوزخ انسان کا مقدر ہے لیکن یہ مقدر انسان کے اپنے فیصلے کے اندر ہے۔

(دل دریا سمندر...... واصف علی واصف)

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤالدین

آب زمزم

○ زمزم کا کنواں 18-14 فٹ 13 میٹر گہرا ہے۔

○ 4000 سال سے نہ سوکھا ہے نہ ذائقہ بدلا ہے۔

○ 8000 لیٹر ایک سیکنڈ میں موٹر کھینچتی ہے۔ وہ بھی چوبیس گھنٹے اور صرف 11 منٹ میں کنواں بھر جاتا ہے سبحان اللہ۔

روبی علی...... سیدوالا

ایک قصہ ہے اپنا

دو دوست ایک بلڈنگ کی دسویں منزل پر رہتے تھے ایک دن وہ گھر آئے تو معلوم ہوا کہ بجلی گئی ہوئی ہے لہٰذا لفٹ بند تھی۔ سیڑھیوں کے ذریعے دسویں منزل پر جانے کے خیال سے ہی دونوں دوست پریشان ہو گئے مگر مرتے کیا نہ کرتے۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ باتیں کرتے ہوئے سیڑھیوں سے اوپر چلیں گے ایک نے کہا۔

"میں تمہیں مزاحیہ قصہ سناتا ہوں تم مجھے افسوسناک واقعہ سنانا۔" مزاحیہ قصہ سناتے ہوئے وہ آٹھویں منزل پر پہنچ گئے پہلے دوست نے کہا۔

"اب تمہاری باری ہے تم افسوسناک واقعہ سناؤ۔"
دوسرا دوست بولا "اگر میں نے تمہیں افسوسناک واقعہ سنایا تو تم رونے لگو گے۔"
پہلا دوست بولا "نہیں میں نہیں روؤں گا۔"
دوسرا دوست بولا "تو پھر سنو..... گھر کی چابی نیچے گاڑی میں رہ گئی ہے۔"

سیدہ جیا عباس..... تلہ گنگ

میرا تعارف

میرا نام..... مشرقی لڑکی
میری زندگی..... وفاداری
میرا لباس..... شرم و حیاء
میری سوچ..... بزرگوں کا فیصلہ
میرا کام..... سب کی بھلائی
میرا سرمایہ..... یادیں اور کتابیں
میری دوست..... میری ماں اور میری تنہائی
میری پسند..... میرا بچپن
میرے جذبات..... دشمن سے محبت
میری آواز..... برائی روکنے کے لیے پکارنا
میرا ہتھیار..... میرا قلم

علمہ شمشاد حسین..... کورنگی کراچی

TV اینکر

انشا (مختصر ادبی انشائیہ)

"کہیے مرے دولہا! شیو بنوایئے گا، ہیئر اسٹائلنگ چلے گی یا پورا پروفائل اٹھے گا جناب والا کا۔ ایک دفعہ معاوضہ اور ٹپ ٹاپ کام کے مالک تے ہو جاوے۔ جناب کی تشریف دھر دھوں گا خاندانی سیاست کا تختہ نیچے لگا کر، اس اوپر نیچ والی کرسی پر اوپر کی سیٹنگ میں۔ تنی ہوئی گردن میں موروثی مرتبے کا نرم ہیڈ ریسٹ فٹ ہو جاوے گا ہاتھ کے ہاتھ۔ دونوں پیر مبارک ہوں گے کچلی ہوئی عوام کے اسٹول کے اوپر۔ پہلے تو واٹر ٹیٹ کا کر گا کر تعارف کا پھر رپھر رخوشبودار چھڑکاؤ پھر طے شدہ دوستانہ سوالوں کی چدر سے ذات مبارک کو کردار سمیت اس طریوں ڈھانپ دوں گا کے بدنامی کا چھینٹا تو کیا چڑیا بھی پر نہ مار سکے، آپ کی دعا سے۔ چاروں طرف آئینوں کی سیٹنگ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں۔ جیسا چاہویں گے دنیا دکھلاویں گے۔ این آر او کا بڑھیا خضاب اور وینداری کا جھاگ والا شیمپو یہ دھرا ہے آپ کے سامنے کانچ کی میز پر۔ استرا تیز کرتا یا تیز ہاتھ چلاتا دیکھیں تو گھبرائے گا مت، یہ آئینے میں غیر جانبداری دکھلانے کے لئے ہوگا، پبلک کے بیحد اصرار پر۔ تھوڑی ہی استرا کے بعد بھروسے کے نورسے چمکنے لگے گا تھوبڑا شریف۔ آخر میں گنج مبارک پر خوش آمدید کے مہکتے تیل کی ہلکی ہلکی مالش اور چھپی چھپی تعریف کی دھیمی دھیمی تکیاں نیند سے بوجھل نہ کردیں آپ کی غلافی آنکھیں تو نام اور پروگرام بدل دیجئے گا، آپ کے بھائی کا۔"
"جی کیا فرمایا آپ کا حریف؟ حضور والا اس کا مجاز شریف تو دھرا رہ جائے گا آپ کے برابر والی کرسی پر، نیچے کی سیٹنگ میں۔ سوالوں کی کند قینچی پہلے سے تیار کر رکھی ہے دس کے واسطے۔ ڈبل بلیڈ کا استرا لگا کر جب لاہوری نمک کی ڈلی رکھوں گا دس کے کلوں پر تو قسم ایمان کی طبیعت ہری ہو جاوے گی آپ کے معشوق کی۔"
"جی کیا کہا ضمیر؟ اجی گولی مارئیے قلم کی سچائی کو۔ کھائے ہیں میں نے بھی دھکے اور فاقے باضمیر صحافت کے برس ہا برس۔ وہ تو بھلا ہوا ان چوبیس گھنٹے والے ٹی وی چینلوں کا کے۔"

شارق علی

yaadgar@aanchal.com.pk

داؤ پر لگا کر بھی سنو کو بچالیا اس کے علاوہ ام ثمامہ کی "محبت سے مجبوری تک" نے آنسو چھلکا دیئے آخر عورت کب تک ایسی قربانیاں دیتی رہے گی۔ بیاض دل میں تسلیم شرافت، کوثر خالد، تسنیم شہزادی اور نورین مسکان سرور کے اشعار نظروں میں سما گئے۔ نیرنگ خیال میں بشریٰ باجوہ، سباس گل، عریشہ ہاشمی اور مجم انجم کی شاعری نے متاثر کیا۔ دوست کا پیغام آئے میں سب کے پیارے پیارے پیغامات پڑھے آمنہ لالہ اور طیبہ نذیر آپ نے مجھے یاد رکھا سو سوئٹ آف یو۔ یادگار لمحے میں طیبہ سعدیہ عطاریہ (تم تینوں ایک ہو نا......!) نورین شیخ، پروین افضل شاہین، ناہید شبیر رانا اور مریم اشرف چھا گئیں آئینہ میں سب کے جاندار اور شاندار تبصرے پڑھنے کو ملے۔ طیبہ نذیر آپ کو میرا تبصرہ پسند آیا کیوں نا آتا ہمارے پیارے آنچل پر جو تھا۔ پروین افضل شاہین نظر انداز کریں تو سب کے میاں جل گڑے ہی ہوتے ہیں ورنہ محبتوں سے کم نہیں۔ ہم سے پوچھئے میں یاسمین، پروین افضل شاہین، شیریں گل، نائلہ تسنیم اور ارم ملک کے سوالات نے اپنی ہنسی سے دار چمن کا سامنا ہوا۔ الغرض آنچل کا سالگرہ نمبر دل کے ساتھ ساتھ دماغ بھی لے اڑا اچھا جی اللہ حافظ زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔

حمیرا نوشین...... منڈی بہاؤ الدین۔ السلام علیکم! خیریت خیریت! اصولاً تنگ اچھائی خوب صورت ٹائٹل کے ساتھ آنچل طلب سے پہلے تو آپ کا بے حد شکریہ کہ میری تحریروں کو آنچل کے صفحات پر جگہ ملتی ہے۔ حمد و نعت روح و نظر کو مسرور کر گئیں نائلہ یوم الدین میں جنت کے متعلق معلومات کا ذخیرہ ملا اللہ کرے کہ ہم بھی اعمال حسنہ اور اللہ کی نظر کرم سے جنت کے مکین بن سکیں۔ سروے میں صوفیہ شاہد اور ارم کمال کے منتخب اقتباسات بہت پسند آئے۔ اقبال بانو نے مرد کی ذہنیت کی بالکل ٹھیک ترجمانی کی اور نگہت سیما کی کہانی پڑھ کر دیر اداسی کی کیفیت چھائی رہی کیا ہی اچھا ہوتا جو روزن کی نماز ادا ہوتی۔ سیما بنت عاصم نے بھی اچھا لکھا۔ نیرنگ خیال میں مجم انجم اور دعائے سحر نے مختصر نظموں میں بہت کچھ کہہ ڈالا۔ یادگار لمحے میں اس مرتبہ کافی کچھ اچھا پڑھنے کو ملا اور واقعی ہماری یادوں میں محفوظ ہو گیا۔ آئینہ میں قاری بہنیں کہانیوں پر بہت اچھا تبصرہ لکھتی ہیں میں پورے انہماک اور دلچسپی سے اسے پڑھتی ہوں۔ ارم کمال بڑا جامع تبصرہ کرتی ہیں۔ دوست کا پیغام آئے بھی کافی ذوق و شوق سے پڑھا بھئی لڑکیوں اب مجھے بھی اپنی دوستوں میں شامل کر لو میں بھی کافی عرصے سے آنچل کی قارئین بنی ہوئی ہوں۔ سامعہ ملک اور طیبہ نذیر میری شاعری پسند کرنے کا شکریہ۔ دونوں ہی میرے شہر کے قریب ہیں! شمائلہ کے جوابات بہت مزہ دیتے ہیں اور بے ساختہ مسکراہٹ لبوں پر بکھر جاتی ہے۔ اجازت چاہتی ہوں تمام ادارہ کارکنان کی خدمت میں ہدیہ خلوص۔

☆ ڈیئر حمیرا! خوب صورت تبصرے کے ساتھ آپ کی آمد پر خوش آمدید۔

افشاں علی...... کراچی۔ بہت سی دعاؤں محبتوں چاہتوں اور عقیدتوں کے نذرانے لیے افشاں علی ایک بار پھر سے شامل محفل ہے۔ تمام پڑھنے والی خوب صورت آنکھوں اور مسکراتے چہروں کو پیار بھرا سلام! چار سو جہاں بہار کی آمد آمد ہے ہاتھوں میں خوب صورت و پیارے پھولوں کی خوش بو رچی ہے وہیں آنچل کی سالگرہ نمبر نے بھی تمام رنگ بکھیر دیئے۔ ماہ اپریل کے شمارے میں بہار کے رنگوں سے لکھے افسانے، ناولٹ و ناول تھے وہ ہیں پھولوں کی طرح مہکتی خوش بو بکھیر لی ہماری پیاری پیاری رائٹرز نے اور ساتھ ہی زرق برق چمکتے آنچل کی کہانیاں جنہوں نے دل و دماغ کو وہی خیرہ کر دیا تھا۔ بے تکی بارش میں رم جھم کی پھوار کے بیچ سارا ریم جھوٹے جھولے چھنکتی ہو تو ساون کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے بالکل ویسے ہی آمد بہار کے جلوہ کے ہمراہ زرق برق سے سجا آنچل دل کو خوش کر چلا۔ پیارے آنچل کے سالگرہ نمبر میں تو ہم شامل نہ ہو پائے پر کوئی گلہ نہیں ابھی شامل محفل ہونے کے مواقع بہت اور بس پھر ہم حاضر خدمت ہو چلے۔ دلہن بنی ماڈل کے سرورق کے ہمراہ دلہن کی طرح سجا سنورا آنچل ملا آنٹی قیصر آرا کی پیار بھری سرگوشیاں سنی جہاں یہ جان کر از حد خوشی ہوئی کہ آنچل کی نئی سنگی و ہمجولی "ماہنامہ حجاب" جلد منظر عام پر آنے کو بے تاب ہے۔ دعا ہے کہ جس طرح آنچل نے ترقی و کامیابی کے ساتھ 38 سال مکمل کیے اسی طرح ماہنامہ حجاب بھی دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اور آپ سب کی محنتیں رنگ لائیں آمین۔ حمد و نعت سے دل و روح کو معطر و مستفید کرتے ہوئے مشتاق انکل سے دانش کدہ میں بکھرے الفاظ و عقد موتی سمیٹے جنت کے احوال سن کر دل بے ساختہ سبحان اللہ کہہ اٹھا آگے بڑھتے ہوئے در جواب آں میں مدیرہ کے پیار بھرے جوابات پڑھے تو جانا کہ پیاری نازیہ کنول نازی اور سوئٹ سی سمیرا شریف طور رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے جا رہی ہیں تو آپ دونوں کو میری جانب سے ڈھیروں مبارک باد و ڈھیر دعاؤں کے نذرانے۔ دعا ہے کہ اس نئے سفر کی راہ میں آپ لوگوں کے ہمراہ خوشیاں ہم سفر و ہم قدم رہیں آمین۔ جبکہ پیاری سی میری دوست انعم خان آپ کے تینوں بچوں حورعین بختاور خان، محمد صائم اور عبدالبدیع سعد خان کی 15 اپریل کو برتھ ڈے ہے تو میری جانب سے تینوں چنوں منوں کو ڈھیر سارا پیار اور گنون کو سلام۔ "جگنو میں" سے آنچل میں "سروے" بہت عمدہ رہا۔ "لال جوڑا" پہنے "اذان" "بھری تو" "چاہت دھوپ چھاؤں سی" "گی" "ٹوٹا ہوا تارا" دیکھ تو دل سے عمدہ تھی "محبت دل کا سجدہ ہے" "آؤٹ" ہونے پر "چشم نم تو نہ چھلکے" کہ "میرے بخت میں درج ہے مبہم سی محبت" "کمی دست" رہے کہ "محبت سے مجبوری تک" کچھ کی سی ہے۔ اب ہو جائے تفصیلی تبصرہ "لال جوڑا" بہت ہی خوب صورت پیار بھرا ناول تھا جبکہ صدف آصف نے بھی چاہت و محبت کو بہت خوب صورتی سے بیان کیا۔ "چشم نم تو نہ چھلکے" یونیک تھیم اور انداز بیاں بہت زبردست۔ اقبال بانو کو بہت عرصہ بعد پڑھا اچھا لگا۔ نگہت سیما نے بجا فرمایا سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اکثر تشنگی رہ جاتی ہے۔ "اذان" اور "میرے بخت میں درج ہے" ایک عمدہ سبق آموز افسانے تھے۔ "محبت سے مجبوری تک" ام ثمامہ کا بہت انوکھا افسانہ تھا۔ ڈیئر سباس گل آپ سے بات ہوئی بہت ہی اچھا لگا آپ کا مطالعہ و اخلاق بہت اچھا ہے جب ہی تو آپ اتنی عمدہ تحریریں لکھتی ہیں۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" آپ کے باقی ناولز کی طرح بہت زبردست و سپر ہٹ۔ بعد دعا کہ ہو زور قلم اور زیادہ۔ نیرنگ

خیال میں صائمہ قریشی، سباس گل، عریشہ ہاشمی کی شاعری دل کو بھائی جبکہ آئینے میں پیاری پیاری قارئین کے عکس جھلملا رہے تھے الغرض اس ماہ کا آنچل خوب صورت ترین رہا۔ زندگی نے وفا کی تو قلم کو پھر تمام کر لفظوں کو پکڑ کر صفحے پر بکھیروں گی آخر میں بہت ساری دعائیں اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر افشاں! شگفتہ اور دلچسپ انداز میں لکھا آپ کا تبصرہ پسند آیا۔

دعائے سحر...... فیصل آباد۔ السلام علیکم آنچل فرینڈز! کیا حال چال ہیں؟ سب سے پہلے تو ایمن وقار صاحبہ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی میری نظم اپریل کے شمارہ میں شائع کرنے کے لیے۔ ارے یار یہ ہم ہیں انا احب کی غزل مسز دعا ہاشمی آنچل 27 کو ملا سب سے پہلے اپنا نام تلاش کیا جو کہ نیرنگ خیال، سروے اور آمنہ لودی کے پیغام میں مل گیا۔ سب سے پہلے یادگار لمحے پر چھلانگ لگائی ماروی یاسمین کی معلومات اور مریم اشرف کے اقتباس میری ڈائری میں پہلے سے موجود تھا۔ کنی ایوب اور سمیرا اشفاق کی نگارشات فوراً ڈائری میں نوٹ کرلیں۔ ڈش مقابلے سے کھویا، اسکواش کی ریسپی میں نے اپنی نوٹ بک میں نوٹ کرلی۔ نیرنگ خیال میں ہمارا نام ہونے سے موڈ کو بحال کر گیا۔ ہائی سلسلوں میں ہماری تشنگی بھی بھول گئی، ہمیں صدف، عشرت، زہرا ملک، نورین مسکان، بیماری سے مل کر بہت اچھا لگا۔ نورین جی میں تو ہر رات ہی آسمانوں کی سیر کرتی ہوں اور یقین جانیے روز ایک نیا سبق سیکھتا ہے یہ مجھے میرا بہت اچھا دوست ہے یہ سروے میں سب کے جوابات ہی اچھے تھے۔ "موم کی محبت" اچھا جا رہا ہے مگر اب کہانی میں کچھ ٹوئسٹ آجانا چاہیے۔ تقریباً تین چار اقساط سے ایک ہی اسٹوری ایک سے کرداروں کے دائرے چلتے رہے ہیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا شریف طور 29 اقساط ہو گئیں ناول کی مگر شہوار کا ماضی ہنوز بند کتاب کی مانند ہے۔ اب اندر کی عبارت پڑھنے کا موقع فراہم کر دیجیے پلیز۔ بابا صاحب کو یقیناً تابندہ کا فون آیا ہوگا اور انا کو عقل دیں انگلی توڑنے کے بجائے وہ کاغذ کو بے نقاب کرے۔ "محبت ایسا نغمہ ہے" کا اس قدر انتظار تھا ہمیں مگر...... اقبال بانو آپا کا "چشم نم نہ چھلک" بہت ہی عمدہ اور سبق آموز تحریر ہے۔ عفیرہ گل کا "لال جوڑا" مجھے تو بہت پسند آیا۔ "کچھ بچی سی ہے" بھی ایک اچھی تحریر تھی۔ عنیقہ محمد بیگ کی تحریر "آؤٹ" سوچ کے بہت سے در وا کرگئی۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" اختتام پر ہی تبصرہ کروں گی ویسے اچھا چل رہا ہے نوبل اِن۔ صدف آصف کی تحریر "چاہت دھوپ چھاؤں سی" بھی اچھی تحریر تھی۔ "کچی دست" اور "محبت سے مجبوری تک" بھی اچھی تحاریر تھیں۔ تحریر یہ کیا آئینہ میں ہمارا نام کہیں بھی نہیں تھا اب ایسی بھی کیا شکل بھی نہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر دعا! شگفتہ انداز بیاں، بہترین تبصرہ اچھا لگا۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ شہلا آپی اور تمام آنچل قارئین کے نام محبت بھرا اسلام ویسے سب کے کیا تو سخت گرمی میں حال اچھے ہی ہوں گے ہاہاہا۔ ابھی بجلی گئی میں لوڈشیڈنگ کے دوران بیٹھی ہوں ایک ہاتھ میں بسکٹ اور ایک ہاتھ میں قلم اور بڑھ رہی ہوں تبصرے کی طرف قدم بہ قدم واہ کیا غضب کا ماحول ہے ہاہاہا۔ اپریل کا آنچل 29 مارچ کو ملا آخر کار ہی آ پہنچا میں نے تو سوچ لیا تھا کہ آئینہ میں دیکھ پاؤں گی میں۔ خیر اپریل کے آنچل میں ماڈل دلہن کا روپ دھارے میرے معصوم دل پر بجلیاں گرا گئی اس کے بعد سرگوشیاں میں دلچسپی لی یہ جان کر خوشی ہوئی آنچل کا ہم عصر حجاب جلد آنے والا ہے بہت خوب۔ تعارف سب کے اچھے لگے پھر میں کہانیوں کی طرف بڑھی تو سمیرا آپی "ٹوٹا ہوا تارا" میں مصطفیٰ شہوار کا پڑھ کے اچھا لگ رہا ہے لیکن آپ کا ناول بہت سلو چل رہا ہے تھوڑا آگے بڑھائیں اور پلیز انا اور ولید کے درمیان تنہائیاں ختم کروا کے کہانی کو اصل کلائمکس کی طرف موڑیں۔ "موم کی محبت" ترب اور منور کی زیادہ سے زیادہ اسٹوری چلنی چاہیے (سن لیں راحت آپی) اور شرمین کو ولی سے ملا ہی دیں ویسے شرمین اپنی جگہ ایک دم پرفیکٹ ہے عارش کی تو ہیں...... "محبت دل کا سجدہ ہے" سباس گل ناول اچھا جا رہا ہے لیکن ایک بات سمجھ نہیں آئی کیا رشک زنف میں بھی ماہین کی خالہ جیسی عورتیں ہوتی ہیں؟ عفیرہ گل کا "لال جوڑا" آپ کی تحریر نے آنچل میں چار نہیں آٹھ چاند لگا دیے ہیں۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں سارہ کی امی جیسے لوگ موجود ہیں۔ ذات برادری کے چکر میں اپنی بچیوں کو اپنے ہی گھر میں بٹھا کر بوڑھا کر دیتے ہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ میں کیسے ان لوگوں کو آپ کی تحریر پڑھاؤں یا سمجھاؤں۔ اقبال بانو نے بھی بہت اچھا لکھا باقی سب افسانے ناول اچھے تھے۔ بیاض دل میں سب کی شاعری اچھی تھی۔ "ہم سے پوچھیے" میں سب کے چٹ پٹے سوالات اور شائستہ آپی کے کرارے جوابات پڑھ کر مزہ آگیا۔ سچ میں تمام کامیڈین کو پیچھے چھوڑ دیا ہاہاہا۔ پھر آئینہ دیکھا ماشاءاللہ سے میں بہت اچھی لگی تعریف کرنے کی حد تک اف...... ہاہاہا (واہ اللہ رے خوش فہمی)۔ دوست کا پیغام آئے میں جواب کے پیغام ایک سے بڑھ کر ایک تھے اس کے بعد یادگار لمحے میں قدم رکھا وہاں سب ہی نے یادگار لمحے ڈالے تھے۔ ڈش مقابلے میں اس بار تمام ڈشیں مشکل ہی سے گزر گئیں۔ پھر کام کی باتیں پڑھیں تو اچھی لگیں اس میں پسند کے کلر سرخ کے بعد سفید ڈھونڈا تو نہ ملا تو دوڑ ... کے سامنے کو بند کر دیا غرض یہ کہ اس ماہ کا آنچل سال رہ ... بہت زبردست تھا۔ اب مجھے اجازت دیں اپنا خیال رکھیں دعاؤں میں یاد رکھیں اگلے ماہ نئے تبصرے کے ساتھ حاضر ہوں گی فی امان اللہ۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات۔ السلام علیکم! شہلا آپی اینڈ آنچل فیملی کیسے ہیں؟ امید کرتی ہوں سب اللہ کے کرم سے فٹ ہوں گے۔ آنچل مجھے 25 تاریخ کو مل گیا تھا سب سے پہلے آئی قیصرآرا کی سرگوشیاں میں۔ ماہنامہ حجاب کا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اب انتظار ہے کہ حجاب کب ہمارے ہاتھوں میں ہوگا؟ حمد ونعت پڑھ کر دل کو راحت پہنچائی۔ درجواب آں میں جھانکا تو یہ جان کے خوشی ہوئی نازی آپی نکاح جیسے مقدس بندھن میں بندھنے والی ہیں بہت بہت مبارک ہو۔ سمیرا شریف طور آپ کو بھی منگنی کی مبارک باد ہمیشہ خوش رہیں۔ انکل مشتاق احمد قریشی کی باتوں نے جکڑ لیا جنت کی منظر نگاریاں پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ بلاشبہ دانش کدہ بہت اچھا سلسلہ ہے۔ ہمارا آنچل میں

دعائیں تاحیات آپ کے ساتھ ہیں۔ سمیرا شریف طور کے لیے بھی ڈھیروں دعائیں۔ تعارف سب ہی کے اچھے تھے خاص طور پر صدف جی کا سوالات کے جوابات سب ہی کے بہت اچھے تھے۔ تمام پوائنٹس ہی ڈائری کے اوراق پر سجا دیے۔ "سوہم کی محبت" "ٹوٹا ہوا تارا" ہمیشہ کی طرح شاندار لیکن بہت ہی مختصر لگی۔ اتنے طویل انتظار کے بعد قسط وار کہانیوں کا دورانیہ تھوڑا طویل ہونا چاہیے۔ ابھی آنچل ابھی پڑھا نہیں بقیہ تبصرہ ان شاء اللہ اگلے ماہ اب اجازت دیجیے فی امان اللہ۔

مریم بٹ...... گجرات۔ السلام علیکم ڈیئر شہلا آپی قارئین اینڈ آنچل اسٹاف کیسے مزاج ہیں جی؟ اپریل کا آنچل 24 مارچ کو ملا۔ ٹائٹل زبردست بہت نائس تھی دوست کا پیغام آئے میں اپنی فرینڈ آمنہ ریاض کا خط پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" اسٹوری پڑھی انا کے متعلق پڑھ کر بہت دکھ ہوا مجھ میں نہیں آ رہا کہ کاشفہ نے آخر ایسا کیا کہہ دیا کہ متعلق جو وہ اتنی بدگمان ہوگئی ہے۔ وہ انا جو ولی سے بے پناہ محبت کرتی تھی اب یہ صورت حال ہے کہ وہ اس کا نام سننا بھی گوارہ نہیں کرتی۔ یقینی طور پر کاشفہ نے انا کو بہت مجبور کیا ہوگا جو وہ ولی سے ہر تعلق توڑ لینا چاہتی ہے پلیز سمیرا آپی انا اور ولید کو الگ مت کیجیے گا۔ ہم ان دونوں کی دوری برداشت نہیں کر پائیں گے۔ تابندہ ابھی لگتا ہے عنقریب کوئی انکشاف کرنے والی ہیں۔ "سوہم کی محبت" میں سب شرمین کا ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں لیکن یوپی ابھی تک اپنی محبت میں ثابت قدم ہے اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ہی شرمین کے لیے خوشیوں کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ "چاہت دھوپ چھاؤں سی" اسٹوری پڑھی صدف آصف نائس جی بہت اچھی اسٹوری تھی۔ باقی سلسلے ہمیشہ کی طرح بہت اچھے تھے آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ وہ پیارے وطن پاکستان کو دہشت گردوں کے شر سے محفوظ رکھے آمین۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

سدرہ کشف...... خیر پور ٹامیوالی۔ السلام علیکم اپریل کا شمارہ 26 کو ملا ٹائٹل بس اچھا تھا سب سے پہلے آئینہ میں اپنا خط دیکھنے کے لیے بھاگے اپنا نام دیکھ کر خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ اس کے بعد اپنا فیورٹ ناول "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا جو کہ بہت ہی اچھے انداز میں آگے بڑھ رہا ہے۔ باقی تمام شمارہ بھی ہر لحاظ سے خوب اور سبق آموز تھا آپی نازیہ کے نکاح اور سمیرا آپی کی منگنی کا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی بہت بہت مبارک ہو آپ دونوں کو۔ طلعت نظامی کے بہنوئی اور ڈاکٹر درخشاں کے شوہر کی وفات کا پڑھ کر دل بہت اداس ہوا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے آمین۔

اروی مختار...... میاں چنوں۔ السلام علیکم آپی! مجھے جس بات کی سب سے زیادہ خوشی ہوئی وہ آنچل میں اپنا خط شائع دیکھ کر۔ مجھے یقین ہی نہیں ہو رہا تھا بار بار پڑھا پھر جا کر یقین ہوا اور باقی بھی سارا ڈائجسٹ اچھا لگا اور مکمل ناول "لال جوڑا" بہت پسند آیا اللہ حافظ۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ اب کی بار اپریل کا آنچل سالگرہ نمبر خوب صورت سرورق سے سجا میرے ہاتھوں میں ہے سونے سے لپ سٹ ماڈل کرن کو دیکھا اور اپنے میاں جانی پرنس افضل شاہین سے ان زیورات کی فرمائش کی تو بولے ایک سال کی سیلری میں یہ زیورات آئیں گے پھر سال بھر بھوکے پیاسے رہیں۔ میں اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ سرگوشیاں حمد و نعت درِ جواب آں، دانش کدہ سلسلے وار ناولز اور سروے جگنو میرے آنچل میں پسند آئے۔ ناولٹ اور افسانوں میں لال جوڑا، مجبوری سی ہے محبت دل کا سجدہ، چشم نم تو نہ چھلک محبت سے مجبوری تک اور ان پسند آئے۔ شہزادی دوچ حمیرا نوشین کے اشعار شرکی ہو جو ضعیف نورین ملک غزالہ جلیل راؤ کی غزلیں۔ شاہ مسعود نورین شیخ کے پیغام۔ شبانہ راجپوت ارم کمال، سمیرا مشتاق ملک کے یادگار لمحے۔ شیریں گل شبانہ امین راجپوت طیبہ نذیر زاہدہ زمان کے سوالات پسند آئے۔ میاں جی کی نظروں سے تو میں آنچل ایسے چھپ کر پڑھتی ہوں کہ جیسے بچوں سے مٹھائی چھپا کر رکھی جاتی ہے اجازت دیں اللہ حافظ۔

وثیقہ زہرہ...... سمندری۔ السلام علیکم آپی جی کیا حال ہے آنچل 24 کو ملا کیا سب سے پہلے سرگوشیاں کی اور سے واقفیت ہوا ایک اور ڈائجسٹ آنے والا ہے۔ بھئی ہم تو بہت خوش ہیں اور یقیناً حجاب آنچل کی طرح خوب صورت اور دل فریب ہوگا ہماری دعا ہے کہ حجاب آنچل سے بھی زیادہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔ سلسلے وار ناول اچھے جا رہے ہیں "ٹوٹا ہوا تارا" انا کی بے وقوفی پر غصہ بھی آیا یہ لوگ کیسے بھی کر دیں نہیں جو کاشفہ جیسی لڑکی سے ہر بات نہ کہیں۔ شہوار اور مصطفیٰ کی جوڑی اور بھی پیاری لگتی ہے۔ "سوہم کی محبت" ایک اور نہیں بلکہ کردار بھولی اور جگنا کا نصف ناول اور پیارا ہوا ہے۔ مکمل ناول دونوں اچھے تھے ناولٹ "آؤٹ" بازی لے گیا یا اندازہ نہ لگا سکتے آخر قصور کس کا تھا عثمان کا یا حور کے بے جا لاڈ پیار کا افسانے بھی اچھے تھے۔ باقی سلسلے تو ہوتے ہی خوب صورت ہیں اللہ اس پیارے آنچل اور حجاب کو بہت زیادہ ترقی دے آمین اللہ حافظ۔

طیبہ طاہرہ، رابعہ مسکان...... ٹوبہ شریف۔ السلام علیکم شہلا آپی! سب سے پہلے تو آنچل کی سالگرہ مبارک ہو۔ مارچ کے شمارے میں اپنا خط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کوئی بھی یقین نہیں کر رہا تھا ان کا کہنا تھا یہ خط تمہارا نہیں ہے اس میں بھی میرا اپنا قصور تھا کیونکہ سب ہمیں طاہرہ پکارتے ہیں وہ کہتے تھے کہ یہ طیبہ کا خط ہے جب کہ تم طاہرہ ہو عقل کے اندھوں کو کون سمجھائے طیبہ ہی طیبہ طاہرہ ہے اس لیے اب ہمیں اپنے لقب کا سہارا لینا پڑا خط کی اشاعت پر پوری ٹیم کے لیے دل سے دعائیں نکلیں اب سالگرہ نمبر میں اپنا شعر دیکھ کر مزید حوصلہ افزائی ہوئی انرجی بڑھی قلم اٹھایا اب تبصرہ حاضر ہے سب سے پہلے تو "ٹوٹا ہوا تارا" میں چھلانگ لگائی کیونکہ ہم انا اپی کو زندہ دیکھنا چاہتی تھی میری دوست رابعہ ڈر رہی تھی کہ انا کو مار دو اسے گی۔ سمیرا آپی نے بیا کر دیا ہے پلیز اچھا کرنا انا اور ولید کے ساتھ۔ ولید تو میری اور اس ناول کی جان ہے بابا صاحب اور تابندہ ابھی تک مجھ سے باہر ہیں ویسے تو یہ اس کی بات ہے بابا صاحب کے ساتھ کیا مسئلہ ہے اس کے بعد یا صفدر، شرمین، عارض یوپی کا مسئلہ حل کرنے کے لیے "سوہم کی محبت" میں حاضری دی زیبا کو بیٹا مبارک مگر وہاں مسائل پہلے سے زیادہ ہو گئے ہیں اللہ

خیر کرے اگلے ماہ تک انتظار ہے پھر "محبت دل کا سجدہ ہے" مائٹل کے آنچلوں میں جا بسنے پر شکر کیا کہ ہماری خالہ نہیں ہے۔ ابھی ہم آنچلوں کے ستم پر کڑھ رہے تھے کہ "چاہت دھوپ چھاؤں سی" پھر ہمارا نانا کر ان بہنوں پر ستم سے ہوا جس سے میرا لبیہ مفروضہ درست ثابت ہوا کہ آنچلوں سے خیر ہی اچھے ہوتے ہیں اس میں خالہ کو دیکھ لیں جو اپنی بھانجی پر ظلم کر رہی ہیں مگر شکر ہے وہاں سفینہ موجود تھی اس لیے سو محفوظ رہی۔ عنیقہ محمد بیگ کے "آؤٹ" نے نہ صرف خود کا نقصان کیا بلکہ پلیئرز کا آؤٹ ہونا بھی آنکھیں نقصان سے دوچار کرتا ہے۔ "محبت ایسا نغمہ ہے" آخری قسط کیوں غائب کر دی؟ آنچلوں کے ستم بھولنے کے لیے بقیہ تحریریں پڑھنا شروع کیں مگر "لال جوڑا" میں اپنے پھر ستم کے ساتھ حاضر تھے آئینہ میں پروین آپی کو جواب دے کر میرے دل کی بات کہہ دی آپی تو مذاق اور پیار سے کہتی ہوں گی مگر انہیں اپنے محبوب خدا کو ایسا نہیں کہنا چاہیے۔ پروین ڈیئر، بنتشہ کرن، کنزیٰ فریحہ اور شمرا کے شعر پسند آئے۔ باقی رسالہ ابھی باقی ہے اگلے ماہ تک اللہ حافظ۔

ملالہ اسلم...... خانیوال۔ السلام علیکم! سب سے پہلے آنچل ٹیم کو ملالہ کی جانب سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو آنچل 29 کو ملا ٹائٹل پسند آیا۔ قیصر آپی کی سرگوشیاں سن کر دل باغ باغ ہو گیا اب تو حجاب کے شدت سے منتظر ہیں۔ حمد و نعت سے دل و دماغ کو منور کیا۔ دانش کدہ میں انکل مشتاق کی اچھی اچھی باتوں سے فیض یاب ہوئے۔ ہمارا آنچل میں نورین مسکان اور صدف سے مل کر اچھا لگا پیدا ہوئے مجھے یقین ہے کہ آپ صحیح معنوں میں رہنما کر خیر دستی ہو گا۔ سروے سب کے اچھے تھے لیکن فریحہ شبیر، شمع مسکان اور دعا ہاشمی کا بہت پسند آیا۔ "ٹوٹا ہوا تارا" سمیرا آپی شہوار اور مصطفیٰ کی وجہ سے ابھی مطمئن ہوئے ہی تھے کہ اتنا اور ولید کی بدگمانیوں نے پوری طرح ڈسٹرب کر دیا۔ انا اور ولید میرے فیورٹ کردار ہیں پلیز ان کے ساتھ کچھ برا نہیں ہونا چاہیے۔ "موم کی محبت" میں بوبی کی دیوانگی دیکھتے ہوئے شرمین کو چاہیے کہ عدیل کو برا خواب سمجھ کر بھولنے کے ساتھ ساتھ بوبی کو اوکے کر دے۔ فاخرہ گل نے اپنی کاوش کے ذریعے بہو اور بیٹیوں کو بیٹیوں پر فوقیت دینے والوں کے لیے بہت اچھا میسج دیا ہے۔ عنیقہ محمد بیگ اور نگہت سیما کے سبق آموز ناولٹ پسند آئے۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" تو شمین جیسے احساس کمتری کے مارے لوگ کبھی بھی نہیں سدھر سکتے۔ "چشم نم ہو تو نہ چھلکے" اقبال بانو نے خصوصاً بیاہ کرنے والوں کو اچھا پیغام دیا ہے۔ "میرے بخت میں درج ہے" افسانوں کی دنیا میں سب جھوٹ نہیں ہوتا ہے مجھے نگینہ اور لی اماں سے سخت غصہ آیا۔ نہ جانے کتنی گھروں پیا دیس سدھار جاتی ہیں اور کتنی ہی ماؤں کی ممتا تڑپتی رہ جاتی ہے۔ ام ثمامہ آپ کی تحریر پڑھی بہت اچھی لگی قلم سے جڑی رہو۔ سیما بنت عاصم اور نازیہ جمال نے بھی عمدہ لکھا۔ "چاہت دھوپ چھاؤں سی" اپریل کی سب سے زبردست تحریر لگی۔ صدف آصف نے شاہ میر اور سویرا جیسے یونیک سے کردار بہت اچھے لکھے۔ میری دعا ہے عذرا قلم اور زیادہ ہو آمین۔ بیاض دل میں حرا قریشی، ارم کمال، روبینہ عباسی، پروین افضل شاہین، رابعہ چوہدری، ساجدہ ملک، پرویز اور فریدہ فری کے اشعار پسند آئے۔ ڈش مقابلہ میں چٹخارے دار ٹیسٹی پسند آیا۔ نیرنگ خیال میں بشریٰ باجوہ، صائمہ قریشی، عرشیہ ہاشمی، دعا سحر اور ساجدہ ملک نے اچھا لکھا۔ دوست کا پیغام آئے میں اپنا نام دیکھ کر ایک دم سے مزہ آ گیا۔ آپی میرا نام خالدہ اسلم سے ملالہ یوسف نہیں۔ حرا قریشی مجھے یاد رکھو یہ تو آپ کی محبت ہے۔ یادگار لمحے میں سب نے پرفیکٹ لکھا۔ آئینہ میں اپنا نام غائب پا کر دل خون کے آنسو رو دیا مگر دوستوں کی خاطر خود کو سنبھالا تو پتا چلا گل مینا، اینڈ حسینہ اینڈ ایس اور طیبہ نذیر کے تبصرے جاندار تھے۔ اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین جزاک اللہ۔

سعیدہ کنول...... ستیانہ۔ السلام علیکم! اس دفعہ رسالہ لیٹ ملا بہت انتظار تھا اس کا مگر یہ کیا سارا رسالہ چھان مارا ہمارا نام ہی نہیں۔ سب سے پہلے حمد و نعت پڑھی بہت مزہ آیا پڑھنے کا۔ مکمل ناول "لال جوڑا" بالکل ہمارے معاشرے کی عکاسی کر رہا تھا۔ ہمارے معاشرے میں درحقیقت یہی سب کچھ ہو رہا ہے فضول رسموں رواجوں کی وجہ سے زندگیاں خراب ہو جاتی ہیں۔ ناولٹ میں "آؤٹ" پڑھ کر دل اداس ہوا لیکن اس میں ساری غلطی حورو کی تھی اس نے کبھی اپنے بھائی کو سمجھانے کی کوشش نہیں کی۔ سلسلے وار ناول "موم کی محبت" میں شرمین کے ساتھ بہت برا ہوا جناب اس کو چاہیے وہ بوبی کو قبول کر لے اس کے جذبے سچے ہیں۔ "ٹوٹا ہوا تارا" میں انا کے ساتھ برا ہو رہا ہے وہ بتاتی کیوں نہیں ولید کو سب کچھ؟ آپ کی شخصیت میں رنگوں کے بارے میں بہت اچھا بتایا ہے میرا آپ پنک اور وائٹ کلر کے بارے میں بھی بتائیں اللہ حافظ۔

عائشہ صدیقہ...... چکوال۔ السلام علیکم ڈیئر ریڈرز رائٹرز اینڈ آنچل پاکستان ٹیم! سب سے پہلے موسٹ فیورٹ رائٹر نازیہ کنول نازی کو نکاح کی مبارک باد۔ سمیرا باجی کو منگنی کی بھی مبارک ہو۔ اللہ آپ دونوں کو اپنی زندگی کی تمام خوشیوں سے ہمکنار کرے آمین۔ پلیز آپ دونوں لکھنا مت چھوڑیے گا۔ اب آتے ہیں اس ماہ کے آنچل کی طرف جو اس ماہ کی 25 کو ملا۔ ٹائٹل کچھ خاص نہ تھا قیصر آپی کی سرگوشیاں سن کر دل بے اختیار خوش ہوا وجہ آنچل کی ہم جولی "حجاب" کی اشاعت پر (اب ایک ساتھ دو دو رسالے مزہ آئے گا) حمد و نعت سے دل و جان معطر ہوئے۔ ڈائریکٹ "ٹوٹا ہوا تارا" پر نگاہ ٹھہر گئی۔ انا کی حالت پر دل دکھ سے بھر گیا اور پھر اس کا منگنی توڑنے کا فیصلہ...... بے اختیار کاشف پر غصہ آیا۔ ادھر عادل عباس اور رابعہ کی زندگی کو اجیرن کرنے پر تلی ہوئی ہے اب تو سمیرا آپی ان تینوں بہن بھائیوں کو بوری میں بند کر کے سمندر میں پھینک دیں اور ہاں ساتھ وہ بیگم کو بھی جو مصطفیٰ کے تعاقب میں ہیں۔ خیر کہانی زبردست تھی۔ "موم کی محبت" معذرت کے ساتھ اتنی ساری محبتیں دیکھ کر دل بیزار ہو جاتا ہے اوپر سے ڈائیلاگز بہت فضول سے ہوتے ہیں۔ "کروں سجدہ ایک خدا کو" ایسی سبق آموز کہانیاں شائع کرنی چاہئیں۔ "محبت دل کا سجدہ ہے" موضوع تو اچھا ہے مگر تبصرہ مکمل ہونے پر، پلیز ناول کو طوالت سے بچایئے گا ورنہ بور ہو جائے گا۔ "ہم سے پوچھئے" میں پروین افضل آپی، نادیہ یسین، مدیحہ نورین مہک اور عائشہ پرویز نے سوالات مزہ دے گئے۔ آئینہ میں عائشہ پرویز اور عائشہ حسن

کے سوال پسند آئے۔ نیرنگ خیال اور یادگار لمحے میں سب کچھ زبردست تھا۔ بیاض دل میں اموری عقیدہ فریحہ شبیر طیبہ سعدیہ عطار ینادوی یاسمین حفصہ بتول کوثر خالد شمزا بلوچ اور حرا قریشی کے اشعار زبردست تھے۔ باقی آنچل ابھی زیر مطالعہ ہے فی امان اللہ۔

ودیعہ یوسف زماں قریشی...... کراچی۔ السلام علیکم آنچل اسٹاف اور تمام قارئین آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اپریل کا شمارہ ہاتھ میں آتے ہی کان لگا کر فیصرآ پا کی سرگوشیاں سنیں اور ماہنامہ حجاب کے متعلق سن کر بے اختیار مسکرا اٹھے۔ امید ہے آنچل کی طرح حجاب بھی کامیابی کے افق پر ایک روشن ستارہ ثابت ہوگا ان شاء اللہ اس کے بعد داش کدہ سے فیض یاب ہو کر اپنے پسندیدہ سلسلہ وار ناول کی طرف دوڑ پڑے۔ راحت وفا سمیرا شریف آپ دونوں ہی بہت اچھا لکھ رہی ہیں بس ذرا "ٹوٹا ہوا تارا" کی میں انا کچھ عجب کررہی ہیں۔ مکمل ناول "زلف جوڑا" کی محترمہ حسانہ کا کردار بالکل پسند نہیں آیا جبکہ سارہ نے بھائی کے ہاتھ میں دل کو چھو لیا۔ واقعی ایک لڑکی کی سوچ ایسی ہی ہونی چاہیے۔ صدف آصف "چاہت دھوپ چھاؤں کی" میں آپ نے ہر کردار کو بہت اچھے سے لکھا مبارک ہو۔ یادگار لمحے میں نورین شفیع ایک خوب صورت حقیقت لیے دل کو بھا گئیں اور طیبہ سعدیہ آپ تو چھا گئیں جناب! اب چلتے ہیں نیرنگ خیال اور بیاض دل کی طرف جس کے دیوانے ہیں ہم۔ نیرنگ خیال میں شفیع احمد بستی غزل نیر رضوی واجد چوہان اور عمارہ اقبال سب ہی نے عمدہ لکھا۔ بیاض دل میں شمزا بلوچ اور طیبہ سعدیہ کے اشعار پسند آئے اس کے ساتھ ہی اجازت اللہ حافظ۔

سمیرا ادھم حمیرا ادھم...... احمد پور شرقیہ۔ السلام علیکم! ڈیئر اسٹاف ریڈرز اینڈ رائٹرز امید ہے کہ آپ سب خیر و عافیت سے ہوں گے آنچل کی 37 ویں سالگرہ منانے پر تہہ دل سے مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے آمین۔ اب آتے ہیں تفصیلی تبصرہ کی طرف سب سے پہلے سرگوشیاں سنیں جس میں نئے ماہنامے کا پڑھ کر خوشی ہوئی اور خاص طور پر نام بہت پسند آیا۔ حجاب لفظ پڑھ کر ہی ایک تقدس کا احساس ہوتا ہے۔ اب انتظار ہے اس ماہنامے کی باقاعدہ آمد کا اللہ جلد وہ دن لائے آمین۔ اس کے بعد حمد و نعت سے دل و روح کو منور کیا اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ایمان کے نور سے منور کرے آمین۔ پھر باری آئی "موم کی محبت" کی پڑھ کر بہت مزہ ہوا۔ چلیں راحت جی کہانی میں کوئی ٹوئسٹ لائیں ناول کے کرداروں کے حالات جوں کے توں ہیں وہی ایک مسئلے کو لے کر بحث ہو رہی ہے۔ کہانی یکسانیت کا شکار ہو رہی ہے۔ پھر ٹوٹا ہوا تارا میں ڈولی ذہن سمیرا جی کیا بات ہے کہانی بہت ہی خوب صورت انداز میں آگے بڑھ رہی ہے۔ مصطفیٰ اور شہوار کی انڈر اسٹینڈنگ غضب کی ہو گئی ہے۔ چلیں زنا کے ساتھ مریم حفیظ بہوں اور اس کی شادی ولید سے ہی ہونی چاہیے۔ عادل اور کشف کا تو ول کرتا ہے کہ گلا ہی دباؤں اس کی عورتوں کا انجام بھی برا ہوتا ہے خیر دیکھیں سمیرا جی کیا نیا موڑ لاتی ہیں اور اب نازیہ جی کا بھی ناول پر سے بس پردہ اٹھنے ہی والا ہے ہمیں ایسا لگا ہے۔ باقی ناول ناولٹ اور افسانے ابھی زیر مطالعہ ہیں امید ہے کہ ہمیشہ کی طرح وہ بھی بہت اچھے ہوں گے۔ بیاض دل میں فریحہ شبیر سباس گل عنبر خان شمع کوثر اور تسلیم شہزادی کے اشعار دل میں کھب کے رہ گئے۔ ڈش مقابلے میں بھی افشاں کنسٹرڈ اور کسٹرڈ سویاں کی ترکیب اچھی اور منفرد لگی۔ بیوٹی گائیڈ میں بھی حسن کو دو آتشہ کرنے کے نسخے اچھے لگے۔ نیرنگ خیال میں سباس گل کی نظم نے دل کو چھو لیا۔ یادگار لمحے تو ویسے ہی یادگار ہوتے ہیں ان کی تو کیا بات ہے۔ کام کی باتیں میں آپ کی شخصیت رنگوں کی چادر میں چھپی ہوئی پڑھ کر مزہ آیا اور تجربہ بھی کیا اس چیز کا باقی تمام سال بہت ہی شاندار ہے اور بننے والا ہے کے لیے نیک تمنائیں اور دعائیں اللہ حافظ۔

آمنہ ولید...... لاہور۔ السلام علیکم! پیاری شہلا جی! ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں اور آنچل میں اپنا کردار خوب صورتی سے نبھاتی رہیں! میں بھی پہلی بار اس محفل میں شامل ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ مجھے بھی اپنی اس خوب صورت محفل میں جگہ ضرور دیں گی۔ فیس بک پر میری ایک بہت پیاری دوست فریحہ شبیر کے ذریعے آپ کے معیاری پرچے کی بابت علم ہوا تو اگلے ماہ باقی شماروں کے ساتھ آنچل بطور خاص خرید کے لائی۔ سنہرا رنگ، پھولوں کی طرح مہکتی تحریریں اور خوشبو کی طرح مہکتے سلیقہ دیکھ کر دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ مجھے یہ دیکھ کر اس قدر خوشی ہوئی کہ شعاع خواتین وغیرہ سے کم نہیں ہمارا آنچل...... لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ بہت دیر کردی آنچل کو اپنانے میں لیکن ان شاء اللہ اب آنچل کا ساتھ نبھی چھوڑوں گی۔ آئینہ میں شرکت کے ساتھ ساتھ مراسلات بھی بھیج رہی ہوں حوصلہ افزائی کی منتظر ہوں۔ آخر میں اس دعا کے ساتھ اجازت رنگوں اور خوشبوؤں سے سجا ہمارا آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر آمنہ! خوش آمدید۔

عروج اصغر...... ڈیرہ غازی خان۔ سب سے پہلے شہلا آپی جی اور آنچل کے تمام اسٹاف لکھاری اور قاری کو میرا اسلام قبول ہو۔ اس بار مارکیٹ گئی تو یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ آنچل اپریل کا مارچ کی جگہ پر وہی موجود تھا تو میرا حیران ہونا فطری تھا کیونکہ ہمارے یہاں رسالے اتنی جلدی نہیں ملتے پھر آنچل خرید لیا۔ گھر آکر سب سے پہلے در خواب آپ پڑھا اور بہت مزہ آیا اس کے بعد پورا رسالہ ستائیس مارچ تک ختم کر ڈالا اب آتے ہیں رسالے کی طرف۔ سب سے پہلے فاخرہ آپی کا ناول "لال جوڑا" پڑھا بہت ہی تحریر تھی پھر ہم "محبت دل کا سجدہ ہے" کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے ڈولی ذون سباس آپی! بہت ہی اچھی تحریر تھی۔ دانیال اور کرن کے کردار مجھے بہت پسند ہیں اس کے بعد دیکھا تو خوشی کو اور حیرت ہوئی کہ عنیقہ محمد بیگ بھی موجود ہیں۔ عنیقہ آپی! آپ میری فیورٹ رائٹر ہیں آپ کی تحریر "خواب بھی آنکھیں" مجھے آج تک نہیں بھولی اور یہ تحریر "آؤٹ" بھی اچھی لگی۔ تبصرہ مختصر "چاہت دھوپ چھاؤں کی" بھی بہت اچھی لگی۔ نگہت سیما کی "کچھ کمی سی ہے" اقبال بانو کی "چشم نم تو نہ چھلک" اور ام ثمامہ کی "محبت سے مجبوری تک" بھی بہت ہی دلچسپ تحریریں تھیں باقی افسانے بھی زبردست تھے۔ میرا

تعریف طوبیٰ آپی کا ناول بھی خوب صورتی سے آگے بڑھ رہا ہے اور راحت وفا آپی کے اس ناول میں "جان جاں تو جو کہے" جتنا مزہ نہیں آ رہا باقی سلسلے بھی بہت اچھے لگے سب نے بہت محنت کی اب میں چلتی ہوں اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر عروج! خوش آمدید۔

شبنم کنول..... حافظ آباد۔ السلام علیکم! آپ کی چار سال سے مستقل قاری ہوں آنچل بہت زبردست سالہ ہے۔ اعلیٰ معیار زبردست سرورق آپ کے اندر آنچل کی تو کوئی مثال نہیں۔ یہ اپنے محبت و خلوص سے گفتگو یوں لگا ہم سب آپ کے اپنے، بہت عزیز ہیں۔ آنچل کی الگ پہچان ہے اس کا الگ انداز ہے اور آپ لوگ نئی نئی رائٹرز کو بھی شامل کر رہے ہیں جن میں بہت ٹیلنٹ ہے اور ان کو بھی لکھنا چاہیے۔ میری دلی خواہش ہے کہ اس میں اچھی تخلیق کاروں کو ضرور شامل رکھیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں دیگر سلسلے بھی اچھے ہیں۔ ارے یہ کیا "موم کی محبت" میں ثریا کو کب تک سزا ملے گی اصغر کے دل میں نرمی آجانی چاہیے بیٹے کو دیکھ کر۔ شرمین بے چاری کو پتا نہیں کس کس کی محبت پر یقین کرنا ہے۔ شرمین کو بوبی کی محبت کو آزمانا نہیں چاہیے۔ عادل کو سزا ملنی چاہیے جو لڑکیوں کو کھیل سمجھتا ہے اور جی "ٹوٹا ہوا تارا" اس دفعہ کہانی کچھ آگے نہیں بڑھی اچھا اب اجازت دیں اللہ حافظ۔

ماریہ انیس..... عالم گڑھ۔ پیاری سی شہلا آپی آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو دل سے پیار بھرا اسلام۔ یقیناً سب خیریت سے ہوں گی اب آتی ہوں تبصرے کی طرف تو آنچل میں سب تحریریں ہی اچھی ہوتی ہیں چاہے پھر وہ سمیرا آپی کی "ٹوٹا ہوا تارا" ہو یا پھر راحت آپی کا "موم کی محبت" ہو۔ سب تحریریں بیسٹ اور سارے سلسلے اے ون پر "ہم سے پوچھیے" کی تو بات ہی اور ہے۔ ام مریم آپ کو بہت زیادہ مبارک ہو "بے رحم اڑان" لکھنے پر۔ بس یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پاکستان کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور ہم سب کو بھی اب اجازت دیں پھر آؤں گی اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر ماریہ! سالگرہ مبارک۔

شزا بلوچ..... جھنگ صدر۔ السلام علیکم! سالگرہ نمبر ٹائٹل سوہو (سوری) ہمارا آنچل میں پیارا سا انٹرسٹنگ تھیں سوالات تینوں سسٹرز سے مل کر بھی بہت اچھا لگا سروے میں تبصرہ بنا، ہم نے خوب اچھا پوسٹ مارٹم کیا اور جو مطلب اپنے دماغ کا تھا اور اچھے جوابات دیے۔ ایک ہی نشست میں "ٹوٹا ہوا تارا" تک پہنچے کلائمکس کا سمیرا آپی آپ نے کمال دے دی اور آپ کی مصروفیت آڑے نہیں آگئی ورنہ فیس بک پر تو آپ نے ہمیں ڈرا ہی دیا تھا اور لگتا ہے مجھے کہ "ٹوٹا ہوا تارا" تابندہ ہوا ہوں گی۔ یہ غم دل میں ماروی یاسمین کا شعر بہت پسند آیا۔ بیوٹی گائیڈ بھی بہت اچھی تھیں پہلے ہوا تھا نیرنگ خیال سوری کم کم دیکھتی ہوں۔ دوست کا پیغام آئے میں ان سبھی فرینڈز کا شکریہ جنہوں نے یاد رکھا آئینہ میں کل مینا خان چھا گئیں۔ ہم سے پوچھیے میں حسب معمول پروین افضل شاہین چھائی رہیں باقی طیبہ نذیر، نیلم، نجم انجم کے سوالات بھی اچھے تھے۔

آمنہ ریاض..... گجرات۔ السلام علیکم! میری تمام سویٹ سویٹ سی قارئین اینڈ فرینڈز! آنچل اس دفعہ 25 کو ہی مل گیا۔ یقین ہی نہ آیا کہ میرا انتظار بھی ختم ہو سکتا ہے لیکن جب خود دیکھا تو یقین آ ہی گیا اور دل باغ باغ ہو گیا۔ "موم کی محبت" اور "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھ کر مزہ آیا۔ اس کے علاوہ "چھوٹی سی ہے" بھی پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ باقی شمارہ ابھی پڑھا نہیں سب بہت خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔

AF افتخار..... عارف والا۔ السلام علیکم! آپی میں گزشتہ تین سالوں سے آنچل پڑھ رہی ہوں لیکن قلم آج اٹھایا ہے۔ مجھے آپ کے تمام سلسلے اچھے لگتے ہیں ٹائٹل پیارا تھا۔ سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" پڑھا تھوڑا سلو جا رہا ہے لیکن زبردست ہے۔ "موم کی محبت" ابھی سو جا رہا ہے پلیز شرمین کو کسی مشکل میں مت ڈالیے گا پلیز راحت آپی اور نازیہ آپی آپ میری فیورٹ رائٹر ہیں اچھا آپی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

انعم زریں، سائرہ زریں..... چکوال۔ السلام علیکم سویٹ شہلا آپی! اس بار سرورق دیکھ کر دل خوشی سے بھر گیا ٹائٹل پر پہلی نظر پڑی پیاری سی ماڈل دل کو بھا گئی۔ سب سے پہلے "ٹوٹا ہوا تارا" پر چھلانگ لگائی لیکن اس ماہ کی قسط متاثر نہ کر سکی بہت ہی ٹینشن والی تھی۔ "موم کی محبت" بورنگ ہوتا جا رہا ہے نفیسہ کے موضوع ہوتے تو منفرد ہیں لیکن "آؤٹ" پڑھ کر دل بوجھل سا ہو گیا۔ یقین نہیں آیا کہ کوئی بھائی بھی ایسا کر سکتا ہے۔ سباس آپی نے آخر کار رائنہ اور غنی کا نکاح کرا ہی دیا۔ "کال جوڑ" بہت پسند آیا فاخرہ آپی آپ کا انداز بیاں بہت عمدہ ہے۔ دانش کدہ کی معلومات نہایت ایمان افروز ہیں بحیثیت مسلمان ہمیں علم ہونا چاہیے۔ سروے میں میری فیورٹ رائٹر زھیا آپی اور سباس آپی کو پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ ڈش مقابلہ میں لذیذ کسٹرڈ ٹرائفل کیا تھا بہت لذیذ سب نے تعریف کی۔ بیوٹی گائیڈ میں بیوٹی سے متعلق معلومات فراہم کرتے رہا کریں کیونکہ ہمارے خیال میں یہ وقت کی ضرورت ہے۔ یادگار لمحے میں عورت کا حسن نصف کا اٹھ جانا زروع اور جویریہ ساجد اور ال دانا تم میری فیورٹ رائٹر نمرہ احمد کے ناول "جنت کے پتے" سے اقتباس "چہرہ کا نقاب واجب یا مستحب؟" پسند آیا۔ نازیہ آپی کو نکاح کی ڈھیروں خوشیاں مبارک ہو سمیرا آپی آپ کو منگنی کی ڈھیروں مبارک باد اللہ حافظ۔

☆ ڈیئر انعم! آپ خط کے ذریعے اور جواب آن میں شرکت کر سکتی ہیں۔

مدیحہ نورین مہک..... برنالی۔ آداب آپی جان! آنچل ماشاءاللہ ترقی کی راہوں پر گامزن ہے اور میں آپ سے ناراض ہوں آپ نے مجھے آئینہ سے نکال ہی دیا! نوشی شاہ زندگی حبیبہ مصوبیہ سارہ یہ سباس نرگس افضل اور تمام پڑھنے والوں کو بہت سلام۔ سباس گل کا

ناول بہت ، بس ہے دعاؤں میں یاد رکھیے گا سب کی دوست۔

☆ ڈیئر مدیحہ! آپ کا لکھا تبصرہ کی بجائے پیغام سے مماثلت رکھتا ہے کہانیوں پر تبصرہ نظر نہیں آرہا اس مرتبہ بھی ایسا ہی ہے۔

صوفیہ صدیق...... چیچہ وطنی۔ السلام علیکم! آنچل کے 37 سال مکمل ہونے پر بہت بہت مبارک باد۔ آنچل کے تمام لوگ تعریف کے قابل ہیں جنہوں نے آنچل کو کامیاب بنانے میں دن رات ایک کیا۔ آنچل وہ ڈائجسٹ ہے جس میں ہم لوگ کچھ نہ کچھ پڑھ کے سیکھتے ہیں۔ آج ہی آنچل آیا اور میں نے ایک دن میں پورا پڑھ بھی لیا۔ ہمارا آنچل میں سارہ ملک کا تعارف بہت پسند آیا یادگار لمحے میں مختصر مختصر عائشہ پرویز کا بہت اچھا لگا آئینہ میں سامعہ ملک پرویز کا خط بہت پسند آیا۔ بیوٹی دل میں کنزیٰ رحمن کا شعر بہت پسند آیا۔ حجاب نیا شمارہ آرہا ہے پڑھ کر اتنی خوشی ہوئی۔ مسلسل ناول میں "تو اور ہوا تمام" بہت پیارا جا رہا ہے۔ شہوار اور مصطفیٰ کی شرط ختم ہوگئی اتنی خوشی ہوئی پر اللہ کے واسطے اناور ولید کو مت جدا کریں مجھے تو ولید بہت پسند ہے۔ میرا لگتا ہے کیا کر دیا انا کے ساتھ کوئی بھی نہیں پلیز پلیز اس کے ساتھ کچھ غلط مت کیجیے گا۔ "موسم کی محبت" زاحت وفا جی! اتنی اچھی نہیں لگ رہی شرمین کے ساتھ ہی ہر دفعہ ہوتا ہے عجیب لگتا ہے اور عدیل۔ بوبی تو اتنا پیار کرتا ہے۔ مکمل ناول میں "کالی جوڑا" فاخرہ گل کا بہت پسند آیا اور دل کو بھا یا قابل تعریف ہے۔ ناولٹ میں "محبت دل کا سجدہ ہے" بہت پسند آیا سباس گل دیل ڈن۔ "جگنو سی ہے" نگہت سیما کی بھی اچھی کاوش تھی مبارک ہو۔ افسانوں میں "میرے بخت میں درج ہے" طلعت نظامی کا بہت پسند آیا اور ایک الگ سا لکھا افسانہ "اذان" سیما بنت عاصم جی کمال کر دیا۔ باقی تمام آنچل اس دفعہ زبردست تھا میری طرف سے تمام آنچل فرینڈز کو سلام۔

سحرش فاطمہ...... کراچی، ای میل۔ السلام علیکم! سحرش فاطمہ آنچل کی محفل میں اس وقت موجود ہے اپریل میں سالگرہ نمبر پڑھ کر مزہ ہی آ گیا ابھی جب لکھنے اچھے نام ہوں فاخرہ گل اور صدف آصف تو پڑھے بغیر رہا ہی نہیں جا سکتا۔ ہر سلسلہ ایک سے بڑھ کر ایک سب سے پہلے تو میں نمیرہ بٹ کا شکریہ ادا کروں گی کہ انہیں میرا افسانہ پسند آیا اور ساتھ ہی اس ادارے کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جس نے مجھے یہ موقع دینا۔ اب آ جاتے ہیں ذرا تبصروں پر فاخرہ گل کا "کالی جوڑا" پڑھ کر دل شدت سے رویا ہر ایک لفظ دل کی پور پور کو چھو رہا تھا۔ میرے پاس الفاظ ہی نہیں اس تحریر کے تعریف کے لیے ایسا آج بھی گھرانے ہیں جہاں برادری کا بول بالا ہے اور زبردستی سے شادیاں ہو جاتی ہیں اور برادری والوں کا تو کچھ نہیں ہوتا البتہ کرنے والوں کی زندگی بنتی ہے۔ فاخرہ گل کی اس تحریر میں سچ حقیقتیں موجود ہیں جس میں سے ایک حقیقت کی میں گواہ ہوں لیکن کیا کریں یہ رسم و رواج سے مجبور ہوئے ہیں ہم لوگ بچنے سے پہلے ہم خاندان برادری کا سوچتے ہیں۔ عزیز فاخرہ جی آپ نے بہت رلایا ہے صاف چھپا اگلی دفعہ ایسی ہنسانے کا بھی ارادہ ہے کیسی ہنسی کہ ایک تحریر نے رلا دیا تو دوسری تحریر نے چہرے پر مسکان بکھیر دی جی ہاں صدف آصف کی دل لبھانے والی تحریر "چاہت دھوپ چھاؤں سی" صدف جی آپ نے اس دفعہ تو ہنسانے کا پورا انتظام کیا ہوا تھا ہر جملے پر ہنسی آتی رہی۔ ناول پڑھ کر بچپن یاد آ گیا واقعی بہت زبردست آپ دونوں نے دل جیت لیے اب آ جاتے ہیں ذرا نازیہ جمال کی کاوش پر "تمہی دست" بہت خوب شروعات کی مزہ بھی آتا رہا پڑھتے وقت لیکن جب احد اور مروہ کے ساتھ برا سلوک ہوتا رہا افسوس ہوا ان پر اور اختتام پر تو عارف کے ساتھ واقعی برا ہوا لیکن تحریر عابدہ ولت کو پسند آئی۔ سباس گل آپ کا ناولٹ پچھلے مہینے شروع ہوا اور ہمیشہ کی طرح اس بار بھی آپ چھا گئیں لیکن بے چاری پر اتنا ظلم نہ کریں۔ اس کی خالہ کہیں پاگل تو نہیں! اب اس کا نکاح بھی کروا دیا ہے اللہ خیر کرے اس کا اور آپ بھی خیر ہی رکھیے گا۔ سروے بھی سب کا بہت اچھا رہا پڑھ کر مزہ آیا۔ سمیرا شریف کو شادی کی مبارک باد اور نازیہ کنول نازی کو نکاح کی مبارک باد دیتے ہوئے اب الوداع کہتی ہوں۔

صبا خان...... بہاولپور، ای میل۔ السلام علیکم! اس بار آنچل کی تعریف نہ کرنا بڑی زیادتی کی بات ہوگی خوب صورت رنگوں سے سجا آنچل ہاتھ میں لیتے ہی دل خوش ہو گیا اس کے بعد کہانیوں کی فہرست پر نگاہ دوڑائی تو اپنے پسندیدہ نام پڑھ کر ٹھنڈک سی ہوگئی۔ سب سے پہلے میں نے "کالی جوڑا" پڑھا فاخرہ گل کے اس ناول کا مجھے بہت دنوں سے انتظار تھا واقعی ایک بہت اچھا معاشرتی مسائل کی عکاسی کرتا ہوا ناول ہے جس میں بہت کچھ سیکھنے کے لیے موجود ہے اس کے بعد اپنی فیورٹ رائٹر صدف آصف کا ناول "چاہت دھوپ چھاؤں سی" پڑھا اور مزہ آ گیا۔ سچ کہانی کے تار جوڑتے آخر تک اپنے سحر میں جکڑے رکھا ان کا انداز تحریر تھوڑا سبق آموز ہوتا ہے مگر اس ناول میں محبت کی چاشنی بھی شامل رہی جس کی وجہ سے کہانی کو چار چاند لگ گئے ویل ڈن۔ سباس گل کا ناولٹ بہت اچھا تھا بہت تیزی سے کہانی بڑھ رہی ہے کہانی مضبوط اور پر اثر ہے ان کو میری طرف سے مبارک باد پیش کریں افسانے سارے ہی اچھے تھے مگر اقبال بانو، سیما بنت عاصم بازی لے گئیں۔ نازیہ جمال کا "تہی دست" بھی پسند آیا مگر سلسلے بھی بہت دلچسپ تھے مگر مجھے تو سب سے زیادہ مزہ "جگنو میرے آنچل" میں پڑھ کر آیا وجہ تو آپ سمجھ ہی گئی ہوں گی جی ہاں عابدہ ولت کا نام بھی شامل تھا اور خوشی اس بات کی زیادہ ہے کہ حیا بخاری کا پہلا خط اور میرا آخری خط تھا۔ میری دعا ہے کہ آنچل اسی طرح جگمگاتا رہے آمین ثم آمین۔

☆ اس کے ساتھ ہی اگلے ماہ تک کے لیے رخصت رب تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور ہمیں آسانیاں عطا فرمائے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

شمائلہ کاشف

سندس رفیق...... عبدالحکیم

س: ہر بار جب میرے کمرے کی کھڑکی بجتی ہے تو مجھے کیوں لگتا ہے کہ یہاں جن ہیں؟
ج: ایک عدد آپ جیسی بھوتنی کی موجودگی میں دوسرا جن کیونکر آئے گا۔
س: ہاں یا نہیں میں جواب دیں' کیا آپ نے اب مسجد سے جوتے چرانے چھوڑ دیے ہیں؟
ج: ہم تو مسجد جاتے ہی نہیں البتہ تمہیں چرائے ہوئے جوتوں سے پٹتے ضرور دیکھا ہے۔
س: مجھے آپ کے کالم میں سوال بھیجنا کیوں پسند نہیں؟
ج: ہمارے کھرے جوابات سے تمہاری طبیعت جو صاف ہو جاتی ہے۔
س: گرمیاں آ رہی ہیں' کمرے میں ہیٹر کا انتظام کروا لیا ہے؟
ج: لگتا ہے لوڈشیڈنگ اور گرمی نے تمہارے دماغ پر کافی اچھا اثر ڈالا ہے۔
س: مس پروین کے شوہر کہاں کے پرنس ہیں؟
ج: مسز پروین کے دل کی سلطنت کے پرنس ہیں۔

ارم کمال...... فیصل آباد

س: کچھ لوگ روٹھ کر بھی لگتے ہیں کتنے پیارے' گیت کا جواب گیت سے دیں تو جانوں آپ کو؟
ج: روٹھ جاتے ہو تو کچھ اور حسیں لگتے ہو
بس یہی سوچ کر تم کو خفا رکھا ہے
س: سیانے کہتے ہیں زندگی غم کا دریا ہے' آپ کیا کہتی ہیں؟
ج: ان سیانوں میں' میں بھی شامل ہوں۔
س: جھوٹ بولے کوا کاٹے اور سچ بولیں تو......
ج: کوا منہ دیکھے...... بول کر دیکھنا۔
س: شمائلہ جی میں نے سنا ہے آپ میرے لیے اداس ہوئیں اس لیے فوراً آپ کی محفل میں آ گئی۔
ج: سنی سنائی باتوں پر بھی یقین نہیں کیا کرو۔

شزا بلوچ...... جھنگ صدر

س: بڑے لکی ہوتے ہیں وہ لوگ جن سے ہم مخاطب ہوتے ہیں' کیا خیال ہے؟
ج: تمہارے طرز تخاطب سے پہلے بھی ہم خوش قسمت اور لکی ہی تھے۔
س: بڑے دن ہو گئے ہیں ان کی خوف ناک آواز نہیں سنی؟
ج: اب سسرال جا کر جی بھر کر سنتی رہنا۔
س: سنا ہے جب آپ بولتی ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے منہ سے پھول جھڑ رہے ہوں آپ گانا گاتی ہیں تو کوئل کی آواز سنائی دیتی ہے اور جب آپ بغیر میک اپ کے آئینہ دیکھتی ہیں تو......؟
ج: ایک نہایت معصوم' حسین' خوب صورت اسمارٹ سی لڑکی نظر آتی ہے...... اب جل نا جانا دیکھو دیکھو تو رہی ہے۔
س: کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے یہ چوبیس گھنٹے ہی کیوں تیس کیوں نہیں؟
ج: کام چور...... تیس اور چالیس گھنٹے بھی ہوں تب بھی تم کچھ نہیں کرو گی۔
س: کچھ اس دریا دلی سے ملو...... جیسے جہلم اور چناب ملتے ہیں۔
ج: ہمارے یہاں صرف دریائے سندھ ہے جو بحیرہ عرب سے جا ملتا ہے آؤ ملوائیں تمہیں۔
س: لو کے کرایہ ختم ہو گیا اب واپس پیدل جانا پڑے گا۔
ج: شکر ہے تم نے جانے کی بات تو کی۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

س: مجھے دیکھ کے آپ کی شکل کیوں بگڑ جاتی ہے؟

ج: اب اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں تمہاری شکل ہی......

س: یہ منہ اور مسور کی دال بھلا منہ کا دال سے کیا تعلق؟

ج: بغیر منہ کے تم دال کھا سکتی ہو بھلا؟

س: آپ اتنی شرارتی کیوں ہیں؟

ج: اف اللہ ہم معصوم پر اتنا بڑا الزام.....

س: جو گرجتے ہیں وہ برستے کیوں نہیں؟

ج: تمہارے میاں جی جو ٹھہرے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: مور اپنے پاؤں دیکھ کر روتا ہے اور میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین کیا دیکھ کر روتے ہیں؟

ج: بالوں سے محروم اپنی گنج دیکھ کر کیونکہ شادی سے پہلے وہ بہت پُر بہار تھی۔

س: میرے میاں جانی اکثر رات میں سوتے ہوئے ڈر کے مارے اٹھ جاتے ہیں جب میں ان سے پوچھتی ہوں تو کہتے ہیں خواب میں ویسٹ انڈیز کی کرکٹ ٹیم نظر آتی ہے۔ کیا علاج کروں کہ ویسٹ انڈیز کی کرکٹ ٹیم کی بجائے ٹینس کی یورپی خواتین کھلاڑی نظر آنا شروع ہو جائیں؟

ج: ان کے سرہانے رکھی اپنی تصویر ہٹالیں اور کسی ٹینس کھلاڑی کی تصویر رکھ دیں پھر ان سے پوچھیں کہ فرق پڑا کہ نہیں' ہمیں ضرور بتائیے گا۔

س: آئینہ میں اپنی صورت دیکھ کر بھلا میں کیا سوچتی ہوں؟

ج: کاش میں بھی کچھ خوب صورت ہوتی۔

نورین خلیل......جتوئی

س: آپی میں پہلی مرتبہ آئی ہوں کہاں بیٹھوں صوفے پر یا کرسی پر؟

ج: جس پر بیٹھنا تھا وہ ساتھ لانا تھا نا۔

س: آپی ٹھنڈا یا گرم کیا دیں گی میں خود بتاؤں مجھے چائے پسند ہے۔

ج: پہلے چائے پکانا تو ڈھنگ سے سیکھ لو تھی۔

س: آپی امی کہتی ہیں ہم نے رسالوں کا دفتر کھول رکھا ہے' کیوں کہتی ہیں؟

ج: تمہی تو ترین جو ٹھہریں۔

دیا آفرین...... شاھدرہ

س: پہلی بار لے رہے ہیں ذرا تعارف کروائیے؟

ج: حد ادب گستاخ! سارا جہاں ہماری تعریف و تعارف جانتا ہے تم کون سی گھاس منڈی سے آ رہی ہو۔

س: سنا ہے آپ کو ٹیڑھے لوگ پسند نہیں؟

ج: اگر ایسا ہوتا تو آپ کیوں کر یہاں تشریف فرما ہوتیں۔

شبنم کنول...... حافظ آباد

س: ہچکیوں کے ہیں آج خوب مزے.....؟

ج: تم جو ان کے ساتھ نہیں' ہر چیز ان کی چھین کر کھا جاتی ہو ندیدی!

س: خواہش کی ہر کشتی کنارہ کیوں نہیں لگتی' آخر کیوں؟

ج: تمہاری خواہش کا وزن زیادہ ہوگا اس لیے ڈوب جاتی ہوگی۔

س: آپ کی یاد میں آنکھیں ہیں پرنم

ج: پیاز کاٹ کو سالن پکاؤ..... ہماری یاد کے بہانے مت بناؤ۔

س: آپ کون سے سال میں ملے گی؟

ج: جس میں 384 دن ہوں گے۔

س: آپ کون سے سوال کا جواب تلاش کرتی ہیں؟

ج: بے وقوف فی الحال یہ سوال ابھی زیر غور ہے۔

جاذبہ عباسی...... دیول' مری

س: شائلہ جی جب بھی ہم کسی نئے آشنا ہونے والے کو اپنا نام بتاتے ہیں تو وہ عجیب سا منہ بنا کر ''کیا'' کیوں کہتا ہے؟

ج: کیونکہ موبائل کمپنی والوں نے اپنے پیکج کا جو نام رکھ چھوڑا ہے۔

س: ہمارے پاؤں تلے زمین اور سر پہ آسمان نظر آتا ہے مگر ہم اکثر یہ سوچتے ہیں کہ آسمان پیروں تلے اور زمین سر پر کیوں نہیں ہوتی؟

ج: شادی سے پہلے ہر لڑکی ایسا ہی سوچتی ہے بعد میں پیروں تلے زمین اور سر پہ آسمان دیکھنے کی بھی نوبت نہیں آتی۔

س: ارے ارے یہ کیا آپ کے تیور مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے اُف چپل مت تلاش کریں ہم یوں ہی چلے جائیں گے ہاہاہا؟

ج: اکثر لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے ناں۔

رشک وفا...... برنالی

س: ارے چونک کیوں گئیں ہم ہی ہیں رشک وفا تو کیا سواگت نہیں کرو گے آپ ہمارا وہ بھی سلمان خان کے اسٹائل میں؟

ج: سلمان کے اسٹائل میں آپ کے میاں جی کریں گے ہم تو اپنے انداز میں ہی کہیں گے خوش آمدید۔

س: آپی ہماری بھابی کو ذرا میرج اینیورسری تو وش کردیں اپنے اسٹائل میں۔

ج: اللہ ان کی شادی شدہ زندگی میں خوشیاں بھردے آمین۔

نورین مسکان سرور...... ڈسکہ

س: آپ ہماری آمد پر اتنی خوش ہوں گی اگر ہمیں پہلے پتا ہوتا تو ہم سویرے سویرے ہی چلے آتے؟

ج: منہ اندھیرے آؤ گی تو منہ حیرت سے کھلے گا" جسے آپ خوشی سمجھ رہی ہو۔

س: بہار کا موسم آرہا ہے پھر مجھے کس رنگ کا سوٹ لے کر دے رہی ہیں آپ؟

ج: یہ سوٹ بھی تو تم نے میرا ہی پہن رکھا ہے پہلے یہ تو واپس کردو۔

س: آپی جب آپ چھوٹی تھیں تو کس کمپنی کا فیڈر استعمال کرتی تھیں؟

ج: کیا آپ نے بھی اس عمر میں اپنے لیے اس کمپنی کا فیڈر استعمال کرنا ہے۔

س: آسمان پر ستارے لٹکے ہوتے ہیں تو زمین پر کیوں نہیں گرتے؟

ج: پھر تم اپنے 'اُن' کی شکل کس میں دیکھتی۔

سحرش بٹ...... دینہ' جہلم

س: اگر آپ کو کرکٹ ٹیم میں شامل کرلیا جائے تو آپ اپنی کارکردگی کا مظاہرہ کیسے کریں گی؟

ج: کرکٹ ٹیم کو سدھار کر۔

س: آپ میرے دل کی چین' چین آئے نہ تو کیا کیجیے؟

ج: چین آتا نہیں وہاں تو جانا پڑتا ہے دو نمبری مال لینے کے لیے۔

س: چاچو مجھے "مل بتوڑی" پکارتے ہیں' کیوں؟ ویسے میں لیڈی ڈیانا سے کم نہیں ہوں۔

ج: مل بتوڑی تم پر جچتا بھی بہت ہے۔

س: قد لمبا کرنے کے لیے کتنی لمبی ہیل ہونی چاہیے؟

ج: جتنی لمبی مرضی پہن لو آپ کو کون سا فرق پڑتا ہے۔

عنبر مجید...... کوٹ قیصرانی

س: شمائل جی پہلی بار نہیں دوسری بار شرکت کی ہے جگہ ملے گی؟

ج: چھوٹی سی تو ہو اپنے قد کے حساب سے جگہ خود ہی دیکھ لو۔

س: اُف شمائل جی! اب نظریں نیچے بھی کرو' نظر لگاؤ گی کیا؟

ج: اُف اللہ اب نظر بٹو کو بھی نظر لگنے لگی۔

س: ذرا تو پاس میرے آؤ' ذرا تو نظریں مجھ سے ملاؤ" میری جاں مجھ سے دور نہ جانا او......؟

ج: ہاتھ روم سنگر اتنا چیخ کر مت گاؤ' ابا کو مت جگاؤ اور شامت کو نہ بلاؤ......

س: آپیا جی مجھے کراچی دیکھنے کا بہت شوق ہے دیکھو تو

کبھی میں ایک ماہ بعد آرہی ہوں واؤ......؟

ج: آپ کی آمد پر اہل کراچی پر اللہ اپنا خاص رحم فرمائے۔

س: کھوئے سے کیوں ہو تم' سوچ میں گم ہو کیوں' بات جو دل میں ہے کہہ بھی ڈو کہہ بھی دو...... ہاں ہاں کہہ دو نہ......

ج: اُف اللہ بچاؤ...... اُف اللہ بچاؤ...... اُف اللہ بچاؤ......

عائشہ عمر...... فیصل آباد

س: دل تو چاہتا ہے کرکٹ ٹیم کا استقبال...... ایسے کروں کہ ہمیشہ یاد رکھیں؟

ج: سڑے ہوئے ٹماٹر اور انڈوں سے کرو کھائیں گے بھی اور پکانے کے لیے گھر والوں کے لیے لے جائیں گے بھی۔

س: ان سب نے تو ہمارا دل توڑ دیا؟

ج: دودھ میں الفی ڈال کر پی جاؤ پکا پھر کبھی ٹوٹنے کا نام بھی نہیں لے گا۔

رخ کومل شہزادی...... سرگودھا

س: کیا حال ہیں آپی' ہمیں مس کیا آپ نے؟

ج: نو مس...... ہم نے آپ کو گزرے وقت کی طرح ہر وقت مس کیا۔

س: آپی کیا بات ہے آپ اتنے پیارے جواب دیتی ہیں کہ بندہ سوال کیے بنا رہ ہی نہیں سکتا؟

ج: اب اس سوال پر تمہارے دست دراز پر ہم کچھ نہیں دے سکتے تمہیں۔

س: اللہ آپ کو خوش رکھے دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

ج: آپ بھی خوش رہیں۔

طاہرہ غزل' اریبہ کائنات...... جتوئی

س: آپی ہم اتنے دن بعد آپ کی بزم میں تشریف لائے ہیں دیکھیے ہمارے آنے سے کیسی رونق ہوگئی؟

ج: رونق کیسی پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی لائٹ بھی گئی۔

س: شمائل آپی! ہماری اپریل میں سالگرہ ہے تو آپ مجھے اچھے سے وش کریں؟

ج: سالگرہ مبارک ہو اپنی عمر تو بتا دو۔

س: شعر کا جواب دیں؟

وہ کبھی تو ملے تو اسے کہنا' تیری جدائی نے اس کا یہ حال کردیا ہے

وہ نہیں رہتا لوگ اسے دیکھ کر روتے ہیں

ج: کرکٹ ٹیم میں شامل ہے کیا؟

میزاب...... قصور

س: آپی! لوگ مجھے کنجوس کیوں کہتے ہیں؟

ج: کنجوس نہیں تو مکھی چوس کہہ لیں گے۔

س: آپی جی میں کبھی کبھی آپ کی محفل میں آجایا کروں؟

ج: ضرور آئیں' لیکن جلدی سے جانے کے لیے۔

خوشی...... بونالی

س: مصیبت میں تو گدھے کو باپ بنانا پڑتا ہے اور خوشی میں؟

ج: گدھے کا باپ بننا پڑتا ہے۔

س: آپی انسان شادی کب کرتا ہے؟

ج: جب کچھ سمجھ نہیں آتا اس وقت۔

کرن ملک...... جتوئی

س: شمائلہ آپی کیا واقعی ہی دھوپ میں بیٹھنے سے بال سفید ہوجاتے ہیں؟

ج: پتا نہیں تجربہ کر کے دیکھو اگر ہوگئے تو پارلر والوں کی عید ہوگی ہر ماہ۔

س: آپی سردیوں کی برسات ہو اور ساتھ وہ ہو؟

ج: بس تم بہانے سے اپنی ساس نندوں کی باتیں ضرور کرنا۔

س: آپی شوہر اپنی بیوی سے یہ کیوں کہتا ہے کہ شادی سے پہلے تو......

ج: کیونکہ شادی کے بعد تو بے چارہ کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔

س: شمائلہ! بیوی اور محبوبہ میں کیا فرق ہے؟
ج: بیوی ذاتی اور محبوبہ سماجی ہوتی ہے سب کی خدمات پر مامور۔

سونی علی...... ریشم گلی' مورو

س: آپی رنگ گورا کرنے کے لیے اپنے چہرے پر وائٹ آئل پینٹ کروالیں کبھی کالی نہیں ہوں گی؟ ایڈوائز دینے پر شکریہ کی ضرورت نہیں۔
ج: ہم تو ماشاء اللہ پہلے ہی سے بہت خوب صورت ہیں البتہ آپ اپنے مشورے پر ضرور عمل کرنا۔
س: ہائے رے رہا ان مردوں کا دل آخر ایک عورت پر کیوں نہیں ٹکتا؟
ج: ان کے دل اور نیت دونوں میں فتور جو ہوتا ہے۔
س: گھر والی بدتمیز اور باہر والی شریف کیوں دکھائی دیتی ہے شوہر حضرات کو؟
ج: گھر والی اپنی بیوی جبکہ باہر والی دوسروں کی بیوی ہوتی ہے اس لیے ایسا دکھائی دیتا ہے۔

ہالہ سلیم...... کراچی

س: آپیا ایک تو گرمی نے برا حال کیا اوپر سے......؟
ج: اوپر سے بجلی والوں کا بے حساب پیار و محبت۔
س: آپیا اتنی گرمی میں بھی آپ اتنے ٹھنڈے جواب کیسے دے سکتی ہیں؟
ج: برف کی سل رکھ کر۔
س: آپیا آج کل ہر کسی کو اپنی ہی کیوں پڑی رہتی ہے؟
ج: دوسروں نے مائنڈ کرنا جو شروع کردیا ہے نا اس لیے۔
س: آپیا اجازت اس دعا کے آپ ہمیشہ خوش رہو؟
ج: سدا ہنسی مسکراتی رہو آمین۔

مسز طلعت...... کراچی

س: آپی! کیا میں آپ کی محفل میں شریک ہوسکتی ہوں؟
ج: آجائیے محفل لگی ہوئی ہے۔

س: آپی یہ بتائیں کہ بھول اور قبول میں کیا فرق ہے؟
ج: جو انکار اور اقرار میں ہوتا ہے۔
س: موٹی اور چھوٹی بیوی میں کیا فرق ہے؟
ج: کوئی فرق نہیں دونوں "بیوی" ہی ہوتی ہیں۔
س: روٹھے ہو تم تم کو کیسے مناؤں...... بتائیں؟
ج: کوئی ضرورت نہیں خود ٹھیک ہوجائیں گے۔
س: وہ آئے ہمارے گھر میں خدا کی قدرت...... بھلا کون؟
ج: پیارا آنچل۔
س: اچھا آپی اجازت کیا میں آئندہ ماہ شرکت کرسکتی ہوں؟
ج: اللہ حافظ آئندہ ماہ کے آگے ایک ماہ میں۔

اشنہ غفار...... کراچی

س: ماہ دولت ایک طویل عرصے بعد تشریف فرما ہیں۔ ویلکم تو کہیں گی نا......؟
ج: اچھا دل کم کرنا بھی پڑے گا۔
س: اچھا یہ تو بتائیں پلیز کہ ہمیں کسی پہ اعتبار کرنا ہو تو کیسے کریں......؟
ج: بہت سوچ سمجھ کر کرنا کہیں......
س: اُف یہ گرمی...... اوپر سے سوالوں کی بوچھاڑ آپ گھبراتی نہیں کیا......؟
ج: بتا نہیں اور کیا گھبرانا چاہیے ہم کو۔
س: اچھا جی ہم چلتے ہیں واپس...... پھر ملیں گے...... چلتے چلتے...... پر بھی الوداع مت کہیے گا...... نہیں ہم یہ بھی نہیں دیکھیں گے کہ ہم آپ کے ہیں کون؟ اور......اور کچھ نہیں ہم کیا کہہ سکتے ہیں جی......آل از ویل......آل از ویل ہائے...... اللہ حافظ۔
ج: سنبھل کر وہ آئی جوتی لاں کی......

آپ کی صحت

ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا

عظمیٰ ننکانہ صاحب سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ CHIMA PHILA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ اس کے علاوہ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں بریسٹ بیوٹی آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے فائدہ ہوگا۔

ایچ سعد رسا ننگل ل سے لکھتی ہیں کہ میرا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے اور حسن نسواں کی بھی کمی ہے۔ سیلان کی بھی شکایت ہے۔

محترمہ آپ FIVE PHOS-6X کی 4.4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں اس کے علاوہ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں BREAST BEAUTY آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے قدرتی حسن بحال ہوجائے گا۔

ح۔ س۔ آزاد کشمیر سے لکھتی ہیں کہ میری یادداشت کمزور ہے اس کے لیے کوئی مناسب دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ KALI PHOS-6X کی 4.4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

صوفیہ تبسم وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ BORAX-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ش۔ خ گجرات سے لکھتی ہیں کہ عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور حسب معمول خدمت خلق میں کوشاں رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

میرا مسئلہ یہ ہے میری دور کی نظر بہت کمزور ہے اور اکثر کندھوں میں درد رہتا ہے۔ مہربانی فرما کر کوئی ایسی دوا تجویز فرمادیں جس سے میری عینک اتر جائے اور آنکھوں سے عینک کے اثرات بھی ختم ہوجائیں۔ میں اپنی کمزوری نظر سے بہت تنگ ہوں آپ مناسب دوا تجویز فرما کر شکریہ کا موقع دیں زندگی بھر آپ کی احسان مند اور دعا گو رہوں گی ان شاء اللہ۔

محترمہ آپ CINERARIA EYE ڈراپس روزانہ رات سوتے وقت آنکھوں میں ڈالا کریں۔

نبیلہ کوثر گجرات سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ PULSATILLA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں دوسرے مسئلے کے لیے فون نمبر 021-36997059 پر صبح 10 تا 1 بجے رابطہ فرمائیں۔

ف۔ و فنکیاری سے لکھتی ہیں کہ میں یہ خط بہت امید سے لکھ رہی ہوں خدارا مجھے ناامید نہ کریں میں شادی شدہ ہوں اور میری دو بیٹیاں ہیں بیٹا نہ ہونے کے جرم میں مجھے حقیر سمجھا جاتا ہے۔ مجھ پر زندگی کا دائرہ تنگ کردیں گے اگر میں آئندہ بھی بیٹی پیدا کروں گی تو خدا کے لیے میرے مسئلے کا حل نکالیں اور مجھے جڑواں بیٹوں کے لیے کوئی دوائی کا مشورہ دیں اور وقفے کا بھی طریقہ بتائیں۔

محترمہ آپ حمل کے پہلے مہینے میں CALC PHOS-CM کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر رات سوتے وقت لیں اور دوسرے دن صبح نہار

منہ پھراسی طرح لیں یہ دو خوراک کافی ہوں گی اللہ تعالیٰ آپ کی مراد پوری کرے گا۔

عمران اعوان خوشاب سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز فرمائیں اور یہ بھی بتائیں کہ یہ دوا کہاں سے ملے گی

محترم آپ AGNUS CAST -30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے شواب جرمنی کی خرید لیں۔

احمد رضا میر لاہور سے لکھتے ہیں آپ لوگوں کو بیماریوں کا علاج بتاتے ہیں اور اس سے لوگ بھی ٹھیک ہوجاتے ہیں میں پہلی بار آپ کو اس امید پر خط لکھ رہا ہوں کہ آپ میرے مسئلے کا بھی حل بتائیں گے میرے مسئلے شائع کیے بغیر مناسب دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ AGNUS CAST- 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں دوسرا اس عمر میں قد بڑھنا ناممکن ہے۔

عالیہ نذیر سرانوالی سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 24 سال ہے مجھے الرجی کا مسئلہ ہے جو تقریباً تین سال سے ہے میں بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہی ہوں میرے چہرے اور ہاتھوں میں جلن اور خارش شروع ہوجاتی ہے اس کے بعد متاثرہ حصہ سرخ ہوجاتا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں یہ مسئلہ مجھے قہوہ پینے سے ہوا تھا آپ مجھے کوئی اچھی سی دوا تجویز کردیں جو باآسانی کسی بھی میڈیکل اسٹور سے مل جائے۔ میں نے بہت سے ڈاکٹرز سے مشورہ کیا مگر وقتی طور پر آرام آجاتا ہے۔ میرا یہ مسئلہ سردیوں میں بڑھ جاتا ہے۔

محترمہ آپ URTICAURNUS-3X کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

سکندر بیگ سکھر سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 25 سال ہے سر کے بال غائب ہونا شروع ہوگئے ہیں میں گنجا ہو رہا ہوں اور بہت پریشان ہوں یہ میرا خاندانی معاملہ ہے والد، چچا، تایا سب بالوں سے محروم ہوچکے ہیں مجھے اس کے لیے کوئی مفید علاج بتائیں کہ میرے سر کے بال قائم رہیں اور جو گر چکے ہیں وہ دوبارہ آجائیں۔

محترم آپ مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں ہم نے HAIR GROWER کے فارمولے کو مزید تیز بنایا ہے کئی قیمتی جڑی بوٹیاں شامل کی ہیں جس کی وجہ سے بہتر گرودر اور زیادہ موثر ثابت ہورہا ہے اس کی 4.5 بوتل استعمال کرنے سے آپ کے سر پر گھنے بال پیدا ہوں گے۔

ذکیہ ناز ملتان سے لکھتی ہیں کہ مجھے 3 ماہ سے پیریڈز نہیں ہوئے میری عمر 21 سال ہے پلیز کوئی علاج بتائیں یہ بھی کہ کتنے عرصے تک دوا استعمال کرنی ہے اور دوسرا مسئلہ میرا وزن ہے میری کمر کے دونوں طرف بہت چربی ہے اور پیٹ بھی کم کرنا ہے اچھی سی دوا بتائیں اور یہ بھی کہ دوا کہاں سے ملے گی میں ملتان میں رہتی ہوں۔

محترمہ آپ SENECIO-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ماہانہ نظام درست ہونے کے ساتھ وزن بھی کم ہوجائے گا۔

سدرہ کنول ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت بڑھ رہا ہے کم کرنے کے لیے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ PHYTOLACCA BARRY-Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

محمد علی لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ CALC PHOS-6X کی 4،4 گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور ACIDPHOS

3X کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اس کے علاوہ BARIUM CARB 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

نسیم قریشی جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرے جسم پر سوکھی خارش ہوتی ہے کوئی دانے وغیرہ نہیں نکلتے۔

محترمہ آپ DOLICHLIS-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

قلندر شاہ ملتان سے لکھتے ہیں میرے جسم پر خارش ہوتی ہے جو سردی کے موسم میں بڑھ جاتی ہے اور خارش کرنے سے خون نکل آتا ہے۔

محترم آپ PETROLIUM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

رئیسہ خاتون حیدرآباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بال نکل آئے ہیں جو بہت برے لگتے ہیں لوگ مذاق اڑاتے ہیں مجھے کسی نے بتایا کہ آنچل میں اس کی دوا لکھی ہوتی ہے میں نے آنچل خرید کر آپ کی صحت پڑھا بڑی امید پیدا ہوئی۔ آپ APHRODITE مجھے بھیج دیں۔

محترمہ آپ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں افروڈائٹ ایک ہفتے میں آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

مہوش نورین جھنگ صدر سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 23 سال ہے 5 سال کی عمر سے پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہوں ڈاکٹر لوگ آنتوں کی سوجن بتاتے ہیں صبح اٹھتے ہی پیٹ میں درد ہوتا ہے۔ جو حاجت کے بعد ختم ہوجاتا ہے۔ ایلوپیتھک ادویات کھاتے کھاتے تنگ آ گئی ہوں مقامی ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو بھی دکھایا مگر آرام نہیں آیا بڑی امید کے ساتھ آپ کو مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں آپ میرے لیے بھی کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ NUX VOM-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ان شاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔

ثمرہ احسان شاہ کوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 22 سال ہے جسمانی طور پر میں بہت کمزور ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب میں سو کے اٹھتی ہوں یا کام کرتی ہوں تو میرے گھٹنے کی ہڈیاں اور پاؤں کی ہڈیوں سے چٹک کی آواز آتی ہے اور ہاتھوں کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ کلائیاں بھی کمزور ہیں براہ کرم مجھے کوئی دوا بتادیں اور یہ بھی بتائیں کہ میں دوا کتنے ماہ تک جاری رکھوں۔

محترمہ آپ CUPRUM MET-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نوشین مشتاق جوئیہ فیض آباد لودھراں سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے چہرے پر بے شمار تل ہیں جو دن بدن بڑھتے جارہے ہیں رنگ میں بھورے اور کالے ہیں۔ کوئی دوا تجویز کریں کھانے کی دوا کے ساتھ چہرے پر لگانے کے لیے کریم بھی دیں۔ جس سے جلد افاقہ ہو۔ مدت بھی تجویز کریں میری عمر اٹھارہ سال ہے۔ دوسرا مسئلہ میری بہن کا ہے چہرے کے ساتھ ساتھ پورے جسم پر مردوں کی طرح بال ہیں عمر بارہ سال ہے کوئی اچھی سی دوا تجویز کریں افروڈائٹ کے ساتھ کھانے کی دوا بھی بتادیں۔ تیسرا مسئلہ میری کزن کا ہے جوتے کی وجہ سے اس کے پاؤں پر گہرے کالے نشان ہیں خاص طور پر گٹوں اور انگوٹھے پر ہے کوئی اچھی سی دوا بتائیں جس سے پاؤں بالکل صاف ہوجائیں۔

محترمہ آپ تلوں کے خاتمے کے لیے THUJA-Q کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور اسی کو تلوں پر روزانہ لگایا کریں بہن کے چہرے سے بال ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے

نام پتے پر ارسال کردیں ایفروڈائٹ آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس پر لکھی ہوئی ترکیب کے مطابق استعمال کرنے سے بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔ ان شاءاللہ ہیر کالے ہونے سے بچانے کے لیے سوڑے استعمال کریں۔

فاروق احمد کراچی سے لکھتے ہیں کہ میں اپنی بیماری سے بہت پریشان ہوں کئی جگہ علاج کرانے کے باوجود صحت حاصل نہیں ہورہی مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں میرا مسئلہ شائع کیے بغیر مناسب دوا تجویز فرمائیں۔

محترم آپ صبح 10 تا 1 بجے یا شام 6 تا 9 بجے کلینک پر تشریف لائیں۔ اپنی تمام میڈیکل رپورٹس ہمراہ لائیں ان شاءاللہ آپ کا علاج ہوجائے گا۔

نگہت سلطانہ ایبٹ آباد سے لکھتی ہیں کہ مجھے زنانہ اعضا پر ورم کی شکایت ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اعضا باہر نکل پڑیں گے لیڈی ڈاکٹر نے آپریشن کا مشورہ دیا ہے جو میں نہیں کرانا چاہتی سنا ہے کہ ہومیو پیتھک میں ایسی تکالیف کا علاج بغیر آپریشن ہوجاتا ہے بڑی امید کے ساتھ آپ کو خط لکھ رہی ہوں میرے لیے کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ SEPIA-30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں بھاری وزن اٹھانے سے پرہیز کریں۔

ناہید ٹنڈوآلہ یار سے لکھتی ہیں کہ جب کوئی کتاب وغیرہ پڑھتی ہوں تو زیادہ دیر پڑھا نہیں جاتا آنکھوں پر بھاری پن محسوس ہوتا ہے پڑھنا چھوڑ دیتی ہوں۔

محترمہ آپ RUTA-3- کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

پرنیل صاحبہ گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میری قریب کی نظر کمزور ہے اور ناک پر ایک گلٹی ہوگئی ہے جس میں تکلیف کوئی نہیں ہے سرجن کہتے ہیں کہ تکلیف کوئی نہیں ہے تو ابھی رہنے دو کچھ بڑی ہوجائے گی تو آپریشن آسان ہوجائے گا آپ اپنے مشوروں میں گلٹی ختم کرنے کی دوا بھی بتاتے ہیں۔ میری گلٹی کے لیے بھی علاج بتائیں جوابی لفافہ بھیج رہی ہوں۔

محترمہ آپ CALC FLOUR-6X کی 4,4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں اور CINIRARIA-EYE ڈراپس روزانہ رات سوتے وقت آنکھوں میں ڈالا کریں جوابی لفافہ بھیج کر ضائع نہ کریں براہ راست جواب نہیں دیے جاسکتے۔

سہانہ میر حضرو اٹک سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 20 سال ہے میرا قد چھوٹا ہے اور میں وزن بڑھانا چاہتی ہوں اور میری دوست کی عمر 23 سال ہے اس کے چہرے پر مردوں کی طرح بال ہیں جو بہت برے لگتے ہیں اس کے لیے بھی کوئی میڈیسن بتادیں۔

محترمہ آپ CALC PHOS-6X کی 4,4 گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں اور BARIUM CARB 200 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار لیں رنگ صاف کرنے کے لیے JODUM-1000 کے 5 قطرے ہر 15 دن میں ایک بار لیں۔ بال ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں۔ APHRODITE ایک ہفتے میں آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ 2،3 بوتل کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ان شاءاللہ ختم ہوجائیں گے۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون نمبر 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14B نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

پانی صاف کرنے کے طریقے

شیشے کے گلاس میں بھرے ہوئے صاف پانی کو جس سے آپ اپنی پیاس بجھانے والے ہیں پینے سے پہلے ذرا ایک لمحے کے لیے رک کر سوچ لیجیے کہ یہ بظاہر صاف شفاف نظر آنے والا پانی واقعی پینے کے قابل ہے یا نہیں؟ عین ممکن ہے کہ یہ صفائی کے مطلوبہ معیار پر پورا نہ اترتا ہو اور اس میں ہزاروں لاکھوں پیتھوجن یعنی (Pathogens) انسان کو بیماریوں میں مبتلا کرنے والے بیکٹیریا' وائرس' پروٹوزوا اور قسم قسم کے دوسرے مہلک جراثیم موجود ہوں۔ یہ جراثیم اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ صرف ایک اچھے خوردبین سے ہی نظر آسکتے ہیں لیکن یہ پانی میں تیزی سے پھیلتے پھولتے ہیں اور انسانی جسم میں پہنچ کر بہت سی خطرناک بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

یہ تو وہ پانی ہے جو آپ کو ایک باقاعدہ واٹر سپلائی کے نظام کے تحت صاف ہوکر اور ممکن ہے جراثیم کش ادویہ کے استعمال کے بعد گھر میں لگے ہوئے کنکشن سے مل رہا ہے۔ دیہی علاقوں میں تو پانی کی صفائی کا کوئی نظام سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ وہاں کے لوگ تو بسا اوقات کھلے جوہڑوں کا گدلا پانی پینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس قسم کا غیر صاف شدہ پانی پینے والے ہر وقت مہلک بیماریوں کی زد میں رہتے ہیں اور ان بیماریوں کا شکار ہوکر بسا اوقات موت کا شکار ہوجاتے ہیں۔ کم عمر بچے' ایسے لوگ بیماریوں کے خلاف جن کی قوت مدافعت کم ہو اور بیماریوں کی وجہ سے کمزور رہ جانے والے لوگ ان بیماریوں کا بار بار شکار ہوتے رہتے ہیں۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ ہمارے ملک میں 80 فیصد بیماریاں صرف غیر صاف شدہ پینے کے پانی کے استعمال کی وجہ سے لاحق ہوتی ہیں۔ ان میں ہیضہ' ہیپاٹائٹس' ٹائیفائیڈ سے لے کر امراض قلب اور کینسر جیسی بیماریاں تک شامل ہیں۔ عالمی پیمانے پر اگر پینے کے آلودہ پانی کی وجہ سے بیمار ہونے والے بچوں کی تعداد کا اندازہ لگایا جائے تو ہر سال چھ ملین بچے یا ہر روز بیس ہزار بچے ان مہلک بیماریوں کا شکار ہورہے ہیں ان بچوں میں سے 2.2 ملین بچے ہر سال موت کا شکار ہوجاتے ہیں یا یوں سمجھئے کہ ہماری دنیا میں ہر آٹھ سیکنڈ کے بعد ایک بچہ صرف اس لیے فوت ہوجاتا ہے کہ اس کو پینے کے لیے صاف پانی میسر نہیں ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں ہماری ترجیحات واضح ہوجاتی ہیں' علاج معالجے کی ضروری سہولتوں سے بھی کہیں زیادہ بڑھ کر ہماری اولین ترجیح یہ بن جاتی ہے کہ آبادیوں کو پینے کا صاف پانی مہیا کیا جائے اگر ہم 80 فیصد بیماریاں کو انسان کو لاحق ہونے سے پہلے ہی روک لیتے ہیں تو پھر صحت کے دوسرے واضح فوائد کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہے کہ علاج معالجے کی موجودہ سہولتوں پر دباؤ کم سے کم ہوتا جائے گا اور ملک میں ہر شخص کو علاج کی سہولتیں با آسانی پہنچانے کے قابل ہوجائیں گے۔

پینے کے پانی کو صاف کرکے اس کو پینے کے قابل بنانے کے کئی طریقے ہیں اس میں وہ طریقے بھی ہیں جن کے ذریعے ہم پوری آبادیوں اور بڑے بڑے شہروں کی پانی کی سپلائی کو محفوظ بناتے ہیں اور وہ طریقے بھی ہیں جن کو ہم گھروں میں استعمال کرکے اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ہمارا پینے کا پانی ہر قسم کے مضر اجزا اور آلودگیوں سے پاک ہو۔

شہروں کو آب رسانی کے لیے بنائے جانے والے منصوبوں کے لیے عام طور پر پانی قدرتی ذرائع جیسے کہ دریاؤں نہروں یا قدرتی جھیلوں سے آتا ہے۔ اس میں حل شدہ اور غیر حل شدہ دو طرح کی آلودگیاں شامل ہوتی ہیں۔ مٹی' ریت' چھوٹے نباتاتی پودے پانی میں پلنے والے حشرات الارض وغیرہ۔ ایسی آلودگیاں ہیں جو پانی

میں تیرتی رہتی ہیں اور پانی کو پینے کے قابل بنانے کے لیے جن کو پانی سے الگ کرنا ضروری ہے اس مقصد کے لیے پانی کے بڑے بڑے تالاب بنائے جاتے ہیں جن میں پانی کھڑا رہنے کی وجہ سے بہت سی بھاری اور نہ حل ہونے والی آلودگیاں نیچے تہہ میں بیٹھ جاتی ہیں اور اوپر کا پانی قدرے صاف ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد فلٹریشن کا مرحلہ آتا ہے جہاں پانی کو باریک جالیوں سے گزار کر باقی غیر حل شدہ آلودگیوں کو بھی دور کردیا جاتا ہے اور پانی دیکھنے میں صاف شفاف ہوجاتا ہے۔

لیکن یہ باریک جالیاں پانی میں موجود چھوٹے جن یا بیماریاں پھیلانے والے جراثیم کو نہیں روک سکتیں اور یہ مہلک جراثیم بدستور ہمارے پینے کے پانی میں نا صرف موجود رہتے ہیں بلکہ موافق ماحول کی وجہ سے ان کی تعداد بھی مسلسل بڑھتی رہتی ہے۔ ان کو تلف کرنے کے لیے کیمیائی طریقے اپنائے جاتے ہیں جن میں ایسی جراثیم کش ادویہ استعمال کی جاتی ہیں جو ان جراثیم کو تلف کردیتی ہیں لیکن ان کے انسانی صحت پر کسی قسم کے مضر اثرات نہیں ہوتے۔ ان جراثیم کش ادویہ میں سب سے زیادہ موثر کلورین کا پاؤڈر ہے۔ جس کو پانی کے ان تالابوں میں موجود شہریوں کو سپلائی کیے جانے والے پانی میں ملادیا جاتا ہے اور یہ موثر طور پر سپلائی کیے جانے والے پانی میں موجود مہلک جراثیم کو ختم کردیتا ہے۔

ہمارا پینے کا پانی اس عمل کے بعد استعمال کے لیے بالکل محفوظ ہوجاتا اگر پائپوں کے ذریعے پانی کی ترسیل کا نظام بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہ ہوگیا ہوتا۔ تھوڑی بہت لیکج پانی اور سیوریج کے اچھے سے اچھے نظام میں بھی ہوتی ہے لیکن اس کو کنٹرول کرنے کے لیے یہ احتیاط کی جاتی ہے کہ پانی کی لائنوں میں ہر وقت پریشر سے جانے والا پانی موجود ہوتا ہے لہٰذا اگر کہیں سے پانی کا پائپ کا جوائنٹ ٹوٹا ہوا بھی ہو تو پانی کے پریشر کی وجہ سے پانی اس میں سے باہر کی جانب ہی جاتا ہے اور باہر سے کسی قسم کی آلودگی پائپ کے اندر آکر شہریوں کو سپلائی کیے جانے والے پانی میں شامل نہیں ہوپاتی۔ دوسرا یہ کہ پانی کی لائنوں کے مقابلے میں سیوریج کی لائنیں قدرے نیچے لیول پر چل رہی ہوتی ہیں لہٰذا اس بات کا خدشہ نہیں رہتا کہ سیوریج کا پانی یا اس کی آلودگی سیوریج لائن سے اگر باہر نکل بھی جاتی ہے تو وہ کسی طرح پینے کے پانی کی لائن تک پہنچ سکے گی۔

بدقسمتی سے ہمارے شہروں میں بدانتظامی کے باعث پانی کی لائنوں میں جگہ جگہ بہت بڑی ٹوٹ پھوٹ ہوچکی ہے یہاں تک کہ کراچی جیسے شہر میں پانی کی سپلائی کا ایک تہائی اس لیج کی وجہ سے ضائع ہوجاتا ہے اور ہم ہر وقت پانی کی شدید قلت کا شکار رہتے ہیں۔ اس قلت کے باعث یہ ممکن نہیں رہا ہے کہ پانی کی لائنوں میں ہر وقت پانی پریشر کے ساتھ موجود رہے اور ہمیں یکے بعد دیگرے شہر میں موجود ہر علاقے کے پانی کی سپلائی لیے وقفوں کے لیے بند کرنی پڑتی ہے۔ جب پانی کی سپلائی بند کی جاتی ہے پانی کی لائنوں کے اندر خلا پیدا ہوجاتا ہے اور یہی لائنیں بالکل کسی سکشن پمپ کے طرز میں باہر سے پانی، کیچڑ اور ہر قسم کی الا بلا پائپ لائنوں کے اندر کھینچنے لگتی ہیں۔ اس پر ایک اور ستم یہ کہ سیوریج کی لائنیں واٹر سپلائی کی لائنوں کے انتہائی قریب سے گزرتی ہیں اور ہیں بہت علاقوں میں ان کا لیول پانی کی لائنوں کے لیول کے اوپر ہے۔ سیوریج لائنوں سے لیک ہونے والا غلیظ پانی اور دیگر ہر قسم کی گندگی زیر زمین پانی کی لائنوں کے اطراف نا صرف جمع ہوجاتی ہے بلکہ جب پانی کا بہاؤ پانی کی لائنوں میں بند کیا جاتا ہے تو یہ سیوریج آزادی کے ساتھ پانی کی لائنوں میں داخل بھی ہوجاتی ہے۔ جب ان لائنوں میں دوبارہ پانی چھوڑا جاتا ہے تو یہ گندگی پینے کے پانی کے ساتھ مل کر ہمارے گھریلو ٹینکوں اور نلکوں تک پہنچ جاتی ہے۔

(جاری ہے)

عائشہ سلیم......کراچی

ادارہ

جگنو میرے آنچل میں

دیا آفرین...... شاہدرہ

۱) آنچل میں اتنے سارے نام ہیں جنہوں نے اپنی تحریروں سے اسے سجایا۔ سرفہرست نازیہ کنول نازی، نادیہ فاطمہ، نگہت عبداللہ، نازیہ جمال، عالیہ حرا، سیدہ غزل زیدی...... مگر آپ نے ایک کی شرط رکھی ہے تو سندس جبیں کا ناول ''شکست ذات'' بلاشبہ برسوں یادرہے گا رائٹر نے رلایا ہے سب کو۔

۲) میں یہاں نازیہ کنول نازی کی چند لائنیں لکھ رہی ہوں، وہ کہیں کہیں خلیل الرحمان قمر کی طرح ڈائیلاگ لکھتی ہیں (کہیں کہیں)

''میں نہیں جانتا جسم سے جان نکلتی ہے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے مگر میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اس وقت میرا دل جس تکلیف کے حصار میں ہے یہ تکلیف جان نکلنے سے کم والی تکلیف نہیں ہے کاش، کاش تم دیکھ سکتیں جو اس وقت میرا حال ہے وطن سے دور اپنے رشتوں سے محروم، اس سرد رات میں مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میرا خون تمہیں ہمیشہ کے لیے کھو دینے کے احساس سے رگوں میں جمتا جارہا ہے کاش میں تمہیں خوش رہنے کی دعا دے سکتا۔''

۳) کوئی خاص کردار تو نہیں میں تو اردگرد لوگوں میں کوئی نہ کوئی کردار ہی ڈھونڈتی رہتی ہوں۔ کوئی ڈاکٹر ہو، ٹیچر، پولیس یا ایاز جیسے لوگ سب ہی اسی معاشرے کا حصہ ہیں۔

۴) کردار اور رویے بدلتے ہیں مگر وہ کردار جنہوں نے اپنا تاثر مخصوص رکھا ان میں سرفہرست ''مجھے ہے حکم اذاں'' کی زینب، جیرو اور منفی کردار میں بس ایک سرفہرست ہے عادلہ۔

۵) کیا یاد دلایا مجھے کالج کے دن یاد آگئے۔ کالج کا وہ منظر جب سالگرہ والے دن ہم فرینڈ خوب کھاپی کرانجوائے کررہے تھے۔ میری سالگرہ کا فائدہ اٹھایا نا سونا نے (میں اتنا نہیں کھاتی یار) یہ لمحے ہمیشہ میری یادوں کا حصہ رہیں گے۔

۶) آنچل کا اگست اور اکتوبر کے سرورق مجھے بے حد خوب صورت لگے تھے۔

۷) کوئی ایسا سلسلہ ہونا چاہیے جہاں مختلف شعرا کا انتخاب بھی بھیجا جاسکے مگر نیرنگ خیال بھی باقی رہے اور ''کام کی باتیں'' کی جگہ ''آپ کی شخصیت'' والا سلسلہ دوبارہ شروع ہونا چاہیے۔

۸) اب آیا نا دلچسپ سوال، بتائیں کب ملاقات کرائیں گے، مجھے عمیرا شریف طور سے ملنا ہے۔

فیضہ جٹ...... سرگودھا

۱) آنچل کی سالگرہ پر بہت مبارک باد اللہ ہمارے آنچل کو اور ترقی دے آمین، مجھے تو آنچل کی ہر تحریر ہی پسند ہے لیکن برف کے آنسو، کروں سجدہ ایک خدا کو، مجھے ہے حکم اذاں، میرا الزام بھی تم، سمیرا آپی کا ناول ٹوٹا ہوا تارا یہ تحریر کبھی نہیں بھولے گی ہمیشہ ہمیشہ یاد رہیں گی۔

۲) مجھے وہ پیرا گراف بہت پسند آیا تھا جب فاطمہ دعائے نور پڑھتی ہے اس کے الفاظ یہ تھے اے اللہ میرے دل میں نور ڈال دے اور میری بصیرت میں نور ہو اور میری سماعت میں نور ہو اور میرے دائیں جانب اور بائیں جانب نور ہو اور میرے لیے نور بنادے، اے اللہ مجھے نور عطا کردے اور جب فاطمہ اور عباس دوڑ لگاتے ہیں لاریب اور سکندر کا سامنا دونوں کو رکنے پر مجبور

کردیا۔ چاروں کے درمیان سلام دعا کا تبادلہ ہوا تھا۔ عباس اور سکندر نے قدموں کو بڑھایا تو وہ کچھ پیچھے رہ جانے والی لاریب کے مقابل آ گئی تھی جس نے عباس کی موجودگی کے باعث چہرے کو چادر کے نقاب میں چھپا لیا تھا اس کی تعلیم میں فاطمہ نے بھی یہی عمل دہرایا۔ اسے اس پل زینب کے الفاظ یاد آ گئے تھے۔ عورت چاند کی طرح نہیں ہونی چاہیے جسے ہر کوئی بے نقاب دیکھے بلکہ مسلمان عورت سورج جیسی ہونی چاہیے جسے دیکھنے سے پہلے ہی آنکھیں جھک جائیں۔

۳) افسانوں کی دنیا میں بے شک سب جھوٹ نہیں ہوتا۔ بے شک ہمارے ماحول سے ہی بنتی ہیں اور زندگی کے موڑ میں ایسے انسان مل ہی جاتے ہیں۔

۴) میرے پسندیدہ کردار میرا الزام تم ہو کے کردار آ تیرا اور خاص کر مشکوٰۃ کا کردار بہت پسند آیا تھا اور برف کے آنسو کے ناول میں زعیم اور عائزہ کا کردار بہت اچھا لگا تھا۔

۵) میری زندگی کا خوب صورت لمحہ ماڑہ سے ملنا اس سے باتیں کرنا میں جب اسے یاد کرتی ہوں تو لبوں پر مسکراہٹ آ جاتی ہے اور اسلام آباد کا سفر ہمیشہ یاد رہے گا بہت مزہ آیا تھا اور جہاں میں سلائی کرنے جاتی تھی۔ وہاں پر گزرے ہوئے دن آپی جی کی ڈانٹ پھپھو شانہ کی شادی کے دن جب یاد آتے ہیں تو ذہنی و جسمانی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔

۶) ستمبر اور اکتوبر کا ٹائٹل بہت پسند آیا تھا۔

۷) آنچل تو سارا ہی اچھا ہے کوئی خاص تبدیلی کی ضرورت نہیں، بس سلسلہ وار ناول زیادہ کردیں۔

۸) اف اللہ کیسا سوال پوچھ لیا میں تو سب رائٹرز سے ملنا چاہوں گی اب کسی ایک کا کیا نام لکھوں، ان شاء اللہ ضرور ملوں گی وہ ہے نہ کہ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے تو بس یہی حال میرا ہے۔ اس جہاں میں نہ سہی تو اس جہاں میں مل لیں گے۔

بنت حوا...... چوک سرور شہید

۱) پہلا سوال ہی اتنا خوب صورت پوچھ لیا آپ نے تو اس کا جواب بھی ایسا ہی ہے "جھیل کنارہ کنکر" اور "کروں سجدہ ایک خدا کو"۔

۲) بہت سے جملے ذہن و دل کو چھو جاتے ہیں، کچھ گہرے انمٹ نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ "انسان جانوروں اور پرندوں کو دیکھ کر بھی سبق حاصل نہیں کرتا جو کہ تنکوں کے آشیانے بناتے ہیں اور رزق ذخیرہ نہیں کرتے۔" یہ کسی کہانی کا جملہ نہیں بابا بلھے شاہ کی نظم کا مرکزی خیال ہے۔

۳) بالکل، ابھی آج ہی میں جب انا، شرمین، عارض اور بوبی کے کردار پڑھ رہی تھی تو ان سب کو اپنے اردگرد حقیقت کی دنیا میں بھی دیکھ چکی ہوں۔ رائٹرز بھی تو زندگی کی کہانی سے ہی کشید کر کے اسے لفظوں میں پرو کر صفحہ قرطاس پر بکھیرتی ہیں۔

۴) میں یہ نہیں دیکھتی کہ مثبت و منفی کردار کس کا ہے میں تو منفی کردار سے سبق حاصل کرتی ہوں اور مثبت کردار کو اپنانے کی کوشش کرتی ہوں کیونکہ محبت و نفرت اچھے یا برے انسان سے نہیں اچھے و برے کردار سے کی جاتی ہے۔

۵) ہر وہ لمحہ جس سے میری ذات سے دوسروں کو خوشی ملی ہو اور ہر وہ لمحہ جو میں نے اپنے خدا کو یاد کرتے گزارا ہو۔

۶) ٹائٹل اکثر یاد نہیں رہتے، ویسے فروری کے

ٹائٹل میں ماڈل کا لباس اور جیولری بہت اچھی تھی۔

۷) میری تمام مصنفین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی کہانیوں میں اور بہنوں کی عدالت میں قاری بہنوں کی اصلاح کے لیے ایسے کردار اور جوابات تحریر کریں جن سے وہ خوابوں کی بجائے حقیقت کی دنیا میں رہیں اور اس کو فیس کریں کیونکہ بیشتر قارئین، رائٹرز کو فالو کرتی ہیں۔ اس لیے نازی اور دوسری رائٹرز سے میری گزارش ہے کہ خوابوں کو زیادہ مت اجاگر کریں لڑکیاں بہت سے خواب دیکھتی ہیں مگر پھر ان کے بدلے میں بہت سے دکھ اور خمیازے بھگتنے پڑتے ہیں۔ خوابوں کی دنیا میں انسان حقیقت کو بھول جاتا ہے اور آج کل جو زمانہ ہے اس میں ہر لڑکی کو خود اپنے نفس کو خواب دیکھنے سے روکنا چاہیے۔

۸) اس سوال کا جواب پھر ایک نہیں دو ہیں۔ جی ہاں سمیرا صاحبہ اور نازی۔ میں نے کوشش کی کہ سیدھے سیدھے جواب دوں پھر بھی اپنی ہی انداز میں...... (یقیناً)

ام عمارہ...... چیچہ وطنی

۱) آنچل کے سابقہ سالگرہ نمبر سے شائع ہونے والی بہت سی تحریریں ایسی ہیں جنہیں میں بھول نہیں سکتی لیکن آپی نازیہ کنول نازی کی ایک تحریر ''بھوک'' جسے میں کبھی بھی بھول نہیں سکتی۔

۲) آنچل میں سے ایک قول کہ

''حیا اور ایمان دو ایسے پرندے ہیں اگر ان میں سے ایک اڑ جائے تو دوسرا خود بخود اڑ جاتا ہے۔''

''جو یہ کہتے ہیں کہ خدا نظر نہیں آتا مگر حقیقت تو یہ ہے کہ جب انسان مصیبت میں ہوتا ہے تو اسے خدا کے سوا کوئی اور نظر نہیں آتا۔

۳) افسانوں کی دنیا میں واقعی سب کچھ جھوٹ نہیں ہوتا جیسا کہ ''ٹوٹا ہوا تارہ'' میں عادلہ، کاشفہ، ایاز تینوں بہن بھائی جیسے کردار آج کل کے لوگوں میں عام پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی خوشیوں اور شدت پسندی کی وجہ سے لوگوں کی خوشیوں کو اپنے قدموں تلے روند دیتے ہیں۔

۴) ہر شخص اپنے کردار اور موقع کے لحاظ سے صحیح ہے لیکن مجھے ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' اس میں عمیرہ عباد کا کردار بہت اچھا لگا بلکہ بالکل اپنی طرح کا لگا کیونکہ لوگ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں جو دین پر عمل کرتا ہے۔

۵) میری زندگی کے وہ لمحے جو میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزاروں اور وہ لمحے مجھے قلبی سکون عطا کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ وہ نیکی جو تجھے خوش کردے پس تو مومن ہے تو یہ حدیث میری ذہنی وجسمانی تھکاوٹ میں بھی شگفتگی ومسکراہٹ عطا کردیتی ہے۔

۶) دسمبر کے شمارے میں ٹائٹل اچھا تھا کوئی ایسا خاص نہیں جس نے مجھے متاثر کیا ہو۔

۷) آنچل میں ایسی تبدیلی چاہتی ہوں کہ زیادہ چھوٹی کہانیاں نہیں ہونی چاہیے بلکہ لمبی کہانیاں ہونی چاہیے مجھے لمبی کہانیاں پسند ہیں۔

۸) آنچل کی تمام رائٹرز سے ملنے کی خواہش ہے لیکن آپی نازی سے ملنے کی بہت خواہش ہے جب ان سے کانٹیکٹ ہوجائے گا تو ان کے ذریعے باقی سب سے بھی ہوجائے گا۔

☺